جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ دار المصنفین
(نمبر ۴۷)

تاریخِ صقلیہ

جلد دوم

اس میں

سسلی کے عہد اسلامی کا تمدنی جغرافیہ، نظام حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیرات، تہذیب و معاشرت اور علوم و فنون کا تفصیلی مرقع دکھا کر یورپ پر سسلی کے اسلامی تمدن کے اثرات دکھائے گئے ہیں

از

مولانا سید ریاست علی ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ میں چھپی
۱۴۰۲ھ
۱۹۸۲ء
طبع دوم عکسی

Nizami Book Agency
BUDAUN - 243601 (U.P.)

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

132685

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی جلد کے دیباچہ مین کہا گیا تھا :-

"سسلی کی تاریخ..... ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہی جس کی تمدنی ترقیان
یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد ہین"

اس دوسری جلد مین اُسی تمدن آفرین قوم کے تمدنی خط وخال دکھائے گئے ہین، کتاب چند ابواب مین تقسیم کیگئی ہی پہلے باب "صقلیہ کے عہد اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ" مین صقلیہ کے مسلمانون اسلامی آبادیون اور یہان کے رہنے والون کی زبان ادیان، مذاہب، فرق اور اخلاق و عادات کا بیان ہی سرزمین اور اسکے باشندون کے تعارف کے بعد انکی متمدن حکومت کا بیان آتا ہی پھر "معیشت" کے باب مین انکے معاش اور طریق زندگی کی تفصیل ہی اس ضمن مین زراعت، صنعت و حرفت تعمیر اور تجارت کے مفصل حالات آگئے ہین پھر "علوم و فنون" کا باب مسلمانان صقلیہ کے ذہنی و علمی ترقیون کا آئینہ دار ہی اسی مین رجال صقلیہ کے مفصل سوانح بھی ملین گے علما و ادبائے صقلیہ کی علمی و ادبی خدمات مختلف فنون کی تقسیم کیساتھ جداگانہ دکھائے گئے ہین اسلئے ان لوگون کا تذکرہ انکی مختلف علمی خدمات کی مناسبت سے علم کے مختلف شعبون مین ایک سے زائد مرتبہ آیا ہی اسلئے ان مین سے جس شخص کا ذکر پہلی مرتبہ علم کے جس شعبہ مین آیا ہی وہین پر اسکے مفصل سوانح بھی درج کر دیے گئے ہین لیکن اگر کسی کی شہرت کسی خاص فن مین زیادہ نظر آئی اور ترتیب کتاب کے لحاظ سے کسی دوسرے فن مین اس کا ذکر اسکے خاص فن کے تذکرہ سے پہلے آیا ہی تو وہان اسکے سوانح آیندہ کیلئے اٹھا رکھے گئے ہین مثلاً قاضی اسد بن فرات کو علم فقہ مین اور شریف ادریسی کو علم جغرافیہ مین شہرت حاصل ہی اور اول الذکر کو علم حدیث (جسکا ذکر علم فقہ سے پہلے ہی) سے اور آخر الذکر کو علم ادب (جسکا تذکرہ علم جغرافیہ سے پہلے ہے) سے بھی تعلق تھا تو ان دونون جگہ ان کے علم حدیث و ادب سے مناسبت کا تذکرہ کرکے انکے سوانح فقہ اور جغرافیہ کیلئے رکھے گئے ہین

Marfat.com

مین درج کیگئی ہین مگر ایسی مثالین پوری کتاب مین چند سے زیادہ نہین عموماً ہر صاحبِ علم کے سوانح اسی جگہ ملین گے جہان پہلی مرتبہ اس کا ذکر آیا ہی،

آخری باب "اسلامی تہذیب و تمدن پر ایک اجمالی نظر" مین "صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات یورپ پر" کے عنوان سے جو کچھ کہا گیا ہی وہ تمام تر یورپ و امریکہ کے ممتاز اہلِ علم و مورخین کے بیانون پر مبنی ہی اسلئے انکی تمام تر ذمہ داری بھی انہی پر ہی کہ وہ اپنے یہان کی ترقیون کے جو اسباب بیان کرین انہین انکا حق حاصل ہی، اس عنوان کے ماتحت جو کچھ کہا گیا ہی اس مین مؤلف کا کام صرف یہ رہا ہی کہ انکے نتائجِ فکر کو بالاستیعاب پڑھکر اُنمین جو حقیقتہ صقلیہ کے متعلق نظر آئے اوسے چُن کر مرتب کر لیا جائے یہی وجہ ہی کہ اس فصل مین اقتباسات زیادہ اور کسی قدر طویل ہین، اور چونکہ یورپ کے مفکرین اور مستشرقین اس سلسلہ مین تقریباً یکسان خیالات و نظریات بیان کرتے رہے ہین اسلئے ان سب کے بیانون کا استقصار کرنا بیسود نظر آیا اسکے بجائے محض واقعہ کے اظہار کیلئے ان مین سے صرف چند مورخین کی کتابین سامنے رکھ لی گئین کہ انہی بیانون پر دوسرے مستند مورخین کے بیانات کا قیاس کیا جا سکتا ہی،

اس سلسلہ مین اس شبہہ کا ازالہ بھی کر دینا ہی کہ "اسلامی تہذیب و تمدن" اور "اسلامی علوم و فنون" سے مراد وہ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون ہین جو سسلی کی اسلامی حکومت کے عہد یا اوس کے زوال کے بعد مسلمانون مین رائج رہے، عام ازین کہ نفسِ دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی ہون یا نہ ہون، اسلئے دوسرے لفظون مین انہین "مسلمانون کی تہذیب و تمدن" اور "علوم و فنون" کے الفاظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہی،

جلد اول کے دیباچہ مین فہرست اعلام و مآخذ کے آخر مین منسلک کیے جانے کا تذکرہ کیا گیا تھا لیکن متنِ کتاب کی فہرستِ مضامین ہی اس طرز پر تیار کر لی گئی ہی کہ فہرستِ اعلام کی چندان ضرورت باقی نہین رہی، البتہ ماخذون کی فہرست بہ ترتیب حروفِ تہجی مرتب کر کے آخر مین منسلک کر دی گئی ہی،

۱۲ شوال ۱۳۵۴ھ سید ریاست علی ندوی

۸ جنوری ۱۹۳۶ء شبلی منزل اعظم گڈھ

Marfat.com

فہرست مضامین تاریخ صقلیہ جلد دوم

مضمون	صفحہ
۱۔ صقلیہ کے عہد اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ	۱-۴۵
مسلمانانِ صقلیہ (۱)	۱-۱۰
عرب،	۱
مستعرب،	۵
قبائلِ بربر،	۶
موالی،	۸
قدیم باشندے مسلمانوں کی صف میں،	۹
مسلمانوں کی مجموعی تعداد،	〃
صقلیہ کی اسلامی آبادیاں (۲)	۱۰-۳۹
بلرم	۱۰

مضمون	صفحہ
بلرم بطور صدر مقام کے،	۱۰
قدیم شہر کی آبادی میں وسعت،	۱۱
بلرم کے حلقے،	۱۳
حارۃ بلرم،	〃
حارہ بلرم کے دروازے،	۱۴
خالصہ،	۱۵
حارۃ الصقالبہ،	۱۸
حارۃ المسجد،	۱۹
حارۃ الجدیدہ،	〃
حارۃ الیہود،	〃
حارۃ ابی حماد،	۲۰
بلرم کے شہری خصوصیات،	〃
بازار،	۲۱
ہوٹل اور حمام،	۲۲

مضمون	صفحہ
کثرتِ مساجد،	۲۲
جامع مسجد،	۲۳
خانقاہیں،	〃
قریے،	〃
بلرم کے چشمے،	۲۴
معدن جدید،	〃
بلرم ایک سیاح کی نگاہ میں	〃
چند دیگر اہم شہر،	۲۸
ساحل کے چند دیگر شہر،	۲۹
اندرون ملک کے شہر	〃
چند دیگر آبادیاں،	۳۸
عہدِ اسلامی میں صقلیہ کی زبان (۳)	۴۰ تا ۴۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عہدِ اسلامی میں صقلیہ کے ادیان	۴۳	ولاۃ کا عزل ونصب،	۶۰	دیوان الخراج (۷)	۷۶-۷۸
ومذاہب وفرق، (۴)	تا ۴۹	ولاۃ صقلیہ عہد اغالبہ میں	″	صاحب الخمس،	۷۶
ادیان،	۴۳	اغالبہ کے عہد میں طرز حکومت،	۶۶	عہد اغالبہ میں،	۷۶
مذاہب فقہ،	۴۴	شاہانہ طرز زندگی،	۶۸	عہدِ فاطمیہ میں،	۷۷
فرق،	۴۵	صوبوں کی تقسیم اور	۷۱	محاصل،	″
مذہب تشیع،	۴۶	انکی حکومت (۴)	تا ۷۳	صقلیہ کے عیسائی رعایا پر محاصل	۷۸
اخلاق وعادات (۵)	۴۹-۵۴	صوبوں کی تقسیم،	۷۱	صیغہ عدالت وقضا (۸)	۷۸-۹۲
توہم پرستی،	۵۲	صوبوں کے گورنر،	۷۲	محکمہ قضا کی بنیاد،	۷۸
محاسن اخلاق،	۵۳	صوبہ ایطالیہ،	۷۳	دار القضا،	۷۹
۲۔ نظام حکومت		جزائر،	″	صوبوں میں محکمہ قضا،	″
۵۵-۱۱۷		حکومتِ صقلیہ کے	۷۴	قانون،	″
صقلیہ پر اسلامی حملے (۱)	۵۵-۵۷	ماتحت شعبے، (۵)	تا ۷۵	عیسوی عدالت اور قانون	۸۰
صقلیہ کے اسلامی حملوں پر	۵۵	اغالبہ کے عہد میں دواوین	۷۴	حقوق کی نگہداشت،	۸۱
ایک اجمالی نگاہ،		عہدِ کلبیہ میں ایوانہائے حکومت	″	صقلیہ کے صیغہ عدالت	۸۲
حکومتِ صقلیہ کا تعلق	۵۷	دیوان الکتاب (۶)	۷۵-۷۶	قضا پر ایک غلط الزام،	
غیر ملکی مرکزی حکومت	تا	دیوان الکتاب یا دفتر وزارت	۷۵	مقدمات کی کثرت اور	۸۴
سے (۲)	۶۰	وزرا،	″	جھوٹی شہادتیں،	
حکومتِ صقلیہ (۳)	۶۰-۷۱	وزرا کے فرائض واختیارات	۷۶	قضاۃ،	۸۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اسد بن فرات،	۸۶	صاحب الشرطہ،	۹۵	دار الصناعہ کے کاریگر	۱۰۴
ابن کحالہ،	"	دار الحبس، (۱۱)	"	اور مزدور،	
قاضی ابو عمر محمد بن میمون،	۸۸	دیوان الجیوش (۱۲)	۹۵-۱۱۶	جہاز سازی کا سامان،	"
دعامہ بن محمد،	۹۱	دیوان،	۹۵	دار الصناعہ مینا،	"
ابو القاسم قیسی،	"	صقلیہ پر حملہ آور اسلامی لشکر	۹۶	دار الصناعہ باری،	"
قضاۃ فاطمی،	۹۲	عربی فوج،	"	جنگی بیڑے،	"
اسحاق بن منہال،	"	بربری فوج،	"	امیر البحر	۱۰۵
ابن قرہب کے عہد میں	"	رومی فوج،	۹۷	آلات حرب،	۱۰۶
عہدۂ قضاء		اندلسی عرب،	"	اسلامی علم،	۱۰۷
قاضی ابن خالی،	"	افریقی فوجوں کی کمک	"	خبر رسانی،	۱۰۸
قضاۃ بعہد کلبیہ	۹۳	سپہ سالار اور فوجی افسر	۹۹	اسیران جنگ،	"
قاضی ابو اسحاق،	"	فوجی چھاونی،	۱۰۰	علاقوں کے ساتھ سلوک	۱۰۹
قاضی ابو الفضل،	"	مرکزی چھاونی،	۱۰۱	صقلیہ کے رومی غلام اسلامی	۱۱۰
قاضی عثمان بن خزاز،	"	ملک کی اندرونی چھاونیاں	"	ممالک میں معزز عہدوں پر	
قاضی ابو ابراہیم اسحاق	"	قلعے،	"	جوہر صقلی،	"
بن ماحلی،		فوج کی تنخواہیں،	۱۰۲	عہدۂ وزارت و سپہ سالاری	"
دیوان المظالم (۹)	۹۴	دیوان دار الصناعہ	۱۰۳	روانگی مصر اور اس کا	۱۱۱
محکمۂ شرطہ (۱۰)	"	صقلیہ کے دار الصناعہ	"	اعزاز،	"

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مصر میں جوہر کے ہاتھوں	۱۱۲	صقلیہ کے عیسائی	۱۱۶	آباد اور غیر آباد زمین،	۱۳۰
دولت فاطمی کا آغاز،		اسلامی حکومت کے	تا	پہاڑوں کی کثرت کے	۱۳۱
بناے قاہرہ،	״	ماتحت، (۱۳)	۱۱۷	ضرر رساں پہلو،	
جامع ازہر کی تعمیر	״	۳-معیشت،		سیلاب اور باد سموم کے	۱۳۲
شام و حجاز پر اقدام	״	۱۱۸-۱۸۴		نقصانات،	
خلافت فاطمی کو مصر میں	״	قدرتی ذخائر و اشیا (۱)	۱۱۸-۱۳۰	ملک کی سیاست کا اثر	״
منتقل کرنا،		آب و ہوا،	۱۱۹	زراعت پر،	
وفات،	۱۱۳	کوہستانی سلسلے،	״	مسلمانوں کی زرعی ترقیاں	״
اولاد،	״	کوہ اٹنا و برکان عرب	۱۲۰	آبپاشی کے قدرتی ذخائر،	۱۳۴
یاسر صقلی،	״	جغرافیہ نویسوں کی نگاہ میں		آبپاشی کے مصنوعی وسائل	״
بشری صقلی،	۱۱۵	دوسری پہاڑیاں،	۱۲۴	مویشی اور چراگاہیں،	۱۳۶
ریدان صقلی،	״	دشت و جنگل،	۱۲۶	موسم،	״
کیدر صقلی،	״	دریا،	״	فصلیں،	״
مظفر صقلی،	״	معادن،	۱۲۸	غلے،	۱۳۷
قائد طارق صقلی،	״	حیوانات،	۱۲۹	پیاز کی کاشت کا طریقہ	״
نسیم صقلی،	״	نباتات،	״	ایک تاریخی لطیفہ،	۱۳۸
باسیل صقلی،	۱۱۶	پیدائش دولت (۲)	۱۳۰-۱۸۱	خشک و تر میوے،	״
طرفہ صقلی،	״	۱-زراعت	۱۳۰	خوشبودار درخت اور پھل	۱۳۹

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خبازی صقلی،	۱۳۹	روغن سازی،	۱۴۶	نارمنوں کے عہد میں اسلامی	۱۵۲
خبازی صقلی کی کاشت،	؍؍	شہد،	؍؍	طرز تعمیر،	
لکڑی،	؍؍	دریا اور سمندر سے استفادہ،	؍؍	مشہور عمارتیں اور اُن	۱۵۵
کتان، روئی، نیشکر	؍؍	ماہی گیری،	؍؍	کے آثار،	
صقلیہ کی زرعی چیزوں میں	؍؍	صدف ریزی،	؍؍	قصر زیزہ و قبہ قوبع کی ابتدا،	[illegible]
اضافہ،		فنون جمیلہ،	[illegible]	[illegible]	
۲۔ صنعت و حرفت،	۱۴۱	موسیقی،	؍؍	قصر زیزہ و قبہ قوبع کی خصوصیات،	۱۵۹
معدنیات سے استفادہ،	؍؍	تصویریں،	؍؍	قصر زیزہ،	۱۶۰
کان کنی،	؍؍	فن تعمیر،	۱۴۹	[illegible]	۱۶۱
آہنگری،	؍؍	صقلیہ کے اسلامی فن تعمیر	۱۵۰	قصر جعفر،	؍؍
پہاڑوں سے استفادہ،	۱۴۲	کی خصوصیات،		کنیسہ انطاکیہ،	۱۶۲
جنگلوں سے استفادہ،	؍؍	عمارتوں میں پتھروں کا	؍؍	قصر ابیض و منیانی،	؍؍
نباتات سے استفادہ،	؍؍	پہلی مرتبہ استعمال،	؍؍	آثار باقیہ،	؍؍
چٹائی بنا،	۱۴۳	ستون کی نوکدار محرابوں	۱۵۱	مدرسین صقلیہ،	۱۶۳
پارچہ بافی،	؍؍	کی ایجاد،	؍؍	ابو لیث صقلی اور جامع امیہ	۱۶۴
شراب کشی،	۱۴۵	آرائشی طاقچے،	؍؍	ابو محمد عبد الکریم صقلی ہندسی	؍؍
صابن سازی،	؍؍	سنہری، روپہلی قلعی،	؍؍	[illegible]	؍؍
حلوائے اطریہ،	۱۴۶	نقش و نگار،	۱۵۲	[illegible]	؍؍

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شتر صقلی اور جامع طرابلس	۱۶۴	مختلف ممالک سے تجارتی	۱۷۰	عہد اسلامی میں صقلیہ کی	۱۹۳
۳۔ مال غنیمت،	۱۶۵	تعلقات،		علمی مرتبت،	
۴۔ تجارت،	۱۶۶	برآمد، درآمد	۱۷۹	صقلیہ میں تعلیم کا انتظام	۱۹۴
ذرائع آمد و رفت،	"	تقسیم دولت (۳)	۱۸۱	**علوم اسلامیہ**	۱۹۵تا۲۰۶
بری راستے،	"	صرف دولت (۴)	۱۸۱-۱۸۴	علوم قرآن (۱)	"
بحری راستے،	"	**۴۔ علوم و فنون ۱۸۵ - ۳۱۴**		محمد بن خراسان،	۱۹۶
بندرگاہیں،	۱۶۷			اسمٰعیل بن خلف صقلی	"
صقلیہ سے افریقہ کا قریب تر	۱۷۱	صقلیہ کی قدیم علمی ترتبت،	۱۸۵	تالیفات،	۱۹۷
راستہ،		عربی علم و ادب،	۱۸۸	ذکی مازری،	۱۹۸
باربرداری،	۱۷۲	صقلیہ میں علمی ترقی کے اسباب	۱۹۰	عبد الرحمٰن بن محمد بشیری،	۱۹۹
سفر کے تیرو،	"	قاضی اسد کا جذب و کشش	۱۹۱	ابن فحام صقلی،	"
مبادلہ،	۱۷۳	اہل علم کا فوجی خدمات سے	"	تالیفات	۲۰۰
تجارتی فروغ،	"	مستثنیٰ ہونا،		عثمان بن علی سرقوسی،	"
تجارتی منڈیاں،	۱۷۴	ارباب حکومت کا ارباب	۱۹۲	تلامذہ،	"
بازار،	"	علم ہونا،		تالیفات،	"
گودیاں،	"	جغرافی جائے وقوع،	"	حجۃ الدین ابن ظفر صقلی،	۲۰۱
زر،	۱۷۵	اہل علم کی کشش	"	جائے پیدائش نام کنیت	"
ناپ اور تول،	۱۷۷	اہل علم کی قدر افزائی،	۱۹۳	اور سال وفات،	

Marfat.com

مضمون،	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مذہب،	۲۰۳	ابو العباس قلوری،	۲۱۰	ابو القاسم صقلی،	۲۱۵
تالیفات،	۲۰۴	عبد اللہ بن حمدون صقلی،	۲۱۱	ابو بکر صقلی،	״
شرف الدین صقلی،	۲۰۵	قاضی ابو عمرو میمون،	״	ابو القاسم جزنی،	۲۱۶
حسن بن عبد اللہ صقلی،	۲۰۶	ابن الفزاز صقلی،	״	دورِ ثانی	
وفات،	״	قاسم سرقوسی،	۲۱۲	(پانچویں صدی ہجری)	
چند دیگر مقربین،	״	ابو عمران موسیٰ بن حسن صقلی،	״	ابوبکر محمد بن علی تمیمی صقلی،	۲۱۶
علم حدیث (۲)	״	ابو القاسم عتیق بن محمد صقلی،	۲۱۳	ابو محمد عبد الجلیل بن مخلوف	۲۱۷
صحابۂ کرام صقلیہ میں،	״	ابو حفص صقلی	״	صقلی،	
حضرت عمار بن یاسرؓ	״	ابو عمران موسیٰ بن حسن،	״	ابوبکر عتیق بن علی سنطاری،	״
معاویہ بن حدیج،	۲۰۷	ابو القاسم عبد الرحمن بن	۲۱۳	تالیفات،	״
احادیث کے مجموعے صقلیہ میں	۲۰۸	محمد بکر صقلی،		ابو الحسن علی بن جعفر صقلی،	۲۱۸
موطا،	״	سفر تیونس،	״	قاضی ابن الحسن [illegible] صقلی،	״
صحیحین	״	وفات،	״	ابوبکر محمد بن سابق صقلی،	״
ترمذی،	״	ابوبکر بن عقال صقلی،	۲۱۴	تالیفات	۲۱۹
ابو داؤد،	۲۰۹	محمد بن خراسان،	״	ابن ظفر صقلی،	״
طلب حدیث کے لئے سفر	״	ابو علی حسن بن علی صقلی،	״	ابو حفص عمر بن خلف صقلی،	۲۲۰
دورِ اوّل		وفات،	״	ابو الفضل عباس بن عمرو	״
(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)		ابو محمد بن عبد الجبار صقلی،	۲۱۵	صقلی،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
ابو بکر محمد بن ابراہیم صقلی،	۲۲۱
ابو بکر صقلی فرضی،	״
حسن بن عبد الباقی،	۲۲۲
ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی	״
دور ثالث	
(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)	
امام مازری،	۲۲۲
تالیفات،	۲۲۳
کتاب المعلم،	״
سبب تالیف،	״
کتاب المعلم کا ایک نسخہ،	۲۲۴
المعلم کی شرحیں،	״
المعلم کے چند اقتباسات،	۲۲۶
مسلم اور صحیح مسلم امام مازری کی نگاہ میں،	״
حقیقت کذب،	۲۲۷
معتزلہ کے نفی قدر کی تشریح،	۲۲۸

مضمون	صفحہ
نقد رجال کا ایک نمونہ،	۲۲۸
مومن فاسق کے دخول جنت کی تحقیق،	۲۳۰
تحقیق لفظ مسح،	۲۳۲
کسی شے کا قبل وقوع منسوخ ہونا،	״
لفظ فرق (بہ تن) کی تحقیق،	۲۳۳
تعلیقات بروایات جوزقی،	״
شرح موطا امام مالک،	״
تلامذہ،	۲۳۴
اخلاق وعادات،	۲۳۵
وفات ودفن،	״
محمد بن مسلم مازری،	۲۳۶
ابو مسعود سلیمان صقلی،	۲۳۷
شرف الدین صقلی،	״
محمد بن مکی صقلی،	״
ابو بکر محمد بن محمد صقلی،	۲۳۸

مضمون	صفحہ
علم فقہ، (۳)	۲۳۹
دور اول	
(تیسری چوتھی صدی ہجری)	
قاضی اسد بن فرات،	۲۴۱
ٹیونس میں تحصیل علم،	۲۴۲
امام مالک کے حلقۂ درس میں،	״
عراق میں تحصیل علم،	۲۴۵
امام محمد کا التفات خاص	״
امام مالک کی وفات اور ان کے تلامذہ کی طرف رجوع	۲۴۶
صاحبین کا اسد سے موطا کا درس لینا،	۲۴۷
وطن کی واپسی،	۲۴۸
اسد مصر میں،	۲۵۰
اسدیہ کی تدوین،	۲۵۱
اسدیہ پر پہلا حملہ اور اسکی پہلی نقل،	״

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اسدیہ کی دوسری نقل،	۲۵۱	وفات،	۲۶۶	حزقی،	۲۷۲
اسد کا ورود افریقیہ	″	ابن الحکار صقلی،	″	ابن الکونی صقلی،	″
تلامذہ کی کثرت،		تالیفات،	۲۶۷	ابوالعباس احمد بن محمد	″
اسدیہ کی تیسری نقل موسوم	۲۵۲	زمانہ،	″	بن کلاعی،	
المدونۃ الکبریٰ اور امام		ابوالقاسم بن صداد صقلی،	″	ابن القابہ صقلی،	″
سحنون و اسد میں علمی چشمک		**دور ثانی**		ابوعبداللہ بن النبار،	″
اسد کا مذہب فقہ میں،	۲۵۷	(پانچویں صدی ہجری)		ابوبکر صقلی فرضی،	″
اسد قاضی القضاۃ کے	۲۶۰	ابومحمد عبدالحق سہمی صقلی،	۲۶۷	ابوحفص عمر بن سارہ الوائی	۲۷۳
عہدہ پر،		علم و فضل،	۲۶۸	ابوبکر بن عباس،	″
ابویحییٰ احمد بن محمد بن قادم	۲۶۲	سفر حج اور مشرق کے	″	ابوالعباس احمد بن محمد	″
وفات،	۲۶۳	اہل علم سے صحبتیں،		جزار صقلی،	
لقمان بن یوسف غسانی،	۲۶۴	امام الحرمین سے تحریری	۲۶۹	تلامذہ،	″
وفات،	″	سوال و جواب،		سمنطاری،	۲۷۴
ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن	″	ورود مصر اور وفات،	″	ابومحمد بن محمد صقلی،	″
محمد بکری صقلی،		تالیفات،	″	ابن ظفر صقلی،	″
قاضی ابن الحصائری صقلی،	″	ابن مفرج صقلی،	۲۷۱	ابن یونس صقلی،	″
براذعی قیروانی،	″	تالیفات،	″	اساتذہ،	″
ہجرت افریقیہ و سکونت صقلیہ،	۲۶۵	ابن صاحب الخمس صقلی،	″	علم و فضل،	۲۷۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
فوجی خدمت،	۲۷۵	وفات،	۲۸۱	ابومحمد عبدالحق سہمی،	۲۸۷
تالیفات،	″	احمد بن قاسم بن بانشیذ بکلی	″	ابن ظفر صقلی،	″
وفات،	″	ابومحمد بن عمر صقلی،	۲۸۲	محمد بن سابق صقلی،	۲۸۸
ابن مخلوف صقلی،	″	چند دیگر شاعر فقہار	″	ابن صاحب الخمس،	″
ابن ابی الفرج ذکی مازری	۲۷۶	**دور رابع**		ابن ابی الفرج ذکی صقلی،	″
تلامذہ،	″	(ساتویں آٹھویں صدی ہجری)		امام غزالی سے مناظرہ،	″
اساتذہ و تلامذہ کا اعتراف	″	فخر الدین محمد بن محمد صقلی،	۲۸۳	سیاحت و ورود ہند،	″
استاذ سے مخالفت،	۲۷۷	تالیف	″	مناظرے،	″
مشرق کا سفر	″	وفات	″	وفات،	۲۸۹
تالیفات،	۲۷۸	ابن حجر صقلی،	″	محمد بن مسلم مازری،	″
دور ثالث		احمد بن عبداللہ حسن بن	۲۸۴	امام مازری،	۲۹۰
(چھٹی صدی ہجری)		صدقہ،		امام مازری اور امام الحرمین	″
امام مازری،	″	ابن حیون شکلی صقلی،	″	امام مازری اور امام غزالی،	۲۹۴
تالیفات،	۲۷۹	**علم کلام و مناظرہ (۲)**	۲۸۴-۲۹۶	**علم تصوف (۵)**	۲۹۶-۳۰۳
ابوبکر محمد بن حسن زبیدی،	۲۸۱	قاضی اسد بن فرات،	۲۸۵	شیخ ابو القاسم کبری صقلی،	۲۹۸
وفات،	″	مسئلہ خلق قرآن،	″	تصنیفات	″
ابوعمر عثمان بن حجاج شاقی،	″	رویت باری،	۲۸۶	شیخ ابوبکر محمد بن احمد المعلم	۲۹۸
تالیفات،	″	ابن حکار صقلی،	۲۸۷	صقلی،	

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شیخ ابوعبدالسلام مفرج،	۲۹۸	علم ادب (۵)	۳۰۹-۳۰۴	محمد بن عبدون سوسی،	۳۱۵
شیخ ابوالحسن علی حریری صقلی	۳۰۰	(صرف نحو، لغت، عروض اور شاعری)		ابن المودب قیروانی،	۳۱۶
ذوقِ تماز،	〃	شاہی خانوادوں کا ذوق	۳۰۷	ابوالحسن ابن الخیاط ربی	۳۱۷
وفات،	〃	ادب،		اربابِ علم و ادب و شعر	
ابوعلی طبنی،	〃	خانوادۂ اغالبہ کی شاعری،	〃	دورِ اول	
ابوالقاسم عتیق صقلی،	〃	محمد بن ابراہیم اغلبی،	〃	عہد اسلامی کے ادبار،	۳۴۴-۳۲۲
وفات،	۳۰۱	خانوادہ کلبیہ میں شاعری	۳۰۸	ابوعلی حسن بن صقلی،	۳۲۳
شیخ ابوالحسن علی بن حمزہ صقلی	〃	امیر ابوالحسین احمد،	۳۰۹	ابوالعلا صاعد بن حسن	〃
شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی	〃	امیر ثقۃ الدولہ،	〃	بغدادی،	
شیخ ابوبکر عتیق سمنطاری،	〃	امیر تاج الدولہ،		وفات،	〃
تصنیفات،	〃	امیر ابومحمد عمار بن منصور کلبی،	〃	دمعہ صقلی،	〃
شیخ ابومحمد عبداللہ بن مبارک	۳۰۲	ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان	۳۱۰	شہاب الدین عبدالحق صقلی	۳۲۴
صقلی،		کلبی،		ابوحفص عمر بن حسن صقلی،	〃
شیخ ابوبکر احمد صقلی،		عہدہ دار شعراء	〃	[illegible]	
علم تاریخ (۶)	۳۰۶-۳۰۲	کتاب و وزراء	۳۱۱	[illegible]	〃
تاریخ ممالک	۳۰۳	نمونۂ کلام،	۳۱۲	[illegible]	۳۲۵
سیرت و طبقات،	۳۰۴	شعرائے دربار	۳۱۳	رقیانی،	
تذکرۂ شعراء،	۳۰۵	ابومحمد عبداللہ بن محمد تنوخی،	۳۱۴	ابوطاہر اسمٰعیل بن [illegible]	〃

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عثمان بن علی سرقوسی،	۳۲۵	نظم و قصائد،	۳۳۰	کتاب الصحاح کی روایت	۳۳۶
عمر بن خلف،	۳۲۶	وفات،	۳۳۲	علم و فضل	۳۳۷
تصنیفات،	"	ابوطاہر اسمٰعیل بن احمد برقی	"	شعر و شاعری،	"
محمد بن علی،	"	وفات،	۳۳۳	صقلیہ سے ہجرت اور	۳۳۸
ابوموسیٰ [illegible] بن عبدالمنعم	۳۲۷	علی بن عبدالرحمن صقلی	"	ورود مصر،	
		محمد بن علی بن عمر سرقوسی		[illegible] کے یہاں ملازمت	"
تالیفات،	"	ابوبکر محمد بن عبداللہ صقلی	"	تلامذہ،	۳۳۸
سعید بن فتحون بن مکرم	"	ابوحفص عمر بن سارولواتی	"	صحاح جوہری کی روایت	۳۳۹
وفات،	"	ابوالمصیب عبداللہ بن	"	کاشانۂ [illegible]	
ابوالحسن [illegible] صقلی	"	ابومالک قیسی،		تصنیفات	۳۴۰
شاعری،	"	ابوالحسن علی بن حسن بن	۳۳۴	وفات،	۳۴۴
مجموعۂ کلام،	۳۲۸	حبیب لغوی،		**عہد اسلامی کے شعرا**	
ابن کلاعی،	"	عمر بن صقلی،	"	چند شعرائے متقدمین	۳۴۴
ابن قائم صقلی،	"	ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ،	"	ابوالحسن علی بن حسن بن طوسی	۳۴۵
ابوعمران موسیٰ بن اصبغ	"	ابن القطاع صقلی،	"	دیوان،	۳۴۶
قرطبی،		نام و نسب و خاندان،	"	ابن السوسی،	"
ابن رشیق قیروانی،	"	ولادت،	۳۳۶	سلیمان بن محمد طرابلسی	"
تالیفات بزمانہ قیام صقلیہ	۳۳۰	اساتذہ	"	محمد بن ابوبکر صقلی،	"

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ابو محمد بن صمنہ،	٣٤٧	چند دیگر قصائد و قطعات	٣٥٢	دورِ ثانی	
ابوالفضل جعفر بن برون	"	احباب کی بے تکلف مجلسیں،	٣٥٥	شعرائے متوسطین،	٣٦٤
صقلی،		زمانہ قیام اشبیلیہ میں صقلیہ	٣٥٦	عباسی فرمانرواؤں کا	٣٦٥
ابو العرب مصعب	"	سے تعلقات،		ذوق عربی علم ادب،	
قرشی صقلی،		المعتمد کی حکومت کا زوال	"	مدحیہ قصائد پر قیدے ہائی	"
وفات،	٣٤٩	اور ابن حمدیس،		دشمن کے مداح شاعر کا قتل	٣٦٦
دیوان،	"	قیام اغمات،	٣٥٧	یحییٰ بن تیفاشی،	"
ابن حمدیس سرقوسی،	"	دولت صنہاجیہ سے وابستگی،	٣٥٨	نارمنی دربار کے شعراء،	"
ولادت و تعلیم و تربیت،	"	بجایہ میں قیام،	٣٥٩	١- عبدالرحمن بن محمد بن	٣٦٧
صقلیہ سے روانگی، اور ورود	٣٥٠	مرثیے،	٣٦٠	عمر بثیری،	"
افریقہ،		عہد پیری اور پریشان حالی،	"	٢- ابن بشرون صقلی،	"
ورود اندلس،	"	وطن کی یاد،	"	٣- قاضی عبدالرحمن بن	"
اشبیلیہ کے زمانہ قیام کے	٣٥١	ورود میورقہ،	٣٦٢	رمضان،	
قصائد و قطعات،		وفات،	"	٤- ابو الضوء سراج،	
المعتمد کی شان میں قصائد،	"	دیوان،	٣٦٣	٥- احمد بن مفرج صقلی،	٣٧٠
ابن حمدیس کے ایک قصیدہ	٣٥٣	ابن حمدیس کی شاعری	"	٦- ابو الحسین بن صباغ مدی	"
سے ایک باغی گورنر کی		پر ناقدین ادب کی		ادبائے متوسطین	
جان بخشی،		رائیں،		١- ذکی صقلی،	٣٧١

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
درس کے چند نکات،	۳۴۹	۹- ابن قلاقس	۳۶۶	صقلیہ کے اطباء اور انکی تصنیفات،	۳۸۱
۲- خلف بن عبداللہ صقلی،	۳۶۰	صقلیہ کے قیام کی یادگار	۳۶۷	۱- ابو سعید بن ابراہیم صقلی،	۳۸۲
۳- وفات و مقبرہ،	"	صقلیہ سے واپسی اور دوبارہ	"	۲- امام مازری،	۳۸۳
۳- ابن العلم،	۳۶۱	ورود،		۳- شیخ ابوبکر صقلی،	"
وفات،	"	صقلیہ سے روانگی اور وفات	"	اطبائے صقلیہ کا ایک خاندان	۳۸۴
۴- امام مازری،	"	**دور ثالث**		۴- ابو محمد عبدالسلام بن	"
۵- ذوالنون بن فتوح،	"	متاخرین شعراء و ادباء		ابراہیم صقلی،	
۶- [illegible]	"	۱- ابن ابی رشید احمد بن قاسم	۳۷۰	تصنیف،	"
۷- ابن ظفر صقلی،	"	صقلی،		وفات،	"
نحو و لغت کے بعض مسائل	۳۶۲	شاعری،	۳۷۸	۵- ابوالعباس احمد بن	"
میں مناظرہ،		۲- ابن الحجری صقلی،	"	عبدالسلام شریف صقلی،	
تصنیفات،	"	۳- ابو مسعود سلیمان بن	"	تصنیفات،	"
نسخے	"	محمود،		۶- ابو عبداللہ محمد عثمان	۳۸۶
کتاب کی مقبولیت اور	۳۶۳	۴- ابوالقاسم صقلی،	"	صقلی،	
مختلف زبانوں میں ترجمے		۵- جبر بن محمد صقلی،	"	**علم جغرافیہ**	۳۸۷-۴۰۳
دیگر تصنیفات،	۳۶۴	۶- عبداللہ بن جبر صقلی،	۳۷۹	مشہور عرب سیاح صقلیہ میں	۳۸۹
[illegible]	۳۶۵	**علوم عقلیات، ریاضیات و طبیعیات**	۳۷۹-۳۸۱	۱- ابن حوقل،	"
۸- شریف ادریسی،	"	**علم طب**	۳۸۱-۳۸۰	۲- ابن جبیر،	۳۹۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
شریف ادریسی،	۳۹۳	مدفن،	۴۰۲	صقلیہ کی اسلامی تہذیب و تمدن پر	
دنیا کا نقرئی کرہ،	//	علم ہیئت و ریاضیات	۴۰۲-۴۰۴	ایک اجمالی نظر،	
کرہ بنانے کا صلہ،	۳۹۴	پانی کے آلات اور کارخانے	۴۰۴	۴۱۴-۴۵۲	
صقلیہ میں مستقل توطن،	//	عین الاوقات،	۴۰۵	مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیوں کا	۴۱۷
شاہانہ زندگی،	۳۹۵	علم ہیئت کے آلات،	۴۰۷	اثر تمدنی ترقیوں پر،	
علمی سفر،	//	فن تعمیر کے آلات،	//	کیا صقلیہ کا اسلامی تمدن	۴۱۸
نزہتہ المشتاق،	//	فن پارچہ بافی کے آلات،	//	نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا	
نزہتہ المشتاق سے استفادہ	۳۹۶	فن جنگ کے آلات	//	نارمنی دور میں عقیدۂ زبان	۴۱۹
نزہتہ المشتاق کا ایک عربی	//	ہیئت دان اور ریاضی دان	//	اور معاشرت کی آزادی،	
مختصر ارمنی اہل علم کے قلم سے		فن کیمیا سازی (کیمسٹری)	۴۰۷-۴۰۸	قدیم نارمنی تمدن،	//
علمی جغرافیہ کی تاریخ میں	۳۹۹	فلسفہ و منطق،	۴۰۸-۴۱۳	نارمنی عہد میں اسلامی تمدن	۴۲۱
ادریسی کا پایہ،		سعید بن فتحون قرطبی،	۴۰۸	صقلیہ کے اسلامی تہذیب	۴۲۴-۴۲۹
نزہتہ المشتاق کے یورپی ترجمے	//	تصنیفات،	۴۰۹	تمدن کے اثرات یورپ پر	
نزہتہ المشتاق کے نقشے،	۴۰۰	ابو محمد عبد المعطی بن محمد	//	یورپ کے عقائد پر اثر،	۴۲۵
نزہتہ المشتاق کے نسخے،	//	سرقوسی،		یورپ کا تعلیمی نظام	۴۲۸
ادریسی ولیم دوم کے عہد میں	۴۰۱	نارمن اور جرمن دور میں	//	یورپین عورتوں کے حقوق	
روض الانس،	۴۰۲	ذہب علوم فلسفہ،		معاشرت و عادات پر	۴۳۰
سال وفات،		کتاب مسائل صقلیہ	۴۱۳	اثرات،	

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
صقلیہ کے اسلامی نظام حکومت کا اثر یورپ کے دستور حکومت میں	۴۳۱	پیڈوا یونیورسٹی	۴۴۰	یورپ سے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کا استیصال	۴۵۳ تا ۴۵۶
یورپ کی زراعت، صنعت، حرفت و تعمیر و تجارت پر اثرات	״	ٹارنٹم اور باری کے مدارس	۴۴۱	یورپین یونیورسٹیوں سے اسلامی علوم و فنون کا اخراج	۴۵۴
علوم و فنون کے اثرات،	۴۳۲	یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمے	״	صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کی بربادی	۴۵۵
اٹلی کے دار العلوم اور علوم عقلیات	۴۳۶	اسلامی فلسفہ و سائنس یورپ میں	۴۴۳	غیر فانی نقوش	״
سلرنو کا طبیہ کالج،	״	اسلامی اثر سے علمی مجلسوں کا قیام،	۴۴۶	مراثی	۴۵۷
سلرنو یونیورسٹی،	۴۳۸	عربی ادب کے اثرات،	۴۴۷	دعا،	۴۵۸
فن طب میں اضافے،	۴۳۹	عربی زبان کے اثرات،	۴۴۹	تصحیح و استدراک	۴۵۹-۴۶۰
نیپلس یونیورسٹی،	۴۴۰	خاتمہ	۴۵۰ - ۴۵۳	ضمیمہ فہرست مآخذ	۱-۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ

مسلمانانِ صقلیہ

صقلیہ کے ابتدائی حملوں (سنہ ۲۱۲ھ لغایۃ سنہ ۲۴۰ھ) میں جو مسلمان یہاں آتے رہے وہ عرب کے مختلف قبائل قریش، بنو کندہ، بنو فہر، بنو خنظلہ اور قبائل انصار اوس و خزرج کے لوگ اور افریقیہ کے قدیم باشندے بربر تھے، پھر صقلیہ کے دار الاسلام قرار پانے کے بعد سنہ ۲۱۲ھ سے مجاہدین کے جو قافلے یہاں اقامت کی نیت کیساتھ آئے وہ قبائلی و جماعتی حیثیت سے تین قسم کے تھے: عرب، بربر، اور موالی، پھر آئندہ چل کر یہاں کے قدیم باشندوں کی ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی صف میں داخل ہو گئی یہ چوتھی قسم تھی،

عرب: عرب قبیلوں اور خانوادوں میں سے بنو تمیم اور بنو کلب صقلیہ کے فرمانروا خاندان کی حیثیت سے یہاں سب میں ممتاز تھے، کیونکہ چند متفرق والیوں کے علاوہ انہی دونوں خاندانوں کے لوگ یہاں عموماً حکمران رہا کئے یہ دونوں عرب کی دو جدا گانہ نسل عدنان و قحطان میں سے تھے اور چونکہ عرب کی شاخ در شاخ قبائل میں سے ہر قبیلہ آخر میں جا کر انہی دونوں نسلوں میں سے کسی ایک سے ملتا ہے اس لئے ان دونوں خانوادوں کی حکمرانی سے تمام قبائل اشراف کی دلجوئی ہو گئی

Marfat.com

بنو تمیم نے عبدنامیون کی نیابت کی، اور بنو کلب نے فاطمیون کی قائم مقامی کی،

بنو تمیم صقلیہ کے مشہور فرمانروایان غالبہ نسلاً تمیمی تھے، بنو اغلب اغلب بن سالم امیر افریقیہ کی طرف منسوب ہیں، اغلب کا سلسلہ نسب تمیم تک اس طرح پہنچتا ہے،

اغلب بن سالم بن عقال بن خفاجہ بن عبد اللہ بن عباد بن محرث بن سعد بن حزام بن سعد بن مالک بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم بن مر بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنانؑ،

اغلب بن سالم سنہ ھ میں افریقیہ آیا، ایک سال آٹھ مہینے افریقیہ کی ولایت پر رہ کر انتقال کر گیا، اس کے اہل و عیال یہیں سکونت پذیر ہو گئے، چند سال کے بعد خاندانِ اغلب کی قسمت کا پانسہ پلٹا اور اس کا لڑکا ابراہیم بن اغلب سنہ ھ میں خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے عہدہ ولایت پر مقرر ہوا، اور افریقیہ کی ولایت اسی خاندان کیلئے مخصوص ہو گئی،

صقلیہ میں قیام حکومت کے بعد یہاں کی ولایت پر بالعموم خاندان اغالبہ ہی کے ممتاز افراد مقرر ہوا کرتے رہے جنھوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی، اسی توسل سے بنو اغلب کے بہت سے خاندان یہاں آ کر آباد ہو گئے، کچھ تو ان شاہی خدمات کی انجام دہی کیلئے آئے، اور کچھ ان اسامیون کی بدولت مقیم ہو گئے جو خانوادۂ اغلبیہ میں ہونے کے باعث ان کو یہاں حاصل ہوئیں، دولتِ اغالبہ کے زوال کے بعد صقلیہ کے اغلبی تمیمی اسی کے انتساب سے مشہور ہوئے چنانچہ ابن القطاع الصقلی اغلبی تمیمی کہلاتا ہے،

اس کے علاوہ تمیم کی دوسری شاخون کے خاندان بھی یہاں آباد تھے جنھیں امام مازری اور ابو بکر

لہ یہ سلسلہ نسب نہایت مشہور ہے، ابن خلکان (جلد صفحہ ترجمہ ابن القطاع) اور کتاب الحلۃ السیراء ابن الابار القضاعی وغیرہ میں مذکور ہے، دونوں میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے مثلاً ابن الابار نے محرث کے بجائے حرب یا سعد کی جگہ سعید لکھا ہے جسکو نسخہ کا اختلاف کہا جا سکتا ہے، نیز ایک اختلاف نمایاں یہ ہے کہ ابن الابار کا ابن حزام کے بجائے ابن عقال لکھا ہے،

Marfat.com

محمد بن عبداللہ بن یونس التیمی وغیرہ ممتاز اہل علم گذرے ہیں۔

بنو کلب قبیلہ کلب یمن کا شاخ در شاخ ایک معزز قحطانی قبیلہ ہے۔ اس کا ایک خانوادہ افریقیہ میں آباد تھا جس میں سے حسن بن علی الکلبی کا ۳۳۶ھ میں ولایت صقلیہ کیلئے انتخاب ہوا۔ اور پھر کلبی فرمانرواؤں نے خلافت فاطمیہ کی سیادت میں صقلیہ میں بادشاہی کی۔ اس زمانہ میں اس خاندان کے بہت سے ممتاز امراء و روساء یہاں کے معزز عہدوں پر فائز تھے۔ اور اہل علم کی ایک جماعت بھی ان میں موجود تھی۔ عبداللہ بن حمدون الکلبی وغیرہ ممتاز علماء اس خاندان میں گذرے ہیں۔

ان دونوں قبیلوں کے علاوہ یہاں جن دوسرے قبیلوں کے خانوادے آباد ہوئے۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ جنھیں ہم ان کے انتسابات کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

فہری عرب کے قدیم قبیلہ فہر بن مالک بن کنانہ کی طرف منسوب ہے۔ قبیلہ قریش، محارب اور حرب وغیرہ اسی قبیلہ کی مختلف شاخیں ہیں۔ مغرب میں عبدالملک بن قطن الفہری والی اندلس کو شہرت حاصل ہوئی۔ عجب کیا کہ صقلیہ کے بنو فہر بھی اسی والی اندلس کے خانوادے سے ہوں۔ اور اصبغ بن وکیل اندلسی کے ساتھ اوائل میں یہاں آئے ہوں۔ نیز افریقیہ میں عقبہ بن نافع الفہری اور عبدالرحمن بن حبیب الفہری ولاۃ افریقیہ کے خاندان بھی پھیلے پھولے۔

حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع الفہری کا نام صقلیہ کے حملہ آوروں میں آتا ہے۔ صقلیہ کے متعدد اہل علم اس قبیلہ کی طرف منسوب ہیں۔

ربعی عرب کا شاخ در شاخ مشہور قبیلہ ہے۔ ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب ہے۔ ایک ربعی خاندان جرجنت میں آباد تھا۔ ان میں ابوبکر محمد بن حسن بن علی الربعی کو شہرت حاصل ہوئی۔

بکری مختلف خانوادے اس نسبت سے مشہور ہیں۔ زیادہ شہرت قبیلہ بکر بن وائل کو ہے۔ صقلیہ کے متعدد اہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ البکری وغیرہ اس نسبت سے مشہور ہیں۔

وَدّانی حرمین کے درمیان ایک کنوان ہے جو "ہیر ودّان" کہا جاتا ہے، حضرت مصعب بن جثامہ بن قیس ودّانی اسی کی طرف منسوب ہیں، جو صحابہ میں تھے اور ہجرت کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تشریف لے آئے تھے، ودّانی کی نسبت انہی کی طرف ہے، صقلیہ میں یہ خاندان بھی آباد تھا جسمیں سے ابو الحسن علی بن ابی اسحاق ابراہیم بن الودانی ابوالقاسم احمد بن ابراہیم الودانی، ابو الحسن علی بن عبد الجبار الودانی وغیرہ مشہور ہیں،

سہمی قریش کی ایک شاخ ہے، جو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر القرشی سے نکلی ہے، بنو سہم کی ایک دو شاخیں اور بھی ہیں لیکن صقلیہ میں جو خاندان آباد تھا، وہ سہمی قرشی تھا، ابو محمد عبد الحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی وغیرہ اسی خاندان کی طرف منسوب ہیں۔

معافری، یہ انتساب قحطان کے مشہور قبیلہ معافر کی طرف ہے، اس قبیلہ میں ممتاز اہل علم پیدا ہوئے، صقلیہ میں بھی ایک خاندان آباد تھا جس میں ابو محمد عبد العزیز بن حاکم عمر المعافری شہرت رکھتے ہیں۔

کنانی کنانہ کے انتساب سے مختلف قبائل مشہور ہیں جن میں ایک قرشی قبیلہ بھی ہے، غالباً اسی کی ایک شاخ صقلیہ آئی تھی، ان میں قاضی ابو الفضل حسن بن ابراہیم الشاتی الکنانی، ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن الشاتی الکنانی اور ابو الفتح احمد بن علی الشاتی وغیرہ مشہور ہیں،

لخمی، لخم یمن کا مشہور قبیلہ ہے، ان میں قاضی ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید اللخمی الصقلی الکاتب مشہور ہیں،

قرشی یوں تو قریش کی مختلف شاخوں نے مختلف انتساب اختیار کرلئے لیکن بعض خاندانوں نے قرشی کا انتساب قائم رکھا، کہا جاتا ہے، کہ اندلس کے اموی اپنے قدیم اموی انتساب کو چھوڑ کر اپنے کو قرشی کہنے لگے تھے، ممکن ہے کہ صقلیہ میں بھی یہی جماعت آباد ہو، ان میں سے ابو العرب

Marfat.com

مصعب بن محمد بن ابی الفرات القرشی مشہور ہے

قیسی عرب کا مشہور قبیلہ ہے، جو قیس بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے، اس کا ایک خاندان صقلیہ میں آباد تھا جنمین ابو المصعب عبد اللہ بن ابی مالک القیسی الصقلی وغیرہ کو شہرت حاصل ہے، انکے علاوہ صقلیہ میں طبری، حضری، طرزی، اور عامری وغیرہ کی مختلف نسبتوں سے مختلف افراد اور خاندانوں کا پتہ چلتا ہے، جو یہاں مستقل طور پر آباد تھے[۱]

مستعرب صقلیہ کے ان عرب قبائل کی نسبت یورپ کے مورخین کا خیال ہے کہ :-

یہاں جو مسلمان حکمران تھے، ان میں اکثر مصنوعی عرب تھے کیونکہ درحقیقت وہ افریقی تھے جنھوں نے عرب کے عقیدہ و زبان اور معاشرت کو اختیار کر لیا تھا[۲]

ہمیں بھی اسکی صداقت سے انکار نہیں بشرطیکہ اسکو صرف مسلمانان صقلیہ سے متعلق کہنے کے بجائے ان تمام ممالک کے متعلق کہا جائے، جو عربوں کے زیر حکومت رہے، اور عام طور سے کہا جاتا ہے عرب جس سرزمین میں پہنچے، وہاں کے باشندوں سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرلئے خصوصاً باندیوں کا وجود مستقل تھا، اوس سے انکی نسل کو بہت فروغ ہوا، اور انہی حالات کی بنا پر عربوں کے ہر مفتوح ملک میں ایسے بہت کم خانوادے نکلیں گے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا ہو اور اون میں عربی خون کی آمیزش نہ ہوگئی ہو،

اسلئے عربوں کے ہر مفتوح ملک میں اگر ایک جماعت خالص عربی النسل ہوتی تو ایک بڑی جماعت ایسی بھی ہوتی، جو اپنے جدی سلسلہ سے عرب کہی جاتی اور اپنے مادری تعلق کے لحاظ سے وہ لوگ خالص اسی ملک کے باشندے ہوتے چنانچہ یہاں بھی دونوں طرح کے عرب آباد تھے، اور دوسری جماعت میں کچھ ایسے تھے جنکی ننہال افریقہ تھی، اور کچھ ایسے تھے جنکی ننہال یونان صقلیہ میں تھی،

۱؎ قبائل کے حالات کتاب الانساب سمعانی سے، ماخوذ ہیں ۲؎ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا زیر لفظ سسلی،

Marfat.com

وحدتِ نسل کے ثبوت کیلئے دو چیزیں ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ اوّلاً جسمانی ساخت و مشابہت، دوسرے زبان، معاشرت اور عقیدے کی یکسانی۔ ان کی رگوں میں عربوں کا گرم خون تیزی سے رواں تھا اور ان میں نہ صرف جسمانی مشابہت موجود تھی بلکہ وہ عربیت کے تمام شریفانہ خصائل و عادات کے حامل تھے اور زبان، معاشرت اور عقیدہ کی وحدت کیلئے یہ کافی تھا کہ وہ بھی بادۂ توحید کے متوالوں میں تھے جس نے انھیں ایک ہی رنگ میں رنگ دیا تھا،

اسلئے عربوں کا یہ دوسرا گروہ بھی حقیقی معنوں میں عرب تھا اور عرب بربری سلسلہ نسب کھنے کے باعث وہ لوگ جس قبیلہ و خانوادے سے اپنا انتساب رکھتے تھے وہ دراصل اسی کے حقیقی فرزند تھے۔

صقلیہ کے یہ عرب مستعرب یہاں کے معزز شہری، صوبہ داری، سپہ سالاری اور مرکزی حکومت کے مختلف شعبوں کی افسری پر متمکن تھے۔ پھر ان خاندانوں کے کچھ لوگ اپنی فوجی کارگذاریوں سے زمینداریاں حاصل کرکے روسا و امرا بن گئے تھے اور نظام حکومت سے الگ ہو کر عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے تھے اور جب ضرورت ہوتی فوجی خدمات بھی انجام دیتے رہتے تھے۔ صقلیہ کے ممتاز اہل علم و اہل فضل بالعموم انہی خانوادوں سے وابستہ تھے نیز یہی لوگ یہاں کی صنعت، حرفت، تجارت، زراعت اور تمدن کے تمام شعبوں میں سرگرمی سے مصروف عمل اور یہاں کے اسلامی تمدن کے حقیقی روحِ رواں تھے۔

قبائل بربر، بربر افریقیہ کے قدیم ترین باشندے ہیں جو شاخ در شاخ مختلف قبائل میں منقسم تھے، سب سے پہلے انکی دو شاخیں ہوتی ہیں، ایک بتر جسکو بترمی کہتے ہیں اور دوسرے برنس، پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف شاخیں ہیں چنانچہ برنس کے جو قبائل سمجھے جاتے ہیں، ان میں ازداجہ مصمودہ، اوربہ، عجیسہ، صنہاجہ، اور کتامہ مشہور ہیں۔ یہ قبائل بربر اسلامی فوج میں حسان بن نعمان کے عہد ولایت میں داخل ہوئے، اور عربوں کے دوش بدوش لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ بنابریں صقلیہ کے

مفتوح ہونے سے پیشتر اس پر جسقدر ابتدائی حملے ہوئے ان میں یہ بھی موجود تھے چنانچہ ۲۱۲ھ کے حملہ میں یہ بربر بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے، اور جس طرح عرب قبائل نے یہاں بود و باش اختیار کرلی، اسی طرح یہ بھی مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے،

صقلیہ کے قبائل بربر میں سے بنو کتامہ کو سب پر فوقیت حاصل ہے،

بنو کتامہ کتام بن یونس کی طرف منسوب ہیں لیکن عرب مورخین ابن کلبی اور طبری وغیرہ نے اون کو عرب علماء انساب کی روایت کے رو سے نسل حمیری کی ایک شاخ بتایا ہے جو افریقس بن صیفی کے ہمرکاب جو ملوک تبابعہ میں تھا، افریقیہ میں داخل ہوئے اور یہیں توطن پذیر ہو گئے۔ ابن خلدون نے قبیلہ صنہاجہ کی طرح ان کو بھی عربی ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے اسی نظریہ کی پرزور تائید کی ہے، نہیں کہا جا سکتا اصل حقیقت کیا ہو، قبیلہ بہ لحاظ اپنی شجاعت تہور، طاقت و قوت اور اپنے مستقل عزم و ارادے کے اوصاف میں مشہور ہے، یہ افریقیہ کے حکمران قبائل میں تھا اور عہد اسلامی میں بھی اس کو نمایاں تفوق حاصل رہا، بلکہ بعض زمانوں میں تو افریقیہ کی سیاست کی کنجی اسی کے ہاتھ میں تھی،

صقلیہ میں کتامیوں کی کافی آبادی تھی، وہ یہاں کے نظام حکومت میں دخیل تھے، ملکی عہدوں پر سرفراز ہوتے، فوجی خدمات انجام دیتے، اور اون کو اکثر فوجوں کی سپہ سالاری کا منصب ملتا، جزیرہ کی بڑی بڑی زمینداریوں کے بھی مالک تھے، تجارت، صنعت، حرفت، اور زراعت میں نمایاں تھے، اور صقلیہ میں انکا اعزاز و اکرام عربوں ہی کے ہم رتبہ تھا کیونکہ اسکی فتح میں انھوں نے عربوں کے دوش بدوش یکساں قربانیاں کی تھیں،

یہاں بربریوں کا ایک متمول خاندان **بنو طبری** کے نام سے تھا، جس کو یہاں

---

۱ ابن خلدون جلد ۶ ص ۱۰، ۹۰ تا ۹۶

Marfat.com

انکی سیاسی حکمت عملیوں میں رسوخ و دخل تھا، عوام ان کے زیر اثر تھے، لیکن یہ لوگ اپنے اثر سے کوئی مفید خدمت انجام دینے کے بجائے اپنی خود غرضیوں اور ذاتی نام و نمود کیلئے بسا اوقات ملک کی عام بدامنی کی بھی پروا نہ کرتے،

صقلیہ کے بربریوں کو اسلامی حکومت کے زوال سے کچھ پہلے انکی سیاسی طاقت کے خاتمہ کے لئے یہاں سے معاہل و عیال افریقیہ جلاوطن کر دیا گیا۔

موالی | موالی کا لفظ اگرچہ عرب میں قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے لیکن اسلامی فتوحات کے بعد اس کے مفہوم میں تغیر ہوتا گیا، اور رفتہ رفتہ اس کا اطلاق ایک ایسی غیر عرب جماعت پر ہونے لگا، جو لڑائیوں کے قیدیوں پر مشتمل ہوتی، اور قبول اسلام کے بعد عربی طرز معاشرت اختیار کر لیتی، یہ لوگ ابتدا پابہ زنجیر اپنے آقاؤں کی خدمت میں پیش ہوئے جنھوں نے شفقت و ترحم سے انکی زنجیریں کاٹ دیں، وطن سے بے وطن ہو چکے تھے، عزیز و اقارب سے چھوٹ چکے تھے، اسلئے قبول اسلام کے بعد وہ جس عرب خانوادہ میں داخل ہوئے وہی ان کا خاندان تھا، وہی ان کے اعزہ اور وہی ان کے اقارب تھے،

رفتہ رفتہ صقلیہ میں رومیوں اور بربریوں کے موالیوں کی ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی، جو حکومت کے ذیلی خدمات انجام دیتی تھی،

عہد اسلامی میں موالی کو نہایت عظمت و شوکت حاصل رہی ہے، اور صقلیہ میں بھی یہ جماعت کچھ کم با ثروبا رسوخ نہیں تھی، ان کو یہاں سیاسی قوت حاصل تھی، اس جماعت کی بڑی تعداد جو موالی بنو کتامہ پر مشتمل تھی، جہاز کے کارخانوں میں کام کرتی تھی، ۳۵۹ھ میں چند معاملات میں ان موالی اور ان کے عرب دربرآقاؤں میں کچھ شکر رنجی ہوئی اور نوبت کشت و خون تک جا پہنچی، صقلیہ کے تمام موالی دیگر قبائل کی متحدہ قوت سے ٹکر لینے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، اور جزیرہ میں عام بدذاتی پھیل

Marfat.com

گئی، والیٔ صقلیہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا، اور جدید والی نے موالی کے حسب منشا معاملات طے کرکے بغاوت فرو کی لیکن ان مین سے شاہی خاندان کلبیہ کے جو موالی تھے، انھون نے سیاسیات مین ایسا دخل دیا، کہ ایک کلبی فرمانروا کے حکم سے ایک بغاوت کی سزا مین سب کے سب تہ تیغ کردئے گئے، اسطرح صقلیہ سے اسلامی حکومت کے خاتمہ سے پہلے قبائل بربر و موالی دونون کا استیصال ہوچکا تھا،

قدیم باشندے مسلمانون کی صف مین، مسلمانان صقلیہ جزیرہ مین ایک فاتح قوم کی حیثیت سے آباد تھے جنھین فوجی استیلا کے ساتھ تمدنی و معاشرتی اور ذہنی تفوق بھی حاصل تھا، ایک خاص تہذیب و تمدن کے مالک تھے جسکو قدیم باشندگان صقلیہ مین بھی قبولیت حاصل ہوئی،

قدیم باشندگان صقلیہ مین اسلامی تہذیب کو جو مقبولیت حاصل ہوئی، اور جس نے اوس کو جس استعداد سے قبول کیا اسی کے مطابق مسلمانون کی معاشرت اور زبان کو بھی اختیار کیا اور پھر جو تہذیب کی سب سے آخری منزل یعنی عقیدہ تک جا پہنچا، وہ "قدیم باشندگان صقلیہ" کی صف سے نکل کر "مسلمانان صقلیہ" کی صف مین داخل ہوگیا، اسلئے مسلمانان صقلیہ مین عرب بربر اور موالی کے علاوہ یہ چوتھی جماعت نومسلم صقلیین کی تھی،

مسلمانون کی مجموعی تعداد، اسی وجہ سے صقلیہ مین مسلمانون کی تعداد مین روزافزون ترقی ہوتی رہی، اور اس تعداد مین اسلامی حکومت کے خاتمہ تک اضافہ ہوتا رہا، تاآنکہ نارمن فرمانروا نے کسی غیرمسلم کیلئے اسلام قبول کرنا قانونًا ممنوع قرار دیدیا، لیکن صقلیہ مین مسلمانون کی مجموعی تعداد کا [illegible] اندازہ دشوار ہے، مختلف واقعات سے ایک اجمالی قیاس لگایا جاسکتا ہے، مثلاً جب سنہ [illegible] مین ایک مرتبہ سارے جزیرہ کے غیرمختون مسلمان بچون کے ختنہ کی تقریب ایک شاہی جشن مسرت کے طور پر انجام پانے لگی، تو پندرہ ہزار مسلمان بچے غیرمختون نکلے اسی طرح ایک روایت کے روسے بسنہ ۳۳۲ھ مین صرف

ایک شہر مازر کی مجموعی آبادی تقریباً چالیس لاکھ تھی جنمین سے نصف یعنی تقریباً بیس لاکھ مسلمان تھے،

صقلیہ کی اسلامی آبادیان

عہد اسلامی مین آبادیون کی جو صحیح تعداد تھی اس کا تذکرہ جلد اول مین گذر چکا ہی مسلمانون نے یہان حکومت قائم کر کے اوائل فتح ہی مین عہد کے پایہ تخت پنرس کو نیا دار الحکومت قرار دیا اور اس کو بلرم سے موسوم کیا اور اس کو شہری و تمدنی حیثیت سے معراج کمال پر پہنچا دیا پھر اسی طرح جن جن شہرون مین مسلمان آباد ہوتے گئے، ان کو ترقی دیتے گئے، ذیل مین اولاً بلرم کا تمدنی جغرافیہ پھر اور دوسرے شہرون کے تمدنی حالات بترتیب پیش کیے جاتے ہین، جہان اسلامی تہذیب و تمدن قائم تھا،

بلرم بلرم (المدینہ) عہد اسلامی مین دار الحکومت تھا، اوسکو وہی شہرت حاصل ہوئی، جو اندلس مین قرطبہ و غرناطہ کو تھی، عربون نے اسکی آبادی کے ترقی دینے اور اوسکو پر رونق بنانے مین گہری دلچسپی لی اور [illegible] صقلیہ مین اسلامی تہذیب و تمدن کا [illegible] مرجع تھا،

[illegible] مشرقی اور مغربی اور ساحلی اور آبادی [illegible] مقام ہے [illegible] مشرقی آبادی [illegible] عربون ہی نے [illegible] پہلی مرتبہ [illegible] البلاد بنایا،

[illegible] یونانیون کے حملون سے مجبور ہو کر مشرقی قلعہ کو [illegible] شہر پناہ مین امان حاصل کی [illegible] بلرم جس کو پنرس کہا جاتا تھا صقلیہ کا [illegible] مرتبہ دار الحکومت قرار پایا،

لہ عربون کے بیان [illegible] نام [illegible] بلرم وغیرہ [illegible] اور بعض لوگون کی تحقیق مین اس شہر کا جو قدیم نام تھا [illegible] دار الحکومت ہونیکی وجہ سے لوگ اسکو المدینہ (شہر) بھی کہتے تھے

پھر جب قرطاجنہ نے فنیقیون کے مغربی مقبوضات پر قبضہ کرنا شروع کیا، تو بلرم بھی اُن کے قبضہ مین آیا، اور قرطاجنہ کے صقلی مقبوضات کا صدر مقام قرار پایا،

لیکن جب یونانی، رومی اور بیزنطی حکومتون کا دور آیا تو باوجودیکہ صقلیہ مین بسا اوقات ایک ہی وقت مین مختلف حکومتین قائم رہین، لیکن بلرم اس زمانہ مین بجز مقام کارزار کے کبھی صدر مقام بنکر تہذیب و تمدن کا گہوارہ نہ بن سکا۔[1]

یہانتک کہ جب رجب ۲۱۶ھ مین یہان اسلامی پرچم لہرایا، تو ایک مرتبہ پھر اس کی قسمت جاگی، اور صدر مقام قرار پایا، اور اس وقت سے آجتک یہ یہان کا پایہ تخت ہے،

مشرقی قومون کے عہد حکومت مین اس کا دارالحکومت بننا دراصل اسکی جغرافیانہ خصوصیت کی بناپر تھا، خصوصاً اسمین اسکے مشرقی بندرگاہ اور اوسکے سرزمین افریقیہ سے قریب ہونے کو خصوصیت سے دخل ہے، اور یہی اسباب تھے، جن کی بناپر عربون کی نگاہ انتخاب بھی اسی پر پڑی، اور اسی کو انھون نے صدر مقام قرار دیا،

بلرم کے مفتوح ہوچکنے کے بعد صقلیہ کی مزید فتوحات یہین روک دی گئین اور اسکے بعد والی صقلیہ یہان قیام پذیر ہوکر اولاً کئی سال نظم و نسق مین مصروف رہا، پھر دارالحکومت کے بناو تعمیر پر توجہ کی جس سے بلرم کی شہرت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا اور چند ہی دنون مین اوسکی شہرت، مرکزیت، آبادی اور شہری ترقیون مین ایسا اضافہ ہوا، کہ رفتہ رفتہ اس کا شمار یورپ کے ممتاز ترین شہرون مین ہونے لگا،

قدیم شہر کی آبادی اور وسعت | اگرچہ یہان کی آبادی اسلامی محاصرہ سے پیشتر تقریباً ستر ہزار بتائی جاتی ہے لیکن شہر مین مسلمانون کے داخلہ کے وقت یہان کی آبادی تین ہزار سے زیادہ نہ تھی، انکے بعد اسلامی دور

---

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۵۹۵، طبع یازدہم،

حکومت میں اسکو ایسی مرکزیت حاصل ہوئی، کہ یہاں کی آبادی بڑھتے بڑھتے کئی لاکھ نفوس تک پہنچ گئی، اور اسلامی حکومت نے اسی مناسبت سے شہر کی وسعت میں اسقدر اضافہ کیا کہ گویا اسلامی عہد حکومت کا ایک نو آباد شہر بن گیا،

قدیم شہر ایک محدود رقبہ میں شہر پناہ کے اندر آباد تھا، پھر اسلامی عہد میں اسکی آبادی میں روز بروز ترقی ہوئی اس لئے شہر پناہ کی دیوار کی وجہ سے شہر گنجان ہو گیا، اور شہروں کے قدیم طرز بنا کے اصول پر اوسکو مسمار بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، بلکہ اسلامی حکومت نے شہر کی اہمیت کے لحاظ سے اس پر قبضہ کرتے ہی شہر پناہ کے استحکام کو مزید تقویت پہنچائی تھی،

اب اگر وہ شہر کی آبادی کے تناسب سے اسکے مضافات میں مزید محلے قائم کر کے اس کو وسعت دیتی، تو شہر پناہ کو لازمی طور پر نقصان پہنچتا، اور اگر اوسکو سرے سے مسمار کر دیتی، اور بغیر شہر پناہ کے آبادیاں قائم کرتی، تو وہ محفوظ نہ رہتیں،

اسلئے اسلامی حکومت نے اس مشکل مرحلہ کو خوش اسلوبی سے یوں طے کیا، کہ اوسی کے پہلو میں اسی قدر وسعت کا ایک نیا شہر آباد کیا، اور اس کے استحکام، حفاظت اور باشندوں کی راحت رسانی کے وہ جملہ سامان مہیا کئے جو ایک شہر کیلئے ضروری ہو سکتے تھے چنانچہ اس جدید آبادی میں مضبوط شہر پناہ اور اسکی مستحکم فصیل، مستحکم دروازے، عالیشان عمارتیں، صاف ستھرے بازار، خصوصاً بازاروں کیلئے یکساں مکانوں کی تعمیر، عمدہ پختہ سڑکیں، سرسبز باغ، آب رسانی و آب پاشی کے لئے نہریں، کوئیں، اور اسی قسم کی دوسری ضروری چیزیں موجود تھیں،

چنانچہ جب ابن حوقل ۳۶۲ھ میں یہاں پہنچا، تو قدیم و جدید آبادیوں کو ملا کر ایسے پانچ مقامات تھے، جنمیں سے ہر ایک مقام ایک جداگانہ شہر کی حیثیت رکھتا تھا اسلئے بعض جغرافیہ نویسوں نے ان میں سے ہر ایک کو مستقل شہر قرار دے کر ان کا جدا جدا تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ یعقوب حموی نے بھی

Marfat.com

اس کے بعض حصون کو مستقلاً شہر شمار کرکے اپنی کتاب مین مختلف حروف تہجی کے ذیل مین درج کیا ہے، حالانکہ وہ سب صرف ایک شہر بلرم کے مختلف حصے مختلف نامون سے موسوم تھے، یعنی شہر چند حلقون (وارڈس) مین اس طرح تقسیم تھا کہ ہر ایک حلقہ جو حارہ کہلاتا تھا، ایک مستقل شہر نظر آتا تھا، چنانچہ ابن حوقل لکھتا ہے:-

وهی خمس حارات محدودة غیر	یہ شہر پانچ حلقون مین منقسم ہے، جو ایک دوسر
متباینة ببعید مسافة وان کانت	سے زیادہ دور نہین، اگرچہ ان کے حدود
حدودها ظاهرة[1]	الگ الگ نمایان ہین،

بلرم کے حلقے، بلرم کے یہ پانچون حلقے حسب ذیل ہین،

بلرم، خالصہ صقالیہ (المعروف بابن صقلاب)، حارۃ الجدیدہ، اور حارۃ المسجد ... چند چھوٹے محلے بھی تھے، جن مین سے حارۃ الیہود اور حارۃ ابی حماز کے نام تاریخون مین ا...

حارۃ بلرم — بلرم کی یہی قدیم آبادی تھی، جو اسی نام سے موسوم تھی، پھر بعد مین اوس کو بطور امتیاز ... القدیم بھی کہنے لگے، یہ اسلامی دور حکومت مین دو راغالبہ تک صقلیہ کا پایۂ تخت رہا، والی صقلیہ اور تمام عمال حکومت اسی مین سکونت پذیر تھے، اسلئے اسکی آبادی گنجان اور پر رونق تھی، ممتاز رؤسا، امراء، اور تجار اپنے عالیشان محل تعمیر کرکے اسی مین آباد ہوگئے تھے، اور اس کثرت آبادی کے لحاظ سے یہان کثرت مسجدین، ہوٹل، حمام، اور بازار تھے،

بلرم کا سب سے بڑا بازار اسی مین مشرق سے مغرب کی ایک کشادہ سڑک پر تھا، اور یہ سڑک یہان کی شاہراہ تھی، جس پر قیمتی پتھر بچھے ہوئے تھے، دکانون کی عمارتین دورویہ بنائی گئی تھین، ابن حوقل کا بیان ہے، کہ یہ پورا بازار نہایت آباد تھا،

---

[1] کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۲،

Marfat.com

یونانیون کا وہ مشہور و معروف کلیسا بھی یہین تھا، جسمین ارسطو کا مجسمہ نصب تھا، اسکو اسلامی حکومت نے مسجد بنالیا تھا، اور بعد مین نارمنون نے پھر کلیسا مین منتقل کر دیا[۵]

حارۂ برم کے دروازے مسلمانون کے داخلہ کے وقت اسکی فصیل مین صرف چند دروازے تھے جنکی تعداد غالبًا چار سے زیادہ نہ تھی جنمین سے باب شنتاغات اور باب الانبار کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہے، کہ وہ پہلے سے قائم تھے، ان کے علاوہ ممکن ہے ایک دو اور نکلین، لیکن ان کے سوا اس کے اکثر دروازے اسلامی عہد حکومت مین تعمیر ہوئے، کیونکہ شہر پناہ سے شہر کے محصور ہونے کی وجہ سے شہری مختلف فوائد سے محروم تھے، سب سے زیادہ شہر مین پانی کی کمی تھی، کیونکہ آبادی کے اندر چند کوؤن کے سوا اس کا دوم کوئی سامان نہ تھا، حالانکہ فصیل کے بالکل نیچے سے بعض نہایت شیرین چشمے اور نہرین جاری تھین، لیکن دروازون کے بے موقع ہونے کی وجہ سے شہری اون سے فائدہ اٹھانے سے معذور تھے اس لئے شہریون کی استدعا سے اسلامی حکومت نے جابجا دروازے تعمیر کئے،

اس کے علاوہ جب برم کی آبادی مین اضافہ ہوا، اور [illegible] کے سوا آبادی کے دوسرے محلے قائم ہوگئے، تو آمد و رفت کے لئے دروازون کی ضرورت پڑی اور انہی کے ذریعہ ان آبادیون کو اس متصل کیا گیا، رفتہ رفتہ اتنے دروازے قائم ہوگئے کہ جب ابن حوقل صقلیہ پہنچا تو اس نے فصیل کے پورے استحکام کے ساتھ اس مین جابجا نو دروازے دیکھے جنکا شہر کی صرف ایک فصیل مین ہونا اس کے لئے تعجب انگیز تھا، ذیل مین ابن حوقل سے لیکر تمام قدیم و جدید دروازون اور ان کی تعمیر کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوگا، کہ اسلامی حکومت نے فوجی نقطۂ نظر سے برم کو محفوظ رکھکر باشندگان شہر کی راحت رسانی کا کیا سامان بہم پہنچایا،

باب البحر	اس دروازہ سے بلرم کا بحر روم سے تعلق تھا،

۵؎ کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ۸۵، ۸۶ نزہۃ المشتاق (تذکرۂ برم)

Marfat.com

باب الشعار،	یہ دروازہ ابوالحسن احمد بن حسن بن ابی حسین نے یہان کے باشندون کی استدعا پر باب البحر کے قریب چشمہ شعار پر بنوایا تھا،
باب شنتغاث	یہ اسلامی حکومت کے پہلے سے قائم تھا،
باب روطہ،	روطہ ایک دریا تھا جو شہر پناہ کے قریب گذرتا تھا، یہ دروازہ اسی سے فائدہ اٹھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا
باب ابن قرہب،	اس کو ابن قرہب نے تعمیر کرایا تھا، لیکن موقع کے لحاظ سے مناسب مقام پر نہ تھا، اسلئے
باب الریاض،	ابوالحسن نے مسمار کرادیا، اور باب ابن قرہب کے بجائے باب الریاض تعمیر کرایا،
باب الابناء،	یہ شہر کا قدیم ترین دروازہ ہے،
باب السودان،	یہ باب الابناء کے بعد ہے،
باب الحدادین،	یہ باب السودان کے سامنے ہے،
باب الحدید،	اس دروازہ سے یہودیون کے محلہ کو راستہ جاتا تھا،
باب ابی الحسن	باب الحدید ہی کے قریب ابوالحسن نے بنوایا تھا، ابن حوقل کے زمانہ تک اسکا کوئی نام نہین رکھا گیا تھا، اس سے محلہ ابی حماز کو راستہ جاتا تھا،

خالصہ دوسرا حصہ خالصہ ہے جسکی بنیاد خاص اسلامی عہد حکومت مین مصالح حکومت کی بنا پر ۳۲۵ھ مین ڈالی گئی، اسکی تعمیر سے قبل تک ولاۃ صقلیہ کے شاہی محل حکومت کے صدر دفاتر اور فوجی چھاؤنیان ایک دوسرے سے بالکل علحدہ دور دور پر قائم تھیں، انہی وجوہ سے والی صقلیہ خلیل بن اسحاق نے یہ نیا شہر بسایا تا کہ حکومت کے تمام شعبون کی عمارتین اور شاہی محلات یکجا ہو جائین،

۱؎ کتاب المسالک والممالک ابن حوقل، ص ۸۵،

چنانچہ اس نے بالکل اوسی طرح جیسے قیروان کے قریب منصوریہ فسطاط کے قریب قاہرہ اور قرطبہ کے پاس مدینۃ الزہرا آباد ہوا تھا، بلرم کے متصل خالصہ آباد کیا، اور اوسکی تعمیر کے بعد حکومت کے تمام دفاتر یہان منتقل کردئے گئے[1]،

حقیقت یہ ہے، کہ ولاۃ وعمالِ حکومت کے محل اور سرکاری دفاتر کے مخلوط آبادی کے عین وسط مین ہونے کی وجہ سے معاشرتی طور پر ایسا اثر پڑتا تھا جو حکومت کے رعب و داب کے خلاف تھا اور کبھی کبھی بعض عمالِ حکومت کو ایسی مجبوریان پیش آئین، کہ وہ ضرورت کے وقت فوجی مظاہرہ کرنے سے معذور ہوگئے، اور کبھی تو ایسا ہوا کہ شہر کے باشندون نے بعض معمولی اختلاف پر والیِ صقلیہ پر حملہ کردیا، اور اس کو کسی پڑوسی کے مکان مین پناہ گزین ہونے کی نوبت آگئی،

یہ اور ان کے ماسوا بعض وقتی حالات کی بنا پر خلیل نے خالصہ کی بنا رکھی، اور اسی سلسلہ مین اسکو

---

[1] اس موقع پر بیجا نہ ہوگا، اگر ہم ادریسی کی لغزشِ قلم پر بھی نظر ڈالتے چلین، صقلیہ کے جغرافی حالات مین ادریسی سے زیادہ مستند اور کون ہوسکتا ہے، لیکن اس موقع پر اس سے ایسا تسامح ہوا جس سے دوسرے جغرافیہ نویس غلط فہمی مین مبتلا ہوگئے، ادریسی نے خالصہ کا تذکرہ اس انداز مین کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس کی آبادی اسلامی دور حکومت کے پہلے سے قائم تھی، چنانچہ لکھتا ہے،

وبہا المدینۃ القدیمۃ المسماۃ بالخالصۃ	یہین پر قدیم شہر خالصہ کے نام موسوم ہے جو سلاطین
التی بہا کان سکنی السلطان والخاصۃ	کی جائے قیام ہے، اور خصوصاً مسلمانون کے
فی ایام المسلمین (نزہۃ المشتاق ص ۲۳)	عہد حکومت مین یہ دارالسلطنت تھا،

ادریسی کے الفاظ "القدیمۃ" اور "انہا کانت فی ایام المسلمین" کا مقصود یہ ہے، کہ نارمنون سے پہلے مسلمانون کے عہد حکومت مین خصوصیت سے یہ دارالحکومت تھا، لیکن اس کے اس بیان سے بعض دوسرے جغرافیہ نویس اس غلط فہمی مین مبتلا ہوگئے، کہ یہ عہد اسلامی سے پیشتر کا شہر ہے، اور مسلمانون نے اوسکو پایہ تخت کیلئے منتخب کیا تھا، حالانکہ یہ خالص اسلامی آبادی تھی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی طالب دمشقی اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بناء تعمیر کو تصریح سے لکھا ہے شمس الدین

بلرم کے غیر مسلح کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی، اس لئے اوس نے یہان کی تعمیرات کا خام مسالہ بلرم کی فصیل کے بعض حصّون اور غالبًا عمالِ حکومت کی پرانی قیام گاہون کو مسمار کرکے حاصل کیا، اور ایک نہایت مستحکم و مضبوط فصیل بنوائی، جو چارون طرف محیط تھی، اور پھر ایک دوسری فصیل کھڑی کی جسمین ہر چہار طرف ایک ایک دروازہ لگایا، اور پھر اوس کے اندر عمارتین تعمیر کین، جو حکومت کے ایوان مختلف محکمون کے دفاتر و الاۃ کے محل فوجی بارکین، قیدخانہ، جہاز اور دیگر سامانِ حرب کی تیاری کے کارخانے وغیرہ پر مشتمل تھین، اور ایک مختصر مسجد اور جابجا حمام بھی بنوائے،

ان عمارتون کی تعمیر مین یہ خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا، کہ اوس کی آبادی رفتہ رفتہ مخلوط نہ ہونے پائے، اسلئے بازار دوکانین اور ہوٹل وغیرہ نہین کھولے گئے، چنانچہ ابن حوقل ان سب کو بہ تصریح یون لکھتا ہے،

یسکنها السلطان واتباعه ولیس	یہان فرمانروائے صقلیہ اور اوس کے ماتحت
فیها اسواق وفنادق وبها حمامات	عمال رہتے ہین، اس مین بازار اور ہوٹل وغیرہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶) دمشقی لکھتا ہے،

الخالصة وهی محدثة بنیت فی ایام	خالصہ نیا شہر ہے، جو کہ ابو القاسم القائم بن
القائم الی القاسم بن المهدی سنة خمس وعشرین	المہدی کے زمانہ مین ۳۲۵ھ ہجری مین
وثلاثمائة (نخبة الدهر عجائب البر والبحر دمامی ص ۱۴۲)	تعمیر ہوا،

اسی طرح ابن اثیر نے شہر کی بنا ڈالنے کے اسباب و وجوہ بیان کرکے لکھا ہے،

فشرع خلیل فی بناء مدینة علی مرسی	پھر خلیل (والی صقلیہ) نے شہر (بلرم) کے بندرگاہ کیطرف
المدینة وحصنها ونقض کثیرا من المدینة	ایک نئے شہر کی تعمیر شروع کی اور اس کو مستحکم کیا، اس
واخذ ابوابها وسماها الخالصة (جلد ۸ ص ۲۵۳)	سے قدیم شہر کو بھی نقصان پہنچا اس کے دروازے

Marfat.com

فیھا مسجد جامع صغیر معتضد نہین ہیں، البتہ عام باشندون کی مسجد جامع ہے جو بہیں کے باشندون کیلئے مخصوص ہے نیز قید خانہ، جہاز سازی کے کارخانے اور دیوان حکومت

وفیھا حبس السلطان ودار صناعۃ

البحر والدیوان ۵۱

لیکن امتداد زمانہ سے بعد میں یہ التزام قائم نہین رہا، خود اسلامی حکومت کی ضرورتین رفتہ رفتہ وسیع ہوتی گئین، اور اوس کو اپنے حدود سے تجاوز کرنا پڑا چنانچہ جس وقت خالصہ کی بنا پڑی تو فوجی چھاؤنیان بھی وہین بنین، جیساکہ مورخین نے عام طور پر تذکرہ کیا ہے، لیکن کچھ ہی دنون کے بعد یعنی ۳۰۳ھ مین فوج کی چھاونی اس سے علٰحدہ کر دی گئی، اور اوس کے قریب ایک دوسرے مقام پر قائم کی گئی، اور وہ مقام ہی "معسکر" کے نام سے مشہور ہے،

پھر نارمن دورِ حکومت مین خالصہ کی یہ خصوصی حیثیت بھی زائل ہو گئی، اور یہ منجملہ دوسری آبادیون کے ایک شہری آبادی بنگیا، اور بعد کے جغرافیہ نویسون نے تو اسکی یہ حیثیت کہ وہ صرف دفتر حکومت سے متعلق تھا، بالکل فراموش کر دی ہے، البتہ یاقوت نے اسکے ان تغیرات کی طرف اشارہ کر دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے،

وحدثنی ابوالحسن علی بن بادیس — مجھ سے ابوالحسن علی بن بادیس کہتے تھے کہ وہ

انھا الیوم محلۃ فی وسط بلرم — آجکل بلرم کے بیچون بیچ مین ایک محلہ ہے،

بلرم محیط بھا ۵۲ — بلرم ہر طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہے،

حارۃ الصقالبہ حارۃ الصقالبہ کو صقلب بھی کہتے ہین یہ شہر کی شمالی آبادی ہے جنوب کی طرف بلرم قدیم کے باب الشفا اور باب شنتغاث اسی کے سامنے کھلتے ہین، مشرقی حصہ مین دور تک ساحل سمندر ہے، الملح

---

۵۱ المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۰، ومعجم البلدان جلد ۳ ص ۲۹۰،

۵۲ معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۲۹،

Marfat.com

بلرم کا قدرتی بندرگاہ اسی حصہ مین تھا، جو مختلف حیثیات سے اہمیت رکھتا تھا، وسط آبادی مین متعدد چشمے ہین جنمین سے بعض جنوبی حصہ مین بہتے ہین، اور اسکو بلرم کی قدیم آبادی سے جدا کرتے ہین[1]

حارۃ المسجد | حارۃ المسجد حارۂ ابن صقلاب بھی کہلاتا ہے، جو حقیقت مین حارۂ مسجد ابن صقلاب ہی، یہ جنوب کی آبادی ہے، اسکے شمال مغرب مین بلرم قدیم ہے، باب السودان اس کے سامنے واقع ہے، اور شمال مغرب مین حارۃ الیہود آباد ہے، سمندر کی لہرین اس کے ساحل سے آکر ٹکراتی ہین، اور اسی جگہ اس کے اوپر حارہ ابن حماز ہے، پھر جنوب مغرب مین اسکی سرحد پر الخالصہ کا کچھ حصہ آتا ہے، اور پھر جنوب مین مغرب سے مشرق تک حارۃ الجدیدہ پڑتا ہے،

اس مین اگرچہ فصیل نہین تھی، لیکن پھر بھی مختلف محلون سے اسکی آبادی بالکل جداگانہ تھی، البتہ جنوب مین حارۃ المسجد اور حارۃ الجدیدہ کی آبادی یکجا ہوگئی تھی، اور حارۃ المسجد کا صدر بازار یہین پر واقع تھا، حارۃ المسجد گویا بلرم کی تجارتی منڈی تھی، اور اوس کو اسی حیثیت سے شہرت حاصل تھی، یہان کی آبادی زیادہ تر تاجرون پر مشتمل تھی،

آبادی کے اندر چشمے اور نہرین وغیرہ نہین تھین، اسلامی حکومت نے جابجا کوئین کھدوائے تھے، البتہ اس کے قریب سے نہر عباس گذرتی تھی، جو مشرق سے مغرب مین جاری تھی، اور اسلامی حکومت نے رفاہ عام کیلئے اسمین پنچکیان لگائی تھین، لیکن پھر بھی اس سے یہان کے باغون کی آبپاشی نہین ہوتی تھی،

حارۃ الجدیدہ | حارۃ الجدیدہ کی جائے وقوع کے مذکورۂ بالا بیان سے واضح ہوگیا ہوگا، کہ یہ شہر کا بالکل جنوبی حصہ تھا، مشرق مین خالصہ اور شمال مین حارۃ المسجد واقع ہے، اور اگرچہ حارۃ المسجد اور حارۃ الجدیدہ دو جداگانہ محلے تھے، لیکن آبادی دونون کی تقریبًا مخلوط ہوگئی تھی،

حارۃ الیہود | حارۃ الیہود بلرم قدیم کے باب الحدید کے سامنے شمال مین واقع تھا، اور اوس کے شمال مین

---

[1] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۰، ۸۲، معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۲۰،

Marfat.com

حارۃ المسجد اور مشرق میں حارۃ ابی حماز پڑتا تھا، غالبًا یہ خالص یہودیوں کی آبادی تھی،

حارۃ ابی حماز | حارۃ ابی حماز بلرم قدیم کے مشرقی گوشہ پر ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا، اور مشرق میں بحر روم کی موجیں آآکر اس سے ٹکراتی تھیں،

خالصہ، حارۃ الصقالبہ، مسجد جدیدہ، یہود، اور حارۃ ابی حماز اسلامی عہد حکومت کی آبادیاں تھیں، اور یہ تقسیم انہی کے عہد حکومت تک قائم رہی، مسٹر گیتانو ماریو کلومبیا، پروفیسر بلرمو یونیورسٹی نے مجموعہ مضامین بیادگار اماری میں ایک طویل مقالہ بلرم اسلامی عہد حکومت کے عنوان سے لکھا ہے، اور اسی سلسلہ میں اسلامی عہد حکومت کا ایک نقشہ بھی مرتب کیا ہے، جو ان اوراق کے ساتھ منسلک ہی،

عہد اسلامی میں بلرم کی شہری خصوصیات | بلرم اپنے خصوصیات میں نہ صرف صقلیہ کا شیرازہ تھا، بلکہ اس عہد میں دنیا کے ممتاز شہروں میں تھا شہر کی محلہ وار تقسیم، ہر حصہ کا جداگانہ انتظام، سرکاری عمارتیں، ہر صیغہ کے جداگانہ دفاتر، امراء کے عالیشان محل، محلوں کے خانہ باغ، مکانوں کے اردگرد چمن بندیاں، فرحت بخش فوارے، مرمریں اور سنگ رخام کی کشادہ سڑکیں، پر رونق بازار، بازاروں کی یکساں دلکش دوکانیں، عالیشان مہمان سرائیں، پرتکلف ہوٹل، آرام دہ حمام، اور دلفریب تفریح گاہیں، اور حماموں کا اہتمام، وغیرہ اس شہر کی نمایاں خصوصیات تھیں اور جو اپنے دور میں ایسے ہی جاذب نظر تھیں، جس طرح مسٹر اسکاٹ کے بقول آج عروس البلاد (پیرس) میں تہذیب جدید کا آب و رنگ ایک نووارد کی نگاہیں خیرہ کردیتا ہے، مسٹر اسکاٹ اسکے عام شہری خصوصیات کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ابن حوقل جیسے سیاح اور ادریسی جیسے جغرافیہ دان، صقلیہ کے نارمنوں کے زمانہ کے اسلامی شہروں کے دلچسپ حالات چھوڑ گئے ہیں[۱]، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام شہروں میں بلرمو کو تفوق حاصل

---

[۱] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۲، و معجم البلدان ج ۵ ص ۲۰۷، [۲] ابن حوقل نارمنوں سے پہلے ۳۶۲ھ میں صقلیہ گیا تھا، "م"

تھا نہ صرف اسلئے کہ وہ دارالحکومت تھا، بلکہ اسلئے بھی کہ وہ سب سے زیادہ دولتمند شہر تھا، وہاں کے باشندے نہایت مہذب اور ذہین ہوتے تھے،..... صرف مسجد ہی وہ عمارتیں نہ تھیں جہاں باشندگان قرطبہ کو اسراف و تکلفات کے نمونے اور شان و شوکت کے نظارے دکھائی دیتے تھے، بلکہ دولتمندوں اور معززوں کے مکانات بھی ایسے ہی ہوتے تھے، کہ جنکی نظیر سوائے قرطبہ کے اور کسی اسلامی شہر میں نہیں ملتی تھی۔ جو صنعت و نزاکت ان عمارتوں میں تھی، وہ واقعی اس مسالے اور قیمتی پتھروں کے قابل تھی جن سے وہ بنائی گئی تھی، انکی دیواریں رنگا رنگ کے پتھروں کی ہوتیں، تمام فرش میں قیمتی پتھروں کی پچی کاری ہوتی، چھتوں میں مار پیچ وضع کے ساتھ ہندسی اصول کے مطابق نقش و نگار بنے ہوتے، جگہ جگہ انھیں مختلف رنگوں سے مزین کیا جاتا یا سونے کا کام ہوتا، صحنوں میں خوشبودار پھولوں کے درخت لگے ہوتے جن سے تمام مکان طبلۂ عطار بنا رہتا،..... نہریں تھیں، کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ میں بہ رہی تھیں، زمانہ قدیم کے طرز کے فوارے ہر سیرگاہ اور ہر سبزہ زار میں اچھل رہے تھے،..... شہر میں شرق سے مغرب تک منڈیاں بنی ہوئی تھیں، تمام بازار کشادہ و سیدھے اور پتھروں کا صاف شفاف فرش تھا، بازاروں میں بیش قیمت اور بیش بہا مال بھرا رہتا،..... مکانات ریختہ پتھروں کے ہوتے جن کے جوڑ نہایت احتیاط اور خوبصورتی سے ملائے جاتے، تمام کوچہ و بازار میں روشنی ہوتی، محلات عالیشان اور خوبصورت تھے ہی غربا کے مکان بھی اچھی گنجایش اور آرام کے ہوتے، اور وہ جیسے کچھ بھی تھے، بہر حال لندن اور پیرس کے اس زمانہ کے غربا کے مکانوں سے بدرجہا بہتر تھے۔"[1]

بازار ابن حوقل یہاں کے بازاروں کا حال تعجب سے بیان کرتا ہی کہ یہ بازار اعظم کے علاوہ تمام محلوں میں جدا جدا قائم تھے، ان تمام کا صدر بازار سماط کہلاتا تھا جو مشرق سے مغرب میں پھیلا ہوا تھا، اسکی خصوصیت یہ تھی، کہ تمام دوکانوں کے مکانات ایک ہی وضع قطع کے قطار در قطار بنے ہوئے تھے، بازار کی وسعت

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۹، ۷۰۔

Marfat.com

کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ صرف قصابون کی دوکان کی تعداد ۱۵۰ تھی، وہ لکھتا ہے،

"مثلاً تمام زیتون کے تیل بیچنے والون صرافون عطارون، جوتہ سازون صیقل گرون، تانبے کے

برتن بنانے والون، اور گیہون اور غلہ کے بازار اسکی فصیل سے باہر ہین، اور اسیطرح اور مختلف

پیشہ ورون کا حال ہے، شہر کے اندر ۱۵۰ دوکانین قصابون کی ہین، جو گوشت بیچتے ہین[۵]"

ہوٹل وحمام بلرم مین جا بجا عالیشان ہوٹل قائم تھے جنمین طعام وقیام کا بہترین انتظام تھا، دوسرے ملکون کے مسافر اور سیاح انہی ہوٹلون مین ٹھہرا کرتے تھے، جن مسافرون کو زیادہ دنون تک قیام کی حاجت ہوتی، یہ ہوٹل اون کیلئے بھی ضروری سامان بہم پہنچاتے، مشہور اندلسی سیاح ابن جبیر ایک صاحب منزلت سیاح کی حیثیت سے داخل ہوا، اور اپنے اعزاز و مرتبہ کے لحاظ سے متعدد مرتبہ شاہ صقلیہ کا مہمان بنا، مگر اس کا مستقل قیام ہوٹل ہی مین تھا جس کے نظم ونسق کی اوس نے تعریف کی ہے، اسی طرح ہر محلہ مین کثرت سے حمام قائم تھے،

کثرتِ مساجد بلرم کی دوسری خصوصیات کے ساتھ یہان مساجد کی کثرت بھی ہے، تین سو سے زیادہ مسجدین تھین جن کی عمارتین نہایت شاندار تھین، بلرم کی اس کثرتِ مساجد سے ابن حوقل محو حیرت ہو گیا، وہ کہتا ہے، مین نے ایک دن بغور دیکھا، تو صرف اس قدر مسافت مین جہان تک ایک تیر پہنچ سکتا ہے، دس مسجدین موجود تھین، اسی طرح بلرم کے قرب وجوار مین بھی کثرت سے مسجدین تھین،

ادریسی نے معسکر سے بیضا تک تین میل کی آبادی مین دوسو مسجدین بتائی ہین، اسی طرح یاقوت خالصہ کی شہر پناہ کے ارد گرد دوسو مسجدین بتاتا ہے،

اسکی ایک بڑی وجہ یہ تھی، کہ بلرم کے معززین اور رؤسا کے خاندانون مین قبائلی وخاندانی نسبون کا رواج تھا، لوگ اپنے اپنے کنبہ کیلئے جدا جدا مسجدین بناتے تھے جن مین اون کے اہل و

[۵] کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۳،

132685

عیال، حوالی موالی اور خدم وحشم نماز پڑھتے تھے، نیز دوسری وجہ یہ بھی ہے، کہ اوسوقت تک مدرسون کیلئے جداگانہ عمارتون کا رواج نہ تھا، بلکہ شہر کی مسجدون ہی مین مدرسے قائم تھے، چنانچہ ابن جبیر کے بیان کے مطابق بلرم کی اکثر مسجدون مین تعلیم و تدریس کے لئے مدرسے قائم تھے،

جامع مسجد یہان کی جامع مسجد بلرم قدیم مین واقع تھی، جو کلیسا سے منتقل کرکے مسجد بنائی گئی تھی، اور کلیسا بننے سے پیشتر عہد قدیم مین یونانیون کا ہیکل اور معبد تھا، وہ مشہور ہیکل اسی مین تھا جسمین یونانیون نے ارسطو کا مجسمہ رکھا تھا، ہیکل کی چھت مین ایک لکڑی لگی ہوئی تھی، مجسمہ اوسی پر رکھا تھا، عیسائیون نے مجسمہ کو بدستور باقی رکھا تھا، اور بعض عقیدہ یونانیون سے متاثر ہوکر وہ بھی اسکی عزت و تکریم کرتے، اور حاجت روائی چاہتے تھے، اسلئے وہ ابتک باقی تھا، لیکن یہ شہر کا جامع مسجد تھا، اور عیسائیون کو بھی اس پر مجسمہ رکھنے کا کوئی حق نہ تھا، جب عربون نے اسکو جامع مسجد بنالیا، ارسطو کا مجسمہ ہٹا دیا گیا، مگر وہ لکڑی جس پر مجسمہ آویزان تھا، مدتون لٹکتی رہی، ابن حوقل نے بھی اوسکو دیکھا تھا،

خانقاہین بلرم مین ارباب تصوف کی خانقاہین بھی بکثرت تھین، لیکن اون مین اہل ذوق صوفیائے کرام کے بجائے متصوفین کی ادنی جماعت بسر کرتی تھی، جنہون نے ورع کی زندگی بسر کرنے کے بجائے فسق و فجور کی منزل سے گذاری، اسکے متعلق ابن حوقل کا مفصل بیان ہے جو کسی دوسری جگہ آئے گا،

قریے بلرم کے آس پاس کے مشہور قریون مین ایک معسکر ہے، جو شہر سے بالکل قریب وادی عباس پر واقع تھا، جب یہان فوج کی چھاونی قائم نہین رہی، تو یہی آبادی قائم ہوگئی، ایک دوسرا قریہ بیضا تھا، جو شہر سے کسی قدر بلندی پر آباد تھا، نہر عباس اوسکے ایک حصہ سے ہوکر گذرتی تھی، نہر [illegible] سیراب کرتا تھا، تیسرا قصبہ بلہرا کے نام سے آباد تھا، جو سرسبزی و شادابی مین شہرت رکھتا تھا، اسمین انگور کے باغ کثرت سے تھے، یہان بھی نہر عباس گذرتی تھی، اور دوسری سمت مین عین [illegible] کے نام سے ایک چشمہ تھا جو اسکی مزروعہ زمین کو سیراب کرتا تھا، اسی طرح ایک اور قریہ پرسٹ البطال کے نام سے تھا، جو عین ابی مالک

Marfat.com

پڑا باد تھا، اسمین بھی کثرت سے باغ تھے،

یہ مقامات اگرچہ شہر پناہ کے باہر ہونے کی بنا پر قریہ کہلائے، لیکن دراصل یہ بلرم ہی کے مختلف حصے تھے، جو شہر کی آبادی کے گنجان ہوجانے اور بعض زرعی ضرورتون کی وجہ سے شہر پناہ کے باہر قائم کئے گئے تھے، قریون کی آبادیان بھی بہت گنجان تھین یہانتک کہ صرف قریہ بیضا مین جیسا کہ معلوم ہوا ہے دو سو مجدین تھین

ان قریون مین زیادہ تر زمیندار و کاشتکار رہتے تھے، نہایت عمدہ [illegible] تھی اور نہایت بارآور باغ لگے ہوتے تھے،

بلرم کے چشمے | بلرم کے اردگرد جو دریا، وادیان، اور چشمے بہتے تھے، ان ہی سے ان کی آبپاشی ہوتی تھی، بلرم کے اردگرد کے دریاؤن، وادیون اور پہاڑیون، کا تذکرہ کسی دوسری جگہ آئے گا، لیکن بلرم کے چشمون کا ذکر یہین ضروری ہے، وہ عین غربال، عین ابی سعید، عین حدید، عین عادوس، عین بیضار اور عین ابی مالک وغیرہ ہین،

معدن حدید | قصبہ بلرا مین لوہے کی ایک کان بھی تھی، جہان کان کنی کا سلسلہ اعلیٰ پیمانہ پر جاری تھا، اوس کا لوہا شاہی جہازون کی ساخت کے کام مین لایا جاتا تھا، یہ کان خاندان اغلبیہ کی ذاتی ملکیت مین تھی،[1]

بلرم ایک سیاح کی نگاہ مین | ابن جبیر کنانی اندلسی نے بلرم کا نقشہ ایک دلچسپ پیرایہ مین کھینچا ہے، وہ ۵۸۰ھ مین صقلیہ گیا تھا، جو نارمنون کا زمانہ تھا، لیکن نارمنون نے اس وقت تک بجز ایک کلیسا کے کوئی اضافہ نہین کیا تھا، اور وہ کلیسا بھی مسلمان کاریگرون کے ہاتھون تعمیر ہوا تھا، اس لئے یہ نقشہ عہد اسلامی کے بلرم کا صحیح مرقع اور اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک دلکش منظر ہے اس لئے اور زیادہ قابل لحاظ ہے، کہ یہ ایک اندلسی سیاح کے ہاتھون سے کھینچا ہوا ہے، جسکی نگاہون کے سامنے قرطبہ، قصر الحمرا، مدینۃ الزہرا

[1] معجم البلدان یاقوت و نزہتہ المشتاق ادریسی و رحلۃ ابن جبیر ذکر بلرم و کتاب المسالک و الممالک ابن [illegible] ۴ و ۸۸،

Marfat.com

کے مناظر موجود تھے، وہ لکھتا ہے :-

"یہان تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، **قصر سعد** شہر بلرم سے ایک فرسخ پر ساحل سمندر پر نہایت نفیس، مستحکم اور پرانے زمانہ کی عمارت ہے، جب کہ اس جزیرہ مین مسلمانون کی حکومت تھی اس وقت سے اب تک یہان مسلمان رہتے ہین، اب یہ عابدون اور زاہدون کی قیامگاہ ہے، اس کے گرد ایسے زاہدون اور متقیون کے مزارات ہین جن کے فضائل و برکات آجتک مشہور ہین، اور لوگ دور دور سے زیارت کو آتے ہین، اسکے سامنے ایک چشمہ عین المجنونہ کے نام سے بہتا ہے، قصر مین ایک مضبوط آہنی پھاٹک لگا ہوا ہے، اس کے اندر قیامگاہین، بالاخانے اور مرتب و منظم مکانات ہین، رہنے والون کیلئے پوری آسایش کا سامان ہے..... اسکے بلند حصہ پر ایک نہایت نفیس محرابدار حسین ترین اور دنیا کی مساجد مین سے نادر زمانہ مسجد ہے، اسمین نہایت عمدہ چٹائیان بچھی ہوئی ہین، ایسی اچھی صنعت کی چٹائیان آجتک دیکھنے مین نہین آئین، مسجد مین پیتل اور شیشے کی تقریباً چالیس قندیلین آویزان ہین، قصر کے سامنے ایک وسیع شارع ہے، جو قصر کے بالائی حصہ کی طرف جا کر چارون طرف گھوم گیا ہے، اور قصر کے نشیبی حصہ مین میٹھے پانی کا ایک کنوان ہے، رات کو اسی مسجد مین ہم ٹھہرے، نہایت اچھی رات گذری، یہان ایک مدت کے بعد ہمارے کانون مین اذان کی آواز آئی، مسجد کیلئے ایک امام مقرر ہے، اوس نے نماز اور تراویح پڑھائی، یہان کے لوگ ہمارے ساتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے،

قصر جعفر ایک دوسرا محل ہے، جو اسی قصر سعد کے قریب شہر کی طرف بڑھتے ہوئے، ایک میل پر واقع ہے، اس مین ایک حوض ہے جسمین زمین کے سوتون سے میٹھا پانی اوبل کر نکلتا رہتا ہے،

داخلہ بلرم صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ہم نے شہر بلرم کا رخ کیا، جیسے ہی ہم شہر مین داخل ہونا چاہتے تھے، کہ روک لئے گئے، اور ایک دروازہ پر لیجائے گئے، جو قصر شاہی سے متصل تھا، یہان

ہم ایک سرکاری عہدہ دار کے سامنے پیش کیے گئے، جو نو واردوں سے شہر میں ان کے داخل ہونے
پیشتر ان کے سفر کے مقصد وغیرہ کی تحقیقات کرتا ہے، چنانچہ یہی سوالات ہم سے بھی کیے گئے،
شہر میں داخل ہو کر ہم نے بلند دروازے، سر بفلک محلات، خوش قطع وسیع میدان و باغ، اور
خوبصورت سرکاری عمارتیں اس کثرت سے دیکھیں کہ نگاہیں خیرہ اور عقل حیران ہو گئی.....

شاہی محلات — یہ نظارہ کرتی ہوئی ہماری نگاہیں ایک وسیع میدان
میں جا پہنچیں، جو باغوں سے چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا، اور اس میں گرد اگرد سلیقہ سے خوبصورت
محلات تعمیر کیے گئے تھے، گویا کہ یہی عمارتیں سارے میدان میں چھائی ہوئی تھیں، خوبصورت عمارتوں
کی یہ کثرت اور مناظر کی دلفریبی سخت حیرت انگیز تھی،
ہمیں بتایا گیا کہ یہیں بادشاہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ دن کا کھانا کھاتا ہے، اور یہ عمارتیں ان
مختلف معزز حکام و عہدہ داران و اہل خدمت کے دفاتر ہیں جو بادشاہ کے حضور میں حاضر
ہو کر فرائض حکومت و خدمات شاہی انجام دیتے ہیں،
اس جگہ ایک شاہی افسر اپنے دفتر سے نکلا جو ایک سن رسیدہ صاحب وقار اور باوقعت شخص تھا،
اسکی مونچھیں لمبی اور سفید تھیں، اسکے احترام میں دو آدمی دونوں طرف سے اسکے دامن اٹھائے تھے اور چاروں
طرف خدام کا مجمع تھا، وہ ہم لوگوں کی جانب خطاب کر کے نہایت نرمی سے عربی زبان میں ہمارا مقصد سفر
اور وطن دریافت کرنے لگا، ہم نے اوسے یہ باتیں بتادیں جس پر وہ بڑی مہربانی سے پیش آیا، اور ہمیں واپسی
کی اجازت دیکر بڑے اخلاق سے وداعی سلام و پیام کیا، اسکے اس حسن خلق پر ہمیں تعجب آیا،
اثنائے گفتگو میں اوس نے سب سے پہلا سوال ہم سے قسطنطنیہ کے متعلق کیا، لیکن ہمارے
پاس اوسکے متعلق معلومات نہ تھے، البتہ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا تھا جس پر ہمیں بیحد تعجب ہوا،
وہ یہ کہ ایک عیسائی دربان جو قصر شاہی کے پھاٹک پر مامور تھا ہم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہم

Marfat.com

ذرا اپنے مال یہاں کے عمال و محصلین سے محفوظ رکھنا، ایسا نہ ہو کہ [illegible] تم پر چیرہ دستی کریں" اوس کا خیال تھا کہ ہم لوگون کے پاس کچھ ایسا مال تجارت نہ ہو جس پر محصول عائد ہوتا ہے لیکن اوسکی بات کو ایک دوسرے عیسائی نے فوراً کاٹ کر یون کہا تمہارا بھی عجب حال ہے جو لوگ حرم شاہی مین داخل ہو چکے ہون وہ کسی چیز سے خوف کھائین، تم نے ان لوگون کو اپنا نقد کچھ سپرد نہین کیا ہے جس کا اس درجہ ہراس ہے، پھر ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا آپ لوگ صحیح وسلامت چلے جائین کسی قسم کا کوئی خطرہ نہین ہے، اس گفتگو سے ہمین حیرت ہوئی[1] اس کے بعد ایک حوض پر ہم لوگ پہنچے، اور وہین قیام کیا، یہ واقعہ یوم شنبہ ۱۱ رمضان مبارک مطابق ۲۲ دسمبر کا ہے،

اس قصر سے نکل کر ہمین ایک طویل سڑک ملی جس پر پتھر بچھے ہوئے تھے، اور اوپر چھت قائم تھی یہ راستہ قصر شاہی سے یہان لے ایک مشہور کنیسہ تک جاتا ہے اور یہ تمام سڑک [illegible] پر ایک لمبی مسافت طے کر کے ہم ایک ہوٹل مین پہنچے اور اس مین قیام [illegible] یہ واقعہ یوم شنبہ ۱۱ رمضان المبارک مطابق ۲۲ دسمبر کو ہوا،

شہر بلرم یہ شہر تمدن کا گہوارہ ہے، جس مین ہر قسم کا حسن نمایان ہے، قدیم سے خوشنما [illegible] فروز ہے، عیش و تنعم کی جملہ انسانی خواہشات کے پورا ہونے کے سامان موجود ہین، اور شہر کے حسن کو حسن شباب کی تازگی و رونق کی جھلک نکلتی ہے، اور گویا کہ شہر روئے زمین کا خوش قطعہ خوبصورت چمن زار ہے، کوچہ و بازار اور گلیاں اور سڑکین [illegible] کو ڈھونڈ کتے پھرتی ہے شہر کا عمومی منظر عجیب ہے، اسے قرطبہ سے ایک گونہ مشابہت حاصل ہے اوسکی عمارتین سنگ رخام کی ہین، اوسکے وسط مین ایک نہر روان ہے، اور آبادی کے چارون طرف چشمے بہتے ہین یہان کے فرنگی بادشاہ نے اسی اسلامی عہد کے بنیادی ساز وسامان دیکھ کر اس کو اپنا

---

[1] ان الفاظ بیان سے ظاہر ہے کہ یہ بلرم کے مدینہ خالصہ کا ذکر ہے جس مین شاہی محلات تھے،

Marfat.com

دارالسلطنت بنایا ہے، یہان شاہی محلات و قصور بہ کثرت تعمیر کئے گئے ہین، اوران بفلک مرحلون کی چوٹیون پر قبون کا مسلسل سلسلہ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی نوجوان کے گلے مین موتیون کا ہار ہو، بہت سے باغ اور میدان سیر و تفریح کیلئے ہین..... شہر مین ایک ممتاز مسجد جامع ہے، اس شہر کے وسط مین ایک قدیم قلعہ ہے جسے قصر قدیم کہتے ہین، وہ قلعہ آبادی کے بیچ مین ہے، جس کے چارون طرف نئی آبادیان ہین، اس لئے اس شہر کی قطع قرطبہ سے ملتی جلتی ہے، قرطبہ کی آبادی کی بھی بعینہ یہی صورت ہی، اس قصر قدیم مین ایسی خوبصورت عمارتین، اور بالاخانے ہین کہ گویا وہ نہایت شاندار محلات ہین جنکے مناظر سے آنکھون کو ٹھنڈک اور عقل کو حیرت ہوتی ہے، ہم نے یہان کفر کے آثار مین سب سے عجیب تر ایک گرجا عید میلاد کے دن دیکھا، وہ کنیسہ انطاکی ہے، اوس کے اوصاف بیان مین نہین آسکتے، اوسکی اندرونی دیوارین تمام تر سونے کی ہین، بیچ مین رنگین سنگ مرمر کی تختیان ہین، جن پر سنہرے نگینے جڑے ہوئے ہین، اور پھر بیچ بیچ مین سبز نگون کی شاخین نکال کر نہایت خوش قطع بیل بوٹے بنائے ہین، ویچکے حصہ مین شیشہ کی سنہری جھنجھریان لگی ہوئی ہین جنکی شعاعون سے آنکھون مین چکاچوندھ لگ جاتی ہے، ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اوس کے بانی نے اس مین ڈھیر کا ڈھیر سونا صرف کیا ہے، اس گرجے مین ایک بلند مینار ہے، اور مینار کی بلندی پر ایک قبہ ہے، جس کو صومعہ سواری کہتے ہین، کیونکہ وہ رنگین پتھرون کے ستونون پر قائم ہے، مینار کی بلندی پر ایک اور قبہ ہے وہ بھی ستونون پر ڈھالا گیا ہے، یہ مینار دیکھنے مین نہایت خوشنما ہے، اللہ تعالیٰ جلد اس مینار کو اذان کے شرف سے مشرف فرمائے[1]"

چند دیگر اہم شہر: عہد اسلامی کے صقلیہ کے چند اہم شہر حسب ذیل ہین،

ثرمہ (THERMA) بلرم سے ۲۰ میل پر جنوب کی طرف مشرقی ساحل پر آباد تھا عہد اسلامی مین مسلمان و عیسائی دونون آباد تھے، مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، جو نارمنون کے عہد مین سمٹ کر ایک محدود حلقہ مین آگئی تھی، ابن جبیر لکھتا ہے "اس جگہ کی آبادی خوبصورت اور بارونق ہے،

[1] سفرنامہ ابن جبیر ذکر بلرم،

Marfat.com

یہان مسلمانون کی ایک بڑی آبادی علحدہ قائم ہے جسمین ان کی مسجدین ہین، شہر کے نشیب مین گرم پانی کا ایک چشمہ ہے، جسکی وجہ سے اہل شہر کو حمام کی ضرورت نہین، سرسبزی اور پیداوار کی کثرت ہے یہ سارا جزیرہ اسی طرح سرسبز ہے، شہر کی حفاظت کیلئے ایک بلند قلعہ ہے،

عہد اسلامی مین مسلمانون کی مسجدین عالیشان تھین، اور یہ مقام زرعی و تجارتی حیثیت سے مشہور تھا، زراعت و تجارت [illegible] عرب شاعر ابن قلاقس اسکندری نے ثرمہ پر ایک نظم لکھی ہے، جس کے چند شعر یاقوت نے نقل کئے ہین،

شفلودی (CEFALW) اس شہر کا نام عربون مین شفلودی، جفلودی، اور جفلوذی اور جفلوذ کے تلفظ کیساتھ لیا جاتا ہے، یہ بھی بالکل ساحل سمندر پر صقلیہ کے سب سے بڑے سلسلۂ کوہ کے دامن مین ثرمہ سے ۲۵ میل پر آباد تھا، یہ ایک قلعہ تھا، جو رفتہ رفتہ آبادی بنگیا اسلئے اسکو شہری حیثیت سے کوئی تعلق حاصل نہ تھا لیکن یہان کی سرزمین نہایت سرسبز و شاداب تھی، انگور کے باغ کثرت سے لگے ہوے تھے، اسلئے بازار پر رونق رہتے تھے، یہان کی لکڑیان جہازون کے بنانے کے کام مین لائی جاتی تھین، مسلمانون اور عیسائیون کی مخلوط آبادی تھی، شہر کے اندر ایک شیرین چشمہ تھا، مسلمانون نے اس مین پنچکیان قائم کر رکھی تھین، اسلامی عہد کے زوال کے بعد مسلمان یہان بھی موجود تھے، ابن جبیر لکھتا ہے،

"یہان مسلمان بھی آباد ہین، شہر کے گرد پہاڑ محیط ہے، اور اس کی چوٹی پر مسلمانون کے بحری حملون کو روکنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ بنادیا گیا ہے"

اس کے بعد مشرقی ساحل پر شمال کی طرف بڑھکر چند دیگر شہر اور ایسے تھے، جو کسی نہ کسی خصوصیت کے لحاظ سے اسلامی آثار کے حامل تھے، اور وہ عہد اسلامی مین **القارونیہ**، **شنت مارکو** (S. MARCO)، **ناصو** (NASO)، **لقطش** اور **میلاص** (MILAZZAS) کے نام سے موسوم تھے، **میلاص** شمالی ساحل کا سب سے آخری قابل ذکر شہر ہے، جو صقلیہ کے بڑے شہرون

مین شمار کیا جاتا تھا، اسمین عالیشان عمارتین، پر رونق بازار، اور جملہ لوازم مدنیت پائے جاتے تھے[1]

میلاص پر جانب جنوب مشرقی ساحل ختم ہوجاتا ہے، پھر اوسی طرح بڑھکر مغربی ساحل پر پہلا شہر سیفنا پڑتا ہے،

سیفنا کی جائے وقوع پہلے گذر چکی ہی، عرب مورخین کے بیان کے مطابق اسلامی عہد مین آبادی اور شہر کی رونق اور شہرت کے لحاظ سے بلرم کے بعد صقلیہ کا یہ دوسرا مرکزی شہر تھا، افریقہ اور یورپ کے تاجر یہین تبادلۂ اشیاء کا مبادلہ کرتے تھے، اس کا بندر صقلیہ کی تمام بندرگاہون سے بڑا تھا، جہاز ساحل سے آکر لگ جاتے تھے، مسلمانون کی آبادی یہان قائم ہوگئی تھی، باشندون کا بڑا طبقہ کاروباری تھا، اس کے اردگرد کی پیداوار اچھی تھی، خصوصاً باغ بکثرت تھے، مسلمانون نے اس کے علاقہ مین بہنے والے دریاؤن مین پنچکیان وغیرہ کی تھین، اور یہان مسلمان ہر قسم کی صنعت حرفت زراعت وتجارت مین مصروف [illegible] پشیر بکر رہ گئے تھے، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"یہ مقام تمام اطراف کے بحری مسافرون اور تاجرون کا مرکز ہی، سارا شہر صلیب پرستون سے آباد ہوگیا ہے، آبادی کی یہ کثرت ہو کہ ہاتھ بھر خالی زمین مشکل سے نکلے گی لیکن مسلمانون کیلئے ایک گھڑی ٹھہرنا بھی یہان دشوار ہی اسلئے کسی اجنبی مسلمان مسافرون کی دلبستگی کا بھی سامان نہین،

بازار نہایت خوبصورت آراستہ ہین، چیزین ارزان ملتی ہین، اس کی آبادی کے تین طرف پہاڑ اور ایک جانب سمندر ہے، پہاڑی سمتون مین کھدون اور پختہ خندقون سے شہر کی حفاظت ہوتی ہے، سمندر کی جانب عمدہ بندرگاہ ہی، جو دنیا کی بندرگاہون مین عجیب ترہے، یہان بڑے بڑے جہاز خشکی سے اگر اس طرح ٹکراتے ہین کہ ہاتھ بڑھا کر خشکی کی چیز لیسکتے یا [illegible] سکتی مین چنانچہ جہاز

[1] نزہۃ المشتاق ص [illegible] وغیرہ معجم البلدان جلد ۳ ص [illegible] و رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۳

اور خشکی پر محض ایک تختہ رکھ کر چیزیں اتاری جاتی ہیں، چھوٹی کشتیوں کی ضرورت نہیں پڑتی .... شہر سینا میں مسلمان بہت کم ہیں، صرف کچھ مزدور نظر آتے ہیں، اسی لیے اجنبی مسلمان کو یہاں وحشت ہوتی ہے۔[۱]

طبرمین، ساحل سمندر پر کوہ آتش فشاں کے دامن میں اس کے مشرقی جانب آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی قائم تھی، کسی زمانہ میں تو خالص اسلامی آبادی المعزیہ کے نام سے ہو گئی تھی، یہ یورپ سے صدور آمد و برآمد کا ایک بندرگاہ تھا، یہاں سونے کی ایک کان بھی بتائی جاتی تھی۔

قطانیہ (Catania) عہد اسلامی میں کوہ آتش فشاں کے دامن میں آباد تھا مسلمانوں کے زمانہ میں مدنی حیثیت سے شہر کو ترقی حاصل ہوئی، جابجا مسجدیں، جامع مسجد، ہوٹل، حمام اور شفاخانے موجود تھے، ایک مضبوط شہر پناہ قائم تھی، بازار پر رونق تھے، صقلیہ میں سب سے بہتر کاشت اسی کے میدان میں ہوتی تھی، مگر دریاؤں کا یہ حال تھا کہ کبھی پن چکیاں چلتیں، کبھی بالکل پایاب ہو جاتے، زراعت کی وجہ سے اسلامی عہد میں یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی تھا، مسلمان اس کو ایک قدیم مندر کے انتساب سے مدینۃ الفیل بھی کہتے تھے، یہ ہاتھی اسیاہ پتھر کا بنا ہوا ایک بلند عمارت پر قائم تھا، اسلامی عہد میں عیسائیوں نے اس کو وسط شہر کے کلیسائے رہبان میں لا کر نصب کر دیا تھا، کلیسائے رہبان ایک خوبصورت کلیسا تھا، اس کے فرش پر سنگ رخام بچھے ہوئے تھے۔

قطانیہ عہد اسلامی تک پوری شان و شوکت سے قائم رہا، نارمن عہد میں کوہ آتش فشاں کی نذر ہو گیا، انہوں نے اس کے بجائے ایک دوسرا شہر قطانارہ آباد کیا۔[۲]

۱؎ تقویم البلدان ابوالفداء، نزہۃ المشتاق ص ۲۶، ۲۷، رحلۃ ابن جبیر ص ۳۴۲، معجم البلدان ج ۴ ص ۵۹، کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار، دراماری ص ۱۵۶، ۲؎ نزہۃ المشتاق ص ۲۸، کتاب نخبۃ الازہار فی عجائب الاقطار دراماری ص ۱۹۰، معجم البلدان ج ۷ ص ۱۲۰، نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر، دراماری ص ۱۴۴۔

Marfat.com

لیاج (Aci) قطانیہ کے بعد ساحل سمندر پر کوہ آتش فشاں کے مشرق میں آباد ہے، اگرچہ اس کو عہد قدیم میں نمایاں درجہ حاصل تھا، مگر اسلامی عہد میں معمولی درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، زراعت اچھی ہوتی تھی جس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ پورے جزیرہ میں سب سے پہلے یہیں کی زراعت تیار ہوتی اور پہلے کاٹی جاتی، اس کو تجارتی حیثیت بھی کچھ نہ کچھ حاصل تھی، نفت اور بعض عمدہ قسم کی لکڑیاں یہاں سے دوسرے ملکوں کو جاتی تھیں[1]۔

لینتی (Lentini) سمندر سے چھ میل پر دریائے لینتی پر آباد تھا، مسلمانوں کی آبادی تھی، تجارتی کاروبار جاری تھا، جہاز دریا کے راستہ سے شہر تک آجاتے تھے، متوسط درجہ کے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا[2]۔

سرقوسہ (Syracuse) عہد اسلامی سے پیشتر گویا ایک جنگی قلعہ تھا، مسلمانوں نے اس کی فتح کے بعد اس کو غیر مسلح کر کے پُر امن شہر بنا دیا تھا اور مسلمانوں کے شریف گھرانے آباد ہوگئے تھے، اس کی جائے وقوع عہد اسلامی میں بھی قریب قریب وہی رہی جو پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہ گویا ایک جزیرہ نما تھا جو شمالی جانب خشکی سے ملا ہوا تھا، اسی طرف ایک دروازہ شہر میں داخلہ کا تھا، اسلامی عہد میں بھی وہ پل موجود تھا جو اس کو صقلیہ سے ملاتا تھا، اگرچہ اسلامی عہد میں اس کی قدیم شاہانہ شان وشوکت باقی نہیں رہی تھی تاہم یہ اپنی بربادی کے بعد پھر ایسا آباد ہوگیا تھا کہ بڑے شہروں میں شمار کیا گیا، باشندوں میں دولتمند مسلمان زمیندار اور تاجر تھے اس کی بندرگاہ پر تجارت کی گودیاں قائم تھیں اور پُررونق بازار، عالیشان مکانات، آرام دہ مہمان خانے اور حمام وغیرہ شہر میں جابجا موجود تھے، یہاں کے مسلمان خانوادوں میں ممتاز علماء واہل علم ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابی بکر سرقوسی، ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی، علی بن عمر سرقوسی اور مشہور

---

۱ نزہۃ المشتاق ص ۲۸ ۲ ایضاً ص ۲۹۔

Marfat.com

شاعر ابن حمدیس سرقوسی وغیرہ گذرے ہیں، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی اسلامی آبادی رہی، یہ لوگ زمیندار سے کاشت کار بن کر رہ گئے تھے، اس عہد میں بھی سرقوسہ کے مضافات کی زمین انہی سے آباد تھی جو عیسائی زمینداروں کو سالانہ مالگذاری دیتے تھے[1]

شکلہ (Scicli) ساحل سمندر سے تین[۳] میل پر آباد تھا، اگرچہ صقلیہ کے ممتاز شہروں میں شمار نہیں کیا جاسکتا، تاہم اس کی زرعی پیداوار قابل ذکر ہے، اٹلی افریقہ اور جزائر بحر روم (مالٹا) وغیرہ سے اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، اسلامی عہد میں یہاں کے باغ مشہور تھے، مسلمانوں نے یہاں کے دریا میں جابجا پنچکیاں قائم کی تھیں اسی دریا میں ایک "عین الاوقات" کے نام سے پن چکی تھی جس سے نماز کے اوقات میں گھنٹے بجتے تھے، ممتاز اہل علم بھی گذرے ہیں جو اس شہر کی طرف منسوب ہیں۔

رغوض (Ragusa) شکلہ سے ۱۳ میل پر واقع تھا، اس کو اسلامی عہد کے آخری دور میں تھوڑی سی اہمیت حاصل ہوگئی تھی ورنہ ابتداءً اسلامی عہد میں اس کو کوئی اہمیت حاصل نہیں رہی، مسلمانوں سے پہلے یہاں ایک اہم قلعہ تھا، مسلمانوں نے اس کے جنگی استحکامات ڈھا دیے تھے، اور ایک پرامن غیر مسلح آبادی ہوگیا تھا، اسلامی آبادی زراعت و تجارت میں مصروف تھی[2]

اس کے بعد جانب شمال کے شہر شروع ہیں، جن میں پہلا شہر بثیرہ ہے۔

بثیرہ (Butera) عہد اسلامی کا آباد شہر تھا، عہد اسلامی میں مضبوط قلعوں، مرتب بازاروں، مہمان سرائوں اور حماموں سے شہر کی رونق میں اضافہ ہوا، اس کے دیہات بھی سرسبز تھے، ایک دریا بہتا تھا، مسلمانوں نے اس کے گرد اگرد باغ لگائے تھے، ممتاز اہل علم

---

[1] نخبۃ الدہر و عجائب البر والبحر دمشقی ص ۱۴۴، معجم البلدان ج ۵ ص ۴۰، ونزہۃ المشتاق ص ۲۹، رحلۃ ابن جبیر ص ۳۲۴ وغیرہ [2] نزہۃ المشتاق ص ۳۰۔

Marfat.com

بھی یہاں گذرے ہیں[1]۔

لیاذہ (Lacata) میں اسلامی آبادی موجود تھی، شہر محض معمولی تھا، تاہم معمولی شہری ضروریات کی چیزیں مہیا تھیں، اس کی شہر پناہ ہر طرف سے بند تھی، شہر میں داخلہ کا صرف ایک دروازہ تھا۔

شاقہ (Sciacca) جرجنت سے ۲۵ میل پر ساحل پر آباد تھا، یہاں مسلمانوں کے ممتاز خاندان آباد تھے، عمارتیں شاندار تھیں، بازار پُر رونق رہتے تھے، یہاں کی بندرگاہ پر افریقیہ اور طرابلس وغیرہ کے جہاز آتے تھے، اور سامان تجارت لاتے اور لیجاتے تھے، اہل علم بھی گذرے ہیں، امام سلفی کے استاذ ابو عمر عثمان بن حجاج الشاقی ساکن اسکندریہ اسی کی طرف منسوب ہیں[2]۔

مازر (Mazara) صقلیہ کا سب سے پہلا اسلامی شہر ہے، ادریسی کہتا ہے یہ اپنی خوبصورتی میں تمام شہروں پر فائق تھا، امراء کے عالیشان محل اسلامی طرز تعمیر کا نمونہ تھے شہر کی آبادی خوبصورتی سے بسائی گئی تھی، جا بجا باغ لگے ہوئے تھے، پھولوں کی تختہ بندیاں تھیں، سڑکیں صاف اور کشادہ تھیں، آبادی میں مہمان سرائے، حمام اور ہوٹل قائم تھے، یہاں کی تجارت کو بھی فروغ حاصل تھا، یہ تجارتی حیثیت سے افریقہ اور صقلیہ کا نقطۂ اتصال تھا، کشتیاں ایک دریا سے گذر کر اس کی شہر پناہ کی بنیادوں سے ٹکراتی تھیں، اہل علم کی ایک بڑی جماعت اس خاک سے اٹھی اور اسی میں پیوند ہوئی، یہاں کے اہل علم میں **امام مازری** کو لازوال شہرت حاصل ہے، جن کا شمار علم حدیث کے اساطین میں ہے[3]۔

طرابنش، طرابنش (Trapani) ایک جزیرہ نما کی شکل میں ہے، جس کو زمین

۱؎ نزہۃ المشتاق ص ۳۱ ۲؎ نزہۃ المشتاق ص ۳۰ و معجم البلدان ج ۵ ص ۲۱۶ ۳؎ نزہۃ المشتاق ص ۱۳۷ خریدۃ العجائب ابن الوردی ص ۱۶۸۔

Marfat.com

کی ایک پتلی چٹ صقلیہ سے ملائے ہوئے تھی لیکن یہ پتلی چٹ عام رہگذر کے قابل نہ تھی اس لیے یہ گویا ایک مستقل جزیرہ تھا، چنانچہ آمد و رفت کے لیے مشرق کی طرف تین سو فٹ طویل اور بیس فٹ عریض ایک پل بنایا گیا تھا، اسلامی عہد میں یہاں کی تجارتی اشیاء میں مونگا اور مچھلیاں وغیرہ تھیں، مونگا اس کے ساحل سے نکالا جاتا تھا، جو اس کثرت سے نکلتا تھا کہ ابن ادریسی کہتا ہے کہ یہاں کے سمندر کی تہ میں درخت کی طرح مرجان اُگتے ہیں، مچھلیوں کا شکار بڑی تعداد میں ہوتا تھا، چنانچہ ماہی گیری یہاں کے باشندوں کا خاص پیشہ سمجھا جاتا تھا، اس کا ساحل جہازوں کے لیے ہموار تھا، کیونکہ سطحِ آب نہایت پرسکون اور موجوں سے محفوظ تھی، جزیرہ قوصرہ (۴۰ میل) جزائر ملیطہ (۶۰ میل) یابسہ (۱۰) میل اور جزیرہ راہب (۱۵ میل) وغیرہ اس سے قریب تھے، تونس کا راستہ یہاں سے صرف ایک دن کا تھا، اس لیے ان جزائر اور افریقہ سے اس کے تجارتی تعلقات تھے، مسلمانوں کے معزز خاندان آباد تھے، سلیمان بن محمد طرابلسی وغیرہ انہی کی طرف منسوب ہیں، [illegible] یہ شہر اسلامی حکومت کا آخری پایۂ تخت بھی رہا تھا، یہ اسلامی حکومت کے زوال کے بعد صقلیہ میں مسلمانوں کا بلرم کے بعد دوسرا مرکزی مقام تھا، جس نے انھیں اپنی اجتماعی حالت سے اپنی حیثیت کو برقرار اور نمایاں رکھنے کا موقع حاصل رہا، کیونکہ اس زمانہ تک یہاں مسلمانوں کی آبادی عیسائیوں سے زیادہ تھی۔

قلعۃ اوفی (Calatafimi) ساحل کے اوسط درجے کے شہروں میں تھا، آبادی کافی تھی، شہر میں لوازم تمدن موجود تھے، زراعت اچھی تھی، [illegible] خاص طور پر اس لیے شہرت حاصل تھی کہ یہاں ایک [illegible] نکالا [illegible] جاتا [illegible]

[illegible] نزہۃ المشتاق، رحلہ ابن جبیر [illegible]

[illegible]

Marfat.com

برطنیق (Partinico) قلعہ اوبی اور بلرم کے درمیان، قلعۂ اوبی سے ۱۲ میل پر سمندر آباد ہے، یہاں کی زمین روئی کی کاشت کے لیے موزوں تھی اور بکثرت پیدا ہوتی تھی، دریا میں پن چکیاں قائم تھیں، مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی۔[1]

ساحل کے چند دیگر شہر اگرچہ مذکورۂ بالا شہروں کے بیان میں بلرم سے چل کر ساحل پر گھومتے ہوئے پھر اس کے حدود میں داخل ہو گئے، لیکن ساحل کے تمام شہروں کو استقصار سے بیان نہیں کیا گیا، مذکورۂ بالا شہروں کے علاوہ جا بجا ایسی آبادیاں بھی تھیں جو پہلے قلعے تھیں، لیکن بڑھتے بڑھتے شہر میں شمار ہونے لگیں، چنانچہ یاقوت نے ان میں سے اکثر کو شہر کی حیثیت سے معجم البلدان میں درج کیا ہے، ان میں سے اشقوبل، جنش، دنش، اطرعہ، قرلیون، قراطہ، مرسی علی اور قرقیس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ادریسی نے بھی ان میں سے اکثر کا ذکر کیا ہے، یہاں زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت کے پیشے جاری تھے، اور اسلامی آبادیاں قائم تھیں۔

اندرون ملک کے شہر عہد اسلامی میں صقلیہ کے جو شہر ملک کے اندرونی حصہ میں آباد تھے، ان میں زیادہ نمایاں جرجنت، نوطس اور قصریانہ ہیں۔

جرجنت (Girgenti) ساحل سے ۲ میل پر لنبادوزہ سے شمال میں آباد ہے، عہد اسلامی کے مشہور و متمدن شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کو جزیرہ میں عہد قدیم سے عظمت حاصل رہی، اس کا قلعہ مضبوط ترین قلعوں میں تھا، شہر کی آبادی و رونق اپنے کمال پر تھی، ادریسی نے شہر کی خوبصورتی کی تعریف کی ہے، کہ یہ ایک خوبصورت شہر ہے، عہد قدیم سے شہرۂ آفاق ہے، تجارتی کشتیاں اس کے ساحل پر لنگر انداز ہوتی ہیں، اس کے بلند و عالیشان مکانات اور خصوصاً امراء کے محل نظر کو خیرہ کرتے ہیں، مختلف قسم کی صنعت و حرفت کا

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۱۲۵

بازار گرم رہتا ہے، خرید و فروخت کا سلسلہ قائم ہے، سرزمین سرسبز و شاداب و زرخیز ہے، خوبصورت مرغزار اور گلہائے رنگا رنگ کے تختے بچھے ہوئے ہیں، بہ کثرت جہازات آتے ہیں، اور یہاں کا سامان تجارت لے کر باہر جاتے ہیں، اسلامی عہد میں سیاسی حیثیت سے بھی اس کو تفوق حاصل رہا، ذی اثر مسلمان امراء کے خاندان آباد تھے، جو سیاسی تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، نیز یہاں ممتاز اہل علم گذرے ہیں[1]۔

نوطس (Noto) سمندر سے آٹھ میل پر آباد تھا، یہ پہلے سیراکیوز کا محض ایک حفاظتی قلعہ تھا، رفتہ رفتہ شہر کی حیثیت میں آگیا، اور قلعہ بندی کی حیثیت بھی قائم رہی، شہر کے جملہ لوازم پر رونق بازار اور عالیشان عمارتیں وغیرہ موجود تھیں، زراعت وصنعت و حرفت اچھی تھی، زمین زرخیز اور آباد تھی، مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، جب جزیرہ میں مسلمانوں پر ادبار آیا تھا تو یہی مقام اس جزیرہ میں ان کا سب سے آخری ملجا و ماویٰ بنا[2]۔

قصریانہ (Castrocovanna) کو قدیم تاریخی عظمت حاصل تھی، اس کی سربفلک عمارتیں رومۃ الکبریٰ کے قدیم جاہ و جلال کی یاد تازہ کرتی تھیں، اس کی پہاڑی کی چوٹی پر اہل صقلیہ کی مقدس دیوی سیرس کا مندر تھا، صقلیہ کے عجیب ترین شہروں میں شمار کیا گیا ہے، شہر مضبوط شہر پناہ اور قدرتی پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، صرف ایک دروازہ آمد و رفت کا تھا، مسلمانوں کو اس کی فتح میں بڑی دشواریاں پیش آئی تھیں، حکومت بیزنطی نے سرقوسہ پر زوال پڑنے کے بعد اسی کو اپنا پایۂ تخت بنالیا تھا، مسلمان ۲۴۴ھ میں اس میں داخل ہوئے اور اس کے استحکام کو مزید تقویت پہونچائی اور شہر میں روز بروز ترقی ہوتی گئی، رفتہ رفتہ اسلامی عہد کا ممتاز شہر ہوگیا، اس کی آب و ہوا لطیف و خوشگوار تھی، پہاڑوں کے چشمے اس کی رونق کو دوبالا کرتے تھے، مسلمان

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۶، معجم البلدان ج ۷ ص ۲۴۰، یاقوت نے جرجنت کو کرکنت لکھا ہے۔ [2] ص ۲۹۔

نے اہتمام سے اس کو پر رونق بنایا، پہاڑیوں پہ جابجا باغ لگائے اور روشیں بنائیں، ساری آبادی پہاڑی پر آباد تھی، لوگ صنعت و حرفت اور تجارت میں سرگرم عمل تھے، اس کے قدرتی استحکام سے نارمن بھی اس کو مسلمانوں سے جنگ سے نہ لے سکے، صلح و امن سے حاصل کیا، اب عہد قدیم کی کوئی یادگار باقی نہیں، لیکن اسلامی دور حکومت کا ایک قلعہ اور چند عمارتیں باقی رہ گئی ہیں۔[1]

علقمہ بلرم اور اطرابنش کے راستہ پر واقع تھا، جب ابن جبیر یہاں پہونچا تو یہاں خالص اسلامی آبادی تھی، وہ لکھتا ہے: "شب کو شہر علقمہ میں قیام رہا، یہ مقام نہایت وسیع ہے، بازار اور مسجدیں ہیں، یہاں کے باشندے مسلمان ہیں، بلکہ اس راہ کی سب بستیاں مسلمانوں ہی سے آباد ہیں!" ابن سعید نے علقمہ کا اطلاق بلرم کے اس حصہ پر کیا ہے جو نارمنوں کے عہد میں مسلمانوں کی آبادی کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا،[2] لیکن اگر اس سے مقصود عیسائیوں اور مسلمانوں کی فرقہ وارانہ جنگ کے بعد بلرم سے مسلمانوں کے ہجرت کرنے اور ایک نئی آبادی قائم کرنے کی طرف اشارہ ہے تو صحیح نہیں، ابن جبیر ولیم دوم کے عہد میں صقلیہ گیا تھا، اور یہ واقعات ولیم دوم کی وفات کے بعد پیش آئے، ولیم دوم کے عہد یعنی ابن جبیر کے صقلیہ پہونچنے کے وقت تک بلرم میں اسلامی آبادی موجود تھی، اور علقمہ وغیرہ دراصل بلرم کے مضافات و نواح میں داخل تھے۔

اندرون ملک کی چند دیگر آبادیاں ملک کے اندرونی حصہ میں ان مذکورہ بالا شہروں کے علاوہ زیادہ تر ایسے قلعے تھے، جو مختلف شہروں کی حفاظت کے لیے چوکی کے طور پر تعمیر ہوئے تھے، اور ان میں رفتہ رفتہ لوگ آباد ہو گئے تھے، لیکن ان قلعوں کے سوا چند ایسے شہر اور بھی تھے جو تجارتی کاروبار اور آبادی کے لحاظ سے اچھے خاصے شہر اور جنگی استحکام کی حیثیت سے مضبوط قلعے تھے، نیز اسلامی

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۳ و اخبار الاندلس ج ۳ ص ۱۹۲ و آثار البلاد و اخبار العباد وغیرہ [2] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۴۴ و یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۰۱۔

Marfat.com

حکومت نے ان میں سے اکثر قلعوں کے جنگی استحکامات توڑ کر اونھیں پرامن آبادیاں بنا دیا چنانچہ تمدنی شہروں کی چوکی کے طور پر تعمیر کیے گئے تھے، اور اون میں صقلیہ کے رومی زمانہ جنگ میں قلعہ بند رہوتے تھے، ادریسی نے ایسی تمام آبادیوں کی مکمل فہرست اون کے جغرافی وطبعی حالات کے ساتھ مرتب کی ہے، جن میں سے چند مقامات اسلامی تاریخ کے لحاظ سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں،

بلناؤ دامن کوہ کی ایک آبادی تھی، جو لنتینی سے مغرب جنوب میں ۲۴ میل پر آباد تھی، اس میں ایک مستحکم قلعہ تھا، آس پاس کی زمین زرخیز تھی، غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا، مسلمانون نے خوشبودار ترمیوں کے بکثرت باغ لگائے تھے،

قلعہ بلوط سمندر سے ۱۲ میل اور جرجنت سے ۳۰ میل پر آباد تھا، استحکام، رفعت شان اور جائے پناہ کے لحاظ سے صقلیہ کے مشہور قلعوں میں تھا، اسلامی عہد میں آبادی گنجان تھی آس پاس کی زمین سرسبز وشاداب اور زرخیز تھی،

ابلاطنو (PALATANI) قصر نوبہ کے نواح میں سمندر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا، اس کا قلعہ بھی مضبوط ومستحکم تھا، اسلامی آبادی موجود تھی،

قلعہ قرلیون (CORLEONE) ایک مسلسل سلسلۂ عمارات پر مشتمل تھا، اسلامی آبادی موجود تھی، یہ شہر آج کل بھی موجود ہے، بلرم سے ۲۱ میل پر آباد ہے، آبادی ۱۳ ہزار ہے،

قلعہ مرناؤ (MARINEO) سمندر سے ۸ میل پر واقع تھا،[1]

یاقوت نے بھی اندرون جزیرہ کے چند شہروں مثلاً بونفاط، البیاد، جالصہ، سمنطار، اور بطنیہ وغیرہ کے نام درج کیے ہیں، سمنطار کی طرف شیخ ابوبکر عتیق سمنطاری جیسے صاحب کمال بزرگ نسبت رکھتے ہیں، اور بطنیہ کی طرف جو میلاص کے علاقہ میں تھا، علی بن عبد اللہ بطنیوؒ منسوب تھے،

[1] نزہۃ المشتاق ص ۲۶، ۲۲، ۲۹، ۳۷، ۱۰۳

عہد اسلامی مین صقلیہ کی زبان

مسلمانون کی یہ خصوصیت رہی ہے، کہ وہ جس ملک مین پہنچے تہذیب و معاشرت کے لازمی جز زبان پر بھی قبضہ کرلیا، اور کچھ عربی تہذیب مین ایسی دلآویزی تھی کہ عربی زبان کو مفتوح ملکون مین بہت جلد مقبولیت حاصل ہوجاتی، اور اسی وجہ سے چند ہی دنون مین بادیۂ عرب کی یہ زبان دنیا کی ربع آبادی کی مادری زبان بن گئی، اور عرب کے علاوہ عراق، عجم، ایران، مصر، شمالی افریقہ اور اندلس مین عربی زبان کے ایسے ایسے ادیب پیدا ہوئے جن پر عرب اہل زبان نے فخر کیا، یہی صورت صقلیہ مین بھی پیش آئی یہان کے قدیم باشندون مین اسکو رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ اور روس کے ارد گرد مین عام سند قبول حاصل کی مسٹر اماری لکھتے ہین:-

"عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمین نہ صرف پلرمو، بلرم، ہی مین بلکہ ہمسایہ شہر روم مین ادبی قدیم شان اور لب و لہجہ مین پڑھی جاتی تھین، اور مسلمان اور غیر مسلمان دونون تحسین و آفرین کرتے اور داد دیتے تھے"[1]

لیکن مسلمانون نے اپنی زبان کی اشاعت مین قومی عصبیت نہین برتی، اونھون نے نہایت فراخ دلی سے صقلیہ کی قدیم زبانون کو بھی زندہ رکھا، چنانچہ صقلیہ کے پورے اسلامی دور مین وہان کی قدیم زبانون مین سے لاطینی اور یونانی رائج رہین، اور ہر شخص آزاد تھا کہ وہ جس زبان کو چاہے استعمال کرے، چنانچہ یہ دونون زبانین بھی تحریری زبان کی حیثیت سے اسلامی عہد حکومت مین استعمال ہوتی رہین[2]

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳ [2] انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۴ ص ۴۲

Marfat.com

مسلمانوں کی اس قومی رواداری کا صلہ اسی سرزمین میں انھیں ملا جس طرح انھوں نے قدیم زبانوں کی حفاظت کی تھی، اس سے زیادہ ان کے یورپی اخلاف نارمنوں نے عربی زبان کی ترقی میں حصہ لیا۔ عرب ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کی، حکومت کی دفتری زبان عربی رکھی، شاہانِ صقلیہ کی مراسلت، ملکی سکوں کے نقوش، فرمانروا کی مہر، حکومت کا نشانِ امتیاز، تاک سب عربی زبان میں تھے یہانتک کہ گرجوں میں خوبصورت خطِ کوفی کے طغرے بنائے جاتے تھے گویا یہی انکی قومی نسلی زبان تھی۔

اس طرح عربی زبان صقلیہ کے اسلامی عہدِ حکومت سے نارمنوں کے زمانہ تک پانچ چھ سو سال تک ملک کی حقیقی ترقی یافتہ زبان رہی، اور اس کا خاتمہ اسی وقت ہوا جب مسلمان ان جزائر سے بالکل شہر بدر کردئے گئے، اور اس زبان کی جگہ مختلف یورپی زبانوں لاطینی، فرانسیسی اور ایطالوی نے لے لی، لیکن ان زبانوں میں بھی صقلیہ کی عربی زبان کے بہت کچھ اثرات باقی رہ گئے، اور جو آج بھی دیکھے جاتے ہیں۔

مثلاً جزیرہ مالٹا کی موجودہ زبان کو پیش کیا جاسکتا ہے، عربی زبان صرف اسی زمانہ میں ۲۲۰ سال تک جب یہ جزیرہ صقلیہ کی اسلامی حکومت کے ماتحت تھا یہاں کی ملکی زبان رہی لیکن تقریباً ایک ہزار برس گذر جانے کے بعد بھی یہاں کی موجودہ ملکی زبان پر عربوں کے اس ۲۲۰ سالہ حکومت کے دور کے ایسے گہرے نقوش قائم ہیں، کہ کوئی ماہرِ لغت آج مالٹا کی زبان کی اصل بجز عربی کے کسی دوسری زبان کو قرار نہیں دیسکتا، بلکہ اگر اس مالٹی زبان کا رسم خط لاطینی کے بجائے عربی ہوتا تو آج مصر اور مالٹا کی زبانوں میں سرمو فرق نہ ہوتا، کہ مصر کی موجودہ زبان کی طرح مالٹی زبان میں بھی ۱ فیصدی سے زیادہ غیر عربی زبان کے الفاظ نہیں، ذیل کے چند اقتباسوں سے اس حقیقت کا اندازہ ہوگا۔

الفاظ

عربی الفاظ	مالٹی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالٹی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالٹی الفاظ بہ تلفظ اہل مالٹا
الخبز	خبز	الزیت	زیت	النبیذ	إمبیت

عربی الفاظ	مالطی الفاظ بتلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بتلفظ اہل مالٹا	عربی الفاظ	مالطی الفاظ بتلفظ اہل مالٹا
الحليب	حليب	الماء	إلماء	الملح	ملح
الطفل	طفل	السكينة	سكينه	الخل	حل
المرأة	مرا	الدقيق	تفيق	الخياط	حياط

تراکیب

عربی	مالطی	عربی	مالطی
الثلاثاء الجائی	التلاثا الجايين	غداً الخامس عشر	بها العد احمستاس
الاربعاء الماضی	الاربعا الی عدد	شئ جميل،	شی جمیل،

جملے

هما اثنان فقط	هم تنين بس	من يعرف؟	مين يعاف؟
كم مضى عليك هنا	كم الك هاون	ليس عندی سوى واحد	ماعنديش حلاف واحد

اسی طرح ذیل کی مسلسل عبارت ملاحظہ ہو۔

مالطی زبان کی عبارت لاطینی حرف میں	عربی حروف میں	مالطی عبارت کی توضیح عربی زبان میں
AHBARIJETTAM MALTO	اخباریات تاع مالطا	اخبار مالطه
IDDIRETTURTUPOSTAJG HARRAFILLIMILLIO— MILKUDDIEMILPOSTA DIRETTAGHALNAPOLI TGHALAKFILUFFICC— IOTALPOSTAILBELT FITRA.M.NHARIL TLIETAILHAMIS OISSALT	الديريتور (ايطالوی) تاع البوسطة يعرف الی مليو لقدامُ البوسطة ديرتا (ايطالوی) على نابولی بالاريو بلاً (العليا) تعلق فی الاو نسيو رايطالوی تاع البوسطة البلد الصبح نهار التلاثاء الخميس والسبت	مدير البوسطة يعلن انه من الآن فصاعداً البوسطة المصدّرة الى نابولی تعلق فی مكتب بوسطة البلد فی الساعة ٨ صباحاً ايام الثلاثاء والخميس والسبت

اسی طرح لاطینی، ایطالوی اور فرانسیسی زبانوں میں عربی کے کم وبیش اثرات ہیں جن کا تذکرہ کتاب کے آخری باب میں آئیگا۔

له معارف جلد ۳۳ نمبر ۳

عہد اسلامی مین صقلیہ کے ادیان و مذاہب و فرق

ادیان — صقلیہ مین مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت جو ادیان و مذاہب تھے، اون کا تذکرہ جلد اوّل مین گذر چکا ہے، یعنی زیادہ تر لوگ کتھلک مذہب کے پیرو تھے، چند ارتھوڈکس مذہب اور کچھ یہودی تھے اور ایک مختصر گروہ بت پرستون کا تھا، مسلمان اپنے ساتھ مذہب اسلام لائے۔

مذہب اسلام نے صقلیہ مین جس سرعت سے ترقی کی، وہ حیرت انگیز ہے، اسلام کی صداقت کا یہ اثر تھا کہ چند صدیون مین صقلیہ کی بڑی آبادی مذہب اسلام کی حلقہ بگوش ہو گئی خصوصًا جو مقامات ساحل افریقیہ کی جانب تھے، وہان کے قدیم باشندون کو مسلمانون سے ملنے جلنے کا موقع زیادہ ملا، اور وہ اثر صحبت سے اسلام قبول کرتے گئے، قبول اسلام کا یہ سلسلہ نہ صرف عہد اسلامی مین قائم رہا، بلکہ اسلامی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بھی لوگ اسلام کے دائرے مین داخل ہوتے رہے، یہانتک کہ جب راجر اول نے اسلام مین داخلہ کا دروازہ قانونًا بند کر دیا، تب بھی لوگ مسلمانون کے فیض صحبت سے اسلام لاتے، اور چھپ چھپا کر عبادت کرتے تھے، تاہم ایک بڑی جماعت یہان غیر مذاہب والون کی بھی باقی رہ گئی جس مین عیسائی، بت پرست اور یہودی تھے،

مسلمانون نے یہان کے اون قدیم مذاہب کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا، اور اون غیر مسلمون کو کامل مذہبی آزادی دی جسکی شہادت، یورپ کے مصنفین دیتے ہین صقلیہ کی اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہین کیا جا سکتا کہ کوئی بت پرست یا یہودی یا عیسائی مذہب کیلئے قتل کیا گیا ہو، تبدیل مذہب کیلئے حکومت نے کوئی جبر و اکراہ نہین کیا، یونانیون کے مندر یہودیون کی قربانگاہین، اور عیسائیون کے کلیسے بدستور قائم رہے، چنانچہ ہیکل بلرم اور کنیسہ قسطنطنیہ کی وہی عظمت

Marfat.com

اسلامی دور مین بھی برقرار رہی، جو اوسکے پہلے سے حاصل تھی، اگرچہ ایک دو مثالین ایسی بھی ہین کہ بعض ایسے کلیساؤن کو جو پہلے بت پرستون کے مندر تھے، مسجد بنالیا گیا، لیکن عام طور پر صقلیہ کے قدیم معابد بدستور قائم رہے، اور ان معابد پر پہلے سے جو اوقاف چلے آتے تھے، اسلامی حکومت نے اون سب کو برقرار رکھا[۱]،

مذاہب فقہ صقلیہ کے اسلامی مذاہب و فرق کی تاریخ افریقیہ کے مذاہب و فرق کی تاریخ کیساتھ وابستہ ہے اور وہان کے اسلامی مذاہب کی تاریخ مین **فاتح صقلیہ** اسد بن فرات کی شخصیت نمایان ہے، قاضی اسد بن فرات مذاہب فقہ کے جامع تھے، اونھون نے امام مالک سے براہ راست اون کے فقہ کی تحصیل کی اور امام ابو حنیفہ کے تلامذہ سے فقہ حنفی پر عبور حاصل کیا، مالکی المذہب مصنفین نے انکو مذہب مالکی کا پیرو بتایا، اور حنفی مذہب کی طرف رجحان رکھنے والے مصنفین انھین حنفی المذہب سمجھے اور کہا گیا کہ انہی کے ذریعہ افریقیہ اور پھر صقلیہ مین مذہب حنفی کی ترویج ہوئی، لیکن جیسا کہ آیندہ اسد کے سوانح حیات مین تفصیل سے معلوم ہوگا، کہ گو خود اسد عبادات مین مالکی المذہب تھے، مگر معاملات اور فصل مقدمات مین فقہ حنفی کا بھی اتباع کرتے تھے، البتہ اُن کے تلامذہ اور حلقہ بگوشون مین ایک بڑی تعداد حنفی المذہب تھی، سرزمین افریقیہ مین فقہ حنفی کا ان سے بڑھکر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا،

جب قاضی اسد صقلیہ آئے، تو اون کے تلامذہ بھی اون کے ہمرکاب تھے جن مین حنفی و مالکی دونون مذاہب کے پیرو موجود تھے لیکن ان مین احناف کی تعداد زیادہ تھی، اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے، کہ صقلیہ مین مذاہب فقہ مین سے ابتداءً مذہب حنفی کو فروغ

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد ۲۵ (سسلی) طبع یازدہم اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۹۳ اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳

[۲] نہایۃ الارب نویری مدا باری ص ۴۴۴، رحلہ ابن جبیر ص ۳۲۵

حاصل ہوا، اور اسی لئے مقدسی (۳۷۵ھ) کا یہ بیان اپنی جگہ صحیح ہے کہ

والکثر اہل صقلیۃ حنفیون[1]
اور اکثر اہل صقلیہ حنفی ہیں،

اس کے بعد اغلبی خاندان کے جو شاہزادے یہاں والی مقرر ہو کر آئے ان میں سے اکثر والی مالکی مشائخ امام سحنون وغیرہ سے عقیدت رکھتے تھے، اسی طرح عہدۂ قضا پر بھی مالکی مذہب کے علما مامور ہوتے رہے، ان وجوہ سے یہاں رفتہ رفتہ مالکی مذہب کو مقبولیت ہو گئی، اور پھر جب ۴۴۰ھ میں المعز بن بادیس نے افریقہ میں مذہب مالکی کو قانوناً فروغ دیا، تو افریقہ کے اثر سے صقلیہ میں بھی اس کی اشاعت زیادہ ہوئی، یہانتک کہ پانچویں چھٹی صدی کے علماء صقلیہ اور اہل علم بالعموم مذہب مالکی کے متبع نظر آتے ہیں، اور نیز صقلیہ کے جو اہل علم وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے اور ان مہاجر صقلی خاندانوں میں جو علماء و فضلاء پیدا ہوئے، وہ بھی مذہب مالکی کے متبع تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بالآخر یہاں مذہب مالکی کو اہل صقلیہ [illegible]

فرق قاضی اسد اور ان کے متبعین کلام و عقائد میں سلف صالحین کے پیرو تھے[2]، اس لئے صقلیہ کے متقدم احناف بھی اسی مسلک پر قائم تھے، اور جو لوگ مالکی المذہب تھے، ان کے مالکی المذہب معلوم ہونے کے بعد علم کلام میں بھی ان کا مسلک معلوم ہو جاتا ہے، کیونکہ تاریخ بتاتی ہے [illegible] کی تصریح ہے کہ

کوئی مالکی اشعری کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا[3]

اس لئے صقلیہ کے مالکیہ بھی یقیناً امام ابوالحسن اشعری کے متبع تھے، جیسا کہ آیندہ صقلیہ کے علم کلام کی تاریخ سے پتہ چلے گا کہ یہاں کے اکثر اہل علم نے مذہب اشعری پر مستقل تصنیفات و تالیف کیں،

---

[1] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۰ مطبع بریل ۱۹۰۶ء، مقدسی کا یہ بیان اس کی طرز روایت کے سلسلہ میں [illegible] کو ملحوظ رکھ کر جس پر اسد کے سوانح میں گفتگو کی گئی ہے [2] معالم الایمان [illegible] [3] [illegible]

مذاہب فقہ و فرق کلام کے ذیل مین یہ اہلسنت کے مذاہب کا تذکرہ تھا لیکن دولت
اغالبہ کے زوال کے بعد جب فاطمیون کا دور آیا تو صقلیہ کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا،

مذہب شیعی — افریقیہ مین فاطمی حکومت تمامتر مذہب کی بنیاد پر قائم تھی، اسلیئے اسکے آغاز عہد ہی سے مذہبی معاملات مین رواداری قائم نہین رہی، یون تو عام مورخین فاطمیون کے مذہبی تشدد کو خوفناک شکلون مین بیان کرتے ہین تاہم فاطمیون کے مذہبی غلو سے انکار نہین کیا جاسکتا، مثلاً فقہا و اصحاب افتا کو بجز مذہب شیعی کے کسی دوسری فقہ کے روسے فتوی دینے سے روک دیا گیا، علما و اصحاب فضل ابوالقاسم طرزی قاضی صقلیہ اور ابوالعباس بن بسطریقہ وغیرہ کو کوڑے لگوائے گئے ابن ہذیل اور ابراہیم بن بردوم وغیرہ جیسے اہل فضل کو تہ تیغ کیا گیا، اذانون مین "حی علی خیر العمل" کا جبری اضافہ ہوا، لوگون نے جماعت کی نمازین چھوڑ دین، لوگون کے مال و اسباب ضبط ہوئے یہانتک کہ جن قلعون اور مسجدون پر ان کے بانیون کے نام کندہ تھے ان کو مٹا کر خلفاے فاطمی کے نام لکھے گئے،[۱]

افریقیہ مین شیعیت کے دست و بازو جو کچھ تھے، وہ چند قبائل بربر تھے، جو دارالسلطنت قیروان سے منزلون دور تھے، اور ان تک اسلامی تعلیمات صحیح طور پر پہنچی بھی نہ تھیں ورنہ عام اہل افریقیہ نے بالعموم اس جور و تشدد کے باوجود مذہب شیعی قبول نہین کیا، یعنی قیام سلطنت کے بعد اوس کے اثر سے اس مذہب کو افریقیہ مین فروغ حاصل نہین ہوا، صرف خال خال افراد نے اپنے عقائد کی تبدیلی کا اقرار کیا تھا.

جب شیعیت کو افریقیہ میں عام قبول حاصل نہیں ہوا، تو صقلیہ تک اوس کے اثرات کیا پہنچے جہان اون کے مذہب کی نشر و اشاعت کی منظم کوششیں بھی نہین ہوئی تھین بلکہ یہان کے مسلمانون کو اچانک انقلاب حکومت کی اطلاع ملی، اور افریقیہ کے انقلاب سے یہان

[۱] ریاض النفوس در ہاری ۱۸۹.

کی حکومت بھی بدل گئی۔

یہی وجہ ہے کہ جب صقلیہ میں فاطمی اسماعیلی حکومت کے قیام کے بعد حکومت کا سرکاری مذہب شیعی اسماعیلی قرار پایا، اور حکومت کے مختلف شعبوں میں اسکے شیعی ہونے کے اثرات نمودار ہوئے، جن سے اس مذہب کی اشاعت کا امکان تھا، لیکن دولت اسماعیلی کی یہ حکمت عملی عملاً ناکام ثابت ہوئی اور اسی کی وجہ سے صقلیہ کا امن وامان ایسے خطرہ میں پڑا، کہ ابن قرہب کی قیادت میں مسلمانان صقلیہ نے عام بغاوت کی، اور اپنا رشتہ دولت فاطمیہ سے کاٹ کر دولت عباسیہ بغداد سے جوڑ لیا،

اس کے بعد جب فاطمیون کو صقلیہ پر دوبارہ اقتدار ہوا، تو اونھوں نے اسی پر اکتفا کیا، کہ ان کی سلطنت کو یہان قیام استحکام حاصل رہے، اور تحفظ سلطنت کی خاطر وہ یہان اپنے مذہبی عقیدہ کی اشاعت سے دست کش ہو گئے، اسی لئے ہمارے سامنے ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ حکومت فاطمیہ کے عہد میں سرزمین صقلیہ میں ابن قرہب کے ہنگامہ کے بعد پھر کبھی شیعہ سنی تنازع کا کوئی سوال پیش آیا ہو، حالانکہ انہی دنون سرزمین افریقہ ان دونون مذاہب کا دنگل تھی لیکن صقلیہ میں اگرچہ خانوادہ کلبیہ کے لوگ عقیدۃً شیعی تھے، اور اس عہد میں مختلف معزز عہدون پر بھی شیعی مقرر ہوئے، لیکن وہ شیعہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ خانوادہ کلبیہ یا اس کے جان نثار افراد کی حیثیت سے ممتاز تھے،

البتہ اس سلسلہ میں ہمین اوس صقلی وفد کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے، جو ۳۴۷ھ میں معززین و روساء صقلیہ پر مشتمل ہو کر دربار افریقہ میں حصول بیعت کیلئے باریاب ہوا تھا، لیکن جہانتک عام حالات سے سمجھا جاسکتا ہے، یہ وفد عقیدت واطاعت کے اظہار کیلئے افریقہ آیا تھا، اور اسکی غرض تمامتر سیاسی تھی گو اسمین زیادہ تر تعداد شیعی افراد کی تھی۔

لیکن جہانتک دولت کلبیہ کا تعلق ہے، وہ خالصۃً شیعی تھی، اور افریقہ کے شیعے اسکو اپنا

Marfat.com

پشت پناہ تصوّر کرتے تھے چنانچہ جب المعزبن بادیس افریقیہ میں شیعوں کیلئے شمشیر برہنہ بنا تو انھوں نے صقلیہ کو اپنے لئے مامن تصوّر کیا مگر دولت کلبیہ کا کوئی عمل کہا جاسکے کہ وہ حکومت فاطمی مصر کی مطیع و منقاد بھی نظاہرا ایسا نہ تھا کہ جس سے اوس کی شیعیت کا اظہار ہوتا، اور نہ کوئی ایسا واقعہ معلوم ہے کہ اوس نے صقلیہ میں شیعیت کو بزور رائج کیا ہو، اگر دولت کلبیہ کے تمام عہد میں اس قسم کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے تو صرف اس وقت جب اوس کی آخری سانسیں چل رہی تھیں، اور تائیدالدولہ نے سیاسی مصالح کے لئے ملک میں نفاق انگیزی کے ذریعہ رعایا کے ایک طبقہ کو برانگیختہ کر دیا تھا، اس وقت ان لوگوں نے المعز سے اس وجہ سے دولت کلبیہ کے خلاف استمداد کی کہ وہ افریقیہ سے شیعیت کا قلع قمع کر رہا ہے، اس لئے وہ صقلیہ کے خلاف فوجکشی پر جلد آمادہ ہو جائے گا، لیکن جہاں تک واقعات کی رفتار سے سمجھا جاسکتا ہے یہ مسلمانان صقلیہ کی ایک سیاسی حکمت عملی تھی، اسے مذہبی عناد و تعصب سے کوئی لگاؤ نہ تھا چنانچہ جب ہوا کا رخ پلٹا تو وہی سنی المذہب مسلمانان صقلیہ جو افریقیہ سے فوج بلالائے تھے تائیدالدولہ کی حمایت مین تلوارین سنبھال کر المعز کے جگر گوشون پر ٹوٹ پڑے،

اسلئے اگرچہ صقلیہ مین تقریباً سو برس تک شیعی حکومت قائم رہی لیکن فرقہ وارانہ حیثیت سے اس کا کوئی اثر مترتب نہین ہوا، نہ حکومت نے کبھی شیعیت کو فروغ دینے کی کوشش کی، نہ رعایا نے اس کی جانب مذہبی حیثیت سے تنفر یا میلان کا اظہار کیا، وہ جسطرح اہلسنت تھے، اپنے عقائد پر قائم رہے، اور نیز اوس عہد مین بھی جب صقلیہ سے حکومت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا جو مسلمان یہان آباد رہے جو اہل علم ان مین پیدا ہوئے، جو باکمال شعراء نارمن دربارون مین ممتاز ہوئے، جو معزز و سربرآوردہ حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز اور جو شہری یا بدوی نارمنون کے فوجی نظام مین داخل ہوئے سب کے سب اہل سنت والجماعۃ تھے، المدونہ کا درس تھا، مسجدون مین پانچون وقت باجماعت نماز ہوتی، انکی فقہا

Marfat.com

کے فتاوی نافذ ہوتے، اور پھر صقلیہ کے جو اسلامی خانوادے، اور اہل علم وہان سے ہجرت کرکے دوسرے اسلامی ممالک، اندلس، افریقیہ، مصر و شام اور حجاز مین جاکر سکونت پذیر ہوئے، اور جنکے حالات ہم تک پہنچ سکے، سب کے سب اپنے قدیم مذہب و مسلک اہل سنت والجماعة پر قائم رہکر راسخ العقیدہ سنی المذہب مالکی و اشعری تھے،

اخلاق و عادات

قومون کے امتیاز کا معیار ان کے نظام اخلاق اور عقلی نشو و نما کو پیش نظر رکھکر قائم کیا جاتا ہے ان اخلاقی و عقلی اوصاف کی تشکیل خاندانی روایات، بچپن کی تربیت اور ملک کے جغرافی حدود، آب و ہوا اور گرد و پیش سے ہوتی ہے،

صقلیہ مین عہد اسلامی تک کوئی واحد مسلین قوم موجود نہ تھی، اسکی سرزمین مختلف قومون کا آماجگاہ رہی، اور ہر حملہ آور قوم نے توطن اختیار کرکے اسکو اپنا مزبوم قرار دیا اور یہان کی اگلی قومون کو اپنا جزو تصور کیا، انہی مین ایک مسلمان بھی تھے، اور چونکہ صقلیہ کی ان مختلف قومون کے اخلاق و عادات کے قوائے تشکیل ایک دوسرے سے مختلف تھے اسلئے ان قوائے تشکیل کے مظاہر یعنی اخلاق و عادات اور رسم و رواج مین بھی اختلاف کا ہونا ضروری تھا، البتہ مرزبوم کے اتحاد سے ان کے جغرافی حدود، آب و ہوا، اور گرد و پیش کے اثرات یکسان تھے اسلئے ضرور ہے کہ ان کے نظام اخلاق مین بھی اتحاد پایا جائے،

لیکن اس موقع پر صقلیہ مین ان مختلف قومون کی توطن پذیری کے زمانہ مین جو تقدم و تاخر ہے اس کے اثرات کو فراموش نہ کرنا چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ ان مختلف اعتبارات سے یہان صقلیہ کے عہد اسلامی مین یہان کے باشندون کے مختلف گروہون مین مختلف نظام اخلاق کی جھلک نظر

آتی ہے، یہ مختلف گروہ بہ ترتیب یہ ہیں،

۱۔ صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جو عہد قدیم سے مسلمانون کے داخلہ کے بہت پہلے یہان آباد ہو چکے تھے،

۲۔ حملہ آور اور نو آباد مسلمانان صقلیہ،

۳۔ وہ قدیم باشندے جو نئے گروہ پیش سے متاثر ہوئے اور عقیدۂ توحید قبول کرلیا،

ان تین قسم کے باشندون کے نظام اخلاق کی ذیل کی تین مختلف حالتین تھین،

۱۔ یہان کے قیام کی طویل مدت مین باہمی اختلاط و آمیزش سے قدیم باشندون کے نسلی و خاندانی اور روایتی اخلاق و عوائد رفتہ رفتہ ان کے جدید مرزبوم یعنی صقلیہ کے اثرات سے مسخ ہو کر انھی مین ضم ہوئے، اور وہ سب مختلف قومین یکسان نظام اخلاق سے متحد ہو گئین،

۲۔ حملہ آور اور نو آباد مسلمانان صقلیہ عرب و بربر کے مختلف شریف قبیلون سے تھے، اور عقیدۂ توحید سے بدل کر کے ایک ہی قسم کے اخلاق سے متصف ہو گئے تھے، اور وہ ان کے اسلامی اخلاق تھے، جو اعتقادی تعلیم کے باعث مرزبوم کے اثرات سے متاثر نہین ہوئے، اور یہان انکو قیام پر اتنی مدت گذری تھی، جو مرزبوم کے اثرات قبول کرنے کیلئے کافی نہ تھی،

۳۔ صقلیہ کے قدیم نو مسلم باشندے ابتداءً اپنے موروثی اخلاق و عوائد سے متصف رہے، پھر عقیدۂ توحید اور اسلام کے اخلاقی تعلیمات پر پختہ یقین سے رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بھی بدل گئے اگرچہ مزاج عقلی کے موثرات سے قومون کا اساسی اخلاق نہین بدلتا، لیکن عقیدہ، زبان اور سیاست کی وحدت کی، اساسی اخلاق کے بدلنے مین بہ نسبت دیگر موثرات کے جلد اثر انداز ہوتی ہے،

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے عہد اسلامی مین ایک غیر ملکی سیاح ابن حوقل کو صقلیہ مین متضاد قسم کے ایسے اخلاق و عوائد نظر آئے تھین جنکو دیکھ کر اسے حیرت ہوئی اور اس نے اپنے مشاہدات و

Marfat.com

وتجربات کو ایک مستقل رسالہ مین قلمبند کیا چنانچہ وہ وہان کی آب وہوا کے جو برے اثرات وہان کے باشندون کے عقلی نشوونما اور نظام اخلاق پر پڑے تھے، اون کا عمومی طور پر یون تذکرہ کرتا ہے:-

"اکثر محلون اور شہر مین کوئین کا پانی پایا جاتا ہے، جو نہایت ثقیل اور غیر خوشگوار ہوتا ہے، ادھون نے شیرین اور بہتے ہوئے پانی کو چھوڑکر اسکو اسلئے پسند کیا کہ اون مین شرافت کی کمی ہے، وہ لوگ اپنے گھرون مین صبح وشام بہ کثرت کچی پیاز استعمال کرتے ہین جس نے اونکو بہت نقصان پہنچایا ہے، ان کے تخیل کو خراب کیا ہے، اون کے داغون کو نقصان پہنچایا ہے اور ان کے حواس کو حیران کردیا ہے، اون کی عقلون کو بدل دیا ہے، اون کی سمجھ کو نقصان پہنچایا ہے، او ان کے چہرون کو بگاڑ دیا ہے، اور ان کے مزاج کو بدل دیا ہے یہانتک کہ اونکو اکثر چیزین اپنی اصلی حالت کے برعکس نظر آتی ہین[1]"

"اہل صقلیہ نہایت کم عقل اور بے وقوف ہین، نفضائل کی طرف بہت کم توجہ ہوتے ہین، اور رذائل کے بڑے حریص ہین[2]"

ہمارے نقطۂ نظر سے ابن حوقل کی مذکورہ بالا تصریح اون قدیم باشندون کے حق مین ہے جو مسلمانون کے داخلہ سے پہلے موجود تھے، اور جنہین ایک بڑی تعداد نے اسلام بھی قبول کرلیا تھا، تبدیل مذہب سے نسلی وقومی خو بو فوراً نہین بدل جاتی، ابن حوقل ۳۶۲ھ مین صقلیہ مین پہنچا تھا، اسوقت مسلمانون کے داخل ہونے پر صرف ڈیڑھ سو برس گذرے تھے، وہ قدیم باشندے اسلام کے دائرہ مین بہرحال اس کے بعد داخل ہوئے تھے، اسلئے یہ سو، سوا سو سال کی مختصر مدت قومون کے مزاج عقلی کے بدلنے کیلئے کافی نہین ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ انھون نے جب مذہب اسلام کو قبول کیا تو اپنے قومی ونسلی اخلاق وعوائد کی بدولت اس کے حدود وارکان وشرائط کی بھی پابندی نہ کرسکے، چنانچہ ابن حوقل

[1] کتاب المسالک والممالک ص ۸۳ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۴

Marfat.com

اپنے اوسی رسالہ کے دیباچہ میں جسکو یاقوت نے معجم البلدان مین نقل کیا ہے، لکھتا ہے،

پھر میں نے ان کی بداخلاقی، بُرے اور بدبودار کھانے اور گندے اسباب اور بہت جھگڑالو ہونے کا ذکر کیا ہے، اس کے ساتھ نہ وہ پاک رہتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں نہ حج کرتے نہ زکواۃ دیتے ہیں، اور بسا اوقات وہ روزہ رکھتے ہیں، اور جنابت کا غسل نہیں کرتے،

اس کے ساتھ گیہوں ان کے یہاں سال بھر نہیں ٹھہرتا، بلکہ صقلیہ کی آب و ہوا کی خرابی سے کھلیان ہی مین سڑ جاتا ہے، ان کی گندگیوں کے مثل یہودیوں کی گندگی اور ان کے گھروں کی تاریکی کے مثل سیاہ اژدہوں کی سیاہی بھی نہیں، وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے گھروں میں مرغیاں بھری رہتی ہیں اونکے بستروں پر بیٹ کرتی ہیں، اور ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔[1]

توہم پرستی | یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اخلاقی اور ذہنی پستی سے سخت توہم پرستی میں بھی مبتلا تھے جو انکی زندگی کے ہر شعبہ مین نمایاں تھی، اس کا اندازہ اون روایات سے ہوتا ہے، جو وہ کوہ آتش فشان کے متعلق سنجیدگی سے بیان کرتے تھے، اور اوس سے یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد بھی نہ بچ سکے تھے مثلاً:-

علی بن ابی بکر ہروی صقلیہ کے ایک اہل علم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے صقلیہ کے ایک عالم نے بیان کیا کہ جبل برکان سے ایک جانور نکلتا ہے، جو انسان کی شکل اور خاکستری رنگ کا ہوتا ہے وہ اوس میں سے نکل کر فضا مین پرواز کرتا نظر آتا ہے، اور پھر اوڑتے اوڑتے اوسی میں واپس چلا جاتا ہے۔[2]

جس طرح صقلیہ مین کوہ اتنا کی آتش فشانی ہوتی تھی اسیطرح جنوبی اٹلی کے بعض پہاڑ بھی ان دنوں آتش فشانیاں کرتے تھے، بستی کے بھولے بھالے باشندے ان دونوں کی آتش فشانیوں

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۰ [2] کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ہروی ص ۵۰

سے اس نتیجہ تک پہنچے تھے، کہ اون دونون پہاڑون مین سخت دشمنی اور عداوت ہے، اور سمندر کا میدان اون کا میدان کارزار ہے، اور اون کی شعلہ فشانیان دراصل ان کی معرکہ آرائیون کے ظاہری آثار ہین[۱]،

محاسن اخلاق — دوسری طرف ابن حوقل کو یہان کے مسلمانون مین چند اخلاق اوصاف بھی نظر آئے اور اون کے عام فضائل اخلاق کو قلمبند کرکے اوس نے ... یاقوت ابن حوقل کے اوسی رسالہ کو سامنے رکھکر لکھتا ہے۔

"اور ابن حوقل نے کہا ہے، وہان ۳۶۲ھ مین تھا، اور پھر اوس نے اون کے حسن اخلاق کے کچھ اوصاف بیان کئے اور پھر کہتا ہے، اور مین نے اون لوگون کے اوصاف اور ان کے قصے اور صقلیہ کے حالات اور یہان کے باشندے اس قسم کے جن فضائل سے متصف ہین، سب کو ایک کتاب مین پورے طور پر بیان کیا ہے، اور اس کا نام مین نے محاسن اہل صقلیہ رکھا ہے، اس کے بعد مین نے اون کی بداخلاقیون کو بیان کیا ہو..." [۲]

افسوس ہو کہ یاقوت نے اہل صقلیہ کے اون معائب کا تو ذکر کے بعد ... دیا ہے، مگر محاسن کا صرف اسی قدر ذکر کیا، ورنہ مسلمانان صقلیہ کے عام محاسن و فضائل کا بھی پورا اندازہ ہو جاتا، اور اہل صقلیہ کے اخلاق و عوائد کے انہی متضاد حالات کی بنا پر ہم نے صقلیہ کے باشندون مین دو تقسیم قرار دیکر ان کی تطبیق دی ہے کہ یہ اخلاقی محاسن و فضائل دراصل اون مسلمانون مین تھے، جو یہان نو وارد تھے اور جو اپنے موروثی و نسلی اخلاق و عوائد کے ساتھ اسلام و اخلاق کی تعلیمات پر عامل تھے،

اسکے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ کے ان نومسلمون کے اخلاق و عوائد جو اس جزیرہ کے قدیم باشندے تھے، اس وقت بدلے جب اون کے دائرۂ اسلام مین داخل ہونے پر چند صدیان گذر گئین، چنانچہ ...

---

[۱] نخبۃ الدہر و عجائب البر والبحر دمشقی ص ۱۴۶ [۲] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۶۶،

یں جب ابن جبیر صقلیہ پہنچا، تو صقلیہ کے تمام مسلمان یکسان زیورِ اخلاق سے آراستہ تھے، کہ اسلامی برکات نے اونکے تمام سابقہ حالات بدل دیے، اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے، ابن جبیر خاص طور پر مسلمانون کے اخلاقی و مذہبی حالات پر ان الفاظ مین عمومی تبصرہ کرتا ہے:

"ان مین کوئی نہین جو حصول ثواب کیلئے مہینون کے نفل روزے نہ رکھتا ہو، اور تقرب الٰہی کیلئے صدقہ نہ دیتا ہو، ..... وہ قیدیون کو چھڑاتے ہین، اور اپنے چھوٹے بچون کو محبت کی باتون مین لگا کر اُن کا نکاح کرتے ہین، اور ان پر احسان کرتے ہین، اور جہانتک ہو سکتا ہے نیکی کے کام کرتے ہین، ..... یہ سب اس جزیرہ کے مسلمانوں [illegible] پر خدا کا احسان ہے نیکی کے کامون کے متعلق وہ بہت سی روایتین رکھتے ہین اور قیدیون کے چھڑانے کے متعلق خدا نے ان کے احسانات کو قبول کر لیا ہے، اور ان کے تمام شہروں کی بھی یہی حالت ہے"[1]

اس کے علاوہ ابن جبیر نے اور جابجا اون کے حسن سیرت، حسن اخلاق، حسن عمل، صدق نیت، صداقت، رحمدلی، دیانت، امانت، اور وفاشعاری کو سراہا ہے جس سے اُن کے نظامِ اخلاق کی برتری کا اشکارا ہوتی ہے۔

[1] رحلۂ ابن جبیر ص ۳۳۲۔

Marfat.com

نظام حکومت

صقلیہ پر اسلامی حملے

صقلیہ کے اسلامی حملوں پر ایک اجمالی نگاہ،

عربی فتوحات کے متعلق موسیو لیبان کا یہ خیال صحیح ہے، کہ "ان کی ملک گیری دو قسم کی ہوا کرتی ہے، یا تو یہ کسی ملک کی قیام کرنے کے ارادہ سے فتح کیا کرتے تھے، یا محض فوج کے ساتھ ملک سے گذر جاتے تھے، پہلی صورت میں وہ ہمیشہ باشندوں کی دلجوئی کیا کرتے، اور پہلے کے تمام ملک گیروں کے طریقہ کے برخلاف مفتوحہ اقوام کو مذہب رسوم و رواج و قانون کی پوری آزادی دیتے، اور اس کے عوض میں ان سے ایک خفیف سا جزیہ لیتے ......

لیکن دوسری صورت میں جب کہ وہ ملک میں قیام کرنا نہ چاہتے، ان کا طرز بالکل جداگانہ ہوتا تھا یعنی مثل اور ملک گیروں کے یہ بھی مفتوحہ ممالک کو محض ایک مال غنیمت سمجھتے، اور جس قدر مال و متاع ان کے ہاتھ لگ جاتا لے لیتے، اور جو نہ لیتے اس کو غارت کر دیتے"

پہلی جلد میں عربوں کی سرگذشت سے معلوم ہو چکا ہے، کہ صقلیہ پر بھی عربوں کے دو قسم کے حملے ہوئے، ایک ان کے ابتدائی حملے تھے جن کا سلسلہ عہد عثمانی سے شروع ہو کر افریقیہ میں دولت اغالبہ کے قیام تک جاری رہا، اور اس کے بعد دوسری قسم کا حملہ ۲۱۲ھ میں ہوا اور اس حملہ کے شروع کرنے کے پہلے صقلیہ کو دار الاسلام قرار دیا گیا تھا چنانچہ موسیو لیبان بھی صقلیہ

پر ان دونون قسم کے حملون کو یون بیان کرتے ہین :-

"...... صقلیہ مین اونھون نے ان دونون طریقون کو یکے بعد دیگرے برتا، اوائل مین جب اون کی تعداد بہت کم تھی، او صقلیہ اور ایک حصہ ایطالیہ کا شہنشاہان قسطنطنیہ کی تحت مین تھا، اونھون نے محض فوری حملون پر اکتفا کی، اور ملک کو لوٹا، اور جس کسی صوبہ مین داخل ہوئے، جو کچھ پایا لے لیا جن باشندون نے مقابلہ کیا، انھین قتل کیا، اور پھر جلدی سے اپنی سرحد مین واپس آگئے چند ایسی کامیابیون کے بعد اور جب اونھین ملک کا لے لینا یقینی معلوم ہوا تو اونھون نے باشندون کے ساتھ مدارات شروع کر دی، اور جس دن سے اون کا تسلط ہو گیا، تو پھر لوٹ مار کو بالکل ترک کر دیا، اور مفتوحہ ملک کو ہر قسم کی آسایش دی، وہان اپنا تمدن پھیلایا، اور مثل اندلس کے اوسے بھی سرسبز کر دیا"

لیکن جیسا کہ پہلی جلد مین "صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے" کا باب پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ پر عربون کے اس پہلی قسم کے حملے بھی جارحانہ اقدام کی حیثیت سے نہین ہوئے، کہ درحقیقت ساتوین صدی مین روم و عرب کی آویزش کی یہ بھی ایک کڑی تھی، اور عربون کو صقلیہ پر اوسی وقت حملہ کا خیال پیدا ہوا جب یہ جزیرہ بحر روم مین رومیون کا ایک اہم بحری مرکز قرار پایا، اسلئے صقلیہ پر جسقدر یہ ابتدائی حملے ہوئے، وہ محض فوری حملے کر کے ملک کو لوٹنے" کے خیال پر مبنی نہین تھے بلکہ جیسا کہ پہلی جلد مین بہ تصریح دکھایا گیا ہے سب کے سب ایک مرتب سلسلہ کی کڑیان تھین، اور اصل مطمح نظر صرف یہ تھا کہ یہ جزیرہ رومیون کا بحری مرکز قرار پانے کے بجائے اسلامی حکومت کا اس حیثیت سے باجگذار رہے، کہ اسلامی حکومت کی سیادت کو قبول کر لے چنانچہ انھین اس مقصد مین پہلی کامیابی ۱۲۲ھ مین عبدالرحمن فاتح سرقوسہ کے ہاتھون حاصل ہوئی، اور صقلیہ اسلامی حکومت کا باجگذار بن گیا لیکن جب ادائے جزیہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا، تو ۱۳۵ھ مین دوبارہ حملہ کر کے اس معاہدہ کی تجدید کی گئی،

Marfat.com

اس کے بعد ہی افریقیہ مین دورِ اختلال آجانے سے صقلیہ نے اس قدر فوجی استحکام اور ایسی بحری طاقت حاصل کر لی، کہ مسلمانون کے تجارتی جہازون کیلئے مستقل خطرہ پیدا ہو گیا، اور بالآخر اون تمام اسباب کی بنا پر جو صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کیلئے پیدا ہو گئے تھے اور جنکی تصریح جلد اول مین گذر چکی ہے، عربون نے صقلیہ کو دارالاسلام قرار دیدیا،

عربون نے اوسی زمانہ مین جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ایطالیہ مین بھی پیشقدمیان کین، اور بالآخر پاپائے روما کو خراج کے ادا کرنے پر مجبور کیا، فلوریہ اور انکبردہ کے مختلف شہرون پر قبضہ کر کے یہان اسلامی حکومت قائم کی، اور بحرِ روم کے مختلف جزائر پر اپنا تسلط جمایا، لیکن موسیو لیبان کا خیال ہے کہ اٹلی کے اون ممالک پر عربون کا حملہ اوس قسم مین داخل ہے، جو وہ ملک سے گذرکر اسکو لوٹتے مارتے جاتے تھے، اور اس لئے ان کے تمدنی اثرات یہان قائم نہین ہوئے[1]،

اسمین شبہہ نہین کہ ایطالیہ پر عربون کے حملہ کی نوعیت صقلیہ کے حملون سے مختلف تھی اٹلی پر جسقدر حملے کئے گئے جیسا کہ جلد اول مین تفصیل سے اوسکو دکھایا جا چکا ہے، جارحانہ ہونے کے بجائے صقلیہ کی حفاظت مین مدافعانہ تھے،

اگر اٹلی پر مسلمانون کے حملے محض لوٹ مار اور گذر جانے کیلئے کئے جاتے تو نہ یہان مستقل اسلامی حکومت قائم ہوتی نہ ولاۃ نامزد ہوتے اور نہ یہ حکومت سنہ ۱۰۱۶ء تک قائم رہتی، جس کے مستقل تمدنی اثرات یہان بھی باقی رہے،

حکومتِ صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے

صقلیہ پر عربون کا سب سے پہلا حملہ عہدِ عثمانی مین مرکزی حکومت اسلامی کے تحت ہوا، اسکے بعد

[1] تمدن عرب ص ۲۷۴-۲۷۵،

افریقہ مین اسلامی حکومت مستحکم ہو گئی، اور مرکزی حکومت اسلامی نے جزیرۂ صقلیہ کی بزنطی سیاسیات کی نگرانی حکومتِ افریقہ کے سپرد کر دی، اس لئے اسکے بعد صقلیہ پر عربون کے جسقدر ابتدائی حملے ہوئے، وہ دولتِ اسلامی افریقہ ہی کے ماتحت انجام پائے، اگرچہ اس زمانہ میں بھی ایک دو موقعے ایسے پیش آئے، کہ مرکزی حکومتِ اسلامی کی جانب سے صقلیہ پر حملے کئے گئے، لیکن وہ شام پر عیسائی حملون کے جوابات تھے،

پھر جب سنہ ۲۱۲ھ مین افریقہ مین صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا قطعی فیصلہ ہوا، اور مازر مین سب سے پہلے اسلامی حکومت صقلیہ کی داغ بیل ڈالی گئی، تو اوسی وقت اسکی حیثیت شمالی افریقہ کی ایک ماتحت نوآبادی کی قرار پائی، اور اسلئے مرکزی حکومت اسلامی بغداد کو صقلیہ سے کبھی براہ راست تعلق پیدا نہین ہوا، اور اسلئے بغداد کے داخلی وخارجی سیاسی انقلابات کا بھی کوئی اثر صقلیہ تک کبھی نہین پہنچا، بخلاف اسکے افریقہ کے معمولی معمولی تغیر وتبدل اور سیاسی انقلابات کے گہرے اثرات صقلیہ پر ہمیشہ مرتب ہوتے رہے، اور بلکہ کسی وقت حکومت افریقہ کے محض خفیف تغیر وتبدل کا صقلیہ پر نہایت حیرت انگیز طور پر شدید اثر پہنچا، اس لئے درحقیقت حکومتِ صقلیہ کیلئے اسکی مرکزی حکومت خلافتِ بغداد کے بجائے حکومتِ افریقہ تھی،

اگر صقلیہ کو بغداد کی حکومت سے کوئی لگاؤ تھا، تو صرف اسکی روحانی حیثیت سے اوسکی خلافت سے تھا، اور اوس عہد کے اسلامی دستور کے بموجب صقلیہ کی جامع مسجدون مین خلیفۂ بغداد کا نام لیا جاتا، لیکن افریقہ کی حکومت کا فرمانروا بھی فراموش نہین کیا جاتا تھا، اور خلفاے بغداد کے پہلو بہ پہلو فرمانروایانِ افریقہ کے نام بھی خطبون مین لئے جاتے تھے،

جسوقت صقلیہ مین اسلامی نوآبادی قائم ہوئی، اسوقت تک افریقہ کے سیاسی حالات مین نمایان تغیر ہو چکا تھا، اور خاندان اغالبہ کو مرکزی حکومت بغداد کی طرف سے افریقہ کی موروثی

Marfat.com

حکومت عطا ہو چکی تھی، اگرچہ اس عہد کے اسلامی سیاسی روایات کے بموجب فرمانروایان اغالبہ نے اپنے لئے شاہی لقب کبھی اختیار نہیں کیا، اور ہمیشہ خلفائے عباسیہ کے مطیع و منقاد حکمران کے ولاۃ کی حیثیت سے حکومت کی لیکن درحقیقت یہی اغالبہ افریقیہ کے سیاہ و سپید کے مالک تھے، اور اپنے داخلی اور خارجی سیاسیات میں کامل خودمختار تھے، خلفائے عباسیہ کو عملاً یہاں کے معاملات سے کوئی لگاؤ نہیں تھا، صرف خراج کی سالانہ موعودہ رقم سال بسال بغداد بھیج دی جاتی تھی اور افریقیہ میں ولاۃ کے عزل و نصب ہو جانے کے بعد ان کی تصدیق دربار بغداد سے ہو جاتی تھی، تاریخ اغالبہ میں خلفائے عباسیہ کے حکومت افریقیہ کے معاملات میں دخل دینے کے جو ایک دو واقعات ملتے ہیں ان کی مستثنیٰ حیثیت ہے کہ خلفائے عباسیہ کی یہ دخل اندازی بھی باشندگان افریقیہ ہی کی استدعا اور مرضی پر مبنی تھی، اسلئے درحقیقت جب تک حکومت افریقیہ پر اغالبہ قابض رہے صقلیہ کی عنان حکومت بھی اسی خانوادہ کے ہاتھوں میں رہی،

پھر جب افریقیہ کے تخت پر بنو فاطمہ متمکن ہوئے، تو صقلیہ کو بھی ایک انقلاب سے دوچار ہونا پڑا، اور بالآخر صقلیہ میں فاطمی حکومت قائم ہو گئی، اور اس وقت خلافت عباسیہ سے صقلیہ کا وہ روحانی رشتہ بھی منقطع ہو گیا، جو اب تک خطبۂ جمعہ کے ذریعہ قائم تھا، اسکے بعد صقلیہ میں ابن قرہب کی چند روزہ خودمختار حکومت قائم ہوئی، اور یہ پہلا موقع تھا کہ حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ سے بے تعلق ہوئی، اور ابن قرہب ہی کو وہ تمام اختیارات حاصل ہو گئے، جو مرکزی حکومت کو حاصل تھے، اسی زمانہ میں صقلیہ عارضی طور پر خلافت بغداد سے وابستہ ہو گیا، لیکن اگرچہ اس موقع پر صقلیہ خلافت بغداد کا ایک صوبہ قرار پایا، تاہم یہ بھی ایک رسمی رشتہ بندی تھی، درحقیقت ابن قرہب کامل خودمختار تھا، اور بغداد سے صرف وہی اسکی روحانی وابستگی قائم ہوئی تھی،

پھر ابن قرہب کی چندروزہ خودمختار حکومت کے خاتمہ کے بعد حسن بن علی کلبی صقلیہ آیا، اور

Marfat.com

یہین سے صقلیہ کی حکومت مین پھر ایک نیا دور شروع ہوا، اور یہان دولت کلبیہ کے نام سے اسکے خاندان کی موروثی حکومت قائم ہوگئی، اس حکومت کا حکومت افریقیہ سے ایک برائے نام تعلق باقی رہا، یعنی دولت کلبیہ روحانی حیثیت سے دولت فاطمیہ سے وابستہ ہوئی، اور خطبات مین خلفائے فاطمی کا نام خلفائے عباسیہ کے بجائے لیا جانے لگا،

اس کے بعد جب المعز فاطمی نے شمالی افریقیہ کو چھوڑ کر قاہرہ مصر کو دارالحکومت قرار دیا، اور افریقیہ مین صنہاجی حکومت قائم ہوئی، اسوقت صقلیہ کا تعلق افریقیہ کے بجائے خلفائے مصری سے براہ راست قائم رہا، اور پھر صقلیہ مین دولت کلبیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوکی پھیلی تو اگرچہ صقلیہ کے پایہ تخت بلرم مین ایک مرکزی حکومت قائم ہوگئی، مگر درحقیقت کسی نے اسکی مرکزیت تسلیم نہیں کی، اور ادھر فاطمی خلافت بھی صقلیہ پر اقتدار قائم رکھنے کے دعوی سے دستبردار نہیں ہوئی اور اوس کو اپنا زیر اثر صوبہ سمجھتی رہی، مگر اہل صقلیہ نے اسکی بھی کوئی اہمیت نہیں دی یہانتک کہ انھی جوہ سے خلافت مصر کی جانب سے جذبۂ انتقام مین صقلیہ کے پایہ تخت بلرم پر نارمنوں کو حملہ آوری کی دعوت دی گئی،

حکومت صقلیہ

ولاۃ کا عزل ونصب حکومت صقلیہ کے جو تعلقات اسکی مرکزی حکومت سے ان مختلف دورون مین قائم رہے، مذکورۂ بالا بیان سے اون کا ایک خاکہ سامنے آیا ہوگا، انھی تعلقات کی رو سے مرکزی حکومتین صقلیہ مین اپنے ولاۃ نامزد کرتی تھین، اور انھین حسب ضرورت معزول کرتی تھین، ان ولاۃ کی حیثیت دور حاضر کی اصطلاح مین گورنر جنرل، یعنی والی عام کی تھی،

ولاۃ صقلیہ عہد اغالبہ مین حکومت اغالبہ کے عہد مین ولاۃ کے عزل ونصب کی تین صورتین پیش آئین،

Marfat.com

اولاً زیادۃ اللہ نے اسد کو یہان کا سب سے پہلا والی مقرر کیا، اسد کی شخصیت مین امارت، ملک، امارت لشکر، اور قضاءت تینون جہتین مجتمع ہوئین، اوران کی اچانک وفات کے بعد صقلیہ کے اسلامی لشکر نے اپنا امیر خود منتخب کیا، اوراوسکی اطلاع دربار قیروان مین ارسال کی، ابتداءً دو ایک تقرر اسی طرح عمل مین آئے، پھر استحکام حکومت کے بعد افریقیہ سے ولاۃ آنے لگے، جو خاندان اغالبہ ہی کے ممتاز افراد ہوتے، ان ولاۃ کا عزل ونصب اگرچہ فرمان روایان افریقیہ کی جانب سے ہوتا، تاہم اس عزل ونصب مین صقلیہ کے ان اغلبی خانوادون کو زیادہ رسوخ تھا، جو یہان سکونت پذیر ہوگئے تھے، اوراس طرح کبھی کبھی یہان کے ولاۃ یہان کے باشندون کی مرضی اور بر سر حکومت والی کی نامزدگی سے بھی مقرر ہوئے، لیکن اون کی تصدیق کیلئے مرکزی حکومت افریقیہ کی سند ضروری تھی، بعض مغربی مورخین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صقلیہ کے والی دربار قیروان کی منظوری اور اطلاع کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لیتے تھے، اگرچہ یہ سند ولایت بالعموم اسی انتخاب کی تصدیق مین آجاتی تھی لیکن کبھی ایسا بھی پیش آتا کہ فرمان روائے افریقیہ کی جانب سے اس انتخاب کو مسترد کر دیا جاتا، اور حسب اقتضاء مصلحت کسی نئے والی کو بھیج دیا جاتا، اور باشندگان صقلیہ بے چون وچرا اسکی اطاعت کر لیتے، اوراون کے سابق منتخب کئے ہوئے والی کی حیثیت جدید والی کے تقرر سے پہلے تک ایک قائم مقام والی کی ہوتی، علاوہ ازین یہ عارضی تقرریان کسی والی کی اچانک وفات کے وقت ہوتی تھین، اوس زمانہ مین رسل ورسائل کی موجودہ آسانیان حاصل نہین تھین، اس لئے تاوقتیکہ کوئی دوسرا والی دربار قیروان کی طرف سے نامزد نہ ہوتا کسی نہ کسی کو ولایت پر مامور رہنا تھا، اور صقلیہ مین والی کے بعد سب سے بڑا عہدیدار امیر لشکر تھا، اسلئے بالعموم وہی قائم مقام بنایا جاتا، وہ قائم مقام والی اس منصب کے فرائض عارضی طور پر انجام دیتا، پھر اگر اسی کو دربار قیروان کی جانب سے والی بنا دیا جاتا، تو اس کے مستقل تقرر کا اعلان ہوتا، ورنہ جدید والی یہان آکر زمام حکومت لے لیتا، اسکی ایک سے بہت زیادہ مثالیں جلداول مین گذر چکی ہین،

Marfat.com

اس سلسلہ مین ایک اور امر لائق ذکر ہے، کہ صقلیہ کی ولایت اغالبہ کے عہد حکومت مین کچھ دنون کے بعد شاہی خانوادۂ اغالبہ کے درمیان بطور ایک پیشکش کے استعمال ہونے لگی تھی، کیونکہ جیسا کہ اوس سے پہلے کسی موقع پر بتایا جا چکا ہے، کہ افریقیہ مین اغالبہ کے اقتدار کے قیام کا اصل راز، اون کی باہمی یکجہتی تھی، اونھون نے حکومت کے مختلف شعبون اور ولایتون کو باہم تقسیم کر لیا تھا، اس خاندان کی مختلف شاخین ہو گئی تھین، ان شاخون کے مختلف اکابر مختلف ممتاز عہدون پر فائز تھے، اور اپنے فرائض کامل خودمختاری سے انجام دیتے تھے، اسی باہمی مفاہمت مین صقلیہ کی ولایت کا بھی ایک معزز عہدہ تھا، چنانچہ صقلیہ مین دور اغالبہ کے ابتدائی دور اور درمیان کی چند مستثنیٰ مثالون کے بجز پورے دور مین صقلیہ کی ولایت خانوادۂ اغالبہ کے شاہزادون ہی کے سپرد رہی، جو کامل مطلق العنانی سے یہان فرمانروائی کرتے تھے، اور حکومت کے داخلی و خارجی معاملات، رومی ممالک پر حملے، اور رومیون سے صلح و جنگ کرنے مین وہ کامل خودمختار تھے،

صقلیہ کے دور اغالبہ مین خانوادۂ اغالبہ کی جو مختلف شاخین برسر حکومت رہین، ان مین سے نمایان طور پر بنو عبد اللہ (فرمانروایان قیروان کے بنو عم) بنو یعقوب اور بنو سفیان (فرمانروایان قیروان کے بنو اخ) کے نام نظر آتے ہین، بنو عبد اللہ مین سے محمد بن عبد اللہ اور ابو الاغلب ابراہیم دو ایسی شخصیتین تھین جنھون نے صقلیہ مین حکومت کی حقیقی تشکیل کی، اور انھی بنو عبد اللہ مین سے کچھ دنون کے بعد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم اور ابو مالک احمد بھی یہان کی ولایت پر سرفراز ہوے، ان کے بعد صقلیہ کی ولایت بنو یعقوب کے سپرد ہوئی، عباس بن فضل اس خاندان کا پہلا والی تھا، اس کے بعد اگرچہ بنو یعقوب صقلیہ مین برسر اقتدار نہین رہے اور اغالبہ کے بنو اخ بنو سفیان مین سے خفاجہ اور محمد بن خفاجہ یکے بعد دیگرے والی ہوے لیکن

Marfat.com

اس کے بعد ہی بنو یعقوب کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوگیا اور رباح بن یعقوب اور حسین بن رباح وغیرہ والی ہوئے، اور پھر ان کے بعد سابق والی صقلیہ محمد بن عبد اللہ کا ممتاز علم دوست لائق فرزند عبد اللہ آیا، اور اس کے بعد انہی بنو عبد اللہ میں سے ابو مالک والی مقرر ہوا،

اگرچہ ان مختلف خانوادوں بنو عبد اللہ، بنو یعقوب اور بنو سفیان میں سے کسی ایک شاخ کی یہاں کوئی موروثی حکومت قائم نہ ہو سکی تاہم ان کو وہی مطلق العنانی اور خود مختاری حاصل رہی جو ایک موروثی فرمانروا کیلئے ہو سکتی ہے، اور درحقیقت ان مختلف شاخوں کا مختلف اوقات میں ردوبدل ہو کر برسراقتدار ہونا، صرف اون کی باہمی مسابقت کا نتیجہ تھا، اور جس فرمانروائے قیروان کے عہد میں ان شاخوں میں سے جس شاخ کو زیادہ رسوخ ہوتا یا یوں کہا جائے کہ افریقیہ میں جس شاخ کو زیادہ سیاسی اہمیت حاصل ہوتی صقلیہ کی ولایت بھی اوسی کے حصہ میں آجاتی تھی، صقلیہ کے اغلبی خانوادہ کی مختلف شاخوں میں صقلیہ کی ولایت کے لیے جو باہمی مقابلہ جاری تھا، اوسی کا نتیجہ تھا، کہ ایک مرتبہ ایک اغلبی شاہزادہ حکومت افریقیہ سے بھی بغاوت کر کے صقلیہ پر مستولی ہوگیا اس لئے اس کے بعد صقلیہ کی ولایت شاہی خانوادہ میں سے صرف تاجدار افراد کیلئے مخصوص کر لی گئی، اور ایسے لوگ یہاں کے والی مقرر ہونے لگے جن میں سے ہر ایک اپنے مختلف زمانوں میں ولایت صقلیہ پر آنے سے پہلے یا اوس کے بعد تخت قیروان پر بھی نظر آتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں ابو العباس بن ابراہیم، ابراہیم سابق فرمانروائے افریقیہ اور ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس کے نام آتے ہیں،

لیکن پھر اسی زمانہ میں اس تاجدار خانوادہ کا ستارۂ اقبال گردش میں آیا، اور افریقیہ میں لوائے فاطمی بلند ہوا، اور اغلبی حکومت کا دم واپسین آپہنچا، انہی دنوں صقلیہ کے سلسلہ ولاۃ میں دو ایسے نام نظر آتے ہیں جن کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں اغالبہ ہی کا سلسلہ نسب حاصل تھا یا

کسی اور خاندان سے وابستہ تھے، یہ دونوں محمد بن سرقوسی اور علی بن محمد بن ابی الفوارس ہیں، اور ان کے بعد احمد بن ابی الحسین بن رباح اغلبی عہدہ ولایت پر آیا، اور اس پر عہد اغالبہ کا خاتمہ ہو گیا،

صقلیہ میں اغالبہ کا عہد حکومت ۲۱۲ھ سے ۲۹۶ھ تک ۸۴ سال قائم رہا، اور اس اثنا میں ولاۃ کا عزل و نصب ہوا، مغربی مورخین کا خیال ہے، کہ صقلیہ کی ولایت اس حیثیت سے بہت ہی اکام رہی کہ یہاں ہر آن نئے نئے والی کا تقرر ہوتا اور ولاۃ میں ہمیشہ تغیر و تبدل کیا جاتا، لیکن ہمارے خیال میں اغالبہ کے ۸۴ سالہ عہد حکومت کو دیکھتے ہوئے، ولاۃ کی فہرست میں صرف ۲۰، ۲۲ ناموں کے اندراج کو کسی طویل فہرست سے موسوم نہیں کر سکتے خصوصاً اسلئے کہ انہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی طبعی موت سے الگ ہوئے، اور ان کے ماسوا بیشتر تعداد ایسے ولاۃ کی ہے، جن کا صقلیہ کی ولایت سے عزل و نصب فرمانروایان افریقیہ کی بعض حکمت عملیوں کے زیر اثر عمل میں آیا، جسمیں اہل صقلیہ کی بغاوت اور ولاۃ کی نااہلی کو بہت کم دخل تھا جس کا الزام یہ مغربی مورخین دیتے ہیں، چنانچہ صقلیہ کے ولاۃ کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا، کہ ایک ہی شخص دو دو تین تین مرتبہ والی مقرر ہوا، پہلے صقلیہ کی ولایت پر آتا، کوئی ضرورت پڑتی، تو افریقیہ طلب کر لیا جاتا، یہاں ضرورت پوری ہونے پر پھر صقلیہ بھیج دیا جاتا، کیونکہ فرمانروایان افریقیہ اکثر موقعوں پر افریقیہ کی سیاسی ضرورتوں کو صقلیہ کی ضرورتوں پر مقدم رکھتے، اور افریقیہ میں اگر کبھی بغاوت رونما ہوتی، یا افریقیہ کے کسی صوبہ کو کسی لائق والی کی ضرورت پڑتی، یا مرکزی حکومت میں کسی صیغہ کیلئے کسی تجربہ کار شخص کی ضرورت پیش آتی، تو نگاہ انتخاب فوراً والیان صقلیہ کی جانب اٹھ جاتی، اور اس امر کا لحاظ کئے بغیر کہ اس وقت صقلیہ کے سیاسی حالات کیا ہیں، وہاں سے ولاۃ کو طلب کر لیا جاتا تھا یقیناً فرمانروایان افریقیہ کا یہ طرز عمل لائق استحسان نہیں تھا،

اس موقع پر ایک چیز اور بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں یعنی ہمارے خیال میں مغربی مورخین کو اس مسئلہ میں بڑی حد تک اس لئے التباس ہوا، کہ افریقیہ سے جب کوئی فوج آئی، اور

Marfat.com

اس کے سپہ سالار نے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، توان لوگوں نے اسکی آمد کو ایک جدید والی کے تقرر سے تعبیر کرلیا، حالانکہ تسخیر بلرم کے بعد سے صقلیہ میں جو نظام حکومت قائم ہوا، اسکے رو سے والی صقلیہ اور سپہ سالار صقلیہ کے دو جداگانہ عہدے قائم ہوگئے تھے جس کا اشارہ جلد اول میں کیا جاچکا ہے،

اگرچہ عام طور پر عرب مورخین نے بھی صقلیہ کے حالات سرسری طور پر لکھنے کی وجہ سے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا، اور ان سے بھی اس قسم کے تسامح ہوگئے، لیکن انہی میں سے بعض عرب مورخین نے اس فرق کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ حسین بن محمد بن دا وران صاحب تاریخ تونس نے ان دونوں عہدوں کیلئے دو جداگانہ لفظ اختیار کئے ہیں، وہ ولاۃ صقلیہ کو لفظ والی سے موسوم کرتا ہے، اور فوج کے سپہ سالاروں کو لفظ امیر سے اس کے اس نقطۂ نظر کا فرق اسکی ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے عباس بن فضل کے تذکرہ میں لکھتا ہے:-

وکان علی عهد ابی العباس	یعنی ابوالعباس کے زمانہ میں عباس بن
عبدالله بن ابراهیم بن الاغلب	فضل صقلیہ کا امیر (سپہ سالار) تھا،
امیرًا علی صقلیة العباس بن الفضل	پھر اوس کو ۲۳۷ھ میں اوس نے وہاں
بن یعقوب بن فزارة فولاه سنة	کا والی (گورنر) بنادیا،
سبع وثلاثین ومائتین.	

ہاں اس سلسلہ میں یہ کسی قدر صحیح ہے، کہ صقلیہ میں اکثر بغاوتیں ہوئیں لیکن عہد اغالبہ پر غائر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ یہ بغاوتیں جیسا کہ کہا جاتا ہے، مسلمانوں کی قبائلی دشمنی سے نہیں بلکہ بیزنطینی حکومت کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے یہاں کی عیسائی آبادی برپا کرتی رہی، مسلمانوں میں اگر قبائلی دشمنی کی کوئی مثال ہے تو صرف آغاز عہد میں افریقی واندلسی نزاع کا پیش آنا ہے، ورنہ اس کے علاوہ اگر یہاں کوئی نزاع پیش آئی تو وہ قبائلی نہیں، بلکہ صرف خانوادہ اغالبہ کی مختلف شاخوں کی باہمی مسابقت

Marfat.com

کی ایک کشمکش تھی لیکن اسکی کوئی بھی مثال نہین کہ اوسکی بدولت کوئی عام فتنہ برپا ہوا ہو، اور کوئی عمومی بغاوت کھڑی ہوگئی ہو، البتہ بجز اس واقعہ کے کہ اغلبی شاہزادے اغلب بن محمد نے صقلیہ پر غلبہ حاصل کر لیا لیکن اوسکی حیثیت والی صقلیہ کے بجائے متغلب صقلیہ کی تھی، کہ اوس نے مرکزی حکومتِ افریقیہ سے اعلان جنگ کیا تھا، اور یہ واقعہ بھی دراصل صرف اسلئے پیش آیا، کہ حکومتِ افریقیہ سے یہ ایک شدید سیاسی غلطی ہوئی تھی کہ اُس نے افریقیہ مین فتنہ وفساد کے جسقدر عناصر تھے، سب کو صقلیہ مین جلاوطن کرکے افریقیہ کو ان کے شر سے پاک کرنا چاہا تھا، اسلئے یہ فتنہ پرداز جماعت یہان پہنچ کر حکومت صقلیہ کی راہ مین مشکلات پیدا کرتی رہی، لیکن اوسکی کامیابی بجز اوس اغلبی شاہزادے کے عارضی تسلط وتغلب کے اور کبھی ظہور پذیر نہین ہوئی،

اغالبہ کے عہد مین طرز حکومت الغرض اغالبہ کے عہدِ حکومت مین یہی طرز حکومت قائم رہا، کہ بالعموم شاہی خاندانِ اغالبہ کے شاہزادے یہان کی ولایت پر سرفراز کئے جاتے، اور وہ یہان اپنی مطلق العنان حکومت قائم رکھتے، انھین ملکی نظم ونسق کے علاوہ صقلیہ کے رومی علاقون پر حملہ کرنے اور متحارب حکومتون سے جنگ اور صلح کے معاہدے کرنے کے اختیارات حاصل تھے، پھر فوج کے سپہ سالار اگرچہ افریقیہ سے نامزد ہوکر آتے، لیکن وہ ولاۃ صقلیہ کے ماتحت ہوتے، مالیات کی نگرانی بھی انہی کے سر ہوتی، البتہ عہدۂ قضا پر افریقیہ کے اہل علم فقہا مامور ہوکر یہان آتے، جو ولاۃ کی دسترس سے باہر ہوتے اگرچہ عمومی حیثیت سے یہ عہدہ بھی اس کے ماتحت تھا، اور اوسکو قضاۃ کے استعفا وغیرہ قبول کرنے کا حق حاصل تھا، اور اسی طرح پورا جزیرہ مختلف صوبون مین تقسیم ہوکر ایک ایک والی کے تحت تھا، اور صوبون کے ولاۃ والی عام کے ماتحت ہوتے،

اغالبہ کے آخری دور مین مرکزی حکومت افریقیہ مین حکومت کے نظم ونسق کی سہولت کیلئے ایک شخص صقلیہ کے معاملات کی نگرانی کیلئے بھی مقرر ہوتا تھا، اور اوسکو صاحب صقلیہ کہا جاتا تھا، یہ گویا فرمانروائے

افریقیہ کی اعانت کیلئے وزیر صقلیہ تھا، چنانچہ ابراہیم کے عہدِ حکومت میں نصر بن صمصامہ اس عہدہ پر سرفراز تھا، اور پھر اس کے قتل کے بعد حسن بن نافذ اس عہدہ پر آیا،

یہ حاجب ولایتِ صقلیہ کے معاملات کے نگران ہوتے، اور اس کے ولاۃ کے عزل و نصب تک میں انھیں اختیار ہوتا، چنانچہ جلد اول میں ۳۰۰ھ میں گذر چکا ہے کہ آخر الذکر حاجب نے احمد بن عمر والی صقلیہ کو معزول کرکے ابوالحسین محمد بن افضل کو مقرر کیا،

لیکن ہمارے سامنے ایسی کوئی تصریح نہیں جس سے معلوم ہو کہ حاجب صقلیہ کا عہدہ مرکزی حکومت میں ہمیشہ قائم رہا، لیکن بہرحال جب بھی رہا تو اوس وقت یہی عہدیدار والی صقلیہ اور فرمانروائے افریقیہ کے درمیان کی ایک کڑی رہا، اور حکومت کے تمام معاملات اوسی کے ذریعہ انجام پاتے،

اس کے بعد جب فاطمیوں کا دور آیا، تو آغازِ عہد میں ولاۃ صقلیہ کے بارے میں ان کی بھی بالکل وہی روش قائم رہی، جو اغالبہ کے زمانہ میں تھی، اسی طرح افریقیہ سے ولاۃ کا پروانہ عزل و نصب آتا، اور اسی طرح جب ضرورت پڑتی انہیں افریقیہ بلا لیا جاتا،

البتہ فاطمیوں کے آغازِ عہد میں ان کے اور اہل صقلیہ کے درمیان اخلاص، اعتماد، اور اطاعت گذاری کے وہ جذبات قائم نہیں تھے، جو راعی و رعایا کے درمیان ہونے چاہئیں، اور جو اغالبہ کو حاصل تھے، اس لئے اس زمانہ میں اغالبہ کے عہد کے برخلاف ولاۃ صقلیہ پر شدید یورشیں اور منظم بغاوتیں ہوئیں، اور اس سلسلہ میں اہل صقلیہ کو مطمئن کرنے کے لئے کبھی کبھی ولاۃ کا عزل و نصب بھی کرنا پڑا، اور اسی زمانہ میں باشندگان صقلیہ کی [illegible] کی [illegible]

اسی لئے اس دور میں [illegible] اُس نے اپنی سخت گیری سے صقلیہ میں ۶ ہزار سے زیادہ انسانوں کا خون بہایا،

اس کے بعد ۳۳۶ھ میں حسن کلبی صقلیہ آیا، اور اپنی حکمت عملیوں سے دولتِ کلبیہ کی صقلیہ میں

Marfat.com

بنیاد ڈالی، اور اسی زمانہ سے صقلیہ مین ایک موروثی خودمختار اسلامی حکومت قائم ہوگئی، مرکزی حکومت سے اسکو ایک برائے نام تعلق باقی رہ گیا، صرف ایک متعینہ رقم خراج کی سال بہ سال چلی باقی، اور اسلامی صقلیہ کے تخت پر خانوادہ کلبیہ مین سے کوئی نہ کوئی سرفراز رہتا، اگرچہ فرمانروایان کلبی کو اپنی حکومت کے لئے خلیفہ فاطمی سے منظوری لینی ضروری تھی، لیکن یہ صرف ایک رسم سی باقی رہ گئی تھی، ورنہ بالعموم فرمانروایان کلبی اپنا جانشین خود مقرر کرتے، اور اس مین باشندگان صقلیہ اور امرائے کلبین کی رضامندی شامل رہتی، اور اسی کے ساتھ کچھ دنوں مین تو ان فرمانروایان صقلیہ کو خلافت فاطمی سے ایسے خطابات و خلعت عطا ہونے لگے، جو اس عہد مین سلاطین کو دربار خلافت سے دئے جاتے تھے، یہ کلبی فرمانروا خودمختارانہ حیثیت سے ایک متمدن نظام حکومت کے ذریعہ صقلیہ پر فرمانروائی کرتے رہے،

شاہانہ [illegible]

[illegible] صقلیہ پر ہوتے کے عالیشان قصر مین اقامت پذیر رہتے، طرز بود و باند مشرقی طرز کا تھا، شاہی محل مین خدم و حشم اور غلامون وغیرہ سرائون کا جھرمٹ رہتا، دربار مین مشرق کے شاہانہ آداب [illegible] ملحوظ رہتے، شہر مین بادشاہ کی سواری شاہانہ تزک و احتشام سے نکلتی، جسمین چتر و جلوس کا اہتمام رہتا،

چتر و جلوس کے یہ شاہانہ مراسم فاطمیین کے ذریعہ یہان رائج ہوئے، کلبین کے سامنے انہی فاطمیین کی مثال تھی، یہ شاہی چتر ڈھال کی شکل کا ہوتا، جو سونے کے ایک خوشنما آبدار نیزے کی انی پر قائم رہتا، چتر مین قیمتی جواہر ٹنکے ہوتے، اس چتر کو ایک شخص جو صاحب المظلہ کہا جاتا تھا ہاتھ مین لیکر تخت یا سواری کے سامنے آفتاب کی کرنون سے سایہ کرتا، صقلیہ کے کلبین سے پہلے زمانون مین اس کا رواج ہوا، قاضی ابو عبداللہ محمد بن علی بن حماد لکھتے ہین:-

ولم یعلم احد من الملوک اتخذ هذا ... اسلامی سلاطین مین بجز عبیدیین کے کسی اور نے

المظلة الا بنو عبيد خاصة ثم ملك الروم با صقلية[1]	ترجمہ	متعلق معلوم نہین کہ اس چتر کو اختیار کیا ہو عبیدیین نے اوسکو اختیار کیا پھر رومی بادشاہ نے صقلیہ مین اسکو

مسٹر اسکاٹ کلبی فرمانرواؤن کے شاہانہ طور وطریق کے متعلق لکھتے ہین:-

اون کے بادشاہ عوام سے میل جول نہ رکھتے اور الگ تھلگ رہتے ہین، ایشیائی خود مختار فرمانرواؤن کے بدترین نمونہ تھے، انتہا یہ ہے کہ اون کی رعایا کا کثیر حصہ ایسا تھا کہ جو اون کا صورت آشنا بھی نہ تھا، اپنے بادشاہ کو دیکھ کر وہ پہچان بھی نہ سکتے تھے، یہ بات مقتضائے احتیاط یا اپنی خیال کہ [illegible] رہنے سے رعب داب قائم رہتا ہے، وہ دربار بھی کرتے اور مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے مگر پردہ مین چھپے بیٹھ کر، جو نہ صرف اون کو بلکہ اون کے تخت کو بھی آنکھون سے اوجھل رکھتا تھا، خاندان فاطمین مصر کے چند نالائق بادشاہون کی طرح وہ بھی اگر کہین نکلتے تھے، تو پردہ دار پالکی کے اندر بیٹھ کر، اس پالکی کو خواجہ سرا اپنی جھرمٹ مین لئے رہتے...... ان مین سے جن بادشاہون نے میدان جنگ مین کوئی کارنمایان کرکے شہرت حاصل کی، وہ اپنی موت سے مرے، مگر زیادہ تعداد ان بادشاہون کی تھی، جو اپنی جگہ میدان جنگ مین کسی اور کو بھیج دیتے، اور یہ لوگ خفیہ طور پر مقتول ہوتے، یہ بھی ایک عجیب خصوصیت ہے جو کہین اور نہین ملتی[2]۔

جلد اول مین ہر فرمانرواؤن کے عہد کی پوری تفصیل مع حوالون کے گذر چکی [illegible] نظر ڈالئے، اور پھر دیکھئے کہ مسٹر اسکاٹ کی یہ قیاس آرائیان کس قدر بے بنیاد ہین، [illegible]

---

[1] کتاب بہجة [illegible] اخبار ملوک [illegible] صاحب [illegible] بادشاہ او [illegible] اون کے پاس ہدیۃً بھیجا ہوا چتر اشتباہ سے لکھتا ہے، [illegible] ہدایا و تحائف کا [illegible] پکڑنے کی ضرورت نہین، صقلیہ مین عبیدیین کے روایات کے حامل کلبین تھے، اور [illegible] کے جانشین [illegible]

[2] اخبار اندلس جلد ۲ صفحہ ۶۵۔

واقعہ پر پورے عہدِ اسلامی کا قیاس کر لیا تاریخوں مین ثقۃ الدولہ کے متعلق مذکور ہو کہ جب تاج الدولہ جعفر کے خلاف بغاوت ہوئی، تو وہ بغاوت فرو کرنے کیلئے تخت پر سوار ہو کر آیا، اور جعفر روپوش رہا، کہاں امر واقعہ یہ کہ ایک سابق فرمانروا محض اپنی علالت کے باعث پالکی پر سوار ہو کر مجمع مین آتا ہے، اور فرمانروائے وقت کے خلاف چونکہ بغاوت پھیلی ہوئی تھی اور مشتعل مجمع محل شاہی کے گرد مجتمع تھا اسلئے وہ روپوش ہو جاتا ہو محض اس واقعہ پر اپنے قیاس کی بنیاد قائم کر کے علی الاطلاق یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ یہان کے فرمانروا روپوش رہتے اور پالکیون مین سوار ہوتے کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے (ثقۃ الدولہ مجمع کے سامنے ہی فیصلہ کیلئے آیا تھا) تو پردہ کے اندر سے کرتے، اور باہر نکلتے، تو پردہ دار پالکی مین بیٹھتے،

اسی طرح ابوالاغلب کے متعلق تاریخون مین آتا ہے، کہ وہ اپنی فرمانروائی کے طویل عہد مین بزم سے باہر نہین نکلا، سپہ سالارون کی نگرانی مین فوجین بھیجا کرتا تھا، بجز اس واقعہ کے صقلیہ کے پورے عہدِ ... مین شاید کوئی اور مثال نہین پیش کیجا سکتی، مگر اس کو صقلیہ کے فرمانرواون کیلئے ایک کلیہ کے طور پر پیش کر دیا گیا، اور محل کے آرام پسند فرمانرواون کیلئے عمومی طور پر کہا گیا کہ خفیہ مقتول ہوتے تھے حالانکہ ان کے قتل کے واقعات اگر پیش آئے ہین، تو صرف دولتِ اغالبہ کے ... مین ... بھی محض تین والیون کا قتل ہے جنمین خفاجہ تو میدانِ جنگ سے واپسی کے بعد قتل کیا گیا، اور دوسرا قتل اس کے لڑکے محمد کا ہوا، اور تیسرا جعفر بن محمد کا، اور موخرالذکر قتل کا ذمہ دار بھی رعایا کے طبقہ مین سے ہونے کے بجائے ایک ایسا اغلبی شاہزادہ تھا، جو افریقہ سے یہان جلاوطن کیا گیا تھا، ... پھر محمد بن خفاجہ اور جعفر بن محمد کے عہدِ حکومت کو دیکھئے تو معلوم ہو کہ ان کے عہدِ حکومت کا کتنا وقت لڑائیون کے میدان مین گذرا، اسکے بعد دولت کلبیہ کے عہد مین تائید الدولہ قتل کیا گیا لیکن تائید الدولہ محلون مین روپوش رہنے کے بجائے ... کی مہمون مین جاتا، اور صقلیہ

کی مختلف جماعتون سے مل مل کر سازباز کرتا تھا، اور اس کے نتیجہ مین قتل کیا گیا،

صوبہ کی تقسیم اور انکی حکومت

صوبون کی تقسیم اور ان کی حکومت

صقلیہ اسلامی حکومت سے پیشتر دو حصون سیراکیوز (سرقوسہ) اور پلرمو (بلرم) مین تقسیم تھا، لیکن اسلامی دور مین اسکی اس قدیم تقسیم کے بجائے، اسکی جغرافی تقسیم پر سیاسی تقسیم بھی قائم کی گئی، صقلیہ کے جغرافیہ طبعی مین گذرا ہے، کہ عربون نے صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دے کر دو متساوی ساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا تھا چنانچہ اوسی پر پوری جزیرہ کو تین صوبون مین تقسیم کیا، موسیو لیبان صوبون کی تقسیم اور انکی حکومت کے متعلق کہتے ہین:-

"جب عرب صقلیہ کی فتح سے فارغ ہوئے، تو وہان اونھون نے انتظام شروع کیا، کارتھیجیون کے وقت سے جزیرہ کے دو حصے تھے، ایک مین سیراکیوز کے صوبے تھے، اور دوسرے مین پلرمو کے، عربون نے اوسکو تین ولایتون مین تقسیم کر دیا، جو حدود جغرافی کے رو سے نہایت درست تقسیم تھی، ہر ایک ولایت مین کئی اضلاع تھے، جن پر ایک والی حکومت کرتا تھا، اور اسکے تحت مین کئی قائد تھے"[1]

لیکن سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے صقلیہ مین سب سے پہلا عربی صوبہ مازر قرار پایا، اور ابوزکی کنانی یہان کا سب سے پہلا گورنر یا صوبہ دار تھا، جسکو فاتح صقلیہ اسد نے مقرر کیا تھا، پھر جیسے جیسے فتوحات مین اضافہ ہوتا گیا، صوبون مین ردوبدل ہوتا گیا، اسلئے ایک ... در اصل صقلیہ مین کل تین صوبے بلرم، قصریانہ، اور مسینا رہے، لیکن پورے جزیرہ کی فتح کے بعد اسکو پانچ بڑے صوبون مین تقسیم کیا گیا، اور شہر بلرم، جرجنت اور مسینا، مازر اور قصریانہ صقلیہ کے صوبون کے دار الحکومت رہے، اور ان پر الگ

---

[1] تمدن عرب لیبان ص ۲۸۱،

الگ ولاۃ مامور تھے، اور اس طرح پورا جزیرہ پانچ صوبوں میں تقسیم تھا، اسی لئے موسیو سدیو نے صوبوں کی تقسیم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

پھر انھوں نے ان ملکوں کو دو صوبوں میں تقسیم کیا، ایک کا نام سراغوسی[۱] (سرقوسہ) اور دوسرے کا نام پانرتیانی (بلرم) تھا، مزارہ (مازر) نوطو (نوطس) مونہ (قصریانہ) میں تین والی مقرر کئے، ہر والی کے ماتحت ایک ایک حاکم تھا، اس حاکم کے ماتحت اور سپہ سالار تھے، جو ان ولایتوں کے اطراف کی نگرانی کا کام کرتے تھے، غرض عربوں نے ان ملکوں کی جو ترتیب دی، اور ان کو تقسیم کیا، وہ بہت ہی اچھی طرح پر کیا۔

الغرض صوبہ کا گورنر دار الحکومت میں رہتا، اور اسکے ماتحت ہر شہر میں ایک ایک حاکم ہوتا، یہ صوبے اپنے اندرونی نظم و نسق میں کامل آزاد تھے، ان کی فوج بھی مرکزی حکومت سے آزاد تھی، اور مرکزی حکومت کی امداد کیلئے ہمیشہ تیار رہتی تھی،

صوبوں کے گورنر اگرچہ ان صوبوں کے گورنروں کے نام تاریخ میں نظر نہیں آتے، لیکن صقلیہ کی پوری سیاسی تاریخ کو سامنے رکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گورنر، ولاۃ صقلیہ کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے جو ان کے معتمد ترین اشخاص ہوتے تھے، اور اسی لئے گورنری کے عہدہ پر بالعموم ولاۃ صقلیہ کے اعزۂ خاص سرفراز رہتے، اور اسلئے یہ گورنر مرکزی حکومت کے خلاف برپا ہونے والی بغاوتوں کے موقعوں پر ولاۃ صقلیہ کے دست راست ہوتے اور اسکی متعدد مثالیں جلد اول میں گذری ہیں، کہ ان گورنروں نے اپنی فوج کے ساتھ بلرم پہنچ کر ولاۃ صقلیہ کی امداد کی دولت اغلبیہ کے بعد دولت فاطمیین بھی اسی پر عملدرآمد رہا، چنانچہ ۲۹۰ھ میں جب حسن بن احمد بن ابی الخنزیر صقلیہ کا والی مقرر ہوا، تو اوس نے

---

[۱] یہاں سرقوسہ کے بجائے مسینی ہونا چاہئے، فضل بن جعفر ہمدانی اس صوبہ کا پہلا گورنر تھا، ص ۵۲ تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۳،

Marfat.com

ماذر پر قدم رکھتے ہی جرجنت کی ولایت اپنے بھائی کے سپرد کی۔[51]

صوبہ ایطالیہ یون تو ایطالیہ مین مسلمانون نے اوائل مین بعض شہرون پر قبضہ کرلیا تھا لیکن حکومت کی باضابطہ تشکیل ۲۳۲ھ کے بعد مفرج بن سالم کے ہاتھون ہوئی، اور وہی یہان کا سب سے پہلا خودمختار فرمانروا تھا، جسکو خلیفہ عباسی متوکل نے سند ولایت بھیجی، لیکن اس کے قتل کے بعد اٹلی کے اسلامی مقبوضات صقلیہ کے ایک صوبہ کی حیثیت سے صقلیہ کے ماتحت آگئے، جنکی حفاظت و صیانت کیلئے صقلیہ کو بارہا فوجکشی کرنی پڑی،

اس کے بعد فرمانروائے افریقیہ ابوالغرانیق محمد بن احمد نے اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے لیے ایک مستقل والی مقرر کیا اور ان کو صقلیہ سے آزاد کرکے حکومتِ اغلبیہ کے ایک مستقل صوبہ کی حیثیت دی، عبداللہ بن یعقوب اور اوسکی وفات پر ابوالعباس بن یعقوب بن عبداللہ یہان کے والی بنائے گئے،

لیکن پھر یہ نظام قائم نہین رہا، اور ایطالیہ کے اسلامی مقبوضات دوبارہ حکومتِ صقلیہ کے ماتحت آگئے، اور جنوبی ایطالیہ کیلئے ایک والی مقرر ہونے لگا،

جزائر جزائرِ صقلیہ مین سے جو جزیرہ صقلیہ کے جس صوبے کے قریب تھا، وہ اس صوبہ کے ماتحت تھا، البتہ جزیرہ مالٹا مین حکومتِ صقلیہ کی سیادت مین یہان کے باشندون کی جداگانہ حکومت قائم تھی، اور صرف صقلیہ کا ایک اسلامی دستہ شہر مالٹا مین موجود رہتا تھا، جس کے مصارف اسی جزیرہ سے ادا ہوتے تھے،

اسی طرح جزیرہ سردانیہ کا انتظام براہِ راست حکومت افریقیہ کے ماتحت چلا گیا، اور صقلیہ کی حکومت سے اس کا کوئی تعلق باقی نہین رہا،

---

[51] ابن اثیر جلد ۸ ص ۳۰،

Marfat.com

حکومتِ صقلیہ کے ماتحت شعبے،

صقلیہ کی اسلامی حکومت مختلف شعبون پر مشتمل تھی جنمین سے دیوان الکتاب (دفتر وزارت) دیوان الخراج (صیغۂ مالیات) صیغۂ عدالت و قضا، محکمۂ شرطہ (پولیس) اور دیوان الجیوش، (صیغۂ عسکری) کے حالات ملتے ہین،

لیکن یہ امر کہ صقلیہ مین ان دواوین خصوصًا دیوان الکتاب کی ابتدا کب سے ہوئی، نہایت مشتبہ ہے، بہرحال ایک عینی شاہد کی حیثیت سے ابن حوقل کی روایت سب سے قدیم ہے، وہ ۳۶۲ھ مین صقلیہ گیا تھا، اس لئے بہ ظاہر ان کی ابتدا دولتِ کلبیہ سے سمجھنی چاہئے، اور اگر جدید پایۂ تخت خالصہ کی تعمیر پر قیاس کرین تو دولتِ فاطمیہ کے دوسرے دور کے آغاز سے اُن کی ابتدا ہوگی،

اغالبہ کے عہد مین دواوین

اگرچہ اغالبہ کے عہدِ حکومت میں ان دواوین کی تشکیل کی کوئی شہادت دستیاب نہین ہوئی تاہم ان دواوین مین سے صیغۂ عسکری اور صیغۂ قضا ابتدا ہی سے دو جداگانہ شعبے قائم تھے، اسلئے عہدِ اغالبہ مین والی، سپہ سالار اور قاضی، تین جلیل القدر عہدہ دار تھے، نیز صیغۂ مال کے منتظم صاحب الخمس کے عہدہ کا بھی پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ عہدِ اغالبہ مین حکومت کے اہم خدمات پر صقلیہ کے ولاۃ اپنے ہی خانوادہ یعنی اغالبہ کے ممتاز افراد کو مقرر کرتے تھے،

عہدِ کلبیہ مین ایوانِ حکومت کی تعمیر

بہرحال دولتِ فاطمیہ کے دوسرے دور کے آغاز مین خلیل والیِ صقلیہ نے بلرم کے پہلو مین خالصہ کی بنیاد ڈالی، اس کی تعمیر کی اصل غرض حکومت کے دفاتر کو یکجا کرنا تھا اس جدید دار الحکومت مین حکومت کے دفاتر کیلئے جداگانہ عمارتین تعمیر ہوئین، ابن حوقل کا یہ بیان کسی جگہ گزر چکا ہے، کہ

"خالصہ مین سلطان صقلیہ اور اس کے تحت عمال رہتے ہین، اسی مین بازار اور ہوٹل وغیرہ ہیں"

آبادی کے لوازم ہیں، انہیں میں، البتہ حمام بنائے گئے ہیں، اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جو یہیں کے باشندوں کیلئے مخصوص ہے، توپخانہ، جہاز سازی کے کارخانے اور دیوان حکومت کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں،

چنانچہ خالصہ کی تعمیر کے بعد سے حکومت کے دفاتر باضابطہ طور پر خالصہ میں کھل گئے،

دیوان الکتاب

دیوان الکتاب یا دفتر وزارت حکومت کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ دیوان الکتاب تھا جو گویا دور حاضر کا دفتر وزارت عظمیٰ تھا، وزراء کا تقرر فرمانروایان صقلیہ کی جانب سے ہوتا تھا، حکومت کے تمام محکمے انہی کی نگرانی میں ہوتے تھے، ان کا لقب "کاتب" ہوتا اور عہدہ کی مناسبت سے صاحب دیوان کہلاتے تھے،

وزراء صقلیہ کے عہدۂ وزارت پر سرفراز ہونے والوں میں سے جن اشخاص کے نام دستیاب ہوئے ہیں، جن کا ذکر خوش قسمتی سے ابن القطاع نے الدرۃ الخطیرہ میں شعراء کی حیثیت سے کیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں،

ابوعلی حسن بن محمد کاتب، ابواسحاق ابراہیم محمد بن حنیف الوزیر الکاتب، ابوالفضل بن احمد بن واثق ابوالقاسم عبدالرحمن بن حسن الکاتب، ابومحمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن الانصاری الکاتب ابوالحسن علی بن عبدالرحمن الکاتب، اسی طرح یعقوب حموی نے ابوالحسن علی بن اسحاق الوراق کو صاحب الدیوان صقلیہ بتایا ہے، اور حسن بن محمد بانانی کا نام بھی تاریخوں میں آیا ہے،

یہ فاضل روزگار تھے، علوم و آداب میں دستگاہ اور شعر و شاعری کا پاکیزہ مذاق رکھتے تھے، اور اپنی علمی منزلت ہی کی بدولت اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کئے گئے تھے[1]

---

[1] الدرۃ الخطیرہ، از یادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۹۵ کتاب المشترک وضعاً والمفترق صقعاً یاقوت حموی مجموعہ امارئ ص ۱۳۳،

Marfat.com

وزراء کے فرائض و اختیارات | یہ وزراء امور مملکت میں مختار کل ہوتے تھے، حکومت کے تمام صیغوں کی نگرانی اور قوانین کا انضباط و اجراء ان کے سپرد تھا، چونکہ یہ لوگ عوام کی مرضی کا بھی لحاظ رکھتے تھے، ۴۱۰ھ میں حسن بن محمد باغائی نے اس کے خلاف روش اختیار کی، اور تلخ نتائج پیش آئے، عوام نے اوس کی معزولی کا مطالبہ کیا، اور جب تاج الدولہ نے عوام کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا، اور اسے عہدۂ وزارت پر قائم رکھا تو خود تاج الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا، اور بالآخر ثقۃ الدولہ یوسف مکلر اسے عوام کے سامنے آیا، اور اون کی رائے قبول کرنے کا وعدہ کیا چنانچہ نویری لکھتا ہے:

وعدهم انه لا يخرج عن رايهم[1] | اور اون لوگوں سے وعدہ کیا کہ وہ ان کی مرضی سے باہر نہ جائے گا،

دیوان الخراج

صاحب الخمس | صقلیہ میں محاصل کی تحصیل وصول کیلئے ایک مستقل محکمہ دیوان الخراج قائم تھا، اس محکمہ کے افسر اعلیٰ کو صاحب الخمس کہتے تھے، یہ عہدہ حکومت کے معزز عہدوں میں تھا چنانچہ جب ایک مرتبہ ۲۹۹ھ میں حسن بن احمد والی صقلیہ بعض مشکلات میں گھر گیا، اور باشندگان صقلیہ نے اوسکو گرفتار کرکے اوس سے عنان حکومت چھین لی، تو اس موقع پر خلیل صاحب الخمس نے عنان حکومت سنبھال لی اور صقلیہ کی رعایا نے اوسکی اطاعت قبول کر لی،

عہد اغالبہ میں | صاحب الخمس کا عہدہ اغالبہ کے عہد سے قائم تھا، لیکن افسوس ہے کہ عہدہ داروں کا تذکرہ تاریخوں میں موجود نہیں صرف تسمران صاحب الخمس کا ذکر اس عہد کے عہدہ داروں میں آتا ہے، جو صقلیہ میں مقتول ہوا[2]،

[1] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴، [2] تاریخ صقلیہ من حین وخلفا المسلمون در اماری،

Marfat.com

عہد فاطمیہ مین اسی طرح خلیل صاحب الخمس کے ذکر سے عہد فاطمیہ مین اس عہدہ کا پتہ چلتا ہے، وہ ۲۹۹ھ مین اس عہدہ پر سرفراز تھا، صاحب الخمس سارے جزیرہ کے مداخل و مخارج کا نگران تھا جس کے ماتحت افسر ہر ہر شہر مین بطور محصل متعین تھے، موسیو لیبان لکھتے ہین:

"ہر ایک شہر مین ایک محصول دار تھا، اور ایک بڑی مجلس تھی، جسے دیوان کہتے تھے، اور مداخل و مخارج کی نگرانی اس مجلس سے متعلق تھی"۔

چونکہ زکوٰۃ کی تحصیل وصول بھی اسی محکمہ کے سپرد تھی، اسلئے صاحب الخمس کا عہدہ ایک نیم مذہبی تھا، اور اسی لئے اس عہدہ کیلئے اسلام کی شرط ضروری تھی، چنانچہ جب محمد بن فضل والی صقلیہ کی نگاہ اس عہدہ کے لئے ایک عیسائی پر پڑی، اور اوسکو یہ خدمت [illegible] چاہی تو اس نے اس عہدہ کی اوسی نیم مذہبی حیثیت کے باعث پہلے اوس کو قبول اسلام کی دعوت دی، جب وہ آمادہ نہین ہوا، اور یہ تقرر عمل مین نہ آسکا[1]۔

محاصل صقلیہ کی اسلامی حکومت مین وہی محاصل بطور قانون عائد تھے، جو اس عہد مین اسلامی ممالک افریقیہ وغیرہ مین رائج تھے، اسلامی ممالک مین محاصل کی مختلف قسمین زمینون کی مختلف حیثیات اور شہرون کے مفتوح ہونے کی مختلف نوعیتون کے لحاظ سے رائج تھین، صقلیہ مین بھی زمین کی مختلف قسمین تھین اور یہان کے مختلف شہر مختلف نوعیتون سے مفتوح ہوئے تھے، اسلئے محاصل کی مختلف قسمیں مختلف حصۂ ملک مین جاری تھین، اسی کے ساتھ صقلیہ مین تجارت، صنعت و حرفت کی بھی گرم بازاری تھی، اور ساحل سمندر پر آباد ہونے کی وجہ سے وہ محاصل بھی عائد تھے، جو موتی و مونگا کی نکاسی اور عام تجارتی کشتیون کی آمد و رفت پر عائد ہوتے تھے،

البتہ باغائی کے اجراے قانون عشر کے خلاف ہنگامہ آرائی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہان عشر کا قانون رائج نہ تھا، کیونکہ باغائی نے ممالک اسلامیہ کے اسی عام قانون کو یہان بھی نافذ کرنا چاہا، اور

---

[1] متمن عرب ص ۲۰۱ سنہ ۴۲، تاریخ مغرب ابن عذاری۔

اور ان کی یادداشتیں ہیں ... گیا یہاں عشر کے بجائے رواجی قانون محاصل نافذ تھا، اور لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لینے کے بجائے ہل اور بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی تھی۔

صقلیہ کی عیسائی رعایا پر محاصل صقلیہ کے عیسائیوں پر جزیہ کی رقم عائد تھی، جو انہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے ادا کرنی پڑتی تھی، اسلامی حکومت نے ان کے ساتھ یہ خاص رعایت کی تھی کہ جزیہ کی رقم عیسائی عہدہ داروں ہی کے ذریعہ وصول کی جاتی تھی۔ موسیو لیبان ایک سلسلہ میں صقلیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ عیسائیوں کے باہمی قضایا کو فیصل کرتے، اور جزیہ جو عربوں نے مقرر کیا تھا، وصول کرتے تھے۔ یہ جزیہ امراء کے لئے سالانہ اڑتالیس ۴۸ دینار، خوش باشوں کے لئے چوبیس ۲۴ دینار اور مزدوروں کے لئے بارہ ۱۲ دینار تھا، اور یونانی رومی حکومتوں کے محصولوں کے مقابلہ میں بہت کم تھے، راہب، عورتیں اور بچے بالکل جزیہ سے مستثنیٰ تھے"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:

"دربار قسطنطنیہ کے محاصل بہ نسبت مسلمانوں کے ... سخت تھے، مسلمانوں کا ایک معتدل ایک مدت مقررہ پر اکر جزیہ ... تھا، اور دربار قسطنطنیہ کا تقاضا بے ... ظالمانہ تھا"[2]

صیغۂ عدالت و قضا

محکمۂ قضا کی بنیاد یہ عجیب اتفاق ہے کہ صقلیہ میں محکمۂ قضا کی بنیاد اس کے مفتوح ہونے سے پیشتر ۲۱۲ھ ہی میں پڑی، صقلیہ کی اسلامی حکومت کے بانی قاضی اسد کے ولایت صقلیہ پر مقرر ہونے کے

[1] تمدن عرب ص ۳۱۱ [2] اخبار الاندلس جلد

Marfat.com

ذکر ہو چکا ہے، کہ جب انہیں امارت کا عہدہ سپرد ہوا، تو ان پر اپنے قدیم منصب قضارت سے جدا ہونا شاق گذرا اور جب خبر زیادۃ اللہ تک پہنچی، تو اوس نے کہا کہ مین نے تمھیں عہدۂ قضار سے معزول نہین کیا بلکہ تمھین عہدۂ امارت پر سرفراز کیا ہے جو قضارت سے زیادہ معزز ہے، اب مین تمھین قضارت کیلئے بھی نامزد کرتا ہون اور تم بیک وقت اب قاضی بھی ہو اور امیر بھی زیادۃ اللہ کے انھی الفاظ سے صقلیہ مین محکمۂ قضار کی بنیاد پڑی، اور پھر رفتہ رفتہ اس محکمہ نے ایک نہایت منظم و مکمل صورت اختیار کرلی،

دار القضار چنانچہ جب صقلیہ مین نظامِ حکومت کی تشکیل ہوئی، تو محکمۂ قضار کا بھی افتتاح ہوا اور جب خالصہ مین دار الحکومت کی تعمیر ہوئی، تو محکمۂ قضار کیلئے بھی ایک شاندار عمارت تعمیر ہوئی، جسمین قضاۃ صقلیہ سکونت پذیر ہوتے تھے، اور اسی مین عدالت کے اجلاس ہوتے اور مقدمات کے فیصلے سنائے جاتے تھے، قاضی صقلیہ ابو عمرو محمد بن میمون متوفی ۳۰۶ھ ایک سادہ مزاج متقی بزرگ تھے، جب عہدۂ قضار پر صقلیہ آئے، اور سعید بن عثمان صقلی نے ان کا استقبال کرکے انھین دار القضار مین ٹھہرایا، تو وہ اس کی عظیم الشان عمارت کی زیب و زینت دیکھکر کہنے لگے یہ تو اکابر اغلبی کی قیامگاہ ہے، مین اس مین ٹھہر کر کیا کرون گا، اور اسکے بعد ایک مختصر مکان مین اٹھ آئے [1]

صوبون مین محکمۂ قضار فتوحات کے بعد جب ولایتیں قائم ہوئین، تو ہر جگہ محکمۂ قضار کی بھی جداگانہ بنیاد پڑی، اور بلرم کے قاضی کو قاضی القضاۃ کی حیثیت حاصل ہوئی، موسیو لیبان صقلیہ کے نظامِ حکومت مین سے محکمۂ قضار کے متعلق اجمالاً لکھتے ہین:-

"بلرم مین ایک مفتی تھا، اور ہر ایک ولایت مین ایک ایک قاضی اور اوس کا ایک منشی امتہ تھا،" [2]

قانون مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے رو سے ہوتا تھا، افریقہ دولتِ عباسیہ کے ماتحت اور صقلیہ

[1] ریاض النفوس دماری ص ۱۸۳، ۱۹۲، [2] تمدن عرب ص ۲۰۱،

افریقیہ کے ماتحت تھا، اسلئے یہاں بھی فقہ حنفی کا قانون رائج تھا، اسی لئے مقدسی نے لکھا،

واکثر اهل صقلیة حنفیون۵ اکثر باشندگان صقلیہ حنفی المذہب تھے،

جو علماء و فقہاء یہاں عہدۂ قضاء پر مامور ہوئے، ان میں سے بیشتر مالکی مذہب کے پیرو تھے،

لیکن جیسا کہ بتایا گیا، افریقیہ و صقلیہ میں مذہب حنفی و مالکی میں ایک امتزاج ہوگیا تھا اور خود قاضی

اسد بن فرات کی شخصیت ان دونوں مذاہب کا جامع تھی، اسد مدینہ و عراق دونوں سرچشموں

سے سیراب ہوئے تھے، اسلئے خصوصاً صقلیہ میں فقہ مالکی کو جو کچھ قبولیت تھی، وہ عبادات میں تھی لیکن

معاملات یعنی قوانین کا تمام دار و مدار فقہ حنفی ہی پر رہا، اور بیشتر مقدمات اسی کے رو سے فیصل ہوتے تھے،

جب فاطمیون کا دور آیا، تو حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا، اور اگر ہم افریقیہ میں مذہب شیعی

کے بزور اشاعت دینے کے واقعات پر صقلیہ کے حالات کا قیاس کریں تو شاید اوائل میں یہاں بھی مذہب

شیعی کے مطابق فیصلے ہوتے ہوں لیکن پھر اس پر عمل نہیں رہا، اور دولت کلبیہ کے عہد میں عہدۂ

قضاء پر سُنی المذہب علماء مقرر ہوئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کے شیعی المذہب ہونیکے باوجود یہاں سُنی مذہب

کے قوانین نافذ تھے،

عیسوی عدالت اور قانون البتہ اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائی باشندوں کیلئے جداگانہ عدالتیں قائم

کی تھیں، اور ان کے خاص نوع کے مقدمات انہی عدالتوں میں پیش ہوتے، اور انہی کے قوانین کے رو سے

فیصل ہوتے تھے، ہوسیولیبان لکھتے ہیں:

"ان امور میں جو عام فوائد ملکی سے متعلق نہ تھے. عیسائی خود اپنے قانون کے پابند اور اپنے احکام

کے ماتحت تھے، پرانے یونانی حکام فوجداری جنہیں اسٹراٹیج کہتے تھے، اب تک قائم تھے، او

نہ فقط ان کے فرائض او حقوق مثل سابق کے برقرار تھے، بلکہ ان کا نام تک نہیں بدلا گیا تھا، یہ

---

۵ احسن التقاسیم مقدسی ۲۳۶ ،

عیسائیون کے باہمی قضایا کو فیصل کرتے تھے[۱]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

"عیسائیون کے ہم قوم و ہم مذہب حکام ان کے معمولی مقدمات کا فیصلہ اسی قانون کے مطابق کرتے تھے، جنکے وہ سالہا سال سے خوگر تھے"[۲]

مسلمانون اور عیسائیون کے حقوق وراثت وغیرہ کی نگہداشت

اسی طرح معاشرت کے معاملات، وراثت کے حقوق اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی ملکیت مین مسلمانون کیلئے علم فرائض کے مطابق قوانین نافذ تھے، اور عیسائیون کیلئے انکے ملکی رسم و رواج کے مطابق قوانین ترتیب پائے تھے، اور ان امور مین لوگون کے حقوق کی نگہداشت کیجاتی تھی،

شیخ ابوعثمان سعید بن الحداد قیروان کے ایک ذی علم بزرگ تھے، ان کے ایک بھائی کا صقلیہ مین انتقال ہوا تو اون کے وارث شیخ ابوعثمان تھے، جن کی تمام زندگی علم کی خدمت مین بسر ہوتی تھی اور جو تنگدستی و پریشانی سے گذارا کرتے تھے، مگر دنیا سے بے تعلقی اور طبیعت کے استغنا کیوجہ سے حق وراثت کے دعویدار نہین ہوئے، اس زمانہ مین ابراہیم بن احمد صقلیہ کا فرمانروا تھا، اوس نے اوس متوفی کے ورثار کی تحقیق کر کے اوس کا ترکہ چار سو دینار انہی شیخ ابوعثمان کے پاس بھجوا دیا[۳]

اسی طرح عیسائیون کے حق وراثت وغیرہ کے قوانین کے متعلق موسیو لیبان کا بیان ہے :

"جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے، مثلاً معاملات جائداد اور وراثت وغیرہ وغیرہ ان کو عربون نے اس عمدگی سے رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرا دیا تھا، کہ نارمن بھی بالالتزام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہے"[۴]

---

[۱] تمدن عرب ص ۱۰۶ [۲] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۲۲ [۳] ریاض النفوس دراماری ص ۱۹۱، و معالم الایمان جلد ۲ ص ۲۱۲ شیخ ابوعثمان کے حالات معالم جلد ۲ مین ص ۲۱۲ سے ۲۲۵ تک تفصیل مذکور ہین، [۴] تمدن عرب ص ۲۹۲

صقلیہ کے صیغۂ عدالت و قضا پر ایک غلط الزام

لیکن صقلیہ کے صیغۂ عدالت و قضا کے ان حالات اور موسیو لیبان کی اس تصریحی شہادت کے باوجود اخبار الاندلس کے مصنف مسٹر اسکاٹ صقلیہ کے صیغۂ عدالت و قضا کے نظام سے مطمئن نہیں ہیں، اور اس پر اس اسلوب بیان میں نکتہ چینی کرتے ہیں:

چونکہ مسلمانوں کی عملداری تھی، اس لئے ظاہر ہے کہ مقدمات کا فیصلہ فقہ اسلامی کے موافق ہوتا تھا، یہ کچھ غیر معمولی بات نہ تھی، کہ اکثر لوگ قانونی دار و گیر سے بالکل بچ جاتے تھے، یا سزا قانونی میں اتنی سختی نہیں کیجاتی تھی جتنی کہ بانی قانون کا منشا تھا، چونکہ خونریزی کے نظارے ہر وقت وہاں کے حکام کے سامنے رہتے تھے، نیز عوام الناس ان کے اقتدار کی اتنی عظمت نہیں کرتے تھے جس کی فی الحقیقت وہ مستحق تھے، اسلئے ان کے مزاج میں وحشیانہ سختی آگئی تھی[۱]

مذکورۂ بالا بیان میں مسٹر اسکاٹ سے کسی حد تک خلط مبحث ہو گیا ہے صقلیہ میں حکومت اسلامی تھی، اسلئے مقدمات کا فیصلہ یقیناً فقہ اسلامی کے رو سے ہوتا تھا، لیکن فقہ اسلامی کے قوانین صرف مسلمانوں کے لئے نافذ تھے عیسائیوں کیلئے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، عدالت کا جداگانہ نظام قائم تھا جس کا تذکرہ مسٹر اسکاٹ بھی ایک دوسرے موقع پر کر چکے ہیں،

مسٹر اسکاٹ مجرمین کے قانونی دار و گیر سے بچ جانے کا الزام یہاں کی عدالتوں پر ڈالتے ہیں، لیکن اس میں بھی ایک مغالطہ نہاں ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان کا روئے سخن ان مجرمین کی جانب ہے جو حکومت وقت کے خلاف بغاوتیں، اور سازشیں کرتے اور ان کے فرو ہونے کے بعد عفو عام کے فرامین حاصل کر لیتے تھے، لیکن صقلیہ کی سیاسی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا کہ مسٹر اسکاٹ

[۱] اخبار الاندلس جلد ۲ صـ۳۳

کا یہ بیان کلیتہً صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایک طرف یہاں کے طریق حکومت میں عفو عام اور قبیل کے مجرمین سے چشم پوشی کی مثالیں نظر آتی ہیں تو دوسری طرف ایسے بھی واقعات ہیں کہ صرف ایک والی (خلیل) کے مختصر عہد میں ۸ ہزار سے زیادہ اشخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور باغیوں اور مجرموں کو پاداش جرم میں ڈنڈوں سے پیٹ پیٹ کر ہلاک کرنے تک کی عبرت انگیز سزائیں دی گئیں اسلیے اگر صقلیہ کا اول الذکر طرز عمل سیاسی حکمت عملی و دانائی پر مبنی ہونے کے بجائے اصول قانون و انصاف کے خلاف سمجھا جائے گا، تو موخر الذکر واقعات کو سفاکی و خونریزی کہنے کے بجائے مبنی بر عدل و انصاف قرار دینا پڑے گا،

لیکن یہاں مسٹر اسکاٹ کو اصل مغالطہ یہ ہوا ہے کہ انھوں نے ان امور کی ذمہ داری صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضا پر ڈالی ہے حالانکہ صقلیہ کے صیغہ عدالت و قضا کا نظام اگرچہ مکمل تھا تاہم یقیناً وہ دور حاضر کے مثل نہ تھا، کہ ان عدالتوں کے سامنے حکومت بھی ایک فریق بنکر آتی، اور حکومت کے مجرموں کو انھی عدالتوں سے سزائیں دلائی جاتیں، اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ اس عہد کی بعض اسلامی حکومتوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا

صقلیہ کے سیاسی حالات ایسے نہیں تھے کہ یہ طریقہ برتا جاتا اور سیاسی مقدمات بھی انھی عدالتوں میں لائے جاتے، حکومت کے تمام معاملات براہ راست حکومت اور عمال حکومت سے متعلق تھے، اس لیے ایسے مقدمات جن میں اگر ایک فریق رعایا اور دوسرا فریق حکومت وقت ہوتی تھی، اور مجرمین پر فتنہ پردازی و بغاوت انگیزی وغیرہ کے الزامات ہوتے تھے تو وہ ان عدالتوں کے حق سماعت سے بالاتر ہوتے تھے اس قسم کے تمام مقدمات ولاۃ اور عمال حکومت کے سامنے پیش ہوتے تھے اور ان سیاسی مجرمین کے مقدمات کے فیصلے مصالح حکومت کے مطابق کئے جاتے تھے، البتہ عمال حکومت کے خلاف شکایتوں اور مقدموں

کی سماعت کیلئے ایک جداگانہ قسم کی عدالت دیوان المظالم قائم تھی،

مقدمات کی کثرت اور جھوٹی شہادتون کی بھرمار، چونکہ صقلیہ کے بعض سیاسی حالات اور مختلف قومون کے اجتماع اور افریقیہ کے مفسدون اور فتنہ پردازون کے یہان جلاوطن ہو کر آنے سے صقلیہ کے باشندون مین مختلف قسم کی خاندانی قبائلی، وطنی اور غیر وطنی عصبیتیں پیدا ہوگئی تھین، اور ایک دوسرے کے خلاف سازشین اور باہمی مخالفتین رہتی تھین اسلئے یہان کی عدالتون مین حق وناحق مقدمات بکثرت دائر ہوتے تھے، اور انہی وجوہ سے عدالتون مین جھوٹی سچی گواہیون کی بھرمار ہوتی تھی جس سے یہان کے قضاۃ کو دشواریان پیش آتی تھین، چنانچہ عثمان بن خزار ایک متقی وصالح بزرگ تھے، وہ جب یہان کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے اور انھین یہان کے مقدمات کی نوعیت کا اندازہ ہوا، تو تمام اہل صقلیہ سے اس درجہ برگشتہ ہوگئے کہ صقلیہ کے ہر ایک باشندہ کی شہادت قبول کرنے سے انکار کردیا، اور مقدمات کا فیصلہ شہادتون پر کرنے کے بجائے باہمی مصالحت سے کرنے لگے، اپنے تمام عہد مین اسی پر عمل پیرا رہے اور جب ان کی وفات کا وقت آیا، تو انھین فوری طور پر قضات کے عہدہ پر اپنا قائم مقام نامزد کرنے کیلئے اہل صقلیہ مین سے کوئی نظر نہ آیا، ابن حوقل لکھتا ہے:

وحدثنی غیر انسان منهم ان عثمان	مجھ سے متعدد آدمیون نے بیان کیا کہ عثمان بن
بن الخزار ولی قضاء هم وکان	خزار یہان کے قاضی مقرر ہوئے، ایک متورع
ورعا فلما جربهم لم یقبل شهادة	بزرگ تھے جب انھین اہل صقلیہ کا تجربہ ہوا تو ان
واحد منهم لا فی قلیل ولا فی کثیر	مین سے کسی ایک کی بھی شہادت قبول نہ کرنے لگے
وکان یفصل بین الناس بالمصالحات	نہ کسی چھوٹے معاملہ مین نہ کسی بڑے معاملہ مین،
الی ان حضرته الوفاة فطلب منه	اور لوگون مین مصالحت کے ذریعہ فیصلہ کرتے رہا تک
الخلیفة بعده فقال لیس فی جمیع	کہ انکی وفات کا زمانہ آیا تو لوگون نے انکے قائم مقام کے

البلد من یوصی الیہ[1] متعلق دریافت کیا گیا تو کہا تمام ملک میں ایسا کوئی شخص بھی نہیں ہے جسے اسکے لئے وصیت کیجائے،

لیکن یہ صرف عثمان بن خزار کی واحد ذات تھی جنھون نے اپنے زہد وتقشف سے یہ رویہ اختیار کیا، اور فیصلۂ ناطق کے بجائے، مصالحت کرادینے کی روش اختیار کی، ورنہ تمام قضاۃ ان مشکلات پر حاوی تھے، اور شہادتون کی جانچ پرتال کرکے فیصلے سناتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ صقلیہ کے عہدۂ قضا پر افریقیہ کے وہ ممتاز اور تجربہ کار اعیان فقہا نامزد کئے جاتے تھے، جو وہان کے محکمۂ قضا یا دیوان المظالم مین خدمات انجام دے چکے ہوتے، اور انھین ہر قسم کا تجربہ حاصل ہوتا تھا اسلئے قضاۃ کا تقرر ولاۃ صقلیہ کی طرح براہ راست حکومت افریقیہ کی جانب سے ہوتا تھا، تمام عہد اغالبہ مین اسی پر عملدرآمد رہا۔ اس کے بعد جب فاطمیون کا دور آیا، تو آغاز عہد میں والی صقلیہ ہی نے منصب قضا پر ایک شخص کو نامزد کیا، پھر ابن قرہب نے اپنے چند روزہ عہد حکومت مین اپنا قاضی مقرر کیا جو اوسکی حکومت کے خاتمہ پر گرفتار کرکے افریقیہ بھیج دیا گیا، اب باشندگان صقلیہ نے اپنے قدیم دستور کے مطابق فاطمی تاجدار سے درخواست کی کہ اپنی جانب سے ایک والی اور ایک قاضی مقرر کرکے صقلیہ روانہ کرے[2]

اسی کے ساتھ یہ تصریح بھی ضروری ہے، کہ افریقیہ جب تک صقلیہ کا مرکز رہا صقلیہ کے قضاۃ کا انتخاب افریقیہ کے فرمانرواؤن کے بجائے وہان کے قاضی القضاۃ کرتے تھے، فرمانروائے افریقیہ، افریقیہ کے قاضی القضاۃ کو منتخب کرتا، اور یہ قاضی القضاۃ افریقیہ کی تمام ولایتون کے لئے جداجدا قاضی مقرر کرتا تھا اور اسطرح ولایت صقلیہ کے لئے بھی قاضی مقرر ہوتا تھا، جو یہان آکر قاضی القضاۃ کی حیثیت رکھتا، اور صقلیہ کے مختلف صوبون پر بہ اختیار خود قضاۃ

---

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۰ [2] تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۲۲۳

مقرر کرتا ہے[1]

پھر دولتِ کلبیہ میں خود فرمانروایانِ صقلیہ اس منصب پر لوگوں کو نامزد کرنے لگے، جو افریقیہ ہی کے علما و فقہا ہوتے، اور کبھی کبھی صقلی فقہا بھی مامور کئے جاتے تھے،

قضاۃ | صقلیہ کے قضاۃ کا تذکرہ عام تاریخوں میں صقلیہ کے حوادث سنین کے ذیل میں بجز ایک دو ناموں کے بالعموم موجود نہیں، البتہ تراجم و طبقات کی کتابوں میں جابجا ایسے اکابر علما و فقہا کے حالات ملتے ہیں جو صقلیہ کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے، اگرچہ ذیل میں انکی کافی تعداد جمع ہو گئی ہے، اور ان کے زمانہ کے لحاظ سے ان کی ترتیب بھی قائم کر لی گئی ہے، مگر ان کے تقدم و تاخر کی تعیین نہ ہو سکی، اور نہ اسے صقلیہ کے قضاۃ کی مکمل فہرست کہہ سکتے ہیں، بہرحال صقلیہ کے قضاۃ کے جسقدر نام دریافت ہوئے، وہ درج ذیل ہیں، یہاں ان کے محض وہ حالات پیش کئے گئے ہیں، جو صقلیہ کی قضارت سے متعلق ہیں،

اسد بن فرات | قضاۃ صقلیہ کیلئے یہ باعثِ فخر ہے، کہ انکی جماعت میں سب سے پہلا نام قاضی اسد ابن فرات فاتح صقلیہ کا آتا ہے جنہیں فوج کی سپہ سالاری کے ساتھ قضارت کا عہدہ بھی ملا، اور فرمانروا ے صقلیہ کی جانب سے قاضی امیر کا لقب عطا ہوا، صقلیہ میں ان کا محض مختصر زمانہ گذرا ہے اسوقت تک مفتوحات کی اتنی تکمیل نہ ہو سکی تھی، کہ محکمہ قضا کی باقاعدہ بنیاد ڈالی جاتی، ان کے سامنے صرف ایک مقدمہ ان کے شاگرد ابن قادم کا پیش ہوا تھا، جسکی نوعیت سیاسی تھی، اسلئے درحقیقت ان کے ساتھ صقلیہ کے عہدہ قضا کا انتساب محض ایک رسمی حیثیت سے ہو سکتا ہے،[2]

ابن کحالہ | قاضی ابو الربیع سلیمان بن سالم الکندی القطان الفقیہ المعروف بہ ابن کحالہ، ابراہیم بن اغلب کے

---

[1] معالم الایمان جلد ۲ ص ۱۳۷ وغیرہ، یہ اصول معالم الایمان میں افریقیہ کے قاضی القضاۃ اور ولایات افریقیہ کے قضاۃ کے سوانح حیات سے اسی وضاحت کے ساتھ ماخوذ ہوتا ہے، [2] انکے مفصل سوانح حیات علم فقہ کی بیان میں آئیں گے،

Marfat.com

عہد حکومت میں ۲۲۱ھ میں صقلیہ کے عہدہ قضا پر سرفراز ہوئے، یہ افریقہ کے مشہور مالکی فقیہ امام سحنون صاحب المدونہ کے تلامذہ میں تھے، ان کے علاوہ ان کے شیوخ حدیث میں عون ابن یوسف داؤد بن یحییٰ محمد بن سحنون جعدی، اور ابن رزین وغیرہ علمائے افریقہ بھی داخل ہیں پھر انھوں نے مشرق کا سفر کیا مدینہ منورہ پہنچے، تو یہاں امام مالک کے صاحبزادے محمد بن مالک بن انس کے درس سے فیضیاب ہوئے، ابن کحالہ کے تلامذہ کی فہرست میں مشہور مورخ ابو العرب اور ابو جعفر احمد بن عبدالرحمن القصری ہیں، اپنے تلامذہ کے ساتھ ان کا برتاؤ نہایت شفقت آمیز تھا، ابو العرب کا بیان ہے

کان ثقة کثیر الکتب والشیوخ	معتبر تھے، بہت سی کتابیں لکھی تھیں انکے شیوخ
حسن الاخلاق بارا بطلبة العلم	بہت سے تھے، خوش اخلاق طلبہ کے ساتھ سلوک
ادیبا کریما وکان الاغلب	کرنے والے باادب اور فیاض تھے اور زیادہ تر روایت
علیه الروایة والتقیید	کرتے تھے اور ان کو لکھتے تھے،

تجیبی کی روایت ہے:۔

کان من اهل الفقه البارع کثیر	وہ بڑے فقیہ اور بہت روایت کرنے والے تھے
الروایه حسن الاخلاق بارا لمن	جو طلبہ ان کے پاس حدیث سننے کیلئے آتے تھے
یاتی الیه للسماع علیه ذا ادب و	انکے ساتھ سلوک کرتے تھے، باادب زاہد، عاقل
تقشف وعقل ونزاهة.	اور پاکیزہ خو تھے،

مذہبًا مالکی تھے، فقہ مالکی میں کتابیں بھی لکھی ہیں، ایک کتاب انکے نام کے انتساب سے کتاب السلیمانیہ سے موسوم ہے،

ورود صقلیہ سے پیشتر افریقہ کے قاضی القضاۃ ابن ابی الحسن نے انکو ولایت باجہ کا قاضی مقرر کیا، پھر عیسیٰ بن مسکین قاضی القضاۃ افریقہ نے انھیں دار الحکومت قیروان بلالیا اور دیوان المظالم

کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، یہ دیوان المظالم میں سو دینار تک کے مقدمات کی سماعت کرتے تھے، اس کے بعد عیسیٰ بن مسکین نے انھیں قیروان کے دیوان المظالم سے الگ کر کے صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور کیا انھوں نے یہاں ۲۸۱ھ میں آکر زمام قضاۃ ہاتھ میں لی،

ابن کحالہ نے صقلیہ میں عہدۂ قضاۃ کی خدمت کے علاوہ علوم کی نشر و اشاعت بھی کی، اور انہی کے توسط سے صقلیہ میں مذہب مالکی کو بھی فروغ حاصل ہوا، ابن فرحون لکھتا ہے:

ثُمَّ ولی قضاء صقلیۃ فخرج الیہا و	پھر صقلیہ کے قضا پر مامور ہوئے اور یہاں
ونشر بہا علماً کثیراً وعنہ انتشر	علم کی کثیر اشاعت کی، اور انہی سے یہاں مذہب
مذھب مالک بہا.	مالکی کو فروغ حاصل ہوا،

زندگی کے آخری لمحوں تک اسی عہدہ پر سرفراز رہے ۲۸۹ھ میں وفات پائی، اور صقلیہ میں مدفون ہوئے، ان کی تمام زندگی نہایت زہد و ورع میں گذری، باوجودیکہ ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے لیکن قناعت کا یہ عالم تھا، کہ جب وفات پائی، تو ایک حبہ بھی پاس سے نہیں نکلا، سب کچھ راہ خدا میں صرف کر چکے تھے[1]

قاضی ابو عمر محمد بن میمون قاضی ابو عمر محمد بن میمون بن عمرو افریقیہ کے ممتاز علماء اور عبادت گذار بزرگوں میں تھے امام سحنون اور ابو مصعب زہری سے علوم کی تحصیل کی، تلامذۂ سحنون میں سے افریقیہ میں سب سے آخری گل شب چراغ باقی رہ گئے تھے انھوں نے سو سال کی عمر پا اوس سے زیادہ میں وفات پائی، صقلیہ کے عہدۂ قضا پر آنے سے پہلے افریقیہ کے عہدۂ قضا کے خدمات انجام دے چکے تھے،

قاضی محمد بن میمون ایک نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے، اور اپنے عہد میں سلف کے

---

[1] معالم الایمان جلد ۱ ص ... ۱۳۷، دیباج المذہب ابن فرحون ص ۱۱۹ ترتیب المدارک قاضی عیاض ... ص ۳۸۹

وخصائل کے حامل تھے، زہد واتقا، خاکساری وفروتنی بدرجہ کمال موجود تھی، دنیاوی جاہ وحشم سے طبعاً نفور رہتے تھے اور اس کے اثرات ان کے عہدہ قضا میں نمایاں تھے جب وہ صقلیہ کے عہدۂ قضا پر مامور ہوئے، اور بندرگاہ سوسہ سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:۔

"باشندگان سوسہ! دیکھو یہ میری چادر ہے، یہ میرا جبہ ہے، یہ میرا تھیلا ہے جس میں میری کتابیں بھری ہیں، اور یہ میری حبشی کنیز ہے جو میری خدمت کرتی ہے، اور اس کے پاس بھی صرف اسکا پیراہن اور اسکی چادر ہے،

میں بس انہی چیزوں کے ساتھ جا رہا ہوں، جب واپس آؤں تو دیکھ لینا کن چیزوں کے ساتھ لوٹتا ہوں"

صقلیہ پہنچے تو حسب دستور انہیں دار القضاء کی شاندار عمارت میں ٹھہرایا گیا لیکن اپنی فروتنی وخاکساری سے یہ کہکر اٹھ آئے کہ یہ امراء وعظماء کی قیام گاہ ہے، میں اس میں کیا کرونگا، اور ایک مختصر مکان میں قیام پذیر ہوئے۔

اسی کے ساتھ قضارت کے معاوضہ میں حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لی، ان کی حبشی خادمہ اپنے چرخہ پر روزانہ سوت کاتتی، اور اسکو فروخت کر کے ان دونوں کی بسر اوقات ہوتی تھی، مقدمات کے فیصلہ میں عجیب شان ہوتی، دروازہ برابر بند رہتا، فریقین آکر دروازہ کھٹکھٹاتے، دروازہ پر کوئی حاجب تھا نہ دربان، خادمہ باہر آتی، اور دروازہ کھول کر کہتی، "ٹھہرو قاضی کو خبر کرتی ہوں، ابھی آتے ہیں" قاضی صاحب باہر تشریف لاتے، مقدمہ کی روداد سنتے، تسلی بخش فیصلہ کرتے، اور دونوں فریق واپس چلے جاتے،

چند سال اسی طرح گذر گئے اور اسی سادہ زندگی سے صقلیہ کے باشندوں کے دلوں میں گھر کر لیا، ایک دن دروازہ پر چند اشخاص آئے، دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ بند کا بند رہا۔ لوگ واپس چلے گئے

دوسرے دن یہی اتفاق پیش آیا، لوگوں میں تشویش پیدا ہوئی، اور تیسرے دن دروازہ پر مجمع لگ گیا، خادم برآمد ہوا، اور لوگوں سے کہا مکان کے اندر آؤ، اپنے قاضی کی عیادت کرو۔

مجمع جوش عقیدت سے بے تابانہ اندر داخل ہوا، دیکھا کہ قاضی محمد بن میمون ایک چٹائی پر لیٹے ہیں، سر کے نیچے بھس بھرا ایک تکیہ رکھا ہے، مجمع کی عقیدت دیکھکر وہ بھی ضبط نہ کرسکے آبدیدہ ہوکر کہنے لگے:۔

"جہاں تک مجھ سے ممکن ہوا میں نے مقدمات کے فیصلہ کی خدمت انجام دی، اب میں نے امیر صقلیہ سے درخواست کی ہے، کہ وہ مجھے معذور سمجھیں، اور اس خدمت سے سبکدوش کر دیں، میں اب بوڑھا ہو چکا، قیروان لوٹ جاؤں گا"

یہ گفتگو سن کر مجمع زار وقطار رونے لگا،

بالآخر وہ اثنائے علالت ہی میں صقلیہ سے روانہ ہوگئے، سوسہ پہونچے، تو اہل سوسہ کو مخاطب کرکے کہا:۔

"سوسہ والو دیکھو! جیسا میں گیا تھا ویسا ہی لوٹ آیا، یہ میرا جبہ، چادر تکیہ، اور کتابیں ہیں، اور اسی طرح یہ حبشی خادم، خدا کی قسم میں نے دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھا، اور اسی حال میں واپس آیا ہوں"

سال وفات میں سخت اختلاف ہے، ابو العرب نے ۳۰۰ھ لکھا ہے، یہ سب سے زیادہ قریب کی روایت ہے کیونکہ ابو العرب ان کے تلامذہ میں ہیں اور ۳۰۳ھ تک ان کے درس میں حاضر تھا، اسکے بعد مختلف روایتیں ہیں، ابن ناجی کا بیان ہے کہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی، صاحب ریاض النفوس کا بیان ہے کہ ۳۱۲ھ میں قیروان میں وفات پائی اور باب سلم میں مدفون ہوئے، ابن فرحون نے سال وفات ۳۲۲ھ لکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ انکی عمر میں بھی اختلاف ہے، بعضوں نے سو سال

سے زیادہ لکھا ہے۔[1]

دعامہ بن محمد | قاضی دعامہ بن محمد اغالبہ کے دورِ حکومت میں صقلیہ کے عہدہ قضا پر ... امام سحنون کے تلامذہ میں تھے، اور افریقیہ کے فقہا میں عزت و منزلت ... میں وفات پائی۔ (تاریخ مغرب ابن عذاری ص ۲۲۲)

ابو القاسم القیسی | قاضی ابو القاسم محمد بن محمد بن خالد القیسی المعروف بہ طرزی اغالبہ کے آخر عہد حکومت ... پر مامور تھے، بنو معبد کے موالی میں تھے، افریقیہ کے ممتاز اہل علم میں شمار کیے جاتے تھے، نہایت ... کی زندگی گذارتے تھے، افریقیہ کے صوفیہ میں بھی منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اپنے ... کے باعث "العابد" کے لقب سے مشہور تھے،

عیسیٰ بن مسکین نے انھیں پہلے مظالم قیروان پر مامور کیا پھر حماس نے بھی انھیں ... عہدہ پر برقرار رکھا، بازار کے احتساب کی خدمت بھی انہی کے سپرد تھی، ایک مرتبہ جب وہ اپنے قیروان کے بازار میں گذرے، جامع مسجد کے سامنے سڑک پر بڑی مقدار میں پانی جمع تھا ... کی آمد و رفت میں زحمت پیش آرہی تھی، یہ وہیں رک گئے تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ امام جامع مسجد کا ... ہے، کوئیں میں چوہیا گر گئی تھی، پانی نکلوایا ہے، بلا کر دریافت کیا، اور راستہ کے رکنے کے جرم میں اس عظیم المرتبت شخصیت کو قید خانہ بھیج دیا، جب ظہر کی نماز کا وقت آیا، لوگوں کو امام کی تلاش ہوئی تو لوگ اُن کے پاس سفارشی بن کر آئے، کہ جرم سے چشم پوشی کی جائے، آخر انھیں قید خانہ سے نکالنے کا حکم دیا، جب سامنے آئے تو کہا اگر تم امام نہ ہوتے، اور لوگ تم سے مستغنی ہوتے، تو میں تمہیں قید خانہ سے باہر نہ نکالتا۔[2]

زیادۃ اللہ بن عبد اللہ نے انھیں عہد اغالبہ کے دور آخر میں صقلیہ کا قاضی مقرر کیا، دس سال تک اس منصب پر مامور رہے

[1] ریاض النفوس درنباری ص ۳۹۳، معالم الایمان جلد ۲ ص ۲۹، دیباج ص ... طبقات ابی العرب درباری ... جلد ۲ ص ۹۱، کتاب العبر فی خبر من غبر (ذہبی) ادلبی کی ص ... دیباج اور معالم میں نام میں بھی اختلاف ہے، ابن فرحون نے محمد بن میمون لکھا ہے عمر، ابن ناجی نے میمون بن عمر لکھا ہے، اور ابو العرب بو عمر و میمون ... ابن معنون لکھا ہے، لیکن یہ ایک مسمی کے مختلف نام ہیں۔

Marfat.com

اغالبہ کے زوال کے بعد افریقیہ میں قیام پذیر تھے، یہ وہی زمانہ تھا جب افریقیہ میں مذہب شیعی بجبر پھیلایا جا رہا تھا، اور فقہاے افریقیہ کے نام فرمان جاری ہوا تھا کہ ایسے لوگوں کے فتاوی اور دستاویزیں نہ لکھیں، جو مذہب شیعی نہ اختیار کریں، چنانچہ اس جبر و تشدد میں افریقیہ کے علما و فقہا مورد عتاب بنے، اور ۲۹۶ھ میں قاضی ابوالقاسم الفسی بھی اس جرم میں ابوالعباس شیعی قائم مقام والی کے عتاب میں آئے، اور انھیں کوڑے لگائے گئے، ماہ رمضان ۲۹۹ھ میں وفات پائی، دنیا سے بے تعلق ایسے رہے، کہ کفن کی قیمت بھی گھر سے نہ نکلی، عبدالحمید سیرفی نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا،[1]

قضاۃ فاطمی — صقلیہ میں فاطمیوں کے پہلے دور میں جو سب سے پہلا شیعی قاضی مقرر ہوا، وہ اسحاق بن منہال تھا،

اسحاق بن منہال — اسحاق بن منہال کو حسن بن احمد بن ابی الخنزیر نے ۲۹۷ھ میں عہدۂ قضا پر مامور کیا، اسکے متعلق ابن اثیر لکھتا ہے،

هو اول قاض تولی بها المهدی العلوی. — یہ سب سے پہلا قاضی ہے، جو مہدی علوی کی طرف سے یہاں عہدۂ قضا پر آیا،

ابن قرہب کے عہد میں عہدۂ قضاء — لیکن جب کچھ دنوں کے بعد صقلیہ میں انقلاب ہوا، اور ابن قرہب کی خود مختار حکومت قائم ہوئی، تو قاضی اسحاق بن منہال بھی معزول ہوگئے، اور ابن قرہب نے اپنا قاضی مقرر کرلیا،

قاضی ابن خالی — ابن قرہب کے عہد حکومت کے قاضی ابن خالی تھے، جب اس کو زوال آیا، اور اس نے اندلس کا راستہ لینا چاہا، تو قاضی ابن خالی بھی اس کے ہمرکاب تھے، لیکن باشندگان صقلیہ کے ہاتھوں ابن قرہب کے ساتھ یہ بھی گرفتار کرلئے گئے، اور جیسا کہ سیاسی سرگذشت میں گذر چکا ہے، حسن بن ابی الخنزیر کی قبر پر...

---

[1] ترتیب المدارک در یادگاری مقامین ج ا ص ۲۰۰ و ریاض النفوس در ا ابی ص ۹۵، ترتیب المدارک میں ابوالقاسم کو طرا طری کے بجائے طرزی لکھا گیا ہے۔ و معالم الایمان جلد ۲ ص

پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیئے گئے،

قضاۃ بعہد کلبیہ دولتِ کلبیہ کے ذیل کے قضاۃ کے نام دستیاب ہوئے، ان میں سے اکثر مالکی المذہب ہیں، کیونکہ کلبیوں نے پچھلے تجربہ کی بنا پر حکومت سے مذہب کو علیحدہ کر دیا تھا، اور رعایا کی کثیر آبادی کے لحاظ سے عہدۂ قضا پر سنی فقہا ہی سرفراز کئے جاتے تھے،

قاضی ابواسحاق قاضی ابواسحاق بن ملک المعافری دولتِ کلبیہ میں عہدۂ قضا پر مامور تھے، مذہباً مالکی تھے، شعروشاعری کا ذوق تھا، عدل وانصاف میں شہرت رکھتے تھے، ابن القطاع لکھتا ہے:-

احد قضاة الجزيرة المشهورين — جزیرہ کے قضاۃ میں سے ایک قاضی[1]

بالعدل والكرم — جو معدلت گستری میں شہرت رکھتے تھے

قاضی ابوالفضل قاضی ابوالفضل ابراہیم الشامی الکنانی بھی عہدۂ کلبیہ ہی کے قضاۃ میں ہیں، شاعری کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین الکاتب اور یاقوت نے اپنی خریدہ اور معجم البلدان میں اون کا تذکرہ کیا ہے[2]

قاضی عثمان بن خزار قاضی عثمان بن خزار صقلیہ کے متقی، دیندار، اور پرہیزگار قضاۃ میں تھے، جیسا کہ گذر چکا ہے، اہلِ صقلیہ پر انھیں اعتماد نہ تھا، مقدمات میں ہمیشہ مصالحت کرا دیتے تھے، دینداری کا یہ عالم تھا، کہ جب وفات پانے لگے، اور ان کے قائم مقام کی بابت استفسار کیا گیا، تو بولے جزیرہ میں انکی نگاہ میں اس عہدہ کے لائق کوئی نظر نہیں آیا،

قاضی ابوابراہیم اسحاق بن الماطی قاضی ابوابراہیم اسحاق بن الماطی صقلیہ ہی کے رہنے والے تھے، قاضی عثمان بن خزار کے بعد اس عہدۂ قضا پر مامور ہوئے[3]

اس کے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت کے آخری دور تک کون کون لوگ اس عہدہ پر آئے

---

[1] کتاب الکان الاسیلہ فی علی جزیرۃ صقلیہ دریادگاری مضامین جلد اص ۲۹۶ [2] خریدۃ القصر درمانی ق ۵ و معجم البلدان ق ۵ ص ۳۰۳، [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۳،

Marfat.com

دیوان المظالم

دیوان المظالم یعنی عدالت وقضا کی ایک شاخ ہے، اگرچہ یہ اُس صیغہ کے ماتحت نہیں تھا، اس عدالت میں امراء و عمال حکومت کے خلاف مقدمات دائر ہوتے تھے، فریق مقدمہ خواہ حکومت کا معمولی عہدہ دار ہوتا یا فرمانروا خانوادہ کا شاہزادہ سب کو حاضر عدالت ہونا پڑتا تھا،

صقلیہ میں اسکی زیادہ ضرورت خصوصًا اسلئے تھی، کہ یہاں کی عدالتوں میں سیاسی مقدمات پیش نہیں ہوتے تھے، اسلئے جب حکام اپنے زمانہ حکومت میں جابرانہ روش اختیار کرتے ناکردہ گناہوں کو مجرم بنا کر دوسروں کے مال پر جابرانہ قبضہ کرتے تھے تو ان سب کے خلاف یہاں مقدمات دائر ہوتے، اور [illegible] کیا جاتا، اور اس طرح عملاً عمال حکومت کی ان بدعنوانیوں کا بھی سدباب ہوجاتا جن کی عام مقدمات کے فیصلہ میں ان سے سرزد ہونے کا امکان ہوتا،

اسلامی عہد کے دیوان المظالم کا نظام مکمل تھا، نارمنوں نے بھی اسکو اوسی طرح قائم رکھا، اور عیسائی مورخین کے بقول یورپ میں اس سے ایک نئی قسم کی عدالت کا رواج ہوا۔[1]

محکمۂ شرطہ

محکمۂ شرطہ (پولیس) بھی گویا شعبۂ عدالت کی ایک کڑی تھی، یہ ایک حد تک عدالت کو تفتیش جرائم میں مدد دیتا، عدالت کے فیصلوں کو نافذ کرتا، شرعی معاصی مے نوشی اور زنا وغیرہ پر حدود شرعی قائم کرتا، جرائم کا انسداد کرتا، اور روپوش مجرموں کی جستجو کرتا تھا،

---

[1] صقلیہ عہد عرب نویری دراماری، تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان۔

Marfat.com

صاحب الشرطہ | اس محکمہ کے افسر علی کو "صاحب الشرطہ" کہتے تھے، ابو الفضل احمد بن علی الندی صاحب الشرطہ کا نام تاریخوں میں آیا ہے[1]،

ایک مرتبہ مغرب کا مشہور شاعر ابن مودب صقلیہ پہنچا، اسوقت ثقۃ الدولہ صقلیہ کا فرمانروا تھا، اسکی شان میں ایک قصیدہ پیش کیا، لیکن اس کو اس کا دلخواہ صلہ نہ ملا جھنجھلا کر ایک ہجو لکھ ڈالی شدہ شدہ ارباب حکومت تک خبر پہنچی، اسکی گرفتاری کا حکم جاری ہوا، یہ روپوش ہوگیا، مدتوں تلاش جاری رہی، آخر ایک دن شراب کے نشہ سے مست باہر نکل پڑا، پولیس نے فوراً گرفتار کرلیا، اور ثقۃ الدولہ کے سامنے لیجا کر پیش کیا[2]،

دار الحبس

دار الحبس (جیلخانہ) کے قائم کرنے کا رواج اسلامی حکومتوں میں ہوچکا تھا، چنانچہ صقلیہ میں بھی خالصہ (لبرم) میں جیلخانہ قائم تھا[3]،

دیوان الجیوش

دیوان | اسلامی حکومت میں "دیوان" کے لفظ کا اطلاق ابتداءً "فوجی دفتر" پر کیا جاتا تھا، گو بعد میں بھی بغیر کسی اضافت و انتساب کے اس لفظ کے معنی "فوجی دفتر" کے تھے، تاہم بعض موقعوں پر دوسرے دفاتر سے تمیز کرنے کیلئے اسکو کبھی "دیوان الجیش" یا "دیوان الجیوش" بھی کہتے تھے، چنانچہ صقلیہ کی اسلامی حکومت میں بھی دیوان کا لفظ فوجی دفتر کیلئے مخصوص تھا، صقلیہ کا یہ دیوان لبرم کے نوآبادی حصہ خالصہ میں قائم تھا[4]،

---

[1] خریدۃ القصر، جریدۃ العصر، در اماری ۵۹۵ [2] ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۸۱ [3] ابن حوقل در اماری ص ۵ [4] ...

صقلیہ پر حملہ اور اسلامی لشکر اسلامی فوج کا یہ نمایاں پہلو رہا ہے کہ اوس کی تقسیم ہمیشہ قبیلوں پر ہی پھر عرب اور عجم کی تفریق قائم ہوئی، اسلئے صقلیہ کی اسلامی فوج میں بھی یہ تقسیمیں موجود تھیں،

عربی فوج صقلیہ پر جو ابتدائی حملہ براہ راست مرکزی دار الخلافت کی نگرانی میں ہوا تھا، وہ اسکے افریقہ کے زیر اقتدار آنے سے پیشتر ہوا تھا، اور یہ مستند طور پر معلوم ہے، کہ اس عہد تک اسلام کی مرکزی حکومت کے لشکر میں صرف عرب عنصر تھا، اسلئے صقلیہ پر ابتدائی اسلامی حملہ خالص عربی لشکر کے ہاتھوں انجام پایا،

بربری فوج اس کے بعد گو اسلام کی مرکزی حکومت کی فوج میں عجمیوں کا داخلہ اموی دور کے بعد عباسی عہد میں ہوا لیکن صقلیہ کی حملہ آور فوج میں عہد اموی ہی میں عرب قبائل کے دوش بدوش عجمی قبائل صف آرا تھے، ان عجمی قبائل سے ہماری مراد بربر ہے، جب افریقہ مفتوح ہوا، تو بربر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے وہ ہمیشہ سے ایک جنگجو قوم تھے، اسلئے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی جنگی قوتوں میں اور نشو و نما ہوئی اور وہ رومی ممالک کی تاخت و تاراج میں عربوں کے شریک ہوگئے،

عربی لشکر میں قبائل بربر کی شرکت کا آغاز حسان بن نعمان والی افریقہ کے عہد سے شروع ہوا، بار بار کی بغاوت کے بعد آخر میں جب وہ مغلوب ہوگئے تو اس شرط پر انھیں امان دی گئی کہ قبائل بربر میں سے حسب حصہ رسد ۱۲ ہزار اشخاص اسلامی لشکر میں داخل ہوں جو عربوں کے ساتھ ملکر افریقہ کو رومیوں سے خالی کرائیں، چنانچہ یہ بارہ ہزار اشخاص افریقہ کی مشہور کاہنہ کے دو لڑکوں کی سرکردگی میں اسلامی لشکر میں داخل ہوئے اور سارے شمالی افریقہ پر انہی کی مدد سے قبضہ کرکے بزنطی حکومت کا یہاں سے خاتمہ کیا گیا،[1]

افریقہ کی فتح کے بعد جب جزائر پر حملے شروع ہوئے، جن میں صقلیہ پر ابتدائی حملے شامل تھے، تو ان میں ان بربریوں نے بھی شرکت کی، پھر ۲۱۲ھ کے آخری فاتحانہ حملہ میں بھی عرب قبیلوں کے ساتھ

---

[1] ابن عذاری ص ۳۵

بربری قبیلوں کے افراد بہ کثرت شریک تھے،

اسلامی لشکر میں رومی فوج

اس کے بعد جب ۲۱۲ھ میں یہ اسلامی لشکر مازر پہنچا، تو خلاف توقع تیسرے دن صقلیہ کے مشہور رومی بیرونیمی کی فوج کا وہ باقیماندہ حصہ بھی اسلامی فوج میں آکر شامل ہوگیا، جو مسلمانوں کی آمد کا منتظر تھا، لیکن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، رومیوں کا یہ گروہ بغیر کسی ایک حملہ میں شرکت کئے اسلامی لشکر سے علیحدہ کر دیا گیا، اسلئے اسلامی لشکر میں رومیوں کی چند روزہ موجودگی کو ان کی شرکت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا،

صقلیہ کے اسلامی لشکر میں اندلسی عرب

اسکے بعد بعض اتفاقی واقعات کے ماتحت ۲۱۵ھ میں اندلسی بیڑے میں بعض آزاد سرداروں کی سرکردگی میں اندلسی عربوں کا ایک دستہ آیا، اور افریقی فوج کے پہلو بہ پہلو خدمات انجام دینے لگا، اس اندلسی دستہ کی وجہ سے صقلیہ میں مسلمانوں کو بعض اہم فوائد حاصل ہوئے، اور اس سے اندلسی عربوں کو بھی کچھ رسوخ حاصل ہو چلا تھا، لیکن بہت جلد ان کو مغلوب ہو کر افریقی فوج کی برتری قبول کرنی پڑی، اور ان کو کوئی قابل ذکر حیثیت صقلیہ میں حاصل نہیں ہوئی، اور نہ پھر بعد میں صقلیہ کے اسلامی لشکر میں اندلسی عرب شامل ہوئے،

افریقی فوجوں کی کمک صقلیہ میں

جب تک اغالبہ صقلیہ پر برسراقتدار رہے حسب ضرورت افریقہ سے فوجی کمک صقلیہ آتی رہی، صقلیہ کے نام پر افریقہ میں فوجیں فراہم کیجاتیں، اور اوسکے لئے بڑی بڑی تنخواہوں اور انعاموں کا اعلان کیا جاتا، علاوہ ازیں یہاں رومیوں سے جہاد کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا، اسلئے لوگ مال غنیمت سے فائدہ اٹھانے کے خیال سے بڑی تعداد میں فوجوں میں شریک ہوتے، اور جب کوئی نیا والی افریقہ سے صقلیہ آتا یا یہاں کوئی نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا، تو افریقہ سے فوجی کمک روانہ کیجاتی،

اسلئے درحقیقت صقلیہ کے فوجی نظم ونسق میں فوجوں کی فراہمی کا حقیقی تعلق براہ راست حکومت

Marfat.com

افریقیہ سے قائم تھا اور حسب ضرورت وہیں کی فوج صقلیہ آکر خدمات انجام دیتی تھی،

لیکن اس کے ساتھ صقلیہ کے دیوان میں بھی فوج کا انتظام قائم رہتا، کیونکہ جو فوجیں مختلف زمانوں میں افریقیہ سے صقلیہ آتیں، وہ یہاں کی وقتی ضرورتیں پوری کرتیں اور جس حصۂ ملک پر قابض ہوتیں، وہ مقام انھیں بطور نوآبادی کے دیدیا جاتا، اور وہاں بود و باش اختیار کرلیتیں، اس طرح مختلف زمانوں میں افریقیہ کی فوج کا بیشتر حصہ صقلیہ میں آکر فوجی زندگی چھوڑ کر شہری زندگی بسر کرنے لگتا، پھر یہ معزز شہری حسب ضرورت نہایت جنگجو سپاہی بھی بن جاتے،

اسلئے حقیقت میں تاریخ صقلیہ میں ہم جہاں کہیں کسی صقلی فوج کا تذکرہ دیکھتے ہیں، جو بغاوت کے موقعوں پر اکٹھا ہوتی تھی، اس سے مراد یہی شہری ہوتے ہیں، جنھوں نے فوجی خدمات سے سبکدوش ہو کر شہری زندگی اختیار کرلی تھی،

اس لئے ہمیں اس صقلی فوج سے کبھی فریب نہ کھانا چاہیے، جیسا کہ بعض مورخین کو خیال ہوا ہے، کہ اس سے مراد یہاں کے قدیم باشندے ہیں، یہاں کے قدیم باشندے ہمیشہ فوجی خدمات سے مستثنیٰ رہے، البتہ صقلیہ کے وہ قدیم باشندے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، ان میں کا ایک حصہ اسلامی فوج میں معمولی ضروریات کیلئے داخل کرلیا گیا تھا، کیونکہ مسلمانان صقلیہ میں اس وقت تک جو جنگی روح موجود تھی، اس لحاظ سے گویا صقلیہ کا ہر کلمہ گو وہاں کی اسلامی فوج کا ایک سپاہی تھا، اور ضرورت کے وقت مسلح ہو کر میدان جنگ میں آجاتا تھا، اور یہی حالات دولت اغالبہ اور پھر بنو فاطمہ کے ابتدائی عہد تک قائم رہے،

پھر جب کلبیین کی آزاد و خود مختار حکومت کا دور آیا، تو صقلیہ کے فوجی نظام میں بھی فرق آیا، اسوقت تک رؤسا، امراء، تجار، صناع، اور کاشتکاروں اور مزدوروں وغیرہ کا طبقہ فوج سے کٹ کر الگ ہو چکا تھا، اور دوسری طرف حالات میں بھی ایسا تغیر ہوا، دولت کلبیہ حکومت افریقیہ یا مصر سے

یک گونہ آزاد ہوگئی، اور صقلیہ کی فوج کا پلڑا بار خود حکومت صقلیہ کے دیوان الجیوش پر عائد ہوگیا،

چنانچہ اس زمانہ میں صقلیہ میں، فوجی اور شہری ایک دوسرے سے الگ نظر آتے ہیں فوج بالکل الگ چھاونی میں رہتی، اسکو ملک کی زراعت و تجارت وغیرہ سے کوئی سروکار نہ ہوتا، وہ صرف ضرورت کے وقت مصالح کے ماتحت چھاونیوں سے باہر نکلتی، دولت اغالبہ میں بھی صقلیہ میں شہری تھے لیکن وہ ضرورت کیوقت مسلح ہو کر میدان جنگ میں اتر آتے تھے، مگر دولت کلبیہ کے عہد میں متمول اور فارغ البال طبقہ رئیسانہ طرز زندگی اختیار کرکے محلات میں مقیم ہو چکا تھا، اسلیے یہ لوگ صرف اسکے نظم و نسق سے کسی قدر تعلق قائم رکھتے تھے،

اس دور میں افریقیہ سے فوج کی آمد بند ہوجانے کی وجہ سے یہاں کے نو مسلم کثیر تعداد میں فوج میں داخل کیے گئے، اور اسی دور میں صقلیہ کی فوج میں قبائلی نسلی اور وطنی تقسیم پیدا ہوئی، چنانچہ بربر جنمیں بنو کتامہ کو اکثریت تھی، عرب، موالی، ولاۃ صقلیہ اور اسکے قدیم باشندے اس عہد میں فوج کی نمایاں جماعتیں تھیں، اور عام شہری آبادی میں بھی انہی کو رسوخ حاصل تھا اور اپنے اس اثر و رسوخ سے حکومت کے معاملات میں بھی دخیل ہوتے تھے، اور اس سب میں انکی عصبیت کارفرما تھی، دولت کلبیہ کے بعض فرمانرواؤں نے فوج کی اس قبائلی و قومی عصبیت سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور اپنی حمایت سے اسکو مزید استحکام پہنچایا، لیکن بالآخر اسی عصبیت کی بدولت دولت کلبیہ کو زوال آیا، اور بالآخر اسلام کا آفتاب بھی صقلیہ سے غروب ہوگیا،

سپہ سالار اور فوجی افسر: سپہ سالار کا مستقل عہدہ بلرم کی تسخیر کے بعد سے قائم ہوا، جب والی صقلیہ [illegible] و نسق میں زیادہ مصروف ہوگیا، [illegible] سے پہلے والی ولاۃ صقلیہ فوج کے سپہ سالار بھی ہوتے تھے [illegible] بعد سپہ سالاری [illegible] فوج [illegible] اس عہدہ کے والی صقلیہ کا نائب یا بھائی اس منصب پر فائز ہوتا، جو آئندہ چلکر ولایت کے فرائض انجام دیتا، اور دوسرے

وہ فوجی افسر ہوتے، جو افریقیہ کی امدادی فوج کے افسر بنکر آتے،

اسلئے صقلیہ کے سپہ سالاروں میں زیادہ تعداد ایسے ہی اشخاص کی نکلتی ہے، جو اپنے عہدۂ سپہ سالاری سے پہلے یا اسکے بعد صقلیہ کی ولایت پر بھی فائز ہوے، یا اگر صقلیہ کی ولایت پر نہیں تو اس کے کسی صوبہ کی ولایت پر مامور کیے گئے،

ولاۃ صقلیہ کے ان خدمات کے علاوہ جو وہ خود لڑائیوں میں شریک ہو کر انجام دیتے، ذیل کے سپہ سالاروں نے نمایاں خدمات انجام دیے،

سلیمان بن عافیہ، طرطوسی، (۲۱۵ھ) اصبغ بن وکیل اندلسی، (۲۱۵ھ) محمد بن سالم، (۲۲۰ھ) فضل بن یعقوب (۲۲۰ھ) عبد السلام بن وہاب، (۲۲۲ھ) عباس بن فضل بن یعقوب، (۲۲۳ھ) فضل بن جعفر ہمدانی (۲۲۰ھ) رباح، (۲۳۰ھ) محمد بن خفاجہ (۲۴۳ھ) محمد بن خفاجہ، حسین بن رباح، (۲۶۳ھ) حسین بن عباس (۲۶۰ھ) حارث صقلبی مفرج بن سالم، حسین بن احمد، (۲۷۰ھ) سوادہ بن محمد بن خفاجہ، (۲۷۱ھ) اور محمد بن فضل (۲۷۹ھ) وغیرہ،

اس کے بعد دولتِ کلبیہ کے عہد میں بالعموم صقلیہ کا ولی عہد سپہ سالار مقرر کیا جاتا، جو فرمانروائے صقلیہ کے بعد زمام حکومت سنبھال لیتا، اسلئے ان کے علاوہ اور دوسری اہم شخصیتیں بھی ایسی ہیں جنھوں نے اس عہدہ کے فرائض انجام دئے جنمیں سے بنو فاطمہ کے عہد میں قوارب، مسعود، اور رسلان صقلیہ کی فوج کے سپہ سالار بنکر یہاں پہنچے، پھر دولتِ کلبیہ کے آغاز کے بعد فرح صقلی، عمار، اور ابن عمار بن وغیرہ

دولتِ کلبیہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوکی پھیلی، تو پھر ہر خود سر والی سپہ سالار تھا، اور اسی زمانہ میں معز بن بادیس کے لڑکے عبد اللہ اور علی افریقہ کے امدادی لشکر کے سپہ سالار تھے،

فوجی چھاونی صقلیہ میں اسلامی لشکر کی سب سے پہلی چھاونی مازر میں قائم ہوئی، اور اس کے بعد ایک

چھاؤنی کی بنیاد قصریانہ کے محاصرہ میں اسوقت پڑی جب مسلمانوں نے جہازوں کو نذر آتش کرکے اپنی اور صقلیہ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر ڈالا، اور قصریانہ کی فتح میں دیر ہوجانے کے باعث شہر سے باہر ہی میدان محاصرہ میں اسلامی فوج کے قیام کیلئے پختہ بارکیں تعمیر کریں،

مرکزی چھاؤنی، بلرم کی فتح کے بعد اس کا قدیم قلعہ، اسلامی فوج کی سکونت کیلئے مخصوص ہوا یہی مقام اسلامی حکومت کی مرکزی چھاؤنی قرار دیا گیا، پھر جب خالصہ کی تعمیر ہوئی، اور حکومت کے تمام دفاتر کیلئے علیحدہ عمارتیں بنیں، تو فوجی دفتر کے ساتھ فوجی چھاؤنی کی بنا بھی پڑی، جو ان دفتری عمارتوں سے بھی ہٹکر وادی عباس کے کنارے ایک جدا مقام میں قائم کیگئی، اور یہ مقام معسکر (جائے قیام لشکر) سے موسوم ہوا[۱] اور آخر وقت تک صقلیہ کی مرکزی اسلامی چھاؤنی رہا،

ملک کی اندرونی چھاؤنیاں صقلیہ کے قدیم عہد میں کچھ ایسے حالات تھے، کہ وہاں کی ہر ایک آبادی بجائے خود ایک مستحکم اور مسلح قلعہ تھی لیکن جیسا معلوم ہوچکا ہے، اسلامی حکومت نے اپنے مقبوضات میں مختلف اہم شہروں کی حفاظت کیلئے جداگانہ قلعوں کا اہتمام بھی کیا تھا اور اس طریقہ سے ملک میں جا بجا انہی قلعوں کی شکل میں فوجی چھاؤنیاں قائم ہوگئی تھیں،

قلعے، صقلیہ کے اندرون ملک میں جس سیاسی نوعیت سے قلعوں کی کثرت تھی، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، قلعوں کی مجموعی تعداد ۳۲۰ بیان کیجاتی ہے جنہیں ابن القطاع کے بیان کے رو سے اندرون ملک میں کم سے کم ۱۲ عدد ایسے قلعے تھے، جنکی حیثیت جنگی قلعوں کی تھی اجنگ میں ان سے کام لیا جاتا تھا لیکن وہ کون کون تھے، اس کا فیصلہ دشوار ہے، ابن فضل اللہ الدمشقی نے اہم قلعوں کو یکجا درج کیا ہے جو ۲۲ ہیں لیکن ان میں سے بعض میں شہری آبادیاں بھی تھیں بہرحال وہ حسب ذیل ہیں:۔

قلعہ قواب، حصن ہنیو، حصن جاطو، حصن طرزی، حصن قرلیون، قلعہ الطرین، حصن برزو، حصن مایہ، حصن غنم

---

[۱] ابن حوقل و ساماری ص ۵ و معجم البلدان ج ۲ ص ۱۰۲

حصن [illegible]، قلعہ [illegible]، قلعہ مخزن، [illegible]، حصن الاطہ، حصن جابس، قلعہ ابن ثور، حصن قارو، حصن [illegible]، حصن امینشیر، حصن یمی، [illegible]، حصن قرطیہ، حصن المد، حصن قسطلون، [illegible]

ادریسی نے ان مذکورہ بالا قلعوں کے علاوہ جن دوسرے قصبوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے قابل ذکر حسب ذیل ہیں:۔

حصن لیری، قصر سعد، قصر جعفر، حصن خزان، حصن بترانہ، حصن بالو، قصر نوبو، حصن بطلازی، قلعہ بلوط، حصن میرجا، حصن الحمہ، حصن المدارج، قصر ابن منکود، قلعہ مورو، حصن نشا، حصن سابوقہ، قلعہ لینسا، حصن جحر شنوب، حصن طابس، حصن ابن ثور۔

فوج کی تنخواہیں فوج کی تنخواہیں بالعموم بصورت زر ادا کرنے کے بجائے بصورت جاگیر دی جاتی تھیں، فوج کے معزز عہدہ دار ایک ایک علاقہ پر قابض ہوتے، ان کا ایک منصب مقرر ہوتا، اور فرائض میں یہ ہوتا کہ حسب طلب ایک مقررہ تعداد میں فوج لیکر دربار حکومت میں حاضر ہوں، چنانچہ وہی عہدہ دار زمینداری کی حیثیت رکھتے، اور وہاں کے باشندے عام کاشتکار ہوتے، علاوہ ازیں اسلام کی شرعی تقسیم کی رو سے مال غنیمت میں فوج کے جو حصے مقرر ہیں، ان پر صقلیہ میں بھی عملدرآمد جاری تھا، صقلیہ کے رومی علاقوں اور اٹلی پر بیشمار تاختیں ہوتی تھیں، اور بیشمار مال غنیمت ہاتھ آتا تھا، فوج کا ہر سپاہی حصہ رسدی کے مطابق اس کا حقدار تھا، اور سال میں وافر دولت ہر ایک سپاہی کے پاس جمع ہو جاتی تھی، نیز سپاہیوں کو مقررہ رقموں کے دیے جانے کی مثال بھی ملتی ہے، چنانچہ جب ابراہیم [illegible] پر روانہ ہونے لگا، تو ہر سوار کو ۲۰۰۲۰ اور پیادہ سپاہی کو ۱۰۰۱ دینار دیے گئے"۔

[illegible] ذکر مذکورہ بالا مقامات [illegible] مسالک [illegible]

[illegible] ص [illegible]

بعد جب فوج شہری آبادی سے جدا کر دی گئی، تو ان کی ماہانہ تنخواہیں مقرر ہوئیں، اور مالِ غنیمت پر حصہ رسد علیحدہ ملتا،

دیوان دار الصناعۃ صقلیہ پر عربوں کے ابتدائی حملے کے بیان میں تونس کے اوس دار الصناعہ کا بیان گذر چکا ہے، جسکو حسان نے صقلیہ کے حملہ کے سلسلہ میں جہاز سازی اور آلاتِ حرب کی صنعت کیلئے قائم کیا تھا، اور پھر موسیٰ بن نصیر نے اس طرف دوبارہ توجہ کی، اور سمندر سے اسکے ۱۲ میل کے بُعد کو دُور کر دیا، افریقیہ کا یہ دار الصناعۃ برابر قائم رہا، اور جیسے جیسے صقلیہ کو فوجی امداد کی ضرورت پڑتی گئی، اسکو مزید ترقی ہوتی گئی، چنانچہ ایک اغلبی تاجدار نے اپنے عہدِ حکومت میں صقلیہ کے بحری استحکام کیلئے دار الصناعہ میں جہازوں کی تعمیر کا حکم صادر کیا، اور جب اس سلسلہ میں مزید اراضی کی ضرورت پڑی، تو حکومتِ وقت اسلامی قبرستان کو برابر کرنے سے بھی باز نہ آئی، اور اس کی تمام قبریں برابر کر دی گئیں، صرف شیخ یحییٰ بن عمر بن یوسف اندلسی کی قبر اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دی گئی، اور اس استثناء کی وجہ یہ بیان کی گئی، کہ یہ ایک عابد و زاہد کی قبر ہے ہمیں اکثر اس قبر پر شب کے وقت تیز تیز شعاعیں نکلتی نظر آتی ہیں، اسلئے ہم اس کے مسمار کرنے کی ہمت نہ کر سکے[۱]، افریقیہ کا یہ دار الصناعہ اغالبہ کے ابتدائی عہد میں صقلیہ کی تمام بحری ضروریات کو پورا کرتا رہا، لیکن صقلیہ کے جزیرہ ہونے کی وجہ سے اسکے بحری استحکام کی زیادہ ضرورت تھی، اسلئے صرف اوس ایک دار الصناعۃ سے ضروریات پوری نہیں ہو سکتی تھیں، اسلئے خود جزیرہ میں بھی ایک دار الصناعۃ کا اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا گیا، چنانچہ صقلیہ کے نظامِ حکومت میں ایک مستقل شعبہ "دیوان دار الصناعۃ" کے نام سے قائم تھا، اس محکمہ کا ایک افسرِ اعلیٰ مقرر ہوا، جو صاحبِ دیوان الصناعہ کہلاتا، ابو الحسن علی بن اعلم صاحبِ دیوان الصناعۃ کا ذکر آتا ہے[۲]،

صقلیہ کے دار الصناعہ صقلیہ مین سب سے پہلا دار الصناعۃ بلرم (خالصہ) میں قائم ہوا، ابن حوقل لکھتا ہے،

---

[۱] ریاض النفوس درامار ی ص ۱۰۰، ۱۸۸، [۲] کتاب الحان المسیا در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۲۹۶،

دفیہا…دارصناعۃ البحریۃ" اور یہیں بحری کارخانہ ہے[1]"

دارالصناعہ بلرم کے کاریگر اور مزدور — دارالصناعہ بلرم میں بنوکتامہ کے موالی بڑی تعداد میں کام کرتے تھے، اور امتداد زمانہ سے وہ اس پر اس قدر حاوی ہوگئے، کہ جب والی صقلیہ یعیش نے اس میں دوسرے قبائل کے کاریگروں اور مزدوروں کو بھرتی کردیا، تو سخت ہنگامہ برپا ہوگیا اور کشت و خون تک نوبت پہنچی، اگرچہ اس موقع پر موالی بنوکتامہ بڑی تعداد میں مارے گئے، مگر نتیجۃً یعیش کو شکست ہوئی، اور اسے حکومت سے دست بردار ہونا پڑا، دارالصناعہ پر آخر وقت تک موالی بنوکتامہ کا قبضہ رہا،

جہازسازی کا سامان — اس دارالصناعہ کا خام مسالہ صقلیہ ہی سے حاصل کیا جاتا تھا، جہاز کی لکڑیاں یہاں کے جنگلوں سے لائی جاتیں، اور لوہا بلرم کے قریب کی ایک کان سے لایا جاتا تھا، جو قصبہ بلرا میں واقع تھی،

دارالصناعہ مسینا — دوسرا دارالصناعہ مسینا میں قائم تھا، اسمیں مسینا ہی کی ایک کان کا لوہا صرف ہوتا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:-

"یہاں ایک شاہی دارالصناعہ ہے جسمیں بے شمار جہاز کھڑے رہتے ہیں"

دارالصناعہ باری — تیسرا دارالصناعہ سرزمین ایطالیہ کے شہر باری میں قائم تھا، اسمیں اٹلی کی اسلامی حکومت کیلئے جہاز اور اسلحہ تیار کئے جاتے تھے[2]

جنگی بیڑے — صقلیہ کے اسلامی عہد میں جزیرہ کے سیاسی حالات جسقدر پرآشوب رہے، اسی قدر یہاں کے جنگی بیڑے مستحکم نظر آتے ہیں، صقلیہ کی اسلامی حکومت اپنے دور میں حکومت بزنطی قسطنطنیہ اور اٹلی کی مختلف حکومتوں سے معرکہ آرا رہی، اسلئے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، یہاں کے جنگی بیڑے اس قدر مستحکم تھے

[1] ابن حوقل در ابار ی صہ ۵ [2] مسالک الابصار ابن فضل اللہ الدمشقی در ابار ی ۱۵۱ در حلۃ ابن جبیر صفحہ ۳۲۰ بحوالہ البیان در سیسلی صفحہ

کہ انھیں بحر روم پر فرمانروائی حاصل تھی، اور اسی بحری طاقت کی وجہ سے بحر روم کے بکثرت جزیروں اور جنوبی اٹلی پر اسلامی اقتدار رہا،

صقلیہ کے جنگی بیڑے صنعت کے اعتبار سے اس عہد کے ترقی یافتہ جہازوں اور کشتیوں پر مشتمل تھے، ان کے جہاز لکڑیوں کے تختوں کے ہوتے، جو لوہے کی میخوں سے جڑے جاتے اور ڈانڈا اور بادبان کے ذریعہ چلائے جاتے تھے، ایک جنگی بیڑے میں بالعموم تین قسم کے جہاز اور کشتیاں ہوتی تھیں :-

شینی جکی جمع شوانی اور شنیات آئی ہے، صقلیہ کے جنگی بیڑوں کا ایک لازمی جزتھی، گو عرب مورخین صقلیہ کے بحری حملوں میں اجمالی لفظ اسطول یا اساطیل یعنی جنگی بیڑا یا جنگی بیڑے استعمال کرتے ہیں، لیکن جہاں کسی موقع پر بیڑے کی تفصیل آئی ہے اسمیں شینی کا ذکر خصوصیت سے موجود ہے، موسیو لیبان نے تاریخ جزیرۂ صقلیہ کے اس قدیم نسخہ سے جو پوپ کے کتبخانہ میں محفوظ ہے، اپنی ایک حاشیہ میں حسب ذیل عبارت نقل کی ہے :-

واما الشینی و یسمی الغراب فانه	اور شینی جسکو غراب بھی کہتے ہیں، اوس قسم کی
یجذف بمایة و اربعین مجذافا	کشتی ہو جو ایکسو چالیس ڈانڈوں سے چلائی جاتی
وفیه للمقاتلة والمجذافون	ہو اور اس پر سپاہی اور ملاح سوار ہوتے ہیں[1]

مراکب یہ سامان رسد اور اسلحہ کیلئے بیڑے کے ساتھ ہوتی تھیں،

طریدہ یہ چھوٹی کشتیاں تھیں جن پر گھوڑے وغیرہ لیجائے جاتے تھے[2]

امیرالبحر جنگی بیڑے امیرالبحر کے ماتحت ہوتے تھے جسکو "امیرالبحر" یا "امیرالاساطیل" کہا جاتا تھا، قاضی

---

[1] تاریخ تمدن عرب، ضمیمہ دوم ص ۹، [2] ابن اثیر کے ان حوادث میں دیکھا جائے جنمیں صقلیہ کے بحری حملوں کا ذکر ہے، حوادث ۳۰۰ھ میں ایک ۰ ۰ من بیڑے کے ضمن میں ان کا مجموعی تذکرہ بھی ہے،

Marfat.com

وغیرہ امیر البحر کا تذکرہ سیاسی تاریخ میں گذرا ہے،

آلاتِ حرب سپاہیوں کے اوزاروں میں قدیم اسلحہ، تلوار، نیزے، تیر، کمان، ڈھال خود اور زرہ وغیرہ تھے،

محاصرہ شکن آلات میں منجنیق اور دبابہ قابلِ ذکر ہیں منجنیق قلعوں اور شہروں پر پتھر پھینکتی دبابہ ایک ایسا آلہ تھا جس سے قلعہ کی دیوار میں نقب لگاتے، اور نقب زن اس آلہ میں بیٹھے رہتے، اور اسی کے ذریعہ سے اندر پہنچ جاتے، عہد اسلامی کا یہ دبابہ موجودہ زمانہ کے عسکری آلہ ٹینک سے ظاہری صورت اور بہاجہت روانی میں مشابہ ہے۔

صقلیہ میں ان آلات کے استعمال کا تصریحی ذکر قصر یانہ اور سرقوسہ کے محاصروں میں آیا ہے،

آتشیں مادے: صقلیہ کی لڑائیوں میں آتشیں مادوں میں سے دو چیزوں نفت اور نار یونانیہ کا ذکر ملتا ہے،

نفت ایک قسم کا آتشیں سیال مادہ ہے، جسکو خاص آلات سے دشمن کی فوج میں پھینکتے تھے، نفت جزیرہ ہی سے حاصل کیا جاتا تھا، یہاں اسکے تین بڑے بڑے کنوئیں تھے، اسلامی حکومت نے اس کے نکالنے کا خاص اہتمام کیا تھا، یہ تینوں کنوئیں، کوہ اتنا کے قریب واقع تھے، حسن اتفاق سے ان کنووں سے نفت نکالنے کی پوری تفصیل بھی تاریخ میں محفوظ ہے، قزوینی کا بیان ہے، کہ نفت کا مادہ ان گہرے کنووں میں موسم بہار کے شروع ہوتے ہی آجاتا تھا، اور بہار کے ختم ہوتے ہوتے کنوئیں خشک ہوجاتے تھے، مادہ کو حاصل کرنے کے لئے ان میں سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، ان میں اترنے والوں کیلئے خاص قسم کے حفاظت کرنے والے لباس تیار کئے گئے تھے، کیونکہ ان کے اندر اسقدر آتشین لہر ہوتی تھی، کہ ایک ہی سانس ان کی ہلاکت کا باعث بنجاتی، علاوہ ازیں اس مادہ میں جھلسا دینے کی خاصیت بھی تھی،

اس لئے ان کے لبادے ایسے بنائے جاتے تھے جنہیں منفذ نہیں ہوتے تھے پورا جسم ڈھکا رہتا تھا سانس کے نتھنے بھی بند رہتے تھے، اس لبادہ کو پہن کر کنووں میں اترتے تھے بڑے بڑے برتن کنوئیں میں پہلے سے اوتار دئے جاتے [illegible] اس سیال مادہ کو جمع کر کے اوپر بھیجے جاتے اس سیال مادہ پر روغن کی ایک جھاگ آتی جسکو چھانٹ چھانٹ کر برتنوں میں جمع کر لئے جاتے یہی چیز نفت تھی[1]

دشمنوں پر اچھالنے کا طریقہ یہ تھا، کہ اسکو شیشہ کی ایک خاص قسم کی بوتلوں میں جنہیں اصطلاحاً قواریر کہا جاتا تھا، انڈیل کر بند کرتے، اور پھر ان میں ایک گرز پیوست کر دیتے، اور میدان جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ان گرزوں کو زور زور سے گھما کر ان بوتلوں کو دشمن کی صفوں پر پھینکتے جو وہاں پہنچکر چکنا چور ہو جاتیں، ور نفت کا وہ آتشیں مادہ صفوں کی صفیں برباد کر ڈالتا[2]

دوسرا آتشیں مادہ نار یونانیہ تھا، یہ بالعموم بحری لڑائیوں میں استعمال [illegible] بڑی خاصیت یہ تھی کہ وہ پانی میں نہیں بجھتی، اور زیر آب بھی کام کرتی تھی، چنانچہ بیڑے [illegible] اکثر بیڑے صقلیہ کے عربوں نے اسی کے ذریعہ برباد کئے، موسیو لیبان کی تحقیق میں نار یونانیہ گندھک، گوند اور چربی وغیرہ جیسی جلنے والی چیزوں سے مرکب ہوتی تھی[3]

لیکن یورپ کے ایک دوسرے محقق پروفیسر جارج یعقوب کی تحقیق میں نار یونانیہ اور نفت دونوں ایک ہی چیز ہیں[4] مگر عربی تاریخوں میں ان دونوں کے استعمال کا تذکرہ دو جداگانہ ناموں سے کیا گیا ہے،

صقلیہ کا اسلامی جھنڈا، | صقلیہ میں اسلامی جھنڈا سبز رنگ کا تھا جس پر سیاہ برج بنا ہوتا تھا،[5]

---

[1] آثار البلاد واخبار العباد قزوینی ص ۴۴ طبع ۱۸۴۸ء [2] نفح الطیب ص ۲۲۰ [3] تمدن عرب ص ۳۹۴ و اخبار اندلس جلد ۲ ص ۵ [4] مشرق کا اثر مغرب پر ترجمہ دراونٹیل کالج میگزین نومبر ۱۹۳۰ء
[5] تمدن عرب ص ۲۰۲،

محکمہ فوج میں خبر رسانی کا اہتمام صقلیہ کی اسلامی فوج میں خبر رسانی کے وسائل موجود تھے، خصوصاً دشمنوں کے ملکوں میں اسلامی حکومت کے جاسوس کامیاب خدمات انجام دیتے تھے، مثلاً ۲۵۲ھ میں والی صقلیہ خفاجہ کو ایک بزنطینی بیڑے کی قسطنطنیہ سے روانگی کے پیشتر اوس کی آمد کی خبر جاسوسوں سے مل گئی،

ابراہیم کے عہد میں بھی قسطنطنیہ میں مسلمان جاسوسوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، سینا، قصریانہ اور نقتینی کی فتح میں بھی مسلمان جاسوسوں کی خدمات کا ذکر آیا ہے،

مسلمان نامہ بر کبوتروں سے بھی پیغام بھیجتے تھے، چنانچہ مسلمانانِ جزیرہ برنسک نے مہدیہ پر نارمنوں کے حملہ کی خبر نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ پہنچائی تھی،

اسیرانِ جنگ جس زمانہ میں صقلیہ میں روم و عرب کی آویزش ہوئی اس عہد کے بین الاقوامی دستور جنگ کے مطابق جنگ کے ایسے سپاہی جو گرفتار ہوتے، اور محارب حکومت کسی معاہدہ کے رو سے اونھیں آزاد نہیں کراتی، وہ فتحیاب فوج کے غلام بنائے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ میں بھی اسی دستور کے مطابق ایسے رومی قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گئے جنھیں متحارب حکومت بزنطی یا کسی دوسری ذمہ دار حکومت نے آزاد نہیں کرایا، اور انھیں غلامی کا طوق پہننا پڑا،

یہ رومی غلام فوج میں بحصہ رسد تقسیم کئے جاتے، اس تقسیم سے ایک بڑی تعداد حکومت کے قبضہ میں بھی رہتی، اور قدیم دستور غلامی کے بموجب ان کے آقاؤں کو ان پر وہ تمام حقوق حاصل ہوتے، جو اس عہد میں غلاموں کیلئے روا سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ان کی خرید و فروخت بھی ہوتی تھی، اور صقلیہ اور اٹلی کے عیسائی قیدی، افریقہ، مصر اور بغداد تک لیجا کر فروخت کئے جاتے تھے، چنانچہ جلد اول میں اٹلی کی اسلامی سلطنت کے بیان میں راہب برنارڈ کے سفرنامہ کے اقتباسات گذرے ہیں، ان میں تذکرہ آیا ہے، کہ چھ جہازوں میں ۹ ہزار عیسائی قیدی روانہ کئے گئے، ان میں دو جہاز پہلے افریقہ گئے جنھیں ۳ ہزار قیدی تھے، پھر دو جہاز ایسے ہی ٹیونس گئے، اور اس کے بعد دو جہاز اسی تعداد میں قیدیوں کو لیکر اسکندریہ روانہ ہوئے۔

Marfat.com

سفرنامہ برنارڈ کے مصحح مسٹر ٹامس رائٹ اس پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں :-

"جن مسیحی اسیروں کا ذکر برنارڈ نے کیا ہے، اور جو افریقہ و مصر میں غلامی کے لئے بھیجے جاتے تھے، وہی تھے، جو علاقہ بنی ونٹم پر تاختیں کر کے مسلمانوں نے پکڑے تھے، اون کی جو تعداد برنارڈ نے بتایا ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اسی طرح ٹھونس ٹھونس کے جہازوں میں بھر دئے جاتے تھے جسطرح حبشی غلام بھرے جاتے تھے"[1]

لیکن مسٹر ٹامس رائٹ کا سخت ظلم ہے، کہ وہ محض قیدیوں کی کثرت تعداد سے ان کے ساتھ اوس وحشیانہ سلوک کے کئے جانے کا الزام لگا رہے ہیں، جو رومن عہد میں حبشی غلاموں کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا، جہازوں کی تفصیل میں گذر چکا ہے، کہ عربوں کے جو جہاز صقلیہ میں چلتے تھے، وہ [illegible] چالیس چالیس ڈانڈوں سے چلائے جاتے تھے، اسی طرح ابن جبیر نے جہازوں کی وسعت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، اس سے یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ جہازوں میں قیدیوں کی غیر معمولی تعداد بھر دی جاتی تھی، اگر یہ امر واقع ہوتا، تو خود برنارڈ کے خاموش رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی وہ خود بھی اسکی طرف اشارہ کرتا،

علاوہ ازیں مسلمانوں نے صقلیہ کے ان قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا صحیح اندازہ اس وقت ہوگا جب یہ دیکھا جائے، کہ یہی قیدی افریقہ مصر اور شام میں جا کر کیا سے کیا بن گئے، حقیقت یہ ہے کہ.

غلاموں کے ساتھ سلوک

اس قدیم دستور جنگ کے باوجود جس کے رو سے قیدیوں کا غلام بنایا جاتا تھا، اسلام نے غلاموں کے ساتھ جس حسن سلوک، اور [illegible] کی تعلیم پیرووں کو دی تھی، اس کے خوشگوار نتائج پیدا ہوئے، [illegible] ہوئے کہ ان کی غلامی ان کے لئے ذریعہ عزت بن گئی، چنانچہ یہی باشندگان صقلیہ جو کسی [illegible] کے غلام بنائے [illegible]

[1] سفرنامہ برنارڈ، در صقلیہ میں اسلام صـ ۳۲ ۔

Marfat.com

تھیٹر میں درندوں کے شکار بنائے جاتے تھے جب وہ اپنے جدید فاتح قوم مسلمانوں کے یہاں پہنچے تو وہ کچھ سے کچھ ہوگئے۔ یہانتک کہ بعضوں نے ترقی کرکے حکومت کے اعلیٰ منصبوں اور ذمہ دار عہدوں کو حاصل کیا،

صقلیہ کے رومی غلام اسلامی ممالک میں معزز عہدوں پر

[illegible] صقلیہ کے [illegible] غلاموں کے نام اور حالات درج ہیں جنھوں نے اسلامی ملکوں میں توطن اختیار کرلیا اور وہ علمی و سیاسی و ملکی مرتبے حاصل کر [illegible] پہنچا تھے

جوہر صقلی کی مختصر سرگذشت یہ ہے، کہ اوسکو صارب صقلبی اپنے ون حملوں میں سے کسی ایک میں صقلیہ سے لیگیا، جو عہدِ فاطمیہ کے آغاز میں اوس نے صقلیہ والوں پر کئے تھے، صارب خود غلامی سے ترقی کرکے بلند مرتبہ پر پہنچا تھا، اوس نے جوہر کو ایک دوسرے خادم بخیران کے سپرد کیا، اوس نے اس کو ایک دوسرے خادم خفیف کے یہاں پہنچایا، اور خفیف نے اسکو المنصور کے دربار میں لاکر نذر کردیا جسکو رفتہ رفتہ ایسی سربلندی حاصل ہوئی کہ دنیا میں **القائد ابو الحسن جوہر الصقلی فاتح مصر** کے نام سے مشہور ہوا

عہدۂ وزارت و سپہ سالاری

جوہر صقلی کو المنصور ہی کے عہد میں حکومت کے معاملات میں درخور حاصل ہوگیا تھا، اسکے بعد جب المعز کا دور آیا، تو اس وقت جوہر کے سپرد عہدۂ کتابت تھا اور جوہر الکاتب کہا جاتا، پھر ۳۴۷ھ میں قلمدان وزارت سپرد کیا گیا، اسکے کچھ دنوں بعد سپہ سالاری کی خدمت تفویض ہوئی، اور تمام قائدین اسکے ماتحت کئے گئے، اور یہ مملکت فاطمی کی توسیع کیلئے لشکر جرار لیکر افریقہ [illegible] میں اس کا ایک وسیع رقبہ زیرنگیں کرکے فاطمی مملکت میں داخل کیا، جس کے حدود تاہرت، فاس، سجلماسہ اور بحر محیط پر ختم ہوتے تھے۔

[illegible] ابن خلکان وغیرہ میں جوہر [illegible] دیگر صقلیین یانس زیدان اور حارق وغیرہ [illegible] لیکن یہ کوئی تعجب نہیں ہے، اگرچہ سمعانی اور ابن کلبی وغیرہ نے صقلی سے نسبی انتساب [illegible] روایت اخیر [illegible] منسوب کیا ہے، (کتاب الانساب ورق ۳۵۵) لیکن پھر ابن کلبی نے

مصر کی فتح کیلئے جوہر کی روانگی اور اس کا اعزاز و اکرام

جب المعز کو مصر کے فرمان روا کافور اخشیدی کے وفات پانے اور حکومت میں اختلال پیدا ہو جانے کی خبر ملی، تو اس کو مصر کی فتح کا خیال پیدا ہوا، اس غرض سے جوہر کو فوج کی فراہمی کیلئے مقرر کیا جس نے قبیلہ کتامہ کی ٹڈی دل فوج جمع کر لی، اور یہی لشکر اسی کی سرکردگی میں یوم شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۳۵۸ھ کو مصر روانہ ہوا، فوج کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے،

لشکر کی روانگی کے وقت شعرا نے جوہر کی شان میں مدحیہ قصائد پیش کئے، اور المعز نے اسکو غیر معمولی اعزاز کے ساتھ رخصت کیا خلعت شاہانہ سے سرفراز کر کے مشایعت کے لئے خود فوج کے ہمراہ نکلا اور ایک شبانہ روز فوجی چھاؤنی میں مقیم رہا جوہر کی قدر و منزلت کی یہ انتہا تھی، کہ اوس کے جاہ و جلال اور اعزاز و اکرام کیلئے خود اسکو سواری پر سوار کیا اور ولی عہد افریقیہ خاندان شاہی کے تمام شاہزادوں افریقیہ کے امراء و معززین اور حکومت کے ممتاز عہدہ داروں کو اسکے مرکب میں ساتھ ساتھ پیادہ پا چلنے کا حکم دیا، اور راستہ کے عمال حکومت کے نام فرامین صادر کئے، کہ جوہر جہاں جہاں سے گذرے، وہ خود گھوڑے پر سوار رہے، اور عمال حکومت اسکی پیشوائی و مشایعت میں پیادہ پا چلیں، اور اوس کی دست بوسی کریں،

(بقیہ حاشیہ ص گذشتہ) نسبی انتساب کے علاوہ قومی و وطنی انتساب کی صحت بھی تسلیم کی ہے، اور لکھا ہے، "رومی و صقلبی وارمنی وافرنجی اخوة" یعنی رومی صقلبی، ارمنی اور افرنجی ہم معنی ہیں، ابن خلکان لکھتا ہے، الصقلبی هذه النسبة الی الصقالبة وهم جنس من الناس یجلب منهم الخدم اور صقلبی صقالبہ کی طرف منسوب ہے، یہ لوگوں کی ایک قسم ہے جو خدمت گزاری کا پیشہ کرتے ہیں، (ج ۱ صفحہ ۱۵۶ ترجمہ ابو الفتوح برجوان،) اور جن صقلبیوں کے قدیم وطن کی تصریح کی گئی ہے، وہ بالعموم یورپ ہی کے کسی حصہ میں واقع ہیں اسلئے صقلی و صقلبی میں تضاد نہیں ہے اگرچہ ہر صقلبی کا صقلی ہونا ضروری نہیں، اسلئے ہم نے صرف اسی "صقلبی" کو "صقلی" تسلیم کیا ہے جسکو کسی مورخ نے بہ تصریح صقلی بھی کہا ہے،

Marfat.com

یہ بھی صقلیہ کے اس قیدی کی عزت افزائی جو اسیر جنگ ہو کر غلام بنا، اور دست بدست فروخت ہو کر در بدر پھرا، اور چند ہی دنوں میں اس مرتبہ پر جا پہنچا۔

مصر میں جوہر کے ہاتھوں دولت فاطمی کا آغاز

جوہر نے مصر فتح کرکے ۱۷ شعبان ۳۵۸ھ کو مصر میں المعز کی حکومت کا اعلان کیا ۸ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ میں جامع طولون میں نماز ادا کی اور اسی دن اذان میں پہلی مرتبہ "حی علی خیر العمل" کا اضافہ کیا اور اس کے ساتھ اس نے مصری حکومت کا سرکاری مذہب شیعہ قرار دیا۔

بنائے قاہرہ

یوں تو جوہر کے ہاتھوں جب مصر کی زمام حکومت آئی اس سلسلہ میں اس کے بکثرت اہم واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں لیکن اس کے ایسے کارنامے جو صفحۂ عالم پر لازوال ہیں، ان میں سے مصر کے مشہور شہر قاہرہ کی بنا ہے۔ اس کی بنیاد اس نے ۸ جمادی الاخریٰ ۳۵۹ھ میں ڈالی۔ اس کی بنا کے وقت اس کی وہی حیثیت تھی جو صقلیہ میں بلرم کے پہلو میں خالصہ کی۔ قاہرہ کی بنا و تاسیس کی تفصیلی سرگزشت مقریزی نے خطط مصر میں لکھی ہے۔

جامع ازہر

جوہر کا دوسرا لافانی کارنامہ جامع ازہر مصر کی تعمیر ہے جس نے آگے چل کر ایک عظیم الشان دینی درسگاہ کی عظمت حاصل کی اور آج بھی اسی طرح موجود ہے۔ اس کی تعمیر ۲۴ جمادی الاولیٰ ۳۵۹ھ کو شروع ہوئی اور ۹ رمضان ۳۶۱ھ کو تکمیل کو پہنچی۔ جوہر نے جامع ازہر کی مقدس رواق کے قبہ پر ایک عبارت بھی بطور یادگار کندہ کرائی وہ عبارت بسم اللہ کے بعد حسب ذیل ہے:

"امر ببنائه عبد الله و وليه ابو تميم معد الامام المعز لدين الله
امير المؤمنين صلوات الله عليه وعلى آبائه وابنائه الاكرمين على
يد عبده جوهر الكاتب الصقلي وذلك في سنة
ستين وثلاثمائة۔"

شاہ وفا پر جوہر کا اقدام اور المعز کو مصر میں منتقل کرانا

جوہر نے قاہرہ کی تعمیر کے بعد المعز کو قاہرہ کے دار الخلافت

قرار دینے کی ترغیب دی لیکن اوس نے اسوقت یہ دعوت قبول نہ کی، جوہر المعز کے نائب کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا اور خطبا، عمال و قضاۃ وغیرہ مقرر کر دئے، ہفتہ میں ایک دن وہ خود بھی داد رسی کیلئے بیٹھتا تھا پھر فتوحات کا سلسلہ بڑھایا یہاں تک کہ اوس نے مصر کے علاوہ شام و حجاز پر بھی قبضہ کر لیا اسکے بعد جوہر کو اپنی دعوت پیش کرنے کا مزید موقع ملا اور بالآخر اوس کے اصرار سے المعز ترک وطن کر کے قاہرہ میں آکر آباد ہو گیا اس طرح جوہر کی تحریک سے اس کا نو تعمیر شہر فاطمیوں کے لئے دارالخلافہ بن گیا اور جو آج بھی مصر کا پایۂ تخت ہے، جوہر نے المعز کے آنے کے بعد مصر و شام و حجاز کی عنان حکومت اسکے سپرد کر دی اوس نے ۴ سال ۲۰ یوم حکومت کی،

وفات | جوہر نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی،

صقلیہ کے اس اسیر جنگ غلام کی شخصیت وہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اوس کی وفات کے بعد بقول ابن عذاری و ابن خلکان کوئی شاعر ایسا نہ تھا جس نے اس کا مرثیہ نہ کہا ہو اور مشرق و مغرب میں اسکی فتوحات کا ذکر نہ کیا گیا ہو،

جوہر کے لڑکے | جوہر کے بعد اس کے لڑکوں کو بھی اعزاز و اکرام عطا ہوا اور وہ عہدوں پر سرفراز ہوئے بڑا لڑکا حسن بن جوہر الحاکم کے عہد میں قائد القواد اور وزیر اعظم تھا اور دوسرے لڑکے قائد ابو عبداللہ حسین بن جوہر کو مختلف ممالک برقہ و طرابلس الغرب وغیرہ کی عنان حکومت دی گئی،

یانس صقلی خلیفہ فاطمی العزیز کے درباریوں میں تھا الحاکم بامر اللہ نے سریر آرائی کے وقت اسکو خلعت سے سرفراز کیا اور اس کے مقربین میں بھی شامل ہو گیا، پھر صوبہ برقہ کا والی بنایا گیا اس کے بعد جب ۳۹۰ھ میں طرابلس الغرب کے حاکم نے اپنی حکومت [illegible]

ل [illegible]

[illegible]

الحاکم بامر اللہ نے اوسکی جگہ یانس صقلی کو فرمانِ ولایت دیکر طرابلس بھیج دیا، طرابلس اگرچہ افریقیہ میں واقع تھا لیکن وہ حکومتِ صنہاجی سے آزاد رکھکر حکومتِ مرکزی مصر کے ماتحت رکھا گیا تھا مگر یہ فرمانروائے افریقیہ کو ناگوار تھا، وہ طرابلس پر بھی اپنا ایک گونہ اقتدار قائم رکھنا چاہتا تھا،

چنانچہ جب یانس طرابلس پہنچا، تو بادیس صنہاجی نے یانس سے فرمانِ ولایت طلب کر بھیجا، طرابلس اگرچہ ایک چھوٹا صوبہ تھا لیکن اپنے مرتبہ میں حکومت افریقیہ کے مساوی تھا اس لئے اصولاً بادیس کو یانس سے فرمان طلب کرنے کا کوئی استحقاق نہ تھا، چنانچہ یانس کو یہ ناگوار گذرا، اور اوس نے درشت لہجہ میں جواب میں دیا :-

"میں امیر المومنین کی جانب سے نائب بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری شخصیت اس سے بلند ہے کہ تصدیق کیلئے فرمان دیا جائے، حاکم کی سلطنت میں میرا جو وقار ہے، اسکے یہ منافی ہے کہ مجھ ایسے شخص سے عہدۂ ولایت کا تصدیق نامہ طلب کیا جائے"

بادیس نے اس کے جواب میں تین صورتیں پیش کیں، یا تو فرمان بغرض ارسال کیا جائے، یا خود حاضر ہو کر تشفی بخش جواب دے، ورنہ تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی، یانس نے جواب دیا :-

"اور تم تک پہنچنا، تو اسکی کوئی سبیل نہیں، اور فرمانِ ولایت تو میں اس سے زیادہ بلند ہوں کیونکہ میں امیر المومنین کا نائب ایک ایسے صوبہ (برقہ) پر تھا، جو طرابلس سے بڑا ہے، اور تیسری صورت تو تمہیں نقل و حرکت کر کے مجھ تک پہنچنے کی ضرورت نہیں، میں خود پیشقدمی کر کے تم سے ملتا ہوں اور جنگ کرتا ہوں"

لیکن یانس کا یہ عاجلانہ فیصلہ تھا، خواہ وہ اصولاً برسرِ حق ہو تاہم اس وقت وہ ایک مختصر صوبہ کا والی تھا جسکو افریقیہ سے کوئی نسبت نہ تھی، چنانچہ اسکی پیش قدمی کے افریقی لشکر نے اسے شکست دی، اور زندہ گرفتار کر کے سرتن سے جدا کر دیا۔[1]

[1] اخبار مصر ابن میسر ص ۷۰ طبع قاہرہ، اصطلاحات تیجانی رحلہ ارمی ص ۲۰۶ ...

یہ ایک صقلیہ نژاد غلام کی خود دارانہ احساسات کا ایک نمونہ ہے کہ اُس نے اپنی عزت نفس پر جان گنوا دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

بشری الصقلی، ابوالقاسم القائم بامراللہ کا خادم تھا، رفتہ رفتہ سپہ سالاری کے عہدہ تک پہنچا، جب القائم بامراللہ کے خلاف ابویزید زناتی نے فوج کشی کی، تو بشری الصقلی نے نمایاں خدمات انجام دیں، تیجانی نے اپنے سفرنامہ میں اسکے کارنامے تفصیل سے بیان کئے ہیں،[1]

زیدان صقلی ۳۹۰ھ میں طرابلس کے عہدۂ ولایت پر مامور تھا، لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہا، پھر الحاکم کے مقربین خاص میں داخل ہوا، اور بالآخر ۳۹۵ھ میں اسی کے ہاتھوں قتل ہوا، مصر میں اس کا ایک باغ زیدانیہ یادگار تھا،[2]

قیصر صقلی، المعز لدین اللہ کے عہدِ حکومت میں صوبہ باغایہ کی ولایت پر مامور تھا[3]

مظفر صقلی، المعز کے عہد میں جوہر کے ماتحت فوج کا ایک معزز افسر تھا، پھر ترقی کرکے المعز کے مقرب درباریوں میں داخل ہو گیا،[4]

فائد طارق صقلی، المستنصر کی طرف سے ۴۵۵ھ میں دمشق کا والی بنا کر بھیجا گیا، وہاں ناصر الدولہ حسن بن حسین بن حمدان مستولی تھا، اس نے حسن کو گرفتار کر لیا، اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی، پھر المستنصر نے ۴۵۹ھ میں ایک دوسری خدمت اسکے سپرد کی،[5]

نصیر الصقلی، المعز کے عہد میں معزز عہدہ دار تھا، جب وہ ترک سکونت کرکے مصر روانہ ہونے لگا، تو المعز نے اسکو صوبہ باغایہ کی ولایت پر بھیجا،

---

[1] رحلۃ التیجانی در اماری ص ۳۵۷ [2] کتاب مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی در اماری ص ۲۲۲، [3] تاریخ مغرب ابن عذاری [4] ذیل تاریخ دمشق ابن قلانسی ص ۲۵۵ بحوالہ خطط مقریزی و تاریخ ذہبی، ذیل تاریخ دمشق کے مصحح کی تحقیق میں اسکا صحیح نام ریدان ہے [5] ابن خلدون جلد ۴ ص ۴۷ [6] کتاب المونس ص ۷۱ [7] ابن خلدون جلد ۴ ص ۵۱ [8] رحلہ تیجانی در اماری ص ۳۵۹

باسیل الصقلی بھی المعز کے عہد میں تھا، اس نے اکوشمر سرت کی ولایت تفویض کی تھی۔

طرفۃ الصقلی۔ اندلس کے المظفر عامری کے ممتاز درباریوں میں تھا، رفتہ رفتہ وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوا، لیکن پھر درباری سازشوں کا مقابلہ نہ کر سکا، اور ۳۹۵ھ میں تہ تیغ کیا گیا۔[۲]

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت

صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت جس امن وامان اور معاشرتی تمدنی اور مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اس کا تذکرہ یورپ کے مورخین نے مداحانہ کیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ صقلیہ کی عیسائی رعایا اسلامی حکومت کے عہد میں عیسائی حکومت بزنطی کے عہد سے زیادہ مرفہ الحال وفارغ البال تھی۔ موسیو لیبان نے عیسائیوں کی عدالت، اور عیسائیوں پر اسلامی حکومت کے محاصل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کی عام مذہبی آزادی کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"عربوں کی حکومت میں عیسائیوں کو مذہب، رسم ورواج اور قانون کی پوری آزادی ملی، کرادین ایک عیسائی راہب جو پلرمو کے کلیسا سینٹ کیا تھرین کا قسیس تھا، لکھتا ہے، کہ پادریوں کو پوری آزادی تھی، کہ وہ اپنا مذہبی لباس پہنکر بیماروں کو تسلی دینے کیلئے جایا کریں۔ ایک دوسرا قسیس مورد کولی بیان کرتا ہے، کہ مسینا میں عام رسوم مذہبی کے وقت دو جھنڈے کھڑے ہوتے تھے، ایک جھنڈا مسلمانوں کا...... اور دوسرا عیسائیوں کا جس پر سرخ زمین پر سنہری صلیب بنی ہوئی تھی، فتح کے وقت جتنے کلیسے موجود تھے، قائم رکھے گئے تھے، البتہ اندلس کی طرح نئے کلیسے بنانے کی

---

[۱] کتاب الونس ص۔ [۲] البیان المغرب جلد ۲ ص ۲۵۔۲۶۔ طبع پیرس ۱۹۳۰ء

Marfat.com

یہاں اجازت نہ تھی۔"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"صقلیہ کے عیسائی باوجود تعصب، مذہبی و قومی مخالفت کے اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں شدید ترین نقصانات اٹھاتے تھے، وہ مسلمانوں کے طرز حکومت کو اچھی نظر سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً قسطنطنیہ کی طماع و جابر حکومت کے مقابلہ میں گو [illegible] غیر مسلم رعایا کی حالت بہ نسبت مسلمان رعایا کے اچھی نہ تھی مگر جب "رعایائے بزنطین" اپنی حالت کا [illegible] کی عیسائی رعایا کے حالات سے موازنہ کرتے، تو اپنے کو ناخوشگوار حالات میں پاتے، اور مسلمانوں کی عیسائی رعایا پر رشک کرتے، مسلمانوں نے جو محصول لگائے تھے، وہ قانون کے رو سے مقرر تھے جن کی بیشی نہیں ہو سکتی تھی، وہ مداخلت کے خوف و خطرہ کے بغیر اپنے مذہبی مراسم ادا کر سکتے تھے، اور اپنی ہی تمدنی حالت پر قائم رہ سکتے تھے۔"[2]

---

[1] تمدن عرب ص ۱۰۰، [2] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۴۳۔

Marfat.com

معیشت

انسانی زندگی کا بڑا حصہ مادی ضروریات کی فراہمی میں صرف ہوتا ہے اسلئے کسی ملک کے تمدنی حالات کا صحیح اندازہ وہاں کی معیشت کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے،

انسان اپنی معاشی زندگی میں قدرت کے دین اور بخششوں کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اس لئے جو قدرتی سامان ملک میں موجود ہوں معیشت کے حاصل کرنے میں سب سے پہلا مدار اونہی پر ہوتا ہے انسان اپنی جودت و ذہانت سے ملک کے قدرتی سامان میں ترمیم کرکے اونھیں کارآمد بناتا ہے، اس سے دولت کی پیدایش کی مختلف صورتیں نکلتی ہیں، پھر دولت کی پیدایش کے وسائل آمد و رفت کے ذرائع، اور مبادلہ وغیرہ کی صورتوں میں اختیار کئے جاتے ہیں، اون کے بعد دولت کی تقسیم کی باری آتی ہے، پھر دولت کے صرف کرنے کے مواقع ہاتھ آتے ہیں، ہم اسی ترتیب و تقسیم کے ساتھ صقلیہ کے اسلامی عہد کے معاشی حالات بیان کرتے ہیں،

قدرتی ذخائر و اشیاء

ملک کے قدرتی ذخیروں میں آب و ہوا، کوہ و دشت، معادن، نباتات، اور حیوانات وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے،

آب وہوا صقلیہ کی آب و ہوا بحر روم کی آب وہوا کے مانند ہے، گرمی سردی کے درجوں میں کم فرق ہے، وسط جنوری میں یہاں کا درجۂ حرارت ۵۱½ درجہ ہوتا ہے، نشیبی مقامات میں پالا پڑتا ہے، لیکن اس کا سلسلہ چند گھنٹوں سے زیادہ قائم نہیں رہتا، سب سے زیادہ پالا کوہ اٹنا پر پڑتا ہے، یہاں اس کا سلسلہ جولائی تک قائم رہتا ہے، سالانہ بارش سوائے اونچے پہاڑی مقاموں کے کہیں ۳۰ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی بارش عموماً جاڑوں میں ہوتی ہے، جون، جولائی اور اگست کے مہینے تقریباً خشک رہتے ہیں، ان مہینوں میں ۲ انچ سے زیادہ بارش نہیں ہوتی، گرمیوں میں بہت سے دریا خشک ہوجاتے ہیں، شمالی ساحل پر بادسموم چلتی ہے، جو مضرت رساں گرم اور خشک کرنے والی ہوتی ہے، اس موسم میں مطلع غبار آلود ہوجاتا ہے، اپریل میں اوس کے جھونکے تیز ہوجاتے ہیں، مئی اور ستمبر میں بھی جھونکے آجاتے ہیں، اسکا ایک ایک طوفان تین تین دن تک قائم رہتا ہے[۱]، شاید ابن حوقل ایسے ہی موسم میں صقلیہ پہنچا ہو، وہ یہاں کی آب وہوا کا سخت شاکی ہے، اس کے خیال میں یہاں اس قدر خشکی پیدا ہوتی ہے، کہ یہاں کے باشندوں کی دماغی حالت پر اثر پڑتا ہے، اور اس سے ان کے اخلاق وعادات متاثر ہوتے ہیں[۲]، یہ بادسموم عہد اسلامی میں کبھی کبھی نہایت سخت مضر اثرات دکھاتی تھی[۳]،

کوہستانی سلسلے جغرافیہ طبعی کے بیان میں گذرچکا ہے، کہ یہاں پہاڑی سلسلوں کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، یہاں پہاڑوں کے دو سلسلے بڑے اور وسیع ہیں، ایک شمال مشرق میں کوہ اٹنا کا سلسلہ ہے، جسکو عرب جبل النار کہتے ہیں، دوسرا سلسلہ اس سے کچھ دور پر شمال میں نظر آتا ہے، اور یوں تو پورے جزیرہ میں کوہستانی علاقے ہیں لیکن ان پہاڑیوں کی بلندی ایسی نہیں ہے، کہ انھیں پلیٹو سے زیادہ لقب دیا جاسکے[۴]

کوہ اٹنا کوہ اٹنا صقلیہ کا مشہور آتش فشاں پہاڑ ہے، اس کی آتش فشانی عہد اسلامی میں جاری تھی، دن

۱؎ انسائیکلو پیڈیا جلد ۵ ص ۲۰، ۲؎ معجم البلدان ج ۵ ص ۲۰۵ ۳؎ تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درنماری ص ۱۰۱، ۴؎ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۲، طبع یازدہم

کوہ‌ دال اور شب کو آگ نکلتی رہتی تھی، یہ جزیرہ کے مشرقی ساحل پر قطانیہ اور طبرمین کے درمیان واقع ہے
اسکی بلندی موجودہ ساحت کے رو سے ۱۰۸۰۰ فٹ ہے[۱] یہ اپنی بلندی کے لحاظ سے صقلیہ کا سب سے بڑا پہاڑ ہے
اسکے ساتھ یہ یورپ مین سب سے بڑے کوہ آتش فشاں کی حیثیت رکھتا ہے، سمندر سے بہت قریب ہے، اسکی
بلندی پر برف جمی رہتی ہے[۲]

کوہ اتنا و برکان عرب جغرافیہ نویسوں کی نگاہ میں،

عرب مورخین اور جغرافیہ نویسوں کو کوہ اتنا سے بڑی دلچسپی رہی ہے، اس کے متعلق مختلف وعجیب روایتین لکھی ہیں، اگرچہ دور حاضر میں علم طبقات الارض کے مختلف نظریوں، تجربوں، اور تحقیقاتوں سے کوہ آتش فشاں کے دہانہ اور اوس سے نکلنے والے لاوے کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے تاہم اُن پارینہ داستانوں سے اوس زمانہ کے مشاہدات وخیالات کا پتہ چلتا ہے،

عرب جغرافیہ نویسوں میں سے یاقوت اور قزوینی وغیرہ نے فقیہ ابوعلی حسن بن یحیٰی کی تاریخ صقلیہ کمی تھی، کوہ اتنا کے متعلق ان کے بیانات اسی سے ماخوذ ہیں، لکھتے ہین:-

"کوہ آتش فشاں قطانیہ اور طبرمین کے قریب مسقلہ کے درمیان ساحل پر واقع ہے، اسکی مسافت تین دن کی ہوگی، اس کی آتش فشانی کے باوجود اس پر سرسبز درخت نکلتے ہیں، درختوں میں قسطل بندق صنوبر اور ارزق ہیں، اسکے آس پاس بہت سے ایسے آثار قدیمہ پائے جاتے ہین جو متقدمین کی عظمت کی یادتازہ کرتے ہیں، اور پتہ چلتا ہے کہ یہ مقام نہایت کثرت سے آباد تھا، کہا جاتا ہے کہ صرف امبراطور شاہ طبرمین کے عہد میں یہان کے ایک ہزار سپاہی ایک جنگ میں کام آئے تھے، اب اسکے دہانے سے دھواں نکلتا رہتا ہے، اور آگ بھی ہمیشہ برستی رہتی ہے، جسکی وجہ سے کوئی اسکے قریب جانے کی جرأت نہیں کرسکتا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اگر کوئی شخص اس شعلہ بر ماد کو ہاتھ مین

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ ص ۔ طبع یازدہم، [۲] ہسٹری آف دی عربس جلد ۳ ص۱۰۰،

اٹھائے، تو وہ فوراً ٹھنڈا ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ پہاڑ سے نکل کر جسقدر دور پہنچکر گرتا ہے، سب کو خاک سیاہ کردیتا ہے، اور زمین نہایت سخت لوہے کے مانند ہوجاتی ہے، اس میں نہ زراعت ہوسکتی ہے، نہ جانور چل پھر سکتے ہیں، شعلہ باری کے دن کو لوگ "یوم اخبات" کہتے ہیں"[1]

ابوحامد محمد بن عبد الرحیم بن الربیع القیسی الغرناطی صاحب کتاب تحفۃ الالباب ونخبۃ الاعجاب ابو نعائم ابن الحاکم الصقلی سے نقل کرتا ہے:-

آس کے شعلوں کی روشنی، ۱ فرسخ تک پہنچتی ہے، اسلئے اسکی آتش فشانی کے وقت اس رقبہ کے اندر کسی کو روشنی لیکر چلنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اسکی شعاعیں مشعل راہ کا کام دیتی ہیں، بلکہ ایسے موضعوں پر اردگرد کے دیہاتوں میں روشنی جلائی نہیں جاتی ہے اس کی شعاعیں اسقدر تیز ہوتی ہیں، کہ باشندوں کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی ہیں"

ابو علی حسن بن یحییٰ کی روایت ہے:-

اسکی آگ سے روئی کے گالوں کے مانند چنگاریاں اڑ اڑ کر خشکی اور سمندر میں گرتی رہتی ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جو ٹکڑے پانی میں گرتے ہیں، وہ نہایت سیاہ ٹھوس پتھر بنجاتے ہیں، جو ان جہازوں کی طرح ہوتے ہیں جن سے جسم کا میل نکالا جاتا ہے، اور یہ پتھر بھی اس کام میں لائے جاتے ہیں، لیکن جب یہ شعلے بلند ہوکر کسی پتھر یا ریت پر گرتے ہیں، تو وہ بھی اسکی تپش سے اس قدر جل اٹھتے ہیں، اور ان میں ایسی تیزی آجاتی ہے جیسے روئی کی گانٹھ میں آگ لگ گئی ہو، پھر جلتے جلتے بلند ہونا شروع ہوتے ہیں، اور یہاں تک کہ حد سے زیادہ باریک ہوکر فضا میں چھاجاتے ہیں، اور یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ان شعلوں کا اثر کپڑے اور گھاس پھوس پر نہیں پڑتا، بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اسکی آگ جاندار مخلوق اور پتھر کے علاوہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتی، گویا کہ یہ دوزخ کی وہ آگ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَقُودُهَا النَّاسُ

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۴۸، ۴۹، ۵۰، کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات در اماری ص ۱۳۹

وَالْحِجَارَۃ[1] (اور اس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں")

صقلیہ میں حکومت اسلامی کا جو زمانہ گذرا ہے، اسمیں اس پہاڑ کی آتش فشانی جاری تھی، اور اس عہد کے مورخین کی روایت کے بموجب ہر دس برس میں ایک مرتبہ اسکی آتش فشانی ہوتی تھی جس کا سلسلہ چار مہینوں تک قائم رہتا تھا، مقدسی (۳۷۵ھ) لکھتا ہے:۔

"صقلیہ میں ایک پہاڑ ہے جس سے ہر دس برس میں ایک مرتبہ چار مہینوں تک آتش فشانی ہوتی ہے[2]"

اسی سبب سے مذکورۂ بالا قسم کی افواہیں شہرت رکھتی ہیں، علی بن ابی بکر ہراوی اپنی کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات میں ایک دوسری روایت لکھتا ہے:۔

"مجھ سے صقلیہ کے بعض اہل علم نے بیان کیا، کہ انھوں نے اس پہاڑ سے ایک سرمئی رنگ کے پرندے کو نکلتے دیکھا، جو اس کے اوپر برابر پرواز کرتا رہا، اور پھر اس کے دہانہ میں واپس چلا گیا"

لیکن سنجیدہ عرب اہل علم نے ان روایات کو قبول نہیں کیا ہے، چنانچہ ہراوی نے جو صقلیہ جا چکا تھا، اور بچشم خود اسکو دیکھا، مذکورۂ بالا واقعہ لکھ کر اسکی یوں تغلیط کی:۔

"لیکن میں! تو میں نے سوائے ان سیاہ پتھروں کے کوئی چیز نہیں دیکھی، جو اس سے نکل نکل کر سمندر میں گرتے رہتے ہیں، یہ پتھر اس پتھر کے مثل ہوتا ہے جس سے لوگ برتن صاف کرتے ہیں[3]"

عرب مورخین اور جغرافیہ نویس لکھتے ہیں، کہ اس کی بلندی پر ابر و باد چھایا رہتا ہے، چٹانیں برف سے ڈھکی رہتی ہیں، جو موسم گرما میں بھی نہیں پگھلتی، اور جاڑوں میں تو سراپا برف کا پہاڑ معلوم ہوتا ہے، باوجودیکہ اس کے شعلے گاؤں کے گاؤں جلا کر خاکستر کر ڈالتے، لیکن خود اس کے دامن میں سرسبز و شاداب درخت

---

[1] کتاب تحفۃ الالباب و نخبۃ الاعجاب ما زنی ص۱۰۲، [2] احسن التقاسیم ص ۱۲۴،
[3] کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ہراوی ص ۵۵

پرورش پاتے تھےؔ ہیں اور اسکا یہی اعجوبۂ روزگار تماشا تھا جسکی وجہ سے یہ زمانہ قدیم سے چار دانگ عالم میں مشہور تھا، حکمائے یونان اس کے عجائب کی سیر کیلئے دور دراز کا سفر کرتے، اور آتش سیال، اور برودت منجمد کا اجتماع ضدین دیکھتے،

زمانہ قدیم میں لوگ اس کو سونے کی کان بھی سمجھتے تھے، اسلئے رومی اس کو جبل الذہب سے بھی موسوم کرتے تھے،[۱]

کوہ برکان اگرچہ جزیرۂ صقلیہ سے الگ جنوب مشرق میں بروایت ادریسی ۱۵ میل پر جزیرۂ برکان میں ہے، لیکن عرب جغرافیہ نویس اس جزیرہ کو صقلیہ ہی کے حدود میں داخل سمجھتے ہیں،

کوہ برکان کی آتش فشانی کی صورت کوہ اتنا سے مختلف تھی، اُس کی آتش فشانی تو کبھی کبھی ہوتی تھی لیکن جب اس کا دہانہ کھلتا تھا، تو دہکتے ہوئے پتھر نکلتے تھے، اور ہولناک گرج کڑک اور چمک سے فضا گونج اٹھتی تھی[۲] مشہور یونانی فلسفی فرفریوس مصنف کتاب ایساغوجی اسی میں نذر آتش ہوا اس پہاڑ کے متعلق بھی بہت سی روایتیں مشہور ہیں، قدیم عرب مورخ مسعودی لکھتا ہے،

> اس میں سے انسانی جسم کی طرح کے پیکر ناری نکلتے ہیں، اور ہوا میں پرواز کرکے سمندر کی لہروں میں گر کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور سرد ہونے کے بعد سفید پتھر بنجاتے ہیں، جن سے کتابت کے وقت قلم زد حروف چھیلے جاتے ہیں[۳]"

جس زمانہ میں ابن جبیر یہاں پہنچا، (۵۸۰ھ) دن کے وقت اس سے دھواں اور شب میں شعلے[۴]

---

۱ معجم البلدان جلد ۵ ص ۵، ۱۴، و کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات درامازی ص ۱۳۹، ۵۲ رحمہ ۲۳۵ و عجائب المخلوقات قزوینی، درامازی ص ۱۳۰، ۳ ۵ نزهة المشتاق ص ۱۰، ۴ ۵ مروج الذہب مسعودی،

شتے تھے۔ اوس نے کوہ برکان اور کوہ اَتنا دونوں کے حالات ساتھ لکھے ہیں، لکھتا ہے؛

کوہ آتش فشاں اسی جزیرہ میں ہے، وہ اس قدر بلند ہے کہ بارہوں مہینے بادلوں سے گھرا اور برف سے ڈھکا رہتے تھے۔

اس کے بعد آگے چلکر لکھتا ہے؛۔

"ہمارے دائیں طرف سمندر میں نو جزیرے ٹاپوؤں کی طرح نظر آئے، یہ ٹاپو اونچے اونچے پہاڑ ہیں جو جزیرہ کی خشکی کے قریب ہیں ان میں سے دو پہاڑوں سے ہمیشہ آگ نکلتی رہتی ہے ہم نے دن کی روشنی میں دھواں اٹھتا دیکھا، اور رات کو سُرخ آگ نکلتی دکھائی دیتی ہے جس کے شعلے فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور یہی برکان کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا گیا کہ آتش فشاں کے دہانے سے گرم بخارات بڑی قوت سے نکل کر آگ بنجاتے ہیں کبھی کبھی بڑے بڑے پتھر ان بخارات کے ساتھ فضا میں چڑھ جاتے ہیں، اور فضا میں ان کی قوت سے گھومتے رہتے ہیں، گھنٹوں نیچے نہیں گرتے یہ ایک عجیب واقعہ ہے، اور جزیرہ کا وہ عظیم الشان کوہ آتش فشاں جو ... (کوہ اتنا) کہا جاتا ہے، تو اسکی بھی حالت حیرت انگیز ہے، وہ یہ کہ اسمیں سے کسی سال آگ نکل کر سیلاب کی طرح بہتی ہے جدھر سے گذرتی ہے ہر چیز کو جلا دیتی ہے یہانتک کہ بہتی ہوئی سمندر میں گر جاتی ہے سطح سمندر پر بھی یہ آگ تھوڑی دیر جلتی رہتی ہے، اسکے بعد تہ نشیں ہوجاتی ہے، خدا کی کیا شان ہے جو اپنی مخلوقات میں طرح طرح تصرفات دکھاتا ہے"[۱]

دوسری پہاڑیاں | کوہ آتش فشاں کے بعد بلندی کے لحاظ سے سب سے زیادہ قابل ذکر کوہ ایرکس (ERYX) ہے جو کوہ سین گولینو (San Giuliano) بھی کہا جاتا ہے یہ شمال مغرب کے گوشہ میں واقع ہے اسکی بلندی ۲ ہزار فیٹ سے زیادہ نہیں[۲]

---

[۱] ... [۲] اسٹوری آف دی نیشنس جلد ۳۱ (سسلی) ص ۱۔

عرب جغرافیہ نویس اسکو جبل حامد کہتے ہیں، ادریسی اور ابن جبیر وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ پہاڑ اپنی جغرافی حیثیت سے اہمیت رکھتا تھا، جزیرہ میں دشمن فوجوں کے داخل ہونے کا ایک راستہ یہی تھا، چنانچہ ابن جبیر نے اس کے تذکرے کے بعد اسی راستہ سے مسلمانوں کے دوبارہ داخل ہونے کی دعا کی ہے، رومیوں نے اس پر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا تھا، قلعہ اور پہاڑی کے درمیان ایک پل بنا ہوا تھا، جنگ کے موقعوں پر پل کو توڑ ڈالتے تھے، اور حفاظت کے لئے ہر طرف خندق کھودی گئی تھی، پہاڑی کی بلندی کچھ بہت زیادہ نہیں تھی، ہر طرف سے چڑھ سکتے تھے، سطح بھی اسقدر ہموار اور چوڑی تھی کہ [illegible] ہو سکتی تھی، پہاڑ سے کثرت سے چشمے جاری تھے، ابن جبیر نے اس میں چار سو سے زیادہ [illegible] لکھے ہیں۔[1]

دوسرا سلسلہ کوہ پیلوریٹن ([illegible]) [illegible] شرق میں واقع تھا، اس کی بلندی ۴ ہزار فٹ سے زیادہ نہیں ہے، کوہ نبروڈین ([illegible]) [illegible] شمالی ساحل کے وسط میں ہے، یہ چونے کے پتھر سے مرکب ہے، اس کی بلندی ۴ ہزار فیٹ سے [illegible] اسی طرح کوہ مڈنی ([illegible]) کی بلندی ۶ ہزار پانچسو فیٹ ہوگی، اور اسی کے ساتھ ایک دوسرا سلسلہ کوہ جنوب مشرق کی طرف بڑھتا ہوا ابنائے پیسرو ([illegible]) تک چلا جاتا تھا،

عرب جغرافیہ نویس ان پہاڑوں اور ان کے علاوہ اندرون جزیرہ اور ساحل کی دوسری پہاڑیوں کو ان شہروں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جو ان کے دامن میں آباد ہیں، جیسے کوہ آیرین کوہ قصریانہ وغیرہ ادریسی اور یاقوت نے ذیل کے مشہور پہاڑوں کے نام لکھے ہیں، اور ان کا محل وقوع اور دوسری خصوصیتیں بتائی ہیں،

کوہ طور، کوہ قصریانہ، کوہ بلترین، کوہ جفلوذی، کوہ شنت مارکو، کوہ زرارہ، کوہ ابی شامہ، کوہ بزینی، کوہ سرقوسہ، کوہ قیسی، کوہ شنت پیلو، کوہ مجرالعسنم، کوہ قرقودی، کوہ امیر، کوہ بلجا خلیل، کوہ قلال،

[1] نزہتہ المشتاق ص ۲۴ و رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳۵ [2] انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۵ ص ۱۲۱، طبع یازدہم،

دشت و جنگل | اسلامی عہد کے آغاز میں بہ کثرت جنگل یہاں کے پہاڑی سلسلوں، پلیٹو، اور ہموار زمین میں لگے ہوئے تھے جنمیں غیر بار آور درختوں کی کثرت تھی،

غیر بار آور درختوں میں شاہ بلوط، صنوبر، سرو اور دوسرے قسم کے کارآمد درخت تھے، اکثر پہاڑوں کی سرسبزی انہی سے قائم تھی خصوصًا کوہ اٹنا پر انکی بڑی کثرت تھی[1]

دریا | پہاڑوں کی کثرت کی وجہ سے دریا اور نہریں بکثرت تھیں، یہ دریا بعض بحر روم سے جا ملے تھے، اور بعض ایک دوسرے میں مل گئے تھے، ادریسی کے استقصار سے موخر الذکر قسم کے دریاؤں کی تعداد ۱۵ نکلتی ہے جو اپنے علاقہ کو سیراب کرتے تھے، اوس نے ہر ایک کے سرچشمہ دہانہ اور مسافت کو لکھا ہے، وہ دریا مع اپنے یورپین ناموں کے حسب ذیل ہیں،

ا۔ صقلیہ کے وہ دریا جو کسی پہاڑی سے نکل کر کسی دوسرے دریا تالاب یا پانی کے کسی دوسرے خزانہ میں گرتے ہیں،

(۱) وادی رینو[2] (R Amendola)، (۲) وادی امیرا (R misi emeri،

---

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۵ ، [2] عربوں نے ان کو مختلف اعتبار سے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔ ان کی اصطلاح میں وادی وہ دریا ہے جو کسی پہاڑی یا ٹیلے سے قدرةً نکلا ہو، اور روانی کا ایک راستہ پیدا کر لیا ہو، اور جو پانی ایک وسیع سرزمین تک جاری ہو یا اوس کا دہانہ سمندر سے مل گیا ہو اس کو "نہر" سے تعبیر کرتے ہیں، جس کو ہم "دریا" کہتے ہیں، لیکن عرب کبھی کبھی پانی کے ایک ہی قسم کے سیل کو اوس کی مختلف حیثیت کا لحاظ کر کے کبھی "وادی" کہتے ہیں، اور اسی کو کسی دوسری حیثیت سے "نہر" کہدیتے ہیں، چنانچہ صقلیہ کے بھی مختلف دریا کبھی وادی سے موسوم ہوتے ہیں اور کبھی نہر سے،

اسلئے درحقیقت عربوں نے وادی اور نہر سے جس سیل رواں کو تعبیر کیا ہے، وہ ہمارے مفہوم کے لحاظ سے دریا ہیں، وادی کو ہم اردو میں "ندی" اور "نہر" کو "دریا" کہہ سکتے ہیں، کیونکہ "ندی" اور "دریا" کے مفہوم میں جو فرق ہے تقریبًا وہی فرق "وادی" اور "نہر" میں نظر آتا ہے۔

(۳) وادی بوکریطا (V. Margarito) (۴) وادی زنبلو (Gurnalonga)

(۵) وادی الطین (Dittaino) (۶) وادی جرامی (Cerami River)

(۷) وادی قیسی (Capizzi River) (۸) وادی طرجینس (Traina River)

(۹) وادی بلیبہ (Belia) (۱۰) وادی انبلہ (Ambola)

(۱۱) وادی قلعۃ اوبی (Calalubo) (۱۲) وادی مارح (Castellamare)

(۱۳) وادی قوارب (Carabo) (۱۴) وادی البو (Allabo)

(۱۵) وادی زکوجی (Acragas R. Drago) (۱۶) وادی سواری (R. Colonne)

(۱۷) وادی اغریقو (R. Greco) (۱۸) وادی رغوص (Arminio or Reguso)

(۱۹) وادی قسباری (Cacyparis) (۲۰) وادی زیدین (Brucoli)

(۲۱) وادی لنتینی (Pantano) (۲۲) وادی لیاج (R. Aci)

(۲۳) وادی باردو (R. Alcantara) (۲۴) وادی جبور (R. Saponara)

(۲۵) وادی ابی رقادر (R. Torto)

۲۔ بحر روم میں ملنے والے دریا :-

بحر روم میں ملنے والے دریا ۱۴ ہیں، اُن سے بحر روم کی بڑی کشتیاں اندرون ملک میں پہنچ سکتی تھیں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ نہر موسیٰ (Simeto river) (۲) نہر ملیح (Salso river)

۳۔ نہر ابلاطنو (Palatano R.) ۴۔ نہر قارب (Belice)

۴۔ نہر سلمون (Salmone R.) ۵۔ نہر اردوا (Elora)

۶۔ نہر نبارطر (Pantalica) ۷۔ نہر ملا (Miale)

۹- وادی سلفرز (R. Termene) ۱۰- وادی اکبرلیو (Oirillo)

۱۱- نہر عباس (Areea) ۱۲- نہر طوط (Oreto)

۱۳- دریائے کرمیمو (R. Kiuimeso)

۱۴- دریائے بلیاکس (R. Halycus.)

معادن: صقلیہ کی کانیں زمانہ قدیم سے شہرت رکھتی ہیں، اکثر کانوں میں قیمتی دھاتیں مثلاً سونا چاندی تانبا سیسہ پارہ اور لوہا وغیرہ بہ کثرت موجود تھیں، خصوصاً سونے کی کان کے متعلق یاقوت لکھتا ہے:-

فیہا معدن الذھب موجود ۃ یہاں سونے کی کان ہر مقام پر پائی

فی کل مکان[۲] جاتی ہے،

لوہے کی کانیں قصبۂ بلرم (بلرم) اور مستینا میں تھیں،

ان کے علاوہ کوہ آتش فشاں کی بدولت صقلیہ کو بہت سی چیزیں حاصل تھیں، پھٹکری، معدنی نمک ہیرے اور نوشادر نہایت کثرت سے موجود تھا نیز کوہ آتش فشاں ہی سے گندھک، روغن نفت اور روغن سیاہ نکالا جاتا تھا،[۳]

یہاں کے قیمتی پتھر بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہیں، سکندر اعظم نے اسکندریہ کی تعمیر میں یہاں کے قیمتی پتھر منگوائے تھے۔ پتھروں میں سنگ یشب، اور سنگ مرمر قابل ذکر ہیں، جو کوہ اتنا کے نواح میں دستیاب ہوتے تھے، مسعودی کا بیان ہے کہ یہاں کے سنگ یشب کبھی سنگ سبد کی شکل اختیار

سلہ ان تمام دریاؤں کی تفصیل کیلئے دیکھو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۲۳ تا ۲۵، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۰، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، جلد ۲۵ ص ۲، کتاب المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۶، مورخانہ کردو نوں دریاؤں کے عربی نام سے ہم مطابقت نہ کرسکے۔ ان کا تذکرہ فریان نے کیا ہے سلہ معجم البلدان جلد ۵ ص ۴، ۵، ۳، آثار البلاد قزوینی ص ۲۴۳ سلہ نخبۃ الدہر دمشقی ص ۱۴۶،

کر لیتے تھے جنکو مونگے کی اصل کہا جاتا ہے[1] مونگا یہاں کے ساحلی سمندر میں موجود تھا[2]

حیوانات | پالتو جانوروں میں گائے، بکری، مرغ، مینڈھے، خچر، گدھے، اور گھوڑے تھے، وحشی جانور اگرچہ موجود تھے، مگر عرب مورخین استعجاب سے لکھتے ہیں کہ شیر، چیتا، بھیڑیا، سانپ بچھو اور یہاں تک کہ چیونٹے بھی موجود نہیں ہیں، یاقوت حموی لکھتا ہے:۔

"جزیرہ صقلیہ کی فضیلتوں میں ایک یہ ہے کہ یہاں موذی درندے نہیں ہوتے نہ چیتے ہیں نہ بچھو اور نہ سانپ وغیرہ"[3]

قزوینی نے اس مفہوم کو کلیہ کے طور پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"اور اس کی فضیلت میں یہ ہے کہ دانت، پنجہ اور ڈنک والے جانور یہاں نہیں پیدا ہوتے"[4]

ابن حوقل چیونٹیوں کے متعلق لکھتا ہے:۔

"صقلیہ میں بڑی چیونٹے جو فرمان کہلاتے ہیں نہیں ہوتے"[5]

مچھلیوں کیلئے یہ جزیرہ مشہور تھا، لنبا ذہ اور طرابنش کے ساحل پر غیر معمولی قد کی مچھلیاں ہوتیں ایک بڑے قد کی مچھلی تن بشباک کہلاتی تھی، مچھلیاں لذیذ اور خوش ذائقہ تھیں،

یہاں کی مچھلیوں کے سلسلہ میں قزوینی کا ایک بیان قابل ذکر ہے کہ یہاں بعض مچھلیاں ایسی دستیاب ہوئیں، جن پر کلمہ شہادت منقوش تھا، یہ واہمہ کی خلاقی ہو یا کسی صناع کی صنعت گری، مگر اس قسم کی چند مچھلیاں بعض عجائب خانوں میں آج بھی موجود ہیں، جو شام لنکا کے ساحل سے دستیاب ہوئیں انکی تصویریں میری نظر سے بھی گذر چکی ہیں،

نباتات | نباتات میں ہر قسم کے غلوں اور میووں کے علاوہ بعض قیمتی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی تھیں[6]

---

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۵۵، [2] جغرافیہ زہری ورامارکی ص ۱۲۶، [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۵، [4] آثار البلاد قزوینی ۲۴۴، [5] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۰، [6] جغرافیہ ابوالحسن... ادرسی ورامارکی ص ۲۵ اور نزہۃ المشتاق ... لیبیا

عقلایتہ کے ان تمام مذکورہ بالا قدرتی ذخائر سے مسلمانوں نے پورا فائدہ اوٹھایا، اور اپنی امکانی کوششوں سے دولت کی پیدائش کے مواقع بہم پہنچائے۔

پیدائش دولت

ملک کے قدرتی ذخائر و اشیا سے مسلمانوں نے پیدائش دولت کے مواقع بہم پہنچائے۔ ان کی کوششیں قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھاکر ملک میں زراعت صنعت اور حرفت کو ترقی دینے میں ظاہر ہوئیں۔

۱۔ **زراعت** یہاں کی زرعی کوششوں میں ان قدرتی ذخائر کے اثرات دو شکلوں میں ظاہر ہوتے، دریاؤں اور نہروں کی روانی چراگاہوں کی وسعت اور ملک کی نباتی نشو و نما کی عمدہ استعداد سے زراعت کیلئے افادی پہلو نکلتے، اور جنگلوں کی کثرت، کوہ اٹنا کی آتش فشانی اور باد سموم کے جھونکوں سے زراعت کو نقصانات پہنچتے تھے مسلمانوں نے ان کے افادی پہلوؤں سے فائدہ اٹھایا۔ اور مضر رساں پہلوؤں اور موانع کو دور کرنے کی کوشش کی، اور زراعت کی ترقی کے سامان بہم پہنچائے۔

آباد اور غیر آباد زمین دور اسلامی سے پیشتر یہاں کے بڑے شہر اور چھوٹے چھوٹے گاؤں نہایت منتشر حالت میں تھے، اگرچہ جنگی ضرورتوں سے یہاں قدم قدم پر قلعے موجود تھے، لیکن ان میں ایسی آبادیاں بہت کم تھیں جہاں کے باشندے زراعت کا پیشہ رکھتے ہوں اسلامی عہد کے پہلے زمین کا بیشتر حصہ جو آبادیوں سے دور تھا، بنجر اور اوسر پڑا تھا، اسلامی حکومت نے اون شہروں اور قصبوں کو معمور کرنے کے علاوہ اون نمایاں جگہوں کو غیر مسلح کرکے اونھیں آباد کیا، اور رفتہ رفتہ سارے جزیرہ میں آبادی پھیل گئی، ان نوآبادیوں کے پاس جو زمینیں خالی پڑی تھیں، اون میں کاشت شروع ہوئی، اور ہزاروں برس کی اوسر زمینیں زراعت کے قابل بن گئیں، اور جسقدر بھی سطح مزروعہ زمین بنائی جاسکتی تھی، بنائی گئی۔

Marfat.com

پہاڑوں کی کثرت کے ضرر رساں پہلو کا سدباب

اس کے بعد باہمت مسلمانوں نے پہاڑی سلسلہ کی کثرت کے موانع کو اپنی زرعی کوششوں سے دور کیا، پہاڑ کی ڈھلانی سطح کو ہموار کرکے اوسے زراعت کے قابل بنایا، چنانچہ جب ابن جبیر یہاں پہنچا، تو اوس نے یہاں کے پہاڑوں کو خوشنما باراور باغ بنا ہوا پایا، لکھتا ہے:

"یہاں کے تمام پہاڑ باراور باغ ہیں، جن میں سیب، شاہ بلوط، فندق، آلو بخارا اور دوسرے میوے پھلتے ہیں"[1]

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:

"پہاڑوں کے نشیب و فراز سے وادیوں میں جتنی جگہ تھی سب سرسبز و شاداب کر دی۔۔۔

۔۔۔ پہاڑوں کے اوپر انھوں نے آخروٹ، صنوبر، چلغوزے، اور ہر قسم کے جنگل لگا دیے"

مسلمانوں نے جزیرہ صقلیہ کے آس پاس کے غیر آباد مقاموں کو بھی کاشتکاری کے قابل بنا کر کے آباد کیا، اصطخری لکھتا ہے:

"اور کوہ قلال تو وہ ویران پہاڑ تھا، اسمیں چشمے اور زمین موجود تھی، مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں پہنچا، اس نے اس کو آباد کیا، فرنگیوں کے حملے سے یہ محفوظ ہے، کیونکہ ان کی آبادی تک پہنچنے کا راستہ دشوار گذار ہے، اس پہاڑی کی وسعت دو شبانہ روز کے برابر ہوگی"[2]

لیکن کوہ اتنا کی آتش فشانی کا تدارک قدرت انسانی میں نہ تھا، یہ قطانیہ اور طرمین کے درمیان واقع ہے، اور صقلیہ میں زراعت کا سب سے وسیع میدان بھی وہیں پر قطانیہ کا میدان ہے، اتنا کی آتش فشانی سے سینکڑوں ایکڑ زمین تباہ ہو جاتی، ابھی چند سال گذرے ماہ نومبر ۱۹۲۸ء میں اسکی آتش فشانی ہوئی تھی، اور سرکاری بیان میں بتایا گیا، کہ بارہ سو ایکڑ زمین کی کاشت برباد ہوگئی یہی حوادث اس زمانہ میں بھی پیش آتے تھے، چنانچہ ابو علی حسن بن یحییٰ صاحب تاریخ صقلیہ کا بیان ہے کہ آج کل اسکی آتش فشانی بڑھ گئی ہے، اس کی وجہ سے اوس کے مضافات میں کسی قسم کی زراعت نہیں ہو سکتی، اور نہ وہاں پر کوئی جا سکتا

[1] رحلۃ ابن جبیر ص۲۲۲ و اخبار اندلس، جلد ۲ ص [illegible] [2] کتاب المسالک والممالک اصطخری ص [illegible]

ہمت کر سکتا ہے۔[۱]

سیلاب اور بادسموم کے نقصانات اسی طرح کبھی دریاؤں میں سیلاب آجاتا، اور اُن کے ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے علاقہ کا علاقہ تہ آب ہو جاتا، عہد فاطمیہ کے آغاز میں جس شدت کا سیلاب آیا، اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے، اس کا تذکرہ گذر چکا ہے، کبھی بادسموم کے جھونکوں سے پوری فصل برباد ہو جاتی، باغوں کے پھل گر جاتے،

ملک کی سیاست کا اثر زراعت پر اس موقع پر ملک کی سیاسی فضا کے وہ اثرات بھی فراموش نہیں کیے جا سکتے جو صقلیہ کے سیاسی ہنگاموں سے زراعت پر پڑتے تھے صقلیہ کے سیاسی ہنگاموں کی چند قسمیں رہی ہیں، ایک تو رومیوں کے خلاف فوجکشیاں ہوتی رہیں اور اس کا سلسلہ حکومت اغالبہ کے دور میں وسیع رہا اس میں شبہ نہیں کہ جب کسی موقع پر کسی حصۂ ملک میں کوئی فاتحانہ اقدام ہوا، یا سرکشی کے موقع پر سرکوبی کیلئے فوج بھیجی گئی، تو اس مقام کی زراعت کو نقصان پہنچا، کچھ کھیتیاں تو لشکر، خیمہ و خرگاہ کی نذر ہوتیں، اور کچھ فاتح و محاصر سپاہی محصورین کو زچ کرنے کیلئے برباد کر ڈالتے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خود مفتوح ومغلوب آبادی پسپا ہوتے وقت اپنی سینچی ہوئی کھیتی میں آگ لگا کر چلی جاتی، کہ فاتحین کو فائدہ اُٹھانے کا موقع نہ مل سکے صقلیہ کے سیاسی ہنگامہ کی دوسری قسم مسلمان باشندوں کی بغاوت اپنے نامزد والی کے خلاف تھی، اس صورت میں کھیتوں کو بہت کم برباد کیا جاتا، اس قسم کے موقعوں پر صرف ایک آدھ ہی مرتبہ زراعت کو نقصان پہنچا ہے، تیسری قسم انقلاب حکومت کی کوششیں تھیں، بعض ایسے موقعوں پر ایسا سخت قحط پڑا، کہ لوگ اپنے بچوں تک کو بھون کر کھا گئے، ۳۲۲ھ میں فاطمیوں کے خلاف بغاوت میں اسی قسم کی نوبت پہنچی تھی،[۲]

مسلمانوں کی زرعی ترقیاں لیکن ان ارضی وسماوی، اور اتفاقی حادثات کو الگ کر دینے کے بعد مجموعی حیثیت

---

[۱] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۵ [۲] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامارمی ص ۱۴۰، ۱۴۳

سے مسلمانوں نے یہاں کی زراعت کو حیرت انگیز ترقی دی اگرچہ صقلیہ کی سرزمین اٹلی کی زمین شور کیلئے ہمیشہ غلہ کی ایک منڈی بنی رہی لیکن اس زمانہ تک غلہ کی اس منڈی میں اسی قدر مال جمع ہوتا تھا جہانتک اس کے قدرتی ذرائع بہم پہنچا سکتے تھے، مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ انھوں نے اس کے قدرتی ذرائع سے نفع اٹھانے کے علاوہ ایسے طریقے اختیار کئے جن سے پیداوار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی، اور پورا جزیرہ سرسبز و شاداب ہوگیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"جب تک شرقین (مسلمان) صقلیہ پر قابض رہے، غالباً اس وقت تک اس جزیرہ کی آبادی زیادہ تھی، اور کاشت بھی اچھے اسلوب پر ہوتی تھی.......مسلمانوں کی نہ تھکنے والی قوم کی محنت و شفقت نے وہاں کے قدرتی ذرائع کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا، اور تقریباً جتنے غلے اور میوے کاشتکاروں کو معلوم تھے، انھوں نے چپہ چپہ پر پیدا کرئے،،

یہی وجہ ہو کہ یہاں کی سرسبزی و شادابی کا تذکرہ اکثر جغرافیہ نویسوں نے خصوصیت سے کیا ہے، جب کوئی نیا سیاح اس ملک میں قدم رکھتا یہاں کی زرعی ترقیوں کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا، ابن حوقل لکھتا ہے:۔

"اس جزیرہ میں قلعے اور پہاڑ زیادہ ہیں لیکن پوری زمین آباد اور مزروعہ ہے"

ابن جبیر صقلیہ کے ایک شہر ثرمہ کے متعلق لکھتا ہے:۔

"اس جزیرہ کی سرسبزی و شادابی اپنی انتہا پر ہے، یہ بس عمارتوں اور سرسبزی و شادابی کی کثرت اور مختلف قسم کی روزیوں کی فراوانی میں اندلس کا فرزند رشید ہے، طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کے اناج اور غلے پیدا ہوتے ہیں.... بلکہ ایک سرے سے یہ پورا جزیرہ اپنی سرسبزی شادابی اور وسعت رزق اور معاشی سربلندی میں دنیا کے حیرت انگیز ممالک میں ہو"

اصطخری لکھتا ہے:۔

صقلیہ میں سرسبزی و شادابی رزق کی وسعت زراعت اور مویشی وغیرہ اس قدر زیادہ ہیں کہ یہ ان تمام اسلامی

Marfat.com

ملکوں میں جو ساحل پر واقع ہیں، برتر و افضل ہے۔[۱]

ادریسی نے تو یہاں کے چپہ چپہ کا ذکر کیا ہے، اس کو استقصا سے دیکھئے یہاں کی کوئی آبادی ایسی مشکل سے ملے گی جہاں کی زراعت اچھی نہ بتائی ہو کہیں کہتا ہے "مزارع نامیۃ وجنات کثیرۃ" یعنی یہاں بڑھنے والی کھیتیاں اور بہ کثرت باغ ہیں" کہیں یہ ہے "ومیاہ جاریۃ علیہا مزارع" اور یہاں رواں پانی ہے، اور اس کے ساحل پر زراعت ہوتی ہے" کہیں صرف یہ ہے "ولہم جنات کثیرۃ" اور ان کے بہ کثرت باغ ہیں" اگر ایسے مقامات کی فہرست مرتب کی جائے جہاں کی زرعی پیداوار خلاف معمول زیادہ تھی، اور جن کا ادریسی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے تو ان مقامات کی تعداد سو سے زیادہ نکلے گی جنہیں قلعہ قوارب، طرمین، لیاج، جرجنت، اطرابنش، ترانہ، قلعہ اوبی، قارونیہ، مسینا، اسکلہ، قلعہ بلوط، شنت مارکو، بثیرہ، شنت قرنیش اور میلاص وغیرہ ہیں،

آبپاشی کے قدرتی ذخائر زراعت کا سارا دارومدار آبپاشی پر موقوف ہے، مسلمانوں نے آبپاشی کے قدرتی وسائل، دریا، نہر، اور چشموں سے آبپاشی کا انتظام کیا، اور ان سے کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کا سامان بہم پہنچایا، ابن حوقل ایک جگہ لکھتا ہے:-

> "اور اس میں چشمے اور دریا ہیں، جو اس سے نکلتے ہیں، اور وادی عباس میں ملجاتے ہیں، اور مادس کو تقویت پہنچاتے ہیں، اور انہی دریاؤں کی وجہ سے اس جزیرہ میں کثرت سے باغ ہیں اور مختلف شہروں سے شہر، اور باگذرتے ہیں، اور لوگ ان کی پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں"[۲]

آبپاشی کے مصنوعی وسائل پھر آبپاشی کے قدرتی وسائل سے کام لینے کیلئے مصنوعی وسائل اختیار کئے، دریاؤں سے نہریں کاٹ کر لاتے، اور مزروعہ زمین اور باغوں تک چھوٹی نالیوں سے پانی پہنچاتے، اس کیلئے صقلیہ کے اکثر دریاؤں اور نہروں میں پن چکیاں قائم تھیں، ابن حوقل ادریسی اور ابن فضل اللہ العمری وغیرہ نے

---

[۱] کتاب المسالک ابن حوقل ص ۔۔ [۲] رحلۃ ابن جبیر، المسالک والممالک اصطخری ص ۔۔ [۳] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۵

Marfat.com

ان کا تذکرہ کیا ہے، اس طریقے سے جب پانی مزروعہ زمین اور باغ تک پہنچ جاتا تو اُن کو چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعہ ادھر سے ادھر لیجاتے، ابن حوقل لکھتا ہے:۔

"باغوں میں پانی زیادہ تر نالیوں کے ذریعہ پہنچتا ہے، اور یہاں باغ کثرت سے ہیں"[۱]

مسٹر اسکاٹ مسلمانوں کی آب پاشی کے طریقوں پر دلچسپ پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں:۔

"صحرائے افریقہ اور بادیۂ عرب کی سب سے بڑی نعمت پانی تھا، اور اس کا خبط عربوں کو ہر جگہ رہا، یہاں بھی چپہ چپہ پر پانی پھرتا نظر آتا تھا، پہاڑوں میں جدھر دیکھو بڑی بڑی محرابوں کے ذریعہ پانی پہنچا کر ڈالے گئے تھے، نہریں تھیں کہ ہر ایک بڑی عمارت کے خانہ باغ اور چمن میں پھرتی تھیں"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"اس جزیرہ کی زرخیزی اور معتدل آب وہوا سے اگر کسی نے فائدہ اٹھایا تو یہی لوگ تھے، انہوں نے آبپاشی کے طریقوں کو مصر و ایران کے نمونوں پر ڈھال لیا تھا،...... پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے وغیرہ کے طریقے، اور اس کے آلات ان کے ایسے ہی مکمل تھے، جیسے کہ ان ترقی یافتہ ممالک کے جہاں کی خشک آب وہوا کی وجہ سے اراضی کو مصنوعی آبپاشی کی ضرورت ہوتی ہے"[۲]

آبپاشی کیلئے کنوؤں کی ضرورت کم پڑتی تھی، بلکہ شیریں نہروں، دریا، وادیوں اور چشموں کا پانی پینے کے کام بھی آتا تھا چنانچہ عرب جغرافیہ نویسوں نے ایسے مقامات کا جہاں کسی چشمہ کا پانی نہیں پہنچا، ان کا تذکرہ بھی کر دیا ہے، یاقوت حموی ایک موقع پر لکھتا ہے:۔

"یہاں کے باشندے کنوؤں کا پانی پیتے ہیں، یہاں کوئی آب رواں موجود نہیں"[۳]

---

[۱] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۱۰۳ و مسالک الابصار در اماری ص ۵۷، [۲] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۱، ۶۰،
[۳] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۷،

مویشی اور چراگاہیں زراعت کی ترقی کا انحصار چراگاہوں پر بھی ہے، جن کے ذریعہ ملک میں تومند مویشیوں کی افزائش ہوتی ہے، اور وہ باربرداری کے علاوہ زراعت کے کام میں آتے ہیں، صقلیہ میں گھوڑے، خچر، گدھے، اور گائے بیل بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے، اور یہی کاشتکاری کی ضرورتوں کے کام میں آتے تھے، ان کی پرداخت کیلئے نہایت شاداب چراگاہیں تھیں، ادریسی اور یاقوت نے مختلف مقامات میں ان چراگاہوں کا ذکر کیا ہے[1]،

موسم جاڑے، اور گرمی دونوں موسموں میں زراعت ہوتی تھی[2]،

فصلیں فصلی چیزوں میں غلے، میوے، ترکاریاں اور بعض دوسری قیمتی پیداواریں تھیں،

غلے غلوں میں سب سے زیادہ بہتات گیہوں کی تھی، اور یہاں زمانہ قدیم سے اسکی کاشت ہوتی تھی، یہاں کی پچھلی قوموں کا خیال تھا کہ اس جزیرہ کو دیوتاؤں کے عطیہ کے طور پر گیہوں سب سے پہلے اسی جزیرہ میں پیدا ہوا، اسلامی عہد میں بھی اسی بہتات کے ساتھ خصوصاً قطانیہ کے میدان میں اس کی زراعت ہوتی تھی،

گیہوں کے علاوہ چنا اور مٹر وغیرہ یہاں کی پیداوار تھے،

ترکاریاں ترکاریوں میں کدو، بیگن، لکڑی اور پیاز وغیرہ ہیں، خصوصاً بیگن اور پیاز کی کاشت کے مخصوص طریقے رائج تھے، ان کو ابوبکر بن العوام اشبیلی نے تفصیل سے درج کیا ہے، اور تحسین کی ہر اپنی کتاب الفلاحت میں بیگن کی کاشت کا طریقہ یوں بتایا ہے:

پودے اہل صقلیہ کے طریق کاشت پر مینڈھ بنا کر منتقل کئے جائیں، یہ مینڈھ نالی کے دونوں کناروں پر بنائی جائیں اور ان کو بیرے سطح نہ کیا جائے، کناروں کو بلند رکھیں ان نالیوں میں پانی پہنچائیں، پھر دوسرے دن انہی نالیوں کے درمیان گامچیاں لگا دیں، پھر پانی پہنچائیں،

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص۳۸۳ و نزہتہ المشتاق ص۴۲ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص۳۸۵،

Marfat.com

ملکہ ہر دو دن کے بعد سینچتے رہیں، جب پودا جڑ پکڑلے، تو مینڈھ کے کناروں کی مٹی پودوں کے اندر اندر ڈالیں، یہانتک کہ وہ نالی مٹی کے بھرنے سے مینڈھ بنجائے، اور پہلی مینڈھ نالی ہوجائے، اور تین مینڈھوں میں سے ایک مینڈھ کو خالی چھوڑ دیا کریں تاکہ اس کو کیاری کی رسم معلوم ہوسکے، اس طریقہ پر بیگن کی کاشت نہایت عمدہ ہوگی"

پیاز صقلیہ کی خاص پیداوار ہے، اسکی کاشت زمانہ قدیم میں یہیں سے شروع ہوئی اور اسکے لگانے کے بہترین طریقے یہیں کے باشندوں کو معلوم تھے، اور انہی کے استعمال کئے ہوئے طریقے دیگر ممالک میں رائج ہوئے، چنانچہ ابن العوام اشبیلی نے پیاز کی کاشت کے بیان میں ایک مستقل فصل ذیل کے عنوان سے اپنی کتاب میں لکھی ہے:۔

"مینڈھ بنانے کا طریقہ جس میں پیاز کی گانٹھیں جمائی جائے، یہ طریقہ باشندگان صقلیہ کی طرف منسوب ہے"

اسکے بعد اس طریقہ کی حسب ذیل تفصیل لکھتا ہے:۔

پیاز کی کاشت کا طریقہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تیار شدہ زمین میں مرتفع لکیریں مینڈھ کی شکل کی قائم کیجائیں اور دو دو لکیروں کے درمیان نالیاں بنائی جائیں اور ان نالیوں کا تعلق کسی بڑی نالی سے رکھاجائے تاکہ ان نالیوں کے ذریعہ کیاری سینچی جاسکے، اور ان مینڈھوں کو دونوں جانب سے پیرسے دباکر مسطح کردیں تاکہ پانی کے زور سے وہ ٹوٹ نہ جائیں، اس کا طریقہ یہ ہے دو آدمی مقابل سے نالی میں اس طرح کھڑے ہوں کہ یہ مرتفع لکیر یعنی مینڈھ ان کے درمیاں میں واقع ہو، پھر پیر سے دونوں طرف کناروں کو برابر کریں تاکہ مینڈھ کی شکل تیار ہوجائے،

پیاز کی گانٹھیں اسی طرح اکھاڑکر منتقل کیجاتی ہے جسطرح دوسری گانٹھیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اکھیڑکر نصب کرتے ہیں، اوپر کی پتیاں لگاتے وقت چھانٹ دی جاتی ہیں، اس کے بعد کسی چیز سے مینڈھ کے دونوں کناروں میں گڑھے کھودے جائیں اور ہر دو گڑھوں کے درمیان ایک بالشت فاصلہ رکھاجائے، ان گڑھوں میں گانٹھیاں لگادی جائیں یہی طریقہ مینڈھ کی دوسری جانب

اختیار کریں۔ اس طرح مینڈھ کے دونوں جانب پیاز کی قطاریں لگ جائیں، اسی طرح تمام مینڈھوں میں لگا چپیاں جاویں، اسکے بعد بڑی نالیوں سے چھوٹی نالیوں کو سینچیں تاکہ پانی پوری کیاری میں بھیں سکے یہی طریقہ عمل اس پیاز میں رائج ہے، جو ذخیرہ کے طور پر رکھی جاتی ہے، اس طریقہ پر اس کی پوتی بڑی اور گول ہوتی ہے"،

مذکورۂ بالا طریقہ نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے،:-

"یہی طریقہ عمل اہل صقلیہ میں رائج ہے، اور یہ عمدہ طریقہ ہے[۱]"

ایک تاریخی لطیفہ، یہاں پیاز کی کاشت کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں میں اس کا استعمال زیادہ تھا لیکن یہ کثرت ایک دلچسپ اتفاق سے اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئی، واقعہ یہ ہوا کہ جب ابن حوقل ۳۶۳ھ میں صقلیہ آیا، اور یہاں پیاز کی کثرت دیکھی، اور اس کے ساتھ اس کے تجربہ میں باشندگان صقلیہ کی فراست و ذکاوت میں کمی نظر آئی، تو اوس کو علم طب کا کوئی نظریہ یاد آگیا، اور اوس نے مقدمات ترتیب دیکر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہنی استعداد میں کمی پیاز کھانے کی وجہ سے ہے[۲]، اوس نے اپنی یہ رائے اپنے سفرنامہ میں لکھدی، بعد کے جغرافیہ نویسوں اور مورخوں نے اس کو نقل کرنا شروع کیا، اور اس کثرت سے اسکو دہرایا کہ یہاں کے باشندوں کی ذہانت و ذکاوت کی کمی کی عام شہرت ہوگئی اور جغرافیہ کی کتابوں میں صقلیہ کے حالات میں "لکثرۃ اکلہم البصل" کثرت سے پیاز کھانے کی وجہ سے کا فقرہ ایک لازمی جز بن گیا۔

خشک و تر میوے، یہاں کے خشک و تر میووں میں انگور، نارنگی، لیموں، سیب، ناشپاتی، انجیر، خوبانی، شفتالو، زیتون، بادام، اخروٹ، شفتالو، ناریل اور کھجور وغیرہ ہیں، جو اپنی قسموں کے لحاظ سے بروم میں موجود رہتے تھے، یاقوت لکھتا ہے،:-

---

[۱] کتاب الفلاحت دراماری ص ۵۳ د ۲۰۳۰، و ترجمہ اردو کتاب الفلاحۃ۔ [۲] المسالک والممالک ابن حوقل ص۸۳

تمام میوے اپنی مختلف قسموں کے تنوع سے جاڑے اور گرمی ہر موسم میں موجود رہتے ہیں[1]،

ادریسی نے ہر مقام کے خاص خاص میووں اور پھلوں کی پیداوار بتائی ہے۔

خوشبودار درخت اور پھول خوشنما خوشبودار درختوں میں گلاب، بنفشہ، مہندی، سرو، اور اسی طرح کے چند اور نام ہیں جن سے ہم مانوس نہیں، ان کا اجمالی ذکر معجم البلدان میں اور مفصل تذکرہ اور پیداوار کے مقاموں کی تعیین ادریسی نے نزہتہ المشتاق میں کی ہے۔ اور یوں تو ہر جگہ امرا کے باغوں میں کثرت سے مختلف قسم کے خوشبودار پھول اور خوشنما درخت ہوتے تھے، ادریسی نے اکثر مقاموں کی تعریف "وکثیرۃ الریاحین" بہت پھولوں والا مقام" کے الفاظ میں کی ہے۔

زعفران کی کاشت کیلئے ریتیلی زمین موافق ہوتی ہے۔ صقلیہ میں بھی زعفران کی کاشت کی جاتی تھی[2]،

خبازی صقلی یہاں کی خبازی بھی جو خبازی صقلی کہلاتی ہے، لائق ذکر ہے، ابن العوام اشبیلی نے اسکی کاشت کا طریقہ لکھا ہے، دوسرے ملکوں میں بھی اسکی کاشت کی گئی،

خبازی صقلی کی کاشت خطمی کی کاشت کے طریقہ پر کرتے تھے یعنی اس کا تخم کیاریوں میں چھڑک دیا جاتا تھا، اور تھوڑی تھوڑی زمین کھود کر نصب بھی کرتے تھے، دو سے پانچ دانے تک ایک ساتھ گاڑے جاتے جب کاچھیان تیار ہوتیں، تو انھیں علٰحدہ دوسری جگہ لگا دیتے[3]،

لکڑی لکڑیوں کی قسم میں شاہ بلوط، صنوبر، ارزن اور بندق کی لکڑیوں کی پرداخت ہوتی تھی،

کتان، روئی اور نیشکر بھی یہاں کثرت سے پیدا ہوتی تھی،

صقلیہ کی زرعی چیزوں میں مسلمانوں کا اضافہ

مسلمان یہاں کی ملکی پیداوار کو ترقی دینے کے علاوہ یہاں دوسرے ملکوں سے زرعی چیزیں لائے اور یہاں کی زمین میں صلاحیت پیدا کرکے انھیں بارآور کیا مثلاً کپاس کا درخت شام سے لائے

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۴۰۳، [2] ملہ، [3] کتاب الفلاحت والماری ص ۲۴۶

اور روئی کا پودا یورپ میں پہلی مرتبہ عربوں کے ہاتھوں صقلیہ اور اندلس ہی کے ذریعہ پہنچا، ابن سعید ابو عبد اللہ محمد بن ابوبکر زہری، ادریسی، ابن العوام اشبیلی، موسیو سدیو، اور اسکاٹ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ابن سعید کی کتاب البدیع میں ہے:۔

"یہ جزیرہ دریا چشموں، میووں، اور وسعت رزق کی کثرت اور روئی کی نہایت کثیر پیداوار سے موصوف ہے"

ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الزہری لکھتا ہے:۔

"اور روئی یہاں سے بڑی مقدار میں باہر جاتی ہے"

روئی کی کاشت سخت اور چکنی زمین میں ہوتی تھی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن خصال اندلسی کا بیان کتاب الفلاحۃ ابن العوام اشبیلی میں درج ہے، کہ اہل صقلیہ روئی کیلئے سخت اور چکنی زمین منتخب کرتے ہیں، صقلیہ میں مقام برطنیق کی زمین اسکے لئے سب سے زیادہ موزوں تھی، ادریسی لکھتا ہے:۔

"یہاں عمدہ کھیت ہیں جن میں بہت زیادہ کپاس، مہندی، اور اس کے علاوہ کتان کی مختلف قسموں کی کاشت ہوتی ہے"

موسیو سدیو اور اسکاٹ وغیرہ لکھتے ہیں، کہ روئی اس جزیرہ میں اس کثرت سے پیدا ہوتی تھی کہ گویا یہ یہاں کی خاص پیداوار ہے، یورپ نے روئی کی کاشت انھی عربوں سے سیکھی،

نیشکر کی کاشت اور شکر بنانے کا طریقہ مسلمانوں نے اہل چین سے سیکھا، افریقہ میں پہلے طرابلس الغرب میں اسکی کاشت ہوئی، پھر وہاں سے صقلیہ لائے، اہل یورپ نے انھی سے یہ فن حاصل کیا، یہاں نیشکر کی زراعت بھی بہت اچھی ہوتی تھی،

اسی طرح غیر ممالک کی حسب ذیل زرعی چیزیں مسلمانوں کے ذریعہ صقلیہ میں داخل ہوئیں لیموں ترش، لیموں شیریں، خربوزہ، شفتالو، جڑی بوٹیاں، گرم مسالے اور خوشبودار چیزیں،

وغیرہ یہ چیزیں عراق، شام، اور ہندوستان کی تھیں، جو عربی ملکوں میں منتقل ہوئیں پھر صقلیہ سے جائی گئیں،[1]

۴۔ صنعت و حرفت صنعت و حرفت کی ترقی کا مدار اس زمانہ میں رسل و رسائل اور بار برداری کے وسیع نظام نہ ہونے کے باعث ملک کے قدرتی ذخائر و خام پیداوار ہی پر تھا، مسلمانوں نے یہاں کے معدنوں، پہاڑوں دریاؤں اور سمندر سے پورا فائدہ اٹھایا،

معدنیات سے استفادہ | معدنیات کے استفادہ کی کان کنی اور آہن گری کے پیشوں کا رواج تھا

کان کنی کے متعلق موسیو سدیو لکھتے ہیں:۔

(مسلمانوں نے) چاندی، لوہے، تانبے، گندھک اور نمک وغیرہ کی کانیں نکالیں، فرمانروایانِ صقلیہ کے محلوں میں سونے اور چاندی کا جو انبار تھا، وہ یہیں سے حاصل کردہ تھا، راجر نے نارمن عہد حکومت میں ادریسی کو چاندی کی جو کثیر مقدار دنیا کا نقشہ تیار کرنے کیلئے دی تھی، وہ یہیں کے کانوں سے نکلی تھی، اسی طرح بلرا اور سینا کی کانوں سے لوہا نکالا جاتا تھا، اور وہ اس قدر زیادہ ہوتا تھا کہ عام دستور کے خلاف خام شکل میں باہر بھی بھیجا جاتا،

ان کا تذکرہ ابن حوقل، یاقوت اور ادریسی وغیرہ نے بھی کیا ہے،

موسیو لیبان کہتے ہیں:۔

حرفت نے بھی ان کے وقت میں بڑی ترقی کی، ملک کے معدنیات چاندی، لوہا، تانبا، گندھک، سنگ مرمر، سنگ سماق وغیرہ نہایت اہتمام کے ساتھ اور باقاعدہ طور پر نکالے گئے" (ص ۲۵۲)

آہن گری، لوہاری کا پیشہ دارالصناعہ کی وجہ سے ترقی یافتہ پیشوں میں تھا، جہاز، منجنیق، تلوار، ڈھال، اصطرلاب، جرثقیل کے آلات، چکیاں وغیرہ یہیں بنتی تھیں، جن کا تذکرہ دوسری جگہ آیا ہے،

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۵، کتاب الجغرافیہ زہری، ذوالفاری ص ۱۹۵، کتاب الفلاحت دیارانی ص ۱۳۲، تاریخ الزراعۃ فی بلاد العربی ما لمجمع العلمی ص ۵، ص ۱۳، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱، تاریخ عرب موسیو سدیو، ص ۲۲۲،

پہاڑوں سے استفادہ | **پہاڑوں** خصوصًا کوہ اتنا سے **گندھک** کا بڑا ذخیرہ نکلتا تھا، اس پہاڑ کی آتش فشانی سے جو لاوا بہ کر غاروں میں جمع ہوتا، اس سے روغن **نفت** نکالا جاتا تھا، عرب مورخین میں سے مسعودی، قزوینی، ابن سعید اندلسی، ابوالفدا، ابن فضل اللہ الدمشقی اور ابوعبداللہ محمد بن بکر زہری وغیرہ نے صقلیہ کے بیان میں کوہ اتنا سے گندھک اور نفت وغیرہ حاصل کرنے کا مفصل ذکر کیا ہے قیمتی تھر شب، رخام اور مرمر وغیرہ بھی زیادہ تر کوہ اتنا سے نکالے جاتے جس سے سنگ تراشی کا پیشہ زندہ تھا،

جنگلوں سے استفادہ | جنگلوں سے نجاری کا پیشہ قائم تھا،

نجاری میں صقلیہ کی ترقی بھی قدرۃً تھی، جہاز کی لکڑیاں شنت مارکو کے جنگل کی اچھی ہوتی تھیں پنچکیوں کیلئے قلعہ ادبی کی لکڑی کام آتی تھی، اور پنکی بنانے کا کارخانہ میں قائم تھا، ادریسی اشکات اور سدیو نے نجاری کی ترقی اور مصنوعات کا تذکرہ کیا ہے[1]

نباتات سے استفادہ | **نباتات سے استفادہ** کرنیکی ذیل کی چند صورتیں معلوم ہوئیں،

نباتی وزرعی اشیاء وپیداوار سے مختلف پیشے اور مصنوعات کاغذ سازی، رسّوں کی بنائی چٹائیوں کی بنائی، پارچہ بافی، روغن سازی، شراب کشی اور حلوہ پزی وغیرہ قابل ذکر ہیں،

بلرم کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں بربر ایک قسم کی نہایت **چمڑی** اور مضبوط گھاس ہوتی تھی، مسلمانوں نے اس کے دو مصرف نکالے، اس سے کاغذ تیار کرتے، اور جہازوں کیلئے رسے بنتے، جہازوں کے رسّوں کی ضرورت اہم تھی اسلئے اسکو مقدم رکھتے، اور گھاس کی زیادہ مقدار رسّوں میں صرف ہوتی، کاغذ بنانے کیلئے بہت کم بچ جاتی تھی لیکن جو کچھ بھی رہ جاتی تھی، اس کا بہترین کاغذ تیار ہوتا تھا ابن حوقل کا بیان ہے کہ اس گھاس سے مصر میں بھی کاغذ بناتے ہیں، اب تک مصری کاغذ سے بہتر کوئی دوسرا کاغذ دیکھنے میں نہیں آیا تھا، یہاں بھی اوسی نمونہ کا کاغذ تیار ہوتا ہے، جو کچھ کاغذ بنتا ہے سرکاری ضرورتوں میں کام آتا ہے

---

[1] نزہتہ المشتاق ص ۲۲، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۰، تاریخ عرب ص ۴۴۳،

گھاس کی کمی کی وجہ سے سرکاری ضرورتوں بھر بھی کاغذ تیار نہیں ہو سکتا۔[۵]

چٹائی بننا گھاس سے خوبصورت چٹائیاں تیار کیجاتی تھیں ابن جبیر نے شہر ثرمہ کی مسجد میں چٹائی بچھی دیکھی اس کے متعلق کہتا ہے:۔

"اس سے زیادہ اچھی بنی ہوئی چٹائی نہیں دیکھی"[۶]

پارچہ بافی کا پیشہ صقلیہ میں درجہ کمال پر تھا سوتی اور ریشمی ہر طرح کے کپڑے تیار کیے جاتے تھے، روئی کی خام پیداوار سے سوتی کپڑے تیار کرتے، اور ریشمی کپڑوں کے لیے ریشم کے کیڑوں کی پرورش انجیر کے درختوں پر کرتے، یہ طریقہ مسلمانوں نے اندلس میں رائج کیا، وہاں سے صقلیہ لائے کیڑوں کی پرداخت کیلئے انجیر کے بیشمار درخت لگائے گئے تھے،

یہاں کے کپڑے نہایت نفیس عمدہ اور باریک ہوتے تھے، ان میں اعلیٰ قسم کے نقش و نگار کاڑھے جاتے، رفتہ رفتہ بازار میں یہاں کا کپڑا سب سے اعلیٰ درجہ کا سمجھا جانے لگا، ابن حوقل مسلمانان نیپلز کے کپڑوں کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کرتا ہے،

"میں نے تمام اقطار عالم میں اس کپڑے کے مانند کوئی دوسرا کپڑا نہیں دیکھا، اور نہ ایسے کاریگر تمام روئے زمین میں کہیں دیکھنے میں آئے"،

اسی طرح مقدسی نے اقلیم مغرب کے عجائب میں پارچہ بافی کی ایک مثال لکھی ہے، جس سے مراد صقلیہ کی پارچہ بافی ہے، وہ لکھتا ہے،

"اور اس اقلیم میں بکثرت عجائب ہیں، اور ان میں سے ایک ابوقلموں ہے یہ ایک قسم کا جانور ہے، جو سمندر کے ساحل پر پتھروں سے اپنے بدن کو کھجاتا ہے جس سے اوس کے روئیں گرتے ہیں، یہ روئیں ریشم کی طرح نہایت نرم اور ملائم ہوتے ہیں، اس کا رنگ سنہرا ہوتا ہے، وہ مطلق چھوڑا نہیں جاتا، نہایت نادرالوجود ہے، چنانچہ

---

[۵] المسالک والممالک ابن حوقل ص ۱۳۵، وتقویم البلدان ابوالفداء [۶] رحلۃ ابن جبیر ص ۲۹۰۔

انکو جمع کرتے ہیں، اور اس سے کپڑے بنتے ہیں یہ کپڑے دن میں کئی رنگ بدلتے ہیں۔[1]

یورپین مورخین کو اعتراف ہے کہ کپڑے بننے اور رنگنے وغیرہ کا فن یورپ نے مسلمانانِ صقلیہ سے سیکھا۔ موسیو لیبان لکھتے ہیں:۔

"ریشمی کپڑا جزیرہ ہی میں بننے لگا، اور اس وقت بھی نورم برگ میں ایک ریشمی چادر شاہانِ صقلیہ کے اوڑھنے کی موجود ہے جس پر کوفی حرفوں میں پانسو بیس ہجری (۱۱۳۳ء) کا ایک کتبہ ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے رنگنے کا فن صقلیہ ہی سے یورپ میں آیا۔"

موسیو سدیو کا بیان ہے کہ یورپ نے ریشمی کپڑوں کی بافت مسلمانانِ صقلیہ سے حاصل کی وہ کہتے ہیں:۔

"انہی نے وہاں جزیرہ صقلیہ میں ریشمی کپڑوں کے بننے کا دستور ڈالا جس سے کہتے ہیں کہ بارھویں صدی عیسوی میں اس کے بننے کا ہنر یورپ کے لوگوں نے سیکھا۔"

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"دنیا کی کوئی قوم مسلمانانِ صقلیہ کے برابر باریک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی۔ نہ پرمو کے ریشمی کپڑوں کا مقابلہ کر سکی، وہ قرآن مجید کی آیات اور پھول بوٹے، سنہرے کلابتوں سے اس خوبصورتی کے ساتھ بنتے تھے، کہ جس کو دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے، ان کپڑوں کی بڑی قدر تھی، اسلامی دنیا کے بادشاہوں اور امراء کے لئے یہاں کے کپڑے ڈھونڈ ڈھونڈ کر منگوائے جاتے تھے۔"[2]

فنِ رنگ سازی پر ایک صقلی اہلِ علم نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جو ٹیونس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

---

[1] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۴۳، والمسالک والممالک ابن حوقل ص ۸۷، [2] ایضاً الاندلس جلد ۲ ص ۶۲۰، ۶۲۱، تمدن عرب ۴۰۲، تاریخ عرب ۲۴۳۔

Marfat.com

شراب کشی اگرچہ شراب کی کشید اور اوسکی خرید و فروخت تک اسلام میں ممنوع ہے، لیکن صقلیہ میں عیسائیوں کی آبادی کی وجہ سے سینا میں جہاں اونکی آبادی زیادہ تھی، شراب کی کشید ہوتی تھی، صقلیہ کے شاداب انگور مشہور تھے، ابوالفدا سینا کے متعلق لکھتا ہے،

"یہ شہر انگور اور شراب کی کثرت میں مشہور ہے[۱]"

مسٹر اسکاٹ نے پایۂ تخت بلرم میں بھی شراب کے کارخانہ کے موجود ہونے کا تذکرہ کیا ہے[۲] لیکن عرب مورخین کے یہاں اسکی کوئی شہادت نہیں ملی،

صناب سازی، صناب ایک قسم کا فالودہ تھا، جو انگور کے شیرے کے قوام سے تیار کیا جاتا تھا، یہ صقلیہ کی خاص صنعت تھی، اس کے تیار کرنے کا نسخہ اور اجزا ابن العوام نے بیان کئے ہیں، وہ طریقہ یہ ہے،

"پہلے شیریں انگور کے شیرے سے جو شہد کے مثل گاڑھا ہو، ایک رطل صناب یعنی فالودہ کے قسم کا قوام تیار کیا جائے، پھر اس قوام کو اچھی طرح حل کرکے چھان لیا جائے، اس کے بعد اسمیں عمدہ شہد مناسب مقدار میں ملاکر اسکو مٹی کے ایک کورے برتن میں ڈال دیا جائے،

معنسب کی تیاری میں مٹی کے کورے برتن کو بہت بڑا دخل ہے، اور اس کے بنانے میں اسی برتن کے متعلق خاص ہدایتیں تھیں، مثلاً پہلے اوسکو میٹھے پانی سے دھویا جائے، پھر دو دن تک پانی ہی میں اسکو چھوڑ دیا جائے، تیسرے دن نکال کر ہوا میں رکھ دیا جائے، پھر اسی مرکب قوام سے اس پر ایک ہلکے قسم کا لک کیا جائے اور پھر اوسکو ایک شبانہ روز چھوڑ دیا جائے، اسکے بعد اس قوام کو اسمیں آہستہ آہستہ ڈالا جائے، لیکن قوام وہیں تک رکھنا چاہئے جہاں تک برتن میں لک ہو، اوس کے بعد آخر میں اوس نے لکھا ہے:-

"صقلیہ میں اسی طرح تیار کیا جاتا تھا، اور اس کا یہی صحیح نسخہ ہے، ابراہیم بن محمد ابن بسال کہتا ہے"

---

[۱] تقویم البلدان ص ۱۹۰ [۲] اخبار الاندلس جلد ۲،

اس قسم کے قواموں میں اس سے بہتر قوام میں نے نہیں[1] دیکھا۔"

حلواے اطریہ، عربوں کی اشیاے خوردنی میں ایک خاص قسم کا حلوا اطریہ تھا، یہ بلرم کے ایک خاص مقام تربیعہ میں تیار کیا جاتا تھا، اور یہاں سے یورپ اور افریقیہ وغیرہ میں بھیجا جاتا تھا، ادریسی کہتا ہے :۔

"اور یہاں وہ حلوا (اطریہ) بنتا ہے جو تمام اسلامی اور عیسائی شہروں میں بھیجا جاتا ہے[2]"

روغن سازی، مختلف نباتات پھلوں اور پھولوں سے دہنیات وعطریات کی کشید ہوتی تھی، انہی میں ایک قسم کا روغن تھا، جو درختوں سے نکالا جاتا تھا، اور یہاں کثرت سے تیار ہوتا تھا[3]

شہد، شہد کی پیداوار کیلئے شہد کی مکھیوں کی پرداخت کا اہتمام کیا گیا تھا، اور اس کے لئے بھی اسی طرح باغ لگائے گئے تھے، جیسے ریشم کے کیڑوں کیلئے تھے[4]

دریا اور سمندر سے استفادہ

دریا اور سمندر سے فائدہ اٹھانے کے دو پیشے، ماہی گیری اور صدف ریزی قائم تھے

ماہی گیری، اہلِ صقلیہ کا خاص پیشہ تھا، ساحلی سمندر اور اندرون جزیرہ کے دریا، چشموں اور نہروں سے مچھلیوں کا شکار ہوتا، بڑی قسم کی مچھلی تن بشاک طرابنش کے ساحل سے نکالی جاتی تھی، نقش میں تن مچھلی کثرت سے ملتی تھی، مچھلیوں کے شکار کے لئے خاص شکار گاہ قائم تھے جنھیں مصاید کہا جاتا تھا، ادریسی میلاص کے متعلق لکھتا ہے :۔

"یہاں بڑی قسم والی تن مچھلی کے شکار کیلئے شکار گاہیں ہیں[5]"

صدف ریزی، سمندر سے موتی اور مونگا نکالے جاتے، طرابنش کے ساحل پر مونگا نکالنے کا اہتمام تھا، ابن الوردی کہتا ہے :۔

---

[1] کتاب الفلاحۃ در امادی ص ۱۴۹، کتاب الفلاحۃ کے اردو ترجمہ میں اس کا مختلف اور ناقص بیان ہے، غالباً یہ مطبوعہ نسخہ اس جگہ ناقص ہے، [2] نزہۃ المشتاق صـ۲۲، [3] کتاب الجغرافیہ ابن سعید در اماری ص ۱۱۴، [4] جغرافیہ ابی بکر زہری در اماری

[5] اخبار الاندلس جلد ۲ صـ۹۲

اس کے سمندر کے ساحل پر مونگا نکالا جاتا ہے، جو سمندر کے ساحلی کنارے کی زمین میں درخت کی طرح اوگتا ہے"[1]

فنون جمیلہ | فنون جمیلہ کے اندر گو بڑی وسعت ہے لیکن ہمیں یہاں پر صرف غناء و موسیقی، نقش و نگار، تصویر اور تعمیرات کا تذکرہ کرنا ہے،

موسیقی: لحن و موسیقی کو طبائع انسانی سے مناسبت ہوتی ہے، اسکے لئے بدویت و حضریت کسی کی تخصیص نہیں تاہم جب کوئی قوم تمدن کی تراش خراش کے بعد تحسینات و تکلفات کی منزل میں قدم رکھتی ہے، تو موسیقی بھی معاشرت و اجتماع کا ایک لازمی جزء قرار پاتی ہے صقلیہ میں عربوں سے پیشتر جو قومیں آباد تھیں، ان میں موسیقی کا عام رواج تھا، مسلمانوں کے تمدن کے آغاز کے بعد عباسی و اموی خلفاء کے درباروں میں شعراء کے مدحیہ قصائد مغنیوں سے سنے جانے لگے، اس طرح موسیقی کو درباروں میں جگہ ملی، جب صقلیہ کے اغلبی شہزادوں اور کلبی فرمانرواؤں کے شاہی ایوان میں درباری جلوس ہونے لگے، تو یہاں بھی شعراء کے قصائد مغنیوں سے ساز پر گوا کر سنائے اور پھر قدر داں امراء اور رؤساء کی داد و دہش سے یہاں موسیقی کے باکمال ماہرین پیدا ہوئے، اور یہاں کے مغنی دوسرے ملکوں میں اشتیاق سے بلائے جاتے تھے چنانچہ اشبیلیہ کے فرمانروا المعتضد باللہ عباد بن محمد نے صقلیہ کے ایک مغنی کو وہاں سے اندلس طلب کیا جب وہاں پہنچا تو اوسے احترام سے دربار میں جگہ دی، اور اوس نے اوس کی پہلی فرمائش پر پانچ شعر گا کر سنایا، اندلس میں قیام کی غرض سے بلایا گیا تھا لیکن چند دنوں کے بعد اچانک کسی سبب سے اُسکا انتقال ہو گیا

تصویر: صقلیہ کو فن تصویر سے قدیم لگاؤ رہا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ سرزمین صقلیہ عہد قدیم میں مصوری کی ایک درسگاہ تھی تو بیجا نہ ہوگا، اس کے آثار و تماثیل جابجا اسلامی عہد تک قائم رہے، اٹلی کی بُت تراشی آج بھی مشہور ہے، شہر قطانیہ کے متعلق عرب مورخین کا بیان ہے کہ اس کا دوسرا نام "مدینۃ الفیل" ہے

[1] خریدۃ العجائب درامادی ص ۹۲، اکتفاء السیراد درامادی ص ۲۳۳، و اخبار الاندلس

Marfat.com

یہاں عہد اسلامی تک ہاتھی کا ایک خوبصورت مجسمہ ایک بلند مقام پر نصب تھا جو اس زمانہ میں کنیسہ یہاں میں منتقل کر دیا گیا تھا[۱] یونانی علم الاصنام میں جن دیوتاؤں کے نام آتے ہیں، ان میں سے اکثر کے نام پر یہاں عبادتگاہیں قائم تھیں، جنہیں اُن کے مجسمے رکھے تھے۔ ان میں سے بعض عبادتگاہوں میں ہر ملک کے یونانیوں کا ایک عظیم الشان سالانہ میلہ لگتا تھا[۲] یونان و روم کے ممتاز فلاسفہ و مشاہیر کے ہیکل و مجسمے مختلف مقامات پر نصب تھے۔ اور بزنطی دورِ حکومت میں بھی سونے کی مورتیاں یہاں ایسی موجود تھیں کہ جب یہاں کے ابتدائی حملوں میں مالِ غنیمت کے طور پر وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں تو امیر معاویہ نے اُن کی صنعت سے فائدہ اُٹھا کر انہیں بیچنے کے لئے ہندوستان بھیجنا چاہا، لیکن بہت سے مسلمانوں نے بتوں کی تجارت کی مخالفت کی اور وہ اپنے ارادے سے باز آئے مگر دوسری رائج روایتوں کے مطابق وہ سندھ میں بیچے گئے[۳]

جس زمانہ میں مسلمانوں کا تعلق صقلیہ سے پیدا ہوا اس میں مصوری کا رواج ہو چکا تھا۔ اگرچہ مسلمانوں کی ثقہ جماعت اور اس کے اثر سے عوام کا ایک بڑا طبقہ ہر زمانہ میں مصوری کو اسلامی تعلیمات کے خلاف سمجھتا رہا، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں میں ایک مختصر جماعت ایسی موجود رہی جو نفس تصویروں کو اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں سمجھتی تھی، کہ اسکے نقطۂ نظر سے اسلام میں تصویروں کی ممانعت کی اصل علت محض بت پرستی کا سدِ باب کرنا تھا، اور عوام میں سے جدت طبائع اور آسان پسند امراء بغیر کسی حقیقت کے ادراک کے اُس جماعت کے ہمنوا رہے، چنانچہ صقلیہ میں بھی ایسا طبقہ موجود تھا جو تصویروں کے استعمال میں محتاط نہ تھا، اور محلوں میں تصویریں زیب و زینت کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں خصوصاً بلرم کے محلوں کو مختلف قسم کی تصویروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔

صقلیہ کے اسلامی عہد کے فن مصوری کے بعض نمونے یورپ کے بعض کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں جن سے اس عہد میں تصویروں کے استعمال کا پتہ چلتا ہے، پروفیسر رینود

---

[۱] نشق الازہار فی عجائب الاقطار در اماری [illegible] [۲] فتوح البلدان بلاذری [illegible] [۳] کتاب المذاہب ... نزہۃ المشتاق [illegible] ابن عذاری [illegible]

نے اپنی کتاب حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کا علمی اتصال میں علم طب سے متعلق ایسی پانچ تصویریں شائع کی ہیں جن میں عرب اطبا باشندگان یورپ کا معالجہ کرتے دکھائے گئے ہیں انمیں سے ایک تصویر صقلیہ سے بھی تعلق رکھتی ہے اسمیں کسی نارمن فرمانروا پر عرب اطبا کی "کائل کررہے ہیں یہ تصویر صقلیہ کے پرانے کاغذات میں دستیاب ہوئی تھی

ادریسی کے اس نقرئی کرہ زمین کی صنعت میں جسکو نارمن فرمانرواکے زمانہ میں صقلیہ میں اُسنے تیار کیا تھا جغرافیہ کی ہمہ دانی کے ثبوت کے علاوہ فن مصوری کا کمال بھی مضمر تھا، اس کرہ میں کمال صناعی سے دنیا کے مختلف حصّوں کو مختلف رنگ کے جواہر سے جدا جدا دکھانے کے ساتھ پہاڑ، دریا، اور جنگل وغیرہ دکھائے گئے تھے، اسی طرح کپڑوں پر سنہرے کلابتوں کے خوبصورت نقش و نگار اور عمارتوں کے دلآویز نقوش بھی صقلیہ کے مسلمانوں کے ذوق مصوری کے شاہد ہیں[1]

فن تعمیر تعمیر کیلئے پتھر، مٹی، لکڑی، لوہے، اور رنگوں کی ضرورت پڑتی ہے، یہ چیزیں کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہیں، اسلئے جسقدر قدیم متمدن قومیں گذریں، ان کا کوئی نہ کوئی مخصوص طرز تعمیر قائم ہوا جنمیں سے ایرانی، مصری، یونانی، رومی، اور بزنطی طرز تعمیر اسلام کے ظہور کے وقت دنیا میں رائج تھے، مسلمانوں کا تمدن جغرافی حدود کا پابند نہیں، اسلئے اسلامی طرز تعمیر کو اُن تمام طرزوں سے واسطہ پڑا، اور پھر مسلمانوں نے ان مختلف طرزوں میں اپنی ذہنی استعداد سے ایسی آمیزش اور اضافے کئے کہ ایک مخصوص طرز تعمیر کی بنیاد پڑ گئی یہی طرز اسلامی طرز کہلاتا ہے،

مسلمانوں کے صقلیہ میں آنے کے وقت تک اسلامی طرز تعمیر کی بنیاد پڑ چکی تھی وہ صقلیہ میں مشرقی طرز لے ہوئے، اسلامی طرز تعمیر کو اپنے ساتھ لائے، اور یہاں انھیں اسلامی طرزیں یہاں کے قدیم یونانی رومی اور بزنطی طرزوں کے ملانے کا موقع ملا، اور اپنی استعداد سے مشرقی و مغربی طرزوں میں ایسی آمیزش کی کہ ایک مستقل طرز کے بانی بنے، جسکو لیبان صقلیہ

---

[1] نزہتہ المشتاق ادریسی۔

کا شرقی عربی طرز کہتے ہیں[1]

صقلیہ کا یہ شرقی عربی طرز نہ صرف یہ کہ اسلامی طرز تعمیر کی ایک شاخ ہے بلکہ مسلمانوں کے فن تعمیر میں اسکو ایک مستقل منزل کی حیثیت حاصل ہے جسمیں ان کی چند یادگاریں دائمی طور پر باقی رہ گئیں جنھیں صقلیہ کے اسلامی طرز کے چند خصوصیات کہا جاسکتا ہے،

صقلیہ کے اسلامی فن تعمیر کے خصوصیات ۔ وہ ہیں جن کی داغ بیل مسلمانان صقلیہ کے ہاتھوں اسلامی فن تعمیر میں پڑی، مثلاً:۔

عمارتوں میں پتھروں کا پہلی مرتبہ استعمال

مسلمانوں نے عمارتوں میں سب سے پہلی مرتبہ اسی صقلیہ میں اینٹ کے بجائے پتھر استعمال کئے۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں تاریخ فن تعمیر کے ذیل میں اسلامی طرز تعمیر پر لکھتے ہوئے کہا گیا ہے:۔

"اس قسم کے طرز تعمیر کی دوسری منزل تبریز وسلطانیہ کے مساجد ہیں، اور جب ہم دو صدی کے بعد اس طرز کو بلرم کے محل زیزہ میں دیکھتے ہیں، تو ہم کو اتنا فرق نظر آتا ہے، کہ اب اینٹ کی جگہ پتھر نے لی ہے[2]"

موسیو لیبان تعمیر کے مصالح کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"عربوں کی تعمیر کا مصالحہ بلحاظ اختلاف ملک اور اختلاف عمارات کے مختلف ہے، پہلے انھوں نے محض اینٹیں استعمال کیں، لیکن اس کے بعد ہی انھوں نے اپنی بڑی عمارتوں مثل قصور ضیزہ اور قوبع کے جو جزیرۂ صقلیہ میں ہیں، اور مسجد حسن کے جو قاہرہ میں ہے۔ اور نیز دوسری عمارات میں پتھر کا استعمال کیا[3]"

صقلیہ میں عمارات کے قابل پتھروں کی کمی نہ تھی، یہاں تک کہ جب اسکندر نے شہر اسکندریہ

---

[1] تمدن عرب ص۵۱۵ ۔ [2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲ ص۲۲۳ [3] تمدن عرب ص۵۱۴

Marfat.com

تعمیر کرایا، تو عمارتوں کیلئے پتھر یہیں سے منگوائے، اسلئے مسلمانوں نے صقلیہ پہنچ کر یہاں کے پتھروں کی قدر کی، اور بقول مسٹر اسکاٹ "مسلمان انجینیروں نے ایوانِ شاہی اور امراء کے محلوں میں رنگ برنگ کے پتھروں کی چکاچوند پیدا کر دی، اور جتنے قسم کے پتھر یہاں دستیاب ہوتے تھے، سب کو عمارتوں میں استعمال کیا، چنانچہ ادریسی اور ابن جبیر وغیرہ نے بھی یہاں کی عمارتوں کے پتھروں کی تعریف کی ہے۔[1]

ستون کی نوکدار محرابوں کی ایجاد

دوسری خصوصیت فن تعمیر کے ستونی طرز (COLUMN) کو معراج کمال پر پہنچایا ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں نارمنوں کے فن تعمیر کے ذیل میں ہے:-

یونانیوں نے ستونی طرز (COLUMN) کی ابتداء کی، اور رومیوں نے اسکو ترقی دی، یونانیوں اور رومیوں نے ایسے ستون بنائے، جن پر چھت (CUPALA) قائم ہوں، مسلمانوں نے ان ستونوں پر نوکدار محرابیں بنائیں، اور صقلیہ کے مسلمانوں نے انہی عناصر سے ایک بلند و حسین طرز ایجاد کیا، جو مختلف حیثیات میں پرشوکت و شاندار، سادہ اور حسین و جمیل تھا۔[2]

آرائشی طاقچے

اسلامی فن تعمیر میں آرائشی طاقچوں کے اضافہ کی ابتدا بھی صقلیہ ہی میں ہوئی، موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"ان طاقوں کا استعمال جزیرۂ صقلیہ میں دسویں و گیارھویں صدی عیسوی میں پایا جاتا ہے۔"[3]

ان خصوصیتوں کے اضافہ کے علاوہ تعمیر کی اُن صنعتوں کو جو اسوقت تک اسلامی فن تعمیر میں رائج ہو چکی تھیں، نہایت خوبی سے استعمال کیا، اور اپنے حُسن ذوق سے ان کو معراج کمال پر پہنچایا۔

سنہری روپہلی قلعی

اسلامی عہد میں دیواروں پر سنہری روپہلی قلعی کی جاتی تھی جسکو تمیسہ و قمریہ کہتے تھے

[1] نزہۃ المشتاق و رحلۃ ابن جبیر (مترجم) وغیرہ اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۱۲ و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۶۲۔ [2] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۹ ص ۵۵، طبع یازدہم۔ [3] تمدن عرب ص ۴۸۴۔

Marfat.com

صقلیہ کے مسلمان مہندسین نے یہاں کی عمارتوں میں یہ دونوں صنعتیں استعمال کیں ابن جبیر کنیسۃ الا... کی چھت کو شمسیات لکھتا ہے۔ اور قریب کے نمونے آج بھی یادگار باقی رہ گئے ہیں۔

نقش ونگار: دیواروں پر مختلف نقش ونگار ہر قسم کے رنگ بھر کر بناتے، خوبصورت مصنوعی بیلیں چڑھاتے، بیلوں میں اُن کے خوشے نہایت شگفتہ دکھاتے، اور خط کوفی طغری میں قرآن مجید کی آیتیں نہایت صفائی اور خوبصورتی سے نقش کرتے۔

نارمنوں کے عہد میں اسلامی طرز تعمیر: سسلی میں جب تک مسلمان موجود رہے، اسلامی طرز تعمیر اور مسلمان معماروں کو مقبولیت حاصل رہی، نارمن خود کسی تمدن کے حامل نہ تھے، وہ تقریباً ایک ہی زمانہ میں انگلستان اور سسلی دونوں جگہ آئے، انگلستان میں تو انھیں اوس طرز کو رواج دینے کا موقع ملا، جسے اونھوں نے لمبارڈوں اور فرانسیسیوں سے حاصل کرلیا تھا، کیونکہ خود انگلستان میں اسوقت کوئی طرز تعمیر موجود نہ تھا جسکو وہ اختیار کرتے، برخلاف اس کے صقلیہ میں یونانی اور اسلامی طرز تعمیر ترقی یافتہ شکلوں میں موجود تھے، وہ اوس طرز سے زیادہ بہتر تھے جسکو وہ انگلستان میں رائج کررہے تھے، اسلئے باوجودیکہ انگلستان اور صقلیہ کے نارمنوں میں معاشرتی تعلقات قائم تھے، پھر بھی انھوں نے یہاں اوس نئے طرز پر عمارتیں نہیں بنائیں جس طرز پر وہ انگلستان میں بنارہے تھے، کیونکہ انگلستان کا وہ نارمن طرز صقلیہ کے اسلامی طرز تعمیر کے مقابلہ میں ناقص بھدا اور بدصورت تھا، اسلئے صقلیہ میں نارمنوں کے زمانہ میں جو عمارتیں بنائی گئیں وہ تمامتر صقلیہ کے مسلمان مہندسین اور معماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئیں، اور خالص اسلامی طرز کی تھیں، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں نارمنوں کی سرگذشت میں ان کے طرز تعمیر کے ذیل میں ان امور پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، اس کا اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ صقلیہ کے نارمن عہد حکومت میں جسقدر تعمیری ترقیاں ہوئیں، وہ تمامتر اسلامی تعمیرات ہیں، جو مسلمان کاریگروں

Marfat.com

کے ہاتھوں انجام پائیں، مقالہ نگار نے انگلستان اور صقلیہ کی نارمن عمارتوں کی تعمیر کا فرق ان الفاظ میں دکھایا ہے:۔

"ان دونوں ملک کا فرق نہایت نمایاں ہے صقلیہ میں ان نارمنوں کو نظر آیا کہ وہ وہاں کے موجودہ طرز میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے اسلئے انھوں نے اسی کو اختیار کر لیا، لیکن انگلستان میں انھوں نے دیکھا کہ وہ اسمیں ترقی کر سکتے ہیں، اسلئے ملک کے طرز تعمیر کی جگہ اپنا طرز رائج کیا..... اس طرح ہمیں نظر آتا ہے کہ انھوں نے ان دونوں جگہ وہاں کے حالات کے مطابق عمل کیا"

(صقلیہ میں) ان اسلامی اور یونانی فنون کی موجودگی میں انھیں کسی جدت کی ضرورت نہیں تھی ان کو صرف اتنا کرنا پڑا کہ انھوں نے معماروں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے کے بجائے ان کیلئے عمارتیں بنائیں، پلرمو، مونریل (MONREALE) سیفولو (CEFALOW) اور مسینا کے نارمنوں کے شاہی محل اور گرجے تمامتر خالص طور سے اسلامی ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ یہ مسلمان معماروں ہی کے بنائے ہوئے ہوں، اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ وہ اسلامی نمونے پر بنائے گئے ہیں،

ان عمارتوں اور ایکویٹین (AQUITAINE) کی عمارتوں میں نوکدار محرابیں اسلامی اثر کا صاف پتہ دیتی ہیں ان کو کبھی بھی شمال کے گاتھک طرز کی آمد نہیں سمجھنا چاہئے، اس طرز تعمیر کو صقلیہ کے نوکدار طرز سے کوئی واسطہ نہیں، صقلیہ کا ایک گرجا فرانسیسی یا انگریزی گرجے سے قطعاً مشابہ نہیں ہو سکتا بعض جگہ وہ بالکل مشرقی (مجموعہ چین، ایشیائے وسطی اور ہند) ہے، (جو عربوں کے ذریعہ صقلیہ پہنچا،) اور بعض جگہ نوکدار محرابوں، (جو صقلیہ کے عربوں کی ایجاد ہے) سے بنا ہوا ہے"

اس کے بعد مقالہ نگار دیواروں کے نقش و نگار کے متعلق لکھتا ہے:

لیکن اگر عربوں نے تعمیر کا راستہ دکھایا، تو یونانیوں نے دیواروں کی مصوری و نقاشی کی راہ

Marfat.com

دکھائی، ایسی حالت میں حکمراں قوم (نارمن) بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حکمراں خانداں کو وہاں کے اس زمانہ کے رائج طرز میں کسی مزید اضافہ کی ضرورت نہیں پڑی، انھوں نے جو کیا وہ یہ کہ مسلمانوں اور یونانیوں سے مشترک طورسے کام لینا شروع کیا،

لیکن اس موقع پر یونانیوں کا ذکر کرکے مقالہ نگار نے گویا ایک دلچسپ پیرایہ بیان میں نارمنوں کی عمارتوں کی تعمیر میں مسلمان معماروں کے ساتھ یونانی معماروں کو شریک کر دیا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ اسلامی فن تعمیر میں دیواروں کا نقش ونگار یونانی طرز سے ماخوذ ہو لیکن صقلیہ کی عمارتوں اور خصوصاً گرجوں پر خط کوفی وخط طغریٰ میں قرآن مجید کی آیات سے زیب و زینت دینا ظاہر کررہا ہے کہ ان نقش ونگار کے نقاش ومصور یونانی نہیں مسلمان ہیں، صقلیہ اور اپولیا کے گرجوں کی عمارتوں کی آیات قرآنی آجتک اسکی شاہد ہیں موسیو لیبان لکھتے ہیں :-

"خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ ازمنہ وسطیٰ اور قسطنطنیہ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جوان کے ہاتھ لگے محض آرایش سمجھکر نقل کر دیا ہے، موسیو لانگ پیریر، اور موسیو لادواہ، اور دوسرے مصنفین نے ان کی مثالیں اکثر ایطالیہ میں دیکھی ہیں، اس آخر الذکر مصنف نے تومیلان کے بڑے کلیسے کے بیت الخدمت میں ایک نکیلا محراب دار دروازہ دیکھا ہے جس کے گرد پتھر کی لگر تھی، اور اس پر ایک عربی لفظ متعدد بار لکھا ہوا تھا، کلیسائے سینٹ پیٹر کے اس دروازہ پر جہاں پوپ یوزین چہارم کی مورت ہے، حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد عربی حرفوں کا ہالہ ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر بھی ایک ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے، افسوس ہے کہ اس مصنف نے ان کتبوں کا ترجمہ نہیں دیا ہے، کیا عجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے سر کے گرد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ لکھا ہو"

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"یہاں تک کہ گرجوں اور مقدس مکانوں کی آرایش قرآن مجید کی آیتیں لکھوا کر کراتے تھے حالانکہ

قرآن مجید کی تعلیم پاپائے روما کے اصول دینیات، اور مذہبی مجالس کے احکام کے بالکل برعکس تھی"

صقلیہ کے نارمنوں کے علاوہ یورپ کے دوسرے خطوں میں بھی اسلامی طرز تعمیر کو مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس نے صدہا برس گذرنے کے باوجود اپنی امتیازی نشان قائم رکھی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا میں ہے:۔

"جب ہم نارمنوں کے انگلستان اور صقلیہ کی تعمیر کا ان بعض عمارتوں سے جو اپولیا کے بعض حصوں میں بنائی گئی ہیں، مقابلہ کرتے ہیں، تو ہمیں ٹرانی فی منٹو اور باری کی عمارتوں میں اطالوی اور نارمن عناصر ملے جلے معلوم ہوتے ہیں، ان شہروں کے بڑے گرجے صقلیہ کے گرجے سے مختلف ہیں، ایک طرف تو ہمیں ان میں بعض ایسی چیزیں نظر آتی ہیں، کہ گویا ہم اٹلی میں ہیں، دوسری طرف ہمیں ان میں اسلامی طرز تعمیر کی صاف جھلک دکھائی دیتی ہے"[1]

مشہور عمارتیں اور اون کے آثار

صقلیہ میں مسلمانوں نے فن تعمیر کو جو ترقی دی، اُس کا اندازہ وہاں کی شاندار اور خوبصورت عمارات سے کیا جاسکتا ہے، اُس زمانہ کے مشہور عرب مورخین اور سیاح، ابن حوقل، ادریسی، ابن جبیر اور یورپین سیاح تھیوڈوسیس راہب یہاں کی تعمیری ترقیوں کو بچشم خود دیکھکر متاثر ہوئے، اور اپنی کتابوں میں اپنے تاثرات لکھے، دور حاضر کے یورپین مورخین میں سے سدیو، لیبان، اسکاٹ، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار ڈیرہ نے اس زمانہ کی یہاں کی عمارتوں کے آثار باقیہ دیکھے، اور انھیں اندلس کی عمارتوں کے بعد سب سے اعلیٰ ترین عمارتوں میں شمار کیا،

عمارتیں عموماً پتھر کی بنتی تھیں، اندر کی دیواروں پر پلاسٹر کرتے تھے، اور رنگ برنگ کے نقش و نگار اور پچی کاری سے مزین کرتے، اکثر عرب و یورپین مورخین اور سیاح متفق ہیں کہ یہاں کی

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۹ ص ۵۵، تمدن عرب ص ۳۰۴، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۲۶۱

عمارتوں کی ہوئی شان و شوکت رفعت و بلندی، کشادگی، استحکام اور تزئین بالکل اندلس کی عمارتوں کے مثل تھی
اگرچہ اندلس اور صقلیہ کے طرز تعمیر میں آسمان و زمین کا فرق تھا، لیکن عمومی طور پر دونوں میں
بہت کچھ مشابہت پائی جاتی تھی، ابن جبیر نے تو ایک سے زیادہ مقام پر کہا ہے کہ یہاں کی عمارتیں
قرطبیہ البنیان ہیں

لیکن وہ کونسی عمارتیں تھیں کن کن ناموں سے موسوم تھیں، افسوس ہے کہ اس کی تعیین
سقلیہ کی عمارتوں کے سب سے بڑے مداح ادریسی کی نزہتہ المشتاق سے بھی نہیں ہو سکتی، وہ یہاں
کے معلومات کی جزئی سے جزئی تفصیل بیان کرتا ہے مگر بجز "القصر" و "المسجد" وغیرہ کے ان کا
کوئی خاص نام نہیں لیتا، حالانکہ اکثر قابل ذکر عمارتیں اپنے اپنے ناموں سے موسوم تھیں، اور تاریخوں
میں کہیں کہیں ان کے نام ملجاتے ہیں، لیکن ادریسی نے اپنی کتاب نارمنوں کے عہد میں نارمن فرمانروا
کے لئے لکھی، غالباً اس نے ان ناموں کو عمداً نہیں لکھا، کہ اب انھیں پرانے ناموں مثلاً
قصر فلاں، مسجد فلاں وغیرہ سے موسوم کرنا معنوی اعتبار سے بے معنی تھا، تاہم چند عمارتوں کے نام ہمیں
اپنے معلوم ہو سکے ہیں جن کے حالات متعین طور پر ہم بیان کر سکتے ہیں، ان میں قصر زیزہ، قصر قوبع،
قصر سعد، مسجد بلرم، مسجد ثرمہ، اور کنیسہ نطاکی ہیں، لیکن یہ یادگاریں بھی اسوقت تک قائم رہیں جب تک
نارمن مسلمانوں کا تمدن اختیار کئے رہے، اور اسی لئے ان کے عہد میں بھی مسلمان معماروں کے
ہاتھوں اسلامی عمارتوں کا اضافہ ہوتا گیا، لیکن پھر اسکے بعد جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا صقلیہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں
کے معاشرتی تعلقات خراب ہوتے گئے، یہانتک کہ رفتہ رفتہ دونوں قوموں میں کامل اجنبیت پیدا ہو گئی، لیکن اسکے
باوجود اس زمانہ میں بھی جو نئی عمارتیں بنیں، ان میں اسلامی طرز تعمیر کی نمایاں جھلک باقی رہتی،
لیکن افسوس ہے کہ اسلامی عہد حکومت اور نارمن عہد کے ابتدائی دور کی بنی ہوئی عمارتیں بہت جلد
برباد ہو گئیں، اور آج تو صرف بعض عمارتوں کا کچھ ٹوٹا پھوٹا حصہ کسی کھڑکی کی کوئی جالی کسی عمارت کا

کوئی دروازہ یا کسی دیوار کے کسی کتبے کا صرف کوئی ٹکڑا ہماری چشم عبرت کیلیے باقی رہ گیا ہے، ورنہ کلیسا کے متعصب پادریوں کی کوششوں سے اسلامی عہد کی ان یادگاروں میں سے ایک ایک کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :۔

"دنیا بھر میں کسی قسم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے جیسے مسلمانانِ صقلیہ کی یادگاروں کو مٹایا گیا ہے"

بہرحال جن عمارتوں کے نام و نشان باقی رہ گئے ہیں، ان میں سے قصر زیزہ اور قوبع کے نام یورپ کے مورخین کے درمیان زیادہ مشہور ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں :۔

"اس وقت صقلیہ میں بہت تھوڑی سی یادگاریں مسلمانوں کی باقی رہ گئی ہیں، ان میں سے مشہور ضیزہ اور قوبع کے قصر ہیں، جو پلرمو کے قریب ہیں، ان کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے، کہ مورخین قدیم نے ان کی عظمت و شان کے بیان کرنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے، تھیوڈوسیس ایک راہب اور نیز ادریسی نے ان قصروں کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کے قیمتی سنگ مرمر اور خوشنما سنگی مرصع کاریوں وغیرہ اور باغوں کی جو عربوں کے زمانہ میں تھے صفت و ثنا لکھی ہے"

یہ راہب تھیوڈوسیس ۲۶۴ھ میں سارا کیوز کے محاصرہ میں قید ہو کر پلرمو بھیجا گیا تھا اور وہاں کے قصور و مساجد اور محلات کی بہت کچھ تعریف کرتا ہے"[1]

قصر زیزہ و قوبع کا زمانہ تعمیر اور اون کے صحیح نام

موسیو لیبان کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ دونوں قصر عہد اغالبہ ہی میں تعمیر ہو چکے تھے، کیونکہ تھیوڈوسیس ۲۶۵ھ میں پلرمو گیا، اور اون کے بیان کے مطابق اوس نے ان قصروں کی بڑی تعریف کی ہے، .... لیکن موسیو لیبان کی یہ تصریح تسامح پر مبنی ہے، اوس کی تصحیح بعض عرب مورخین کے اشارات اور نیز خود موسیو لیبان کے

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص۲۰۔

ایک دوسرے بیان سے ہوجاتی ہے،

قصر ضیزہ کے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ اوسکی اصل قصر عزیزہ ہے، جو خلیفہ فاطمی العزیز باللہ نزار (جلوس ۳۶۵ھ) کی طرف منسوب تھا، عرب مؤرخین میں سے لسان الدین محمد بن الخطیب الوزیر اندلسی صقلیہ کے حالات میں ۳۳۶ھ کے سلسلہ واقعات میں والی صقلیہ جابر کے متعلق لکھتا ہے:۔

وصله تقليد نزار (العزيز بالله)	اور اوس کو نزار (العزیز باللہ) شاہ عبیدیہ
ملك العبيديه... وسكن القصر الذى	کی طرف سے فرمان ملا، اور وہ اُس قصر میں
يعرف به فى صقلية[1]	اترا، جو اُسکے نام سے صقلیہ میں مشہور ہے۔

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ قصر عزیزہ اس عہد میں پلرمو کے اس محل کا نام تھا جیمیں فرمانروائے صقلیہ اقامت گزیں ہوتا تھا، اسلئے یہ قصر رفعت وشان میں صقلیہ کے عموماً دوسرے قصروں سے زیادہ ممتاز ہوگا، اسلئے عجب کیا ہے، کہ قصر ضیزہ (ZIZA) اسی قصر عزیز کا بگڑا ہوا تلفظ ہو، اگر یہ صحیح ہے تو اس کا اردو تلفظ "ضیزہ" کے بجائے جو تمدن عرب میں اختیار کیا گیا ہے "زیزہ" زیادہ مناسب ہے، اور اسی لئے ان اوراق میں اُس کا یہی املا اختیار کیا گیا ہے

اس خیال کو اس سے اور تقویت پہنچتی ہے، کہ موسیو لیبان کے بیان کے مطابق قصر زیزہ دسویں صدی میں تعمیر ہوا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:۔

جزیرہ صقلیہ کی مشہور عربی عمارتیں ضیزہ، وقبہ دو مشہور قصر ہیں، جو پلرم کے قریب واقع ہیں، اور انکی بنا دسویں صدی عیسوی میں ہوئی[2]

---

[1] علامہ ... ص ... بشرطیکہ "یعرف بہ" میں "بہ" کی ضمیر العزیز باللہ کی ... اگر اسے ممکن ... جابر کی طرف ... تو قصر زیزہ کے متعلق قیاس کی ساری عمارت سمانہ ... سمجھئے

[2] تمدن عرب ص ۲۹۳،

اسلئے اگر یہ دسویں صدی کی عمارتیں ہیں، تو تھیوڈوسیس راہب نے ۸۸۰ء میں بلرم کے کسی دوسرے قصر کا تذکرہ کیا ہوگا، جسکو زیزہ پر منطبق کیا گیا، عجب کیا کہ وہ قصر سعد اور قصر سالم ہوں کہ اغالبہ کے زمانہ میں یہ دونوں قصر یہاں زیادہ ممتاز تھے، اور ان میں ولاۃ رہتے تھے، البتہ لسان الدین الخطیب کے بیان کے مطابق دسویں صدی عیسوی کے اواخر اور گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں یہاں کا شاہی قصر، قصر عزیز تھا، اسلئے شاید ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ قصر زیزہ دراصل "قصر زیزہ" ہے، جو قصر عزیز کا یورپی تلفظ ہے، اس طرح اگر اس کا زمانہ تعمیر خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے سریرآرائے حکومت ہوجانے کے بعد ہی، تو وہ زمانہ ۳۶۵ھ (سال جلوس العزیز) اور ۳۷۲ھ سال ولایت جابر) کے درمیان ہوتا ہے، جو دسویں صدی صدی عیسوی کا بالکل آخر زمانہ ہے،

اسی طرح قصر قوبہ کا زمانہ تعمیر بھی موسیو لیبان کے بیان کے مطابق دسویں صدی عیسوی ہے، لیکن اوس کے متعلق بھی عربی ماخذوں سے بعض احتمالات پیدا ہوتے ہیں مگر ابھی وہ اس لائق نہیں کہ ضبط تحریر میں لائے جائیں،

قصر زیزہ و قوبہ کی خصوصیات موسیو لیبان نے ان دونوں قصروں کے کھنڈر جا کر دیکھے تھے، جو ابھی تک اپنے حال پر کھڑے ہیں، اونھوں نے جو حالات بیان کئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اسوقت دنیا میں مسلمانوں کے سب سے قدیم ترین قصر ہیں، اور صقلیہ کی سیاسی حالات کے لحاظ سے اون کی یہ عمارت بیک وقت قصر بھی ہے اور قلعہ بھی، [illegible] جو طرز تعمیر ہے، وہ افریقہ کے قصروں سے زیادہ ملتا جلتا ہے، موسیو لیبان کا پورا بیان حسب ذیل ہے:-

اتنے پرانے زمانہ کے عربی قصر کہیں نہیں پائے جاتے، اور اس وجہ سے یہ نہایت ہی دلچسپ یادگار ہیں

ضیزہ اور قوبع کے قصر نہ فقط قصر تھے، بلکہ قلعے بھی تھے، یہ گڑھے ہوئے پتھروں سے بنے ہوئے اور ... اور بلا تامل صدیوں کا سامنا کر سکتے تھے،

صقلیہ ... قصر جن پر آٹھ صدیاں گذر گئی ہیں، ہر قسم کی بد سلوکیاں جھیل چکے ہیں،

قصر زیزہ ... حالات یوں لکھتے ہیں:

"قصر ضیزہ جو بلرم سے قریب ہے شکل میں پتھر اور چونے کا عظیم الشان مکعب نظر آتا ہے، اوسکی دیواریں دوہرے ایک زنجیرہ محرابوں کا معلوم ہوتی ہیں، جو کسی قدر نکیلی ہیں، اور ان کے اندر دُہرے دُہرے دریچے بنے ہوئے ہیں، جن کی دونوں جانب کسی زمانہ میں ستون سے تھے، منڈیر کے حاشیہ پر کسی وقت میں قرمطی کتبے تھے، جن کا کچھ بقیہ رہ گیا ہے، میں نے موسیو زیز ودے پران ڑی کی تصویر سے اس قصر کے ایک دالان کے نقشہ کو جیسا وہ چالیس برس پہلے تھا نقل کیا ہے اس کی ... نہایت ہی سادہ اور خوبصورت ہے، اسمیں اندلس کی طرح سے قلمی آرائشیں بھی ہیں لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عربی کاریگروں نے جنھوں نے نارمنوں کے وقت میں اس قصر کی مرمت کی ہے اسکی پرانی طرز کو کہاں تک بدلا ہے"

اسکے بعد قصر قوبہ کے متعلق لکھتے ہیں:-

"ضیزہ کے قصر سے تھوڑے فاصلہ پر قوبع کا قصر واقع ہے ضیزہ اور قوبع کے قصروں کی ظاہری صورت اور ان کی نکیلی محرابوں کی قطاریں اور ان کی باقاعدہ تعمیر اندلس کے عربی قصروں سے بالکل علحدہ ہے، موسیو دے پران ڑی اون کو مصر کی عمارتوں سے مشابہ بتاتے ہیں، لیکن میری رائے میں یہ مشابہت مطلق نہیں پائی جاتی، بہت تلاش کے بعد میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ مسجد قلاؤن کے بعض حصوں کو کچھ خفیف سی مشابہت ان قصروں سے ہو تو ہو"

ــــــ

لہ تمدن عرب صفحہ ۲۸۱، صفحہ ۲۹۱، صفحہ ۲۹۲

ادریسی نے ان قصروں کا تذکرہ بلرم کے ضمن میں کیا ہے، اسی سلسلہ میں اس نے [illegible] کا حال بھی لکھا ہے جو راجر نے کرائی تھی، ادریسی نے اسکو تعمیر سے تعبیر کیا ہے [illegible] لکھتا ہے:

اور یہ محل نہایت محفوظ تھا [illegible] جنگ سے اس کو محفوظ [illegible] ہیں اس تک رسائی ممکن نہیں، اس کے اوپر شاہی محل کا ایک [illegible] ترشے ہوئے پتھروں سے بنایا گیا ہے، اس کے مناروں بنادگاہوں محلوں اور [illegible] تہ خانوں میں نہایت استحکام اور بلندی پائی جاتی ہے، وہ نہایت مضبوط بنایا گیا ہے [illegible] عجیب چیزوں سے اسکی نقش آرائی کیگئی ہے، مسافروں اور سیاحوں نے اسکی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے، اور یہ یقین کیا ہے، کہ اس شہر کی عمارتوں اور محلوں سے زیادہ دلفریب [illegible] عمارت اور کوئی جگہ نہیں ہے[1]

قصر سعد: قصر سعد اسلامی عہد کا ایک خوبصورت اور پائدار قصر تھا، بلرم سے ایک فرسخ پر واقع تھا، اس کا طرز تعمیر اُس قدیم وضع کا معلوم ہوتا ہے جسکو مسلمانوں نے ابتداً [illegible] میں رائج کیا، قصر میں داخلہ کیلئے لوہے کا ایک پھاٹک تھا، اور اندر نہایت کشادہ، وسیع اور آرام دہ [illegible] اور دو منزلہ عمارتیں تھیں، قصر کے بلند حصہ پر ایک مسجد تھی، جو ابن جبیر کے بقول [illegible] خوبصورت ترین مساجد میں تھی، اسمیں شیشہ اور پیتل کی ۴۰ قندیلیں آویزاں تھیں، قصر کے سامنے ایک کشادہ سڑک تھی، جو قصر کے چاروں طرف گھومی تھی، اس سے کچھ ہٹ کر ایک چشمہ عین مجنونہ رواں تھا جو قصر کے حُسن کو دوبالا کرتا تھا، اور قصر کے نشیبی حصہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا، ابن جبیر کے عہد تک یہ قصر اچھے حال میں تھا، مگر اب اس میں امراء ورؤسا کے بجائے صوفیہ قیام پذیر تھے، اسکو خانقاہ کی ایک حیثیت حاصل ہوگئی تھی، اسکے اردگرد مسلمانوں کی بیشمار قبریں تھیں،

قصر جعفر: قصر سعد سے ایک میل پر واقع تھا، یہ بھی اپنے طرز و خصوصیات میں اسی کے نمونہ پر تھا

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳۰

ابن جبیر کے عہد تک اوسکے فوارہ سے پانی اچھلتا رہتا تھا،

بظاہر یہ دونوں قصر عہد اغالبہ کی یادگار تھے، اور جیسا کہ کہا گیا عجب کیا کہ تھیوڈوسیس نے انہی کا نظارہ کیا ہو،

کلیسہ انطاکیہ، کلیسہ انطاکیہ پلرمو کا ایک کلیسہ نارمنوں کے زمانہ کا تھا، یہ راجر اول کے وزیر کے اہتمام میں تعمیر ہوا، اس کا طرز تعمیر خالص اسلامی تھا، ابن جبیر نے اسکی بے حد توصیف کی ہے، اُس کا بیان ہے کہ اسمیں سونا پانی کی طرح بہایا گیا ہے، اندر کی دیواروں پر سنہری قلعی تھی، فرش پر رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر بچھائے گئے تھے، ان پتھروں کو باہم ملانے کیلئے طلائی پچی کاری کیگئی تھی، نہایت خوبصورت زریں سُنہرے نگینے فرش میں قرینہ قرینہ سے جڑے تھے، ان میں سبز نگینوں سے پھول بوٹوں کی آرایش کیگئی تھی، اسی طرح چھت پر نہایت خوبصورت سُنہری قلعی اور شمسی شیشے جڑے گئے تھے کلیسا میں داخل ہوتے ہی انکی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہوجاتی تھیں اس کے اندر ایک صومعہ تھا، جو سنگ رخام کے خوبصورت رنگین ستونوں پر قائم تھا،

ابن جبیر نے اس عمارت کو عجائب روزگار عمارتوں میں شمار کیا ہے[۵۵] یہ سب کچھ مسلمان مہندسین اور معماروں ہی کے موئے قلم کے یادگار شاہکار تھے،

قصر ایض مسینا، یہ مسینا کا ایک سپید شاہی محل تھا، یہ غالباً خالص اٹالین سنگ مرمر سے جو صقلیہ ہی سے نکالا جاتا تھا تعمیر کیا گیا تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:۔

"مسینا میں بادشاہ کے قیام کے واسطے ایک سفید قصر کبوتروں کے پروں کی طرح دریا کے کنارہ چمکتا ہے"[۵۶]

آثار باقیہ، دور حاضر میں صقلیہ کی جو یادگاریں باقی رہ گئی ہیں، ان میں صرف پلرم کے وہی دونوں مشہور قصر زیزہ وقوبع کے آثار کسی نہ کسی حال میں اب تک پائے جاتے ہیں، اور ان کے علاوہ

---

۵۵ ۔ ۵۶ ابن جبیر ص ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۲۵، ۵۶ ص ۳۲۵،

Marfat.com

جو کچھ یادگاریں ٹوٹی پھوٹی شکلوں میں باقی رہ گئی ہیں، اُن کا مشاہدہ مختلف یورپین مورخین نے کیا، اُ
اپنے تاثرات اور نظریے قلمبند کئے، موسیو لیبان وسدیو وغیرہ کے علاوہ اسٹنزیس (A. SALINAS)
نے ابھی ۱۹۱۰ء میں ایک بسیط مضمون صقلیہ کی اسلامی تعمیر اور اسکے آثار پر لکھا ہے، اسی طرح شاک اُ
بیکر کے اس موضوع پر وقیع مباحث ہیں، لیکن زبان کی اجنبیت کے باعث ابھی تک یہ مباحث
معلوم نہ کر سکا، اے سلینس کے مقالہ کے ساتھ صقلیہ کی عمارتوں کے دروازوں، کھڑکیوں اور محرابوں
وغیرہ کی چند تصویریں شائع ہوئی ہیں، عمارتوں کے یہ ٹکڑے سسلی کے موجودہ عجائب خانہ میں محفوظ
ہیں، ان تصویروں میں محرابیں بعض مخروطی شکل کی ہیں، بعض مستطیل ہیں، اور بعض گول معلوم ہوتی ہیں،
محرابوں کی ساخت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پتھر کی تراشی ہیں، کھڑکیاں بھی سنگی اور جالی دار ہیں، جالیوں کے
اقسام پر تو ہمیں عبور نہیں تاہم جالیوں کے جتنے نقشے ہیں سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں، بعض
تو بظاہر بہت بھدی شکل کی معلوم ہوتی ہیں، لیکن اکثر کی تراش خراش خوبصورت، نازک، اور اپنے اندر
خاص کشش رکھنے والی ہے، جن پر بے ساختہ نگاہ اٹھ جاتی ہے، بعض ٹکڑوں میں آیات قرآنی مثلاً: نَصْرٌ
مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ پاکیزہ خط میں نقش ہیں، اور بعض نقوش خط طغریٰ میں ہیں، چند ستون ایسے ملے
کی ہیں جو نارمنوں کے عہد میں مسلمان معماروں کے ہاتھوں تعمیر ہوئے، یہ سب ٹکڑے مختلف شہر بلرم،
طرمین، سرقوسہ اور مسینا کی مختلف عمارتوں کے ہیں[1]،

مہندسین صقلیہ، صقلیہ کے ترقی یافتہ اسلامی فن تعمیر کے لحاظ سے یہاں مہندسوں
اور باکمال معماروں کی کثیر تعداد ہونی چاہئے تھی، مگر اسوقت تک اہل صنعت کے حالات قلمبند کرنے کا
رواج نہ تھا، اسلئے صرف ایسے چند مہندسوں کے نام معلوم ہوسکے جنہیں کسی دوسرے علم میں کمال
حاصل تھا، یا کہیں کہیں بعض ایسے نام نظر آتے جن کا تذکرہ اسلامی ممالک کی بعض عمارتوں کے ضمن

---

[1] یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۴۶۵ تا ۵۰۸،

میں آگیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ان کے خدمات کی قدر تھی، ان لہندسوں کے نام جن کی مجموعی تعداد صرف ۱۰ ہے، مع انکے کارناموں کے حسب ذیل ہیں:۔

ابولیث صقلی اور جامع اشبیلیہ ابولیث صقلی جامع اشبیلیہ کے مہندسین میں ہے جو اندلس کی خوبصورت عمارتوں میں شمار کیجاتی ہے، اس کو اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اندلس کے تمام ہمعصر مہندسین پر فضیلت حاصل ہوئی، چنانچہ اس خوبصورت عمارت پر جو عظیم الشان کرے رکھے ہوئے ہیں، اور جنھیں دیکھ کر بقول مسٹر اسکاٹ نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں، خاص طور پر اسی کی ہدایت اور نگرانی میں ڈھالے گئے، اور کمال فن سے اس قدر بلندی پر چڑھائے گئے[1]

ابومحمد عبد الکریم الصقلی المہندس اور رصد خانۂ مصر مصر کے وزیر المامون متوفی ۵۱۹ھ کے حکم سے قاہرہ میں ایک عظیم الشان رصد خانہ کی تعمیر کا اہتمام کیا گیا تھا، مقریزی نے اسکی تفصیل چار پانچ صفحوں میں لکھی ہے، اس رصد خانہ کی تعمیر کے لئے جو ممتاز مہندسین مامور کئے گئے تھے، ان میں سے ایک ابومحمد عبد الکریم الصقلی المہندس تھا، لیکن مامون کی وفات کے بعد خلیفہ فاطمی الآمر باحکام اللہ کے منشاء و حکم کے بموجب اسکی تعمیر کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور یہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا[2]

ابوالفتح زیان الصقلی اور فصیل طرابلس طرابلس الغرب کے ساحلی سمت کی فصیل کی تعمیر کی بنیاد ہارون رشید کے حکم سے ۱۸۰ھ میں ڈالی گئی تھی، مگر وہ نامکمل اور کمزور رہ گئی تھی، اسلئے ۳۴۵ھ میں والی طرابلس نے اسکے نئے سرے سے مستحکم کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے لئے صقلیہ کے ایک مہندس ابوالفتح زیان الصقلی کے خدمات حاصل کئے گئے، جس نے اپنی نگرانی میں بری و بحری دونوں سمتوں کی فصیل کی بنیاد مستحکم کی، اور انکی بلندی میں اضافہ کیا، یہ فصیل مدت تک قائم رہی[3]

عسکر الصقلی اور جامع طرابلس طرابلس کی جامع مسجد افریقہ میں اسلامی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ سمجھی جاتی ہے، اس میں

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۰۰ [2] خطط مصر مقریزی جلد ا ص ۲۰۱ [3] رحلۃ التیجانی در امارے ص ۲۳۰ ،

Marfat.com

بھی صقلیہ کے ایک مہندس کی تعمیری صناعیوں کی یادگاریں موجود ہیں، تیجانی ابوموسیٰ بن عمران سے نقل کرتا ہے کہ جامع طرابلس کے گنبد اور داخلی صحن کی دیواریں شکر الصقلی کے اہتمام میں تعمیر ہوئیں [1]

اسی طرح چند دیگر مہندسین ہیں جن کا تذکرہ مورخین نے "ماہر علم ہندسہ" کی حیثیت سے کیا ہے، ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الصقلی الفقیہ کے متعلق قفطی متوفی ۶۴۲ھ لکھتا ہے:-

صقلیہ کے ارباب علم میں تھے علوم ہندسہ ونجوم میں ماہر تھے، ان علوم میں ان کا پایہ بلند تھا، حکما کے درمیان شہرت رکھتے ہیں، ان علوم میں وہاں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے [2]

ابوالفضل بن احمد بن دابق صقلیہ کے وزرا میں تھا علم ہندسہ میں بھی ماہر تھا، ابن القطاع نے اس کو عالم ہندسہ لکھا ہے [3] اور اسی طرح ابوحفص عمر بن حسن بن القونی الکاتب کو اصفہانی نے علم ہندسہ کا ماہر بتایا ہے [4]

۴- مال غنیمت صقلیہ میں مسلمانوں کیلئے پیدائش وحصول دولت کا ایک ذریعہ لڑائیوں کا مال غنیمت بھی تھا، اور فتح صقلیہ کے اسلامی وعیسوی محاربات کے اسباب وعلل کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ ان لڑائیوں کا سلسلہ مختلف اسباب وعلل کے باعث جن کا ذکر جلد اول میں گذر چکا ہے مسلسل قائم رہا، یہ لڑائیاں صقلیہ کے رومی مقبوضات کے علاوہ زیادہ تر اٹلی میں پیش آئیں، صقلیہ کے عام مسلمان ان میں شریک ہوکر دولت حاصل کرتے [illegible] غنیمت کی قانونی تقسیم کے [illegible] حکومت کے حصہ کے علاوہ جس [illegible] یہاں [illegible] عام [illegible] حصہ ملتا تھا، صقلیہ کے مال غنیمت کی قدر وقیمت کا اندازہ بعض موقعوں کے مال غنیمت سے کیا جاسکتا ہے مثلاً ۳۱۲ھ میں ابوجعفر احمد بن عبید کی سرکردگی میں اٹلی کے مختلف شہروں پر حملے ہوئے اور مال غنیمت

---

[1] رحلۃ التیجانی در اماری ص ۴۹ [2] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۱۸۹ [3] الاسجاح المسلیہ در یادگاری جلد ا ص ۲۹۵
[4] خریدۃ العصر در اماری ص ۵۹۶

Marfat.com

جمع ہوا، ابو جعفر نے اس میں سے ایک واجب حصہ خلافت فاطمی کے دربار میں نذر کیا، عبید اللہ فاطمی کے ایک خادم نے دربار میں زر و جواہر بیش قیمت ریشم اور دولت و ثروت کا انبار دیکھ کر ابو جعفر کی دیانت کی تعریف کی، تو عبید اللہ[۴۹] نے روک کر کہا کہ بخدا اس نے اونٹ کے دو کانوں کے سوا مجھے کچھ نہیں دیا[۵۰] اغلبی پر عہد اسلامی کے زوال سے کچھ ہی پہلے تک حملے ہوتے رہے، اور مشکل سے کوئی ایسا حملہ ہوگا جس میں وافر دولت نہ ملی ہو۔

اسی طرح صقلیہ کے مختلف شہروں قصریانہ، سرقوسہ، وغیرہ کی فتح میں بھی بیدریغ دولت ہاتھ آئی[۵۱]

تجارت پیدائش و حصول دولت کا متعارف ذریعہ ہے۔ اس میں ذرائع آمد و رفت بار برداری مبادلہ اور مختلف مقاموں سے تجارتی تعلقات کے قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ذرائع آمد و رفت | ذرائع آمد و رفت میں بری و بحری دونوں راستے تھے۔

بری راستے اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک عمدہ کشادہ اور صاف سڑکیں زمانہ قدیم سے تھیں، اور ہر سڑک پر ان کی حفاظت کیلئے قلعے تعمیر کئے گئے تھے، اسلئے نئی سڑکوں کے بنانے کی بہت کم ضرورت پڑی تاہم اسلامی عہد میں بھی فوجی ضرورتوں کیلئے نئی سڑکیں بنائی گئیں جن سے ملک کی معاشی ترقی میں بھی اضافہ ہوا، ان نئی سڑکوں میں ایک سڑک بلرم سے طبرمین تک بہت سے جنگلوں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی، اس سے پہلے طبرمین تک کا راستہ دور کی طویل مسافت سے طے کیا جاتا تھا۔

اسلامی حکومت نے صقلیہ کے اہم اسلامی شہروں کے اندر کثرت سے سڑکیں تعمیر کیں، جو نہایت مضبوط اور کشادہ تھیں، اور ان پر پتھر بچھے ہوئے تھے، ابن جبیر نے اکثر شہروں کی سڑکوں کی تعریف کی ہے[۵۲]

بحری راستے صقلیہ کے جزیرہ ہونے اور اس میں اکثر بڑے بڑے شہروں کے ساحل پر آباد ہونے کی وجہ سے جزیرہ کے ایک مقام سے دوسرے مقام کا سفر عموماً بحری راستہ سے

---

۴۹ البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۹۵، ۵۰ ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰، ۳۴۳، ۲۲۲، ۵۱ اعمال الاعلام در یادگاری جلد ۲ ص ۱۴۴

۵۲ رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۲، وغیرہ معجم البلدان جلد ۲ ص ۲۹۹

بھی طے کیا جاتا تھا خصوصاً مسینا اور قوسہ وغیرہ سے مانطرانس اور بلرم وغیرہ بحری راستہ سے آتے جاتے تھے، یہی وجہ ہو کہ صقلیہ میں شہروں سے زیادہ تعداد بندرگاہوں کی ہو، علاوہ ازیں اندرون ملک میں جو دریا ہیں، ان میں بھی کشتیاں اور بعضوں میں بڑے بڑے جہاز چلتے تھے اور غیر ممالک کیلئے تو خاص بحری راستے بندرگاہیں، اس لئے اس جزیرہ کی یہ ایک اہم خصوصیت ہو کہ یہاں بے شمار بندرگاہیں قائم تھیں، جن سے اس جزیرہ کی مرکزیت اور اسکی اقتصادی اور معاشی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے، ادریسی نے ان سب کو نام بنام گنایا ہے،

ادریسی سے ذیل کا نقشہ مرتب کیا جاتا ہو، اس کے مقابل میں نزہتہ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے بندرگاہوں کے ایطالوی نام بھی درج کئے جاتے ہیں، ان کے ناموں سے اندازہ ہوتا ہو، کہ ان میں سے اکثر بندرگاہ اسلامی عہد میں قائم ہوئے، اور اسی لئے ان کے نام اسلامی ہیں، اور ان کے ایطالوی نام انہی اسلامی ناموں کی بگڑی ہوئی [illegible] شکلیں ہیں ناموں کے سامنے ہر بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک کی مسافت بھی درج کیگئی ہو،

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
(۱)	بلرم،	Palarmo	دارالحکومت	۸	ساقیہ حبش،		۳ میل
(۲)	برقہ،	Vergine Maria	۵ میل	۹	قرطیل،		″ ″
(۳)	مرسی طین	Mondello	″ ″	۱۰	شطا،		۱/۲ ″
(۴)	غالہ،	Gallo	۲ ″	۱۱	وادی قلعہ اوبی	Calatubo	۶ ″
(۵)	جزیرہ ادو	Isola delle Femmine	۴ ″	۱۲	وادی مدارج	Castella mare	۱/۴ ″
(۶)	مرسی قرینش	P. Carini	۶ ″	۱۳	جبل شنت بیلو	Santo Vito	۱۲ ″
۷	قرطیل،		″ ″	۱۴	طرابنش،	Trapani	۲۵ ″

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۱۵	مرسی علی،	Marsala	۲۵ میل	۳۲	ملاصہ،	Rocco Muddapedda	۲ میل
۱۶	راس،	Capofelo	۱۲ "				
۱۷	راس بلاط،	Capo Granilola	۶ "	۳۳	ابیاذہ،	Licata	" "
				۳۴	وادی ملح،	R. Salso	۱ "
۱۸	عیون عباس	Tre Fontane	" "	۳۵	مرسی شلوق،	P. Falconara	۸ "
۱۹	اصنام،	Selinunte	۴ "	۳۶	مرسی بشیرہ،	P. Manfria	" "
۲۰	ترسہ ابی ثور،	P. Pelo	۶ "	۳۷	وادی سواری	R. Terranova	۱۲ .
۲۱	وادی قوارب	Carabo	۹ "	۳۸	اغریقو،	R. Durilo	" "
۲۲	انف النسر	Capo san marco	" "	۳۹	جزیرہ حمام،	Scoglitti	" "
۲۳	شاقہ،	Sciacca	" "	۴۰	کرلی،	R. Camarana	" "
۲۴	وادی البو	Verdura	. "	۴۱	وادی رنوس	R Erminio	۱۲ "
۲۵	انف نہر ابلاطنو	Capo of Plantano	۵ "	۴۲	جرف الفل،	Puntadella grand	۴ "
۲۶	ترسہ عباد،	Caricchia	۲ "				
۲۷	الخطين	Due Sorelle	۵ "	۴۳	مرسی کلہ،	Pisciotto	۲ "
۲۸	جرجنت،	Girgenti	" "	۴۴	غدیر شور،	Pattio Giarciote	۲ "
۲۹	وادی زکوجی	R. Drago	۲ "				
۳۰	مجر ابن الفتی،	P. [illegible]	۹ .	۴۵	مرسی دراسن	P. Tornoni	۴ .
۳۰	بنوادیہ،	Punta San Nicola	" "	۴۶	مرسی شجرہ،	Punta di Circiu	۱ .

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۴۷	جزیرہ کراث	Isole dei Porri	۲ میل	۶۲	جزیرہ مسامارا	Penisola	۴ میل
۴۸	مرسی بوالص	P. Ulisse	" "			Magnisi	
۴۹	جزیرہ جران	Correnti	۸ "	۶۳	اکسیفو	Porto Xifo	" "
۵۰	کرم الرنبوح	Porto Palo	۴ "			nio di Agosta	
۵۱	قرطیل باشنو	Capo Passaro	" "	۶۴	راس عجلبیہ	Santa Croce	۶ "
۵۲	دخلۃ القصاع	Acque Palomba	۶ "	۶۵	وادی زیدون	R. Braccoli	" "
۵۳	مرسی حمام	Marzamemi	" "	۶۶	رکن	L. Agnone	" "
۵۴	دخلۃ ابن دکی	Punto Vind	۶ "	۶۷	وادی نمتنی	Pantano di	۳ "
		icari				Lentini	
۵۵	قاطہ	Cala Bernardes	" "	۶۸	وادی موسیٰ	R. Simeto	۴ "
۵۶	وادی قسبای	R. Cassibile	۱۲ "	۶۹	قطانیہ	Catania	۶ "
۵۷	مرسی حذاق	Cala del	۶ "	۷۰	انکہ	Ognino	۴ "
		Corvo		۷۱	جزائر لیاج	I. Aci	" "
۵۸	انکنہ	Logina	" "			R. Aci Capo	" "
۵۹	انف الخنزیر	Murro di Porco	۸ "			molini	
۶۰	سرقوسہ	Siracusa	۶ "	۷۲	شنت تقلی	Santa Tecla	۶ "
۶۱	خندق زیق	Capo Santa Panagia	۶ "	۷۳	عین القصب	Torre Archigrafi	۴ "

Marfat.com

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۷۴	قرطین معقلہ	Capo di marcoli	۲ میل	۸۹	وادی عیود	R. Salunara	۱۲ میل
۷۵	وادی بارد	R. Alcantara	۹ "	۹۰	میلاص	Milazzo	" "
۷۶	قصوص	Capo Schiso	۳ "	۹۱	الراس	Capolilofi Milazza	۴ "
۷۷	الاناصی	La Solita di Taormina	۵ "	۹۲	لیبری	Olivesi	۲۵ "
۷۸	الورجہ	Capo S. Alessio	۱ میل	۹۳	راس دنداری	Capo di Tindari	
۷۹	شنت الی	Palme	۵ "	۹۴	لقطرس	Palli	
۸۰	اجاسہ	Marina di Fiumedinisi	۴ "	۹۵	راس قلی	Capo Calava	۴ "
				۹۶	مرسی والیہ	P. Bralo	۲ "
۸۱	الدرجہ الوسطی	Capo grosso	" "	۹۷	جفلوذی الصغری	C. di Orlando	۴ "
۸۲	عین السلطان	Guidomandri	۲ "	۹۸	علقمارہ		
۸۳	الدرجۃ الصغرہ	Scalella	" "	۹۹	قارونیہ	Carinia	۱۲ "
۸۴	جرابی خلیفہ	Gianpiliere	۳ "	۱۰۰	قلعہ القواربہ		۹ "
۸۵	شنت اصطفین	Santo Stefano Cumunedi Briga	. "	۱۰۱	طرعہ	Tusa	.
				۱۰۲	انف الکلب	Rasigolli	۴ "
۸۶	کنائس الثلاث	Tremestieri		۱۰۳	جفلوذی	Cefalu	. "
۸۷	میسنا	Messina		۱۰۴	حجر عقار	Santa Lucia	۲
۸۸	الفارو	Al Faro		۱۰۵	الانف	Capo Pollenia	۴

شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت	شمار	عربی نام	ایطالوی نام	مسافت
۱۰۶	الصخرہ،	Roccella	۲ ،،	۱۱۰	الترمیعہ،	Treilia	۳ میل
۱۰۷	وادی السواری،	R. Grande	۳ ،،	۱۱۱	الشکہ،	Solanto	۲ ،،
۱۰۸	وادی ابی رقاد،	R. Torto	۳ ،،	۱۱۲	قریۃ الصبیر	V. Tafara	۲ ،،
۱۰۹	ثرمہ،	Termini	۲ ،،	۱۱۳	وادی الامیر	[illegible]	۲ ،،

صقلیہ سے افریقہ کا قریب تر راستہ

صقلیہ سے افریقہ کی سب سے قریب تر سرزمین اور ان دونوں کی درمیانی مسافت کے متعلق عرب جغرافیہ نویسوں میں اختلاف ہے، ابن حوقل کے بیان کے مطابق[۵۱] افریقہ کے ساحلی مقامات باجہ اور طبرقہ سے لیکر مرسی الخرز تک صقلیہ کے محاذاۃ میں واقع تھے، یاقوت کی روایت کے بموجب افریقہ کے ساحلی مقامات میں سے اقلیبیہ صقلیہ سے سب سے قریب تر تھا، جو اسلامی عہد میں قدیم شہر قرطاجنہ کے قریب واقع تھا، یاقوت نے ان دونوں کا فاصلہ ۱۴۰ عربی میل قرار دیا ہی، جسکی مسافت بادبانی جہازوں سے اچھے موسم میں دو دن میں طے ہوتی تھی[۵۲]

لیکن اقلیبیہ افریقہ کا کوئی اہم بندرگاہ نہ تھا، اور نہ اُسے کوئی شہرت حاصل تھی، بعض دوسرے جغرافیہ نویسوں مثلاً زہری وغیرہ نے افریقہ کے اہم مقامات میں سے سب سے قریب بندرگاہ تونس کو بتایا ہے[۵۳]، لیکن پھر عرب جغرافیہ نویس صقلیہ کے جنوبی مغربی کاودم ساحل سے افریقہ تک کی درمیانی مسافت بھی مختلف بیانوں میں مختلف بتاتے ہیں، چنانچہ اندلسی جغرافیہ نویس ابن سعید ۷۰ میل قرار دیتا ہے[۵۴]، ابوبکر زہری ۴۰ میل بتاتا ہی[۵۵] اسی طرح مختلف لوگوں نے مختلف مسافت بتائی ہے

---

۵۱ نزہۃ المشتاق از ص ۴۸ تا ۵۰، ایطالوی ترجمہ از ص ۴۳ تا ۴۴ ۵۲ معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۰ و معجم البلدان ج ۱ ص ۳۱۲، ۵۳ کتاب جغرافیہ زہری درامارى، ص ۱۵۶، ۵۴ کتاب مختصر جغرافیہ درامارى ص ۱۳۵ ۵۵ کتاب جغرافیہ زہری درامارى ۱۵۵،

اس کے فاصلہ کا صحیح تعین دشوار ہو گیا ہے، اس لئے اوس کا صحیح فیصلہ صرف جدید مساحت کے رو سے ہو سکتا ہے، چنانچہ اس کے رو سے جو آبنائے افریقہ اور صقلیہ کے درمیان حائل ہے، وہ اسّی میل بتائی جاتی ہے، سسلی سے ۱۰۰ میل ان دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ قرار پاتا ہے،

لیکن ٹیونس اگرچہ افریقہ کا اہم شہر تھا، اور صقلیہ سے قریب بھی واقع تھا، مگر حکومت افریقہ کا سرکاری بندرگاہ سوسہ تھا، حکومت کی فوجیں عموماً اسی بندرگاہ سے آتی تھیں، سوسہ اور صقلیہ کے درمیان تین دن کی مسافت تھی،

باربرداری باربرداری کے ذرائع میں جہاز، کشتیاں، جانور اور قلی تھے، اندرون ملک میں گھوڑوں اور دوسرے جانوروں پر سامان لادتے تھے، اور لیجاتے تھے، جہازوں اور کشتیوں پر جانور اور قلی دونوں سامان لادتے تھے، اور وہ کشتیاں اور جہاز سامان کو اندرون جزیرہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے ممالک میں پہنچاتے تھے، تجارتی جہازوں کی رفتار تقریباً چار سو میل روزانہ کی تھی[۱]

اسلامی عہد میں ملکی باشندے قلی کا کام کرتے تھے، اور پھر نارمن عہد میں مسلمان باشندوں نے یہ پیشہ اختیار کیا، ادریسی اور ابن جبیر وغیرہ کے بیانات میں صقلیہ کی باربرداری وغیرہ کی تفصیلات ملتی ہیں، ابن جبیر کو مسینا کی پوری آبادی میں بجز قلیوں کے اور کوئی سپید پوش مسلمان نظر نہیں آیا،

سفر کے قیود مسافروں اور تاجروں پر سفر کے قیود بھی کچھ نہ کچھ عائد تھے، برنارڈ نے اپنے سفرنامہ میں اسلامی مملکت باری سے روانگی کے جو واقعات لکھے ہیں، ان سے اسلامی عہد حکومت کے ان قیود کا پتہ چلتا ہے، جو مسافروں اور تاجروں پر عائد تھے، وہ لکھتا ہے:

یہاں کے حاکم نے ...... ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے، اور دو خطوط دیئے جن میں ہمارے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۵، ص ۲۰، طبع یازدہم [۲] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۵۵

Marfat.com

اچھے چال چلن کی تصدیق کی تھی انہیں ہمارا حلیہ درج تھا، اور ہمارے سفر کی غرض بتائی گئی تھی، ان دونوں خطوں میں سے ایک حاکم اسکندریہ کے نام تھا اور دوسرا فرمانروائے بابل کے نام،[1]

اسی طرح ابن جبیر کو سفر صقلیہ میں جزیرہ میں اجنبیوں کی آمد و رفت کے قیود سے جو دشواریاں پیش آئیں، اون سے نارمنوں کے عہد میں سفر کے قیود کا اندازہ ہوتا ہے،

مبادلہ ذرائع آمد و رفت و بار برداری کی آسانیوں کے بعد حصول دولت کیلئے مبادلہ کی ضرورت ہوتی ہے جسمیں تجارت کی ابتداء، منڈیوں کا قیام، معیار تبادلہ کیلئے زر اور ناپ اور تول کی تعیین و وسعت تجارت کے لئے دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات کا قیام اور اشیائے تبادلہ کے لئے درآمد برآمد کا ہونا ضروری ہے،

عہد اسلامی میں صقلیہ کا تجارتی فروغ، صقلیہ کی جغرافی جائے وقوع اور اسکی سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اس کا ایک تجارتی مرکز بننا ضروری تھا چنانچہ زمانۂ قدیم سے اس کو تجارتی فروغ حاصل تھا لیکن تجارتی اشیاء میں اوس زمانہ میں صرف یہاں کے غلہ کی برآمد ہوتی تھی جسپر رومی حکومت کی اجارہ داری پیدا ہوئی، اور مصر کی فتح کے بعد غلہ کا ایک دوسرا کھیت رومیوں کے ہاتھ آگیا، تو صقلیہ کے غلہ کی بازار بھی ماند پڑ گئی، اس لئے جب اسلامی عہد حکومت یہاں شروع ہوا اوس وقت یہاں عام کساد بازاری پھیلی ہوئی تھی،

اسلامی عہد حکومت میں جب یہاں زراعت صنعت اور حرفت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی تو اسکا یہ قدرتی تقاضا تھا، کہ اس کو تجارتی فروغ حاصل ہوا اور مختلف ممالک سے اس کے تجارتی تعلقات قائم ہوئے چنانچہ مسلمانوں نے یہاں کی تجارت نئے سرے سے زندگی کی موسیو لیبان لکھتے ہیں،

---

[1] صقلیہ میں اسلام تذکرہ سفرنامہ برناڈ ص ۲۳،

"تجارت جو عربوں سے پہلے کچھ نہ تھی، نہایت وسیع ہوگئی" اور اس کا ثبوت ہمیں ان مختلف کسٹم کے قواعد سے ملتا ہے، جو ان کے وقت میں جاری تھے، جنکی ایک فہرست اوائل فتوحات نارمن کے فرمانوں میں موجود ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت نارمنوں نے جزیرہ کو فتح کیا ہے، تو یہاں کی تجارت کس درجہ عروج پر تھی۔[۱]

تجارتی منڈیاں۔ تجارتی منڈیوں سے مراد لین دین کا بازار ہے، یہ دو قسموں کے ہیں ایک تو اندرون ملک کی تجارت کیلئے خوردہ فروشوں کی دوکانیں ہیں جنھیں عرف عام میں بازار کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم وہ تجارتی گودیاں ہیں جنمیں اندرون ملک کا سامان درآمد جمع ہوکر بیرون ملک میں بھیجا جاتا ہے، اسی طرح بیرون ملک کا سامان برآمد ان گودیوں میں آکر جمع ہوتا ہے، اور یہاں سے ملک کے چپہ چپہ میں تقسیم ہوجاتا ہے، ان شہروں کو بھی جنمیں یہ گودیاں قائم ہوتی ہیں، عرف عام میں تجارتی منڈی کہا جاتا ہے،

بازار۔ صقلیہ کے اکثر شہروں میں کاروبار کا بازار گرم تھا، ادریسی نے مشکل سے کسی بڑے یا اوسط درجہ کے شہر کے متعلق مثلاً یہ نہ لکھا ہو، وبھا اسواق جامعۃ لاصناف الصنائع وضروب المتاجر والمبائع، اور یہاں ایسے بازار ہیں جنمیں صنعت وتجارت کی ہر قسم کی چیزیں موجود رہتی ہیں، وبھا الاسواق العامرۃ، یعنی یہاں معمور بازار ہیں، اسی طرح یہاں کے شہروں میں سراؤں کی جو کثرت تھی، اور ان میں تاجروں کے ٹھہرنے کا جو طریقہ تھا، اس سے یہاں کے بازاروں کی رونق کا اندازہ ہوتا ہے،

بازاروں کیلئے اہتمام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے، کہ مثلاً بلرم میں ہر صنعت کیلئے جداجدا بازار تھے جنکے لئے علیحدہ مکانات بنائے گئے تھے، ان کے اعداد وشمار بھی رہتے تھے، مثلاً ابن حوقل بر سبیل تذکرہ لکھتا ہے کہ "بلرم میں صرف قصابوں کی دوکانوں کی تعداد ۱۷۰ ہے"۔[۲]

گودیاں۔ درآمد برآمد کی بڑی گودیاں شمالی مشرقی ساحل پر مسینا میں جنوب مشرق میں سرقوسہ میں اور ... میں تھیں، اسیطرح بلرم مینا، مازر، اطرابنش لیاتہ، قرنیت، میلاص اور ستکہ وغیرہ کو کم وبیش بہت کچھ تجارتی اہمیت

۱؎ تمدن عرب ص ۵۰۳ ۲؎ نزہۃ المشتاق ص ۲۰ تا ۲۸ وغیرہ و مسالک الابصار ابن حوقل ص ۸۳،

حاصل تھی چنانچہ ادریسی نے ان شہروں کی تجارتی منڈیوں کے فروغ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے مثلاً مسینا کے متعلق لکھتا ہے:

"یہاں تمام ساحلی ممالک روم سے اکثر لنگر اندازی ہوتی ہے، اور یہاں بڑے بڑے جہاز جمع ہوتے ہیں اور تمام بلاد روم و ممالک اسلام کے مسافر اور تجار یہاں آتے ہیں، اس کے بازار نہایت پر رونق ہیں، سامان تجارت عمدہ اور یہاں کے آنے والوں کی تعداد کثیر ہے۔"[1]

زر سکوں میں عام معیار سونا تھا جو خواہ بغداد کا مسکوک ہوتا، یا افریقیہ یا اندلس کا تاہم افریقہ کا سکہ زیادہ رائج تھا کہ وہ مقامی حکومت کا سکہ تھا، افریقیہ کا سکہ دوسرے سکوں سے کسی قدر مختلف بھی تھا، مقدسی نے اقلیم مغرب کے بیان میں جس میں افریقیہ اور صقلیہ دونوں داخل ہیں، لکھا ہے کہ ساری اقلیم کا سکہ یکساں تھا، جو گویا پہلے دولت اغلبیہ میں جاری تھا اور پھر بنو فاطمہ کی حکومت کی توسیع کے بعد مغرب سے دمشق تک رائج ہو گیا تھا، وہ لکھتا ہے:-

"پوری اقلیم مغرب کے سکے جو دمشق تک چلتے ہیں، دینار ہیں، یہ مشرقی دینار سے ایک حبہ یعنی ایک جو کے برابر وزن میں کم ہے، سکہ کی شکل گول ہے اور اس پر عبارت کندہ ہے، اس کی ریزگاریاں بھی ہیں، جو دینار کے چوتھائی آٹھویں حصہ اور ... میں منقسم ہیں، یہ ریزگاریاں خرنوبہ کہلاتی ہیں، ان کو تعداد کے شمار سے جو تاجر دیناروں کی ... کرتے ہیں۔"[2]

دولت کلبیہ نے اپنا سکہ بھی جاری کیا تھا جو غالباً افریقی دینار اور اس کی ریزگاریوں کے مثل تھا، اس کے ایک سکہ رباعی کی تصویر جرجی زیدان نے الہلال میں شائع کی تھی، ان سکوں میں ایک طرف کلمہ طیبہ اور سنہ ہجری مسکوک تھا، اور دوسری طرف فرمانروا کا نام تھا۔

نارمنوں کے دور میں بھی یہ سکے چلتے تھے، کیونکہ آغاز عہد میں تجارت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی، ابن جبیر نے یہاں اقلیم مغرب کے دینار دولت کلبیہ کے سکہ رباعی اور دولت موحدیہ کے دینار کو چلتے دیکھا تھا۔

۱؎ نزہۃ المشتاق ص ۲۴ ۲؎ احسن التقاسیم ص ۲۴۰

Marfat.com

کچھ دنوں کے بعد نارمنوں نے اپنا سکہ بھی اوسی قسم کا مسکوک کرایا، یہ وہ زمانہ تھا جب وہ اسلامی تمدن کو قبول کر رہے تھے، اسلئے نارمن حکومت کا پہلا سکہ جو مضروب ہوا، وہ بعینہٖ اسلامی سکہ کی نقل تھی، چنانچہ وہ صرف عربی زبان اور املا میں تھا، بلکہ راجر اول نے جسے عیسائیوں نے محافظ مذہب عیسائیت کا خطاب دیا تھا، اس سکہ میں کلمہ توحید کے ساتھ کلمہ رسالت بھی مسکوک کرایا، سکہ کی ایک جانب اپنا نام مع عربی خطابات کے اور دوسری جانب کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، کندہ کرایا تھا اور اس کے نیچے سنہ ہجری اور پایہ تخت کا نام بلرم منقوش تھا،

راجر دوم نے سکہ سے اقرار نبوت محمدیہ کو حذف کر دیا، لیکن کلمہ توحید اس عہد میں بھی برقرار رہا، چنانچہ اس کے سکے کے تمام الفاظ حسب ذیل تھے.

المعتز باللّٰہ الملک المعظم رجار الثانی،

لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ

سنۃ فلاں ہجری

پھر پاپائے روم سے "شاہ" کا خطاب ملنے پر اس نے کلمہ توحید بھی مٹا دیا، اور پہلا سکہ لاطینی رسم خط میں جاری کیا، وہ یہ ہے:-

IC XC

NIKA

تاہم سنہ ہجری اس سکہ میں بھی قائم رہا،

ولیم اول نے پھر عربی القاب اور عربی رسم خط اختیار کیا، اوس کے سکہ پر ذیل کی عبارت تھی،

الهادي بامر اللّٰہ الملک المعظم

Marfat.com

یہ سب سکے اٹلی اور پلرمو کے عجائب خانوں میں ابھی تک محفوظ ہیں۔[۱]

ناپ اور تول کا معیار قفیز اور رطل پر قائم تھا۔ ایک قفیز ۲۰ ثمن کا اور ثمن ۵ مد کا ہوتا تھا۔ مد عہد نبوی کا تھا، اور "مد نبوی" کہلاتا۔ ناپ میں قفیز، ثمن اور مد بالعموم یہی تین پیمانے قائم تھے،

تول کا حساب رطل سے تھا۔ مشرقی و مغربی رطل میں کچھ فرق تھا۔ بعض چیزوں کی تول ایک دوسرے رطل سے ہوتی تھی، جو مشہور رطل سے وزن میں دس درہم کم تھا۔ تولنے کے باٹ شیشے کے ہوتے تھے۔[۲]

مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات: اغلبی عہد حکومت میں مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم ہوئے، اٹلی کے مختلف مرکزی مقامات جیسے اولا لوجہ [illegible] میں تجارتی کوٹھیاں تعمیر ہوئیں، علاوہ ازیں اٹلی کی مختلف حکومتوں سے تجارتی [illegible] کئے گئے جن کے رو سے صقلیہ کی تجارتی کوٹھیاں ان [illegible] حصوں میں اور عیسائی مملکتوں کی تجارتی کوٹھیاں صقلیہ میں قائم ہوئیں، موسیو سدیو ایک سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:-

"ان عربوں (اغالبہ) نے بحر روم کے کنارے جو اپنے سکون اور اقامت گاہیں بنائی تھیں وہ بہت اہمیت رکھتی تھیں، مقاصد حکمرانی و سیاست کے لحاظ سے بھی مفید تھیں، اور ضرورت تجارتی کے لئے بھی بہت نافع تھیں کیونکہ ان کے قلعوں کے پاس تجارتی مکاتب ہوتے تھے، عرب اور اطالوی دونوں ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، املفی کے باشندوں نے عربوں سے کچھ شرطیں ٹھہرائی تھیں جن کے بموجب انہوں نے شہر پلرمو کے اندر ایک جگہ اپنے استعمال کیلئے لے لی تھی۔"[۳]

اسلئے مسلمانان صقلیہ کے تجارتی تعلقات سب سے پہلے یورپ کے ملکوں میں سے اولاً اٹلی سے قائم

۱؎ مقالہ لی مورنص در یادگاری مضامین اماری ص ۳۰۲ ۲؎ رحلۃ ابن جبیر [illegible] ۵؎ احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۴۰

۳؎ تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۳۲

اور اسی راستہ سے وہ اندرون یورپ میں داخل ہوتے، چنانچہ ادریسی کے بیان میں اکثر جگہ نظر آتا ہے، کہ یجلب الی قلوریہ وغیرہا من بلاد النصاریٰ[1] یعنی یہاں کا سامان قلوریہ اور دوسرے عیسائی ممالک کو بھیجا جاتا ہے"، اسی طرح اگرچہ اندلس سے صقلیہ کے سیاسی تعلقات کسی حد تک کشیدہ رہے لیکن تجارتی تعلقات ہمیشہ قائم رہے تجارتی جہاز صقلیہ سے اندلس اور اندلس سے صقلیہ آتے، بلکہ نود فرماں روایان اندلس اندلسی تاجروں کے جہازوں کو صقلیہ بھیجتے،[2] مسلمانان صقلیہ بھی اپنا مال اندلس پہنچاتے[3] شمالی افریقہ اور صقلیہ میں تو روزانہ جہازات کی آمد و رفت تھی اور اسی لحاظ سے [illegible] تھا، دور کے مقامات سفاقس وغیرہ سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے، بحر روم کے دیگر جزائر مالٹا وغیرہ سے بھی جہاز آتے جاتے تھے، بحر آگے مصر و شام سے بھی اس کے تجارتی تعلقات قائم تھے[4]

اسلئے دراصل صقلیہ اس زمانہ میں مشرق و مغرب، یورپ اور افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تجارت کا مرکز تھا، ایک طرف مشرقی جہاز اس کے ساحل پر آ کر لنگر انداز ہوتے، تو دوسری طرف مغربی جہاز اسکے ساحل سے ہمکنار ہوتے، اور اسی کے ذریعہ سے مشرق کا مال تجارت مغرب میں، اور مغرب کا مال مشرق میں پہنچتا تھا، اور صقلیہ کے ذریعہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان رابطہ تجارت قائم رہتا تھا، اس کا سلسلہ نارمنوں کے عہد میں بھی قائم رہا، اس عہد میں بھی تجارت پیشہ زیادہ تر مسلمان ہی رہے، جو مختلف ملکوں کو جہاز لیجاتے، ابن جبیر نے ایک ہی دن اطرابنش کے ساحل سے اندلس سبتہ، اور اسکندریہ کیلئے تین جہاز ایک ساتھ کھلتے دیکھے، اور بیان کیا کہ سب جہازوں پر مسلمان تاجر اور حاجی سوار ہیں"[5]

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"صقلیہ کے قدرتی ذرائع اور اسکی حاصلات و تنوع اور اس کے بحر شرق و مغرب کے مرکز میں مقام اتصال پر

---

[1] نزہتہ المشتاق۔ [2] مسالک الابصار ابن فضل اللہ العمری دیارالعرب ص [illegible] [3] معجم البلدان جلد ۵ ص [illegible] [4] معجم البلدان جلد [illegible] ص [illegible]۔ سفاقس۔ نزہتہ المشتاق ذکر مقامات مذکورہ [5] رحلہ ابن جبیر ص ۳۳۴

منڈی ہو جانے سے وہاں کے باشندے ایسے مالا مال ہوئے کہ اس کے مساوی رتبہ و صدر کا کوئی ملک کبھی ایسا دولتمند نہیں ہوا تھا، پر موا اور سیراکیوز کے بندروں پر جہازوں کا ہجوم ہمیشہ لگا رہتا، صقلیہ کے تجارتی جہاز تمام یورپ کے بندروں پر نظر آتے .... نہر سویز کو جس کو [illegible] کھدوا دیا تھا عبور کر کے بحر احمر اور بحیرہ ہند کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گرم مسالے کے جزائر تک ممالک مشرقیہ میں پہنچ جاتے تھے"[1]

برآمد، درآمد یہاں کی اشیائے برآمد میں جو چیزیں غیر ممالک کو بھیجی جاتی تھیں، غلہ کی مختلف قسموں کے علاوہ خشک و تر میوے، مچھلیاں، شہد، مٹھائی، حلوا، لکڑی، لوہا، پتھر، مونگا، موتی، گندھک، نوسادر اور کپڑے وغیرہ ہیں، جو چیز جس شہر کے مضافات کی پیداوار ہوتی، وہیں کے بندر سے لادی جاتی تھی ادریسی نے سب کو نام بنام بتایا ہے اور جو چیز جہاں جاتی اوس کا بھی تذکرہ کیا ہے، مثلاً طرمین سے مختلف قسم کے غلے لیجاتے سے مختلف قسم کی لکڑیاں قطانیہ، سکلہ، قرینیس اور جرجنت سے خشک و تر میووں کی برآمد ہوتی تھی اور رانیس سے قمح شہر جرجنت ساحل سے دور واقع تھا اسلئے یہاں کی پیداوار کا بیشتر حصہ پڑا رہتا تاہم تمام [illegible] افریقہ وغیرہ جاتی، اور ان کے ساحل سے جہاز کے جہاز لد کر روانہ ہوتے، اسی طرح خشک و تر میوے اور مچھلیاں افریقہ اور یورپ کو شہد اور سینا کا لوہا، یورپ کو اطرابنش کا موتی اور مونگا یورپ، افریقہ، اسکندریہ اور اندلس کو بھیجا جاتا، نوسادر کی مانگ اندلس اور مصر دونوں جگہ تھی، لیکن اسلامی حکومت کے آخر عہد میں مصر میں صقلی نوسادر کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ اولاً یہاں اس کا ذخیرہ ختم ہو گیا، علاوہ ازیں مصر میں بعض دوسری چیزوں سے اسکی ضرورت پوری ہونے لگی، چنانچہ مقدسی کے بیان کے مطابق ۳۷۶ھ کے قریب نوسادر کی درآمد کا سلسلہ تقریباً مسدود ہو گیا، اسی طرح یورپ میں صقلیہ کی بنی ہوئی مٹھائی یا حلوا [illegible] جاتی تھی، یہ صقلیہ کا بہترین خوبصورت کپڑا بھی غیر ممالک میں پسند کیا جاتا تھا، مقدسی [illegible] ..

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۲۹۵

صقلیہ سے بہترین اور نفیس کپڑے باہر بھیجے جاتے ہیں"

یہاں تک کہ دولت کلبیہ کے عہد میں صقلیہ کے اس مشہور کپڑے کی برآمد، جو دو رنگی رنگ ہوتا تھا، صرف شاہانہ ذوقِ انفرادیت سے محض شانِ امتیاز کیلئے ممنوع قرار دے دی گئی تھی، مقدسی (...) لکھتا ہے:-

"سلطان نے اس کپڑے کو دوسرے ملکوں کو لیجانے کی ممانعت کر دی، اس لئے اب سے جو کچھ چوری چھپے چلا جائے وہی دوسرے ممالک میں پہنچتا تھا"

اسی طرح صقلیہ کا کتان جو نہایت اچھے قسم کا کپڑا تھا، اکثر ممالک میں بھیجا جاتا تھا[1]

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"ان دونوں ممالک (اندلس وصقلیہ) سے بیزنطی قسطنطنیہ وغیرہ کی پیداوار اور مال تجارت صقلیہ کے تاجروں کے ہاتھ آتے تھے، ان چیزوں کے مقابلہ میں یہ سوداگر یہاں سے روئی، سن، انگور، نارنگی، شکر، شراب، تیل، تانبا، سیسہ، پارہ، کانی نمک، نمک، نوشادر، توتیا، چوپ چینی، گندھک اور ایک قسم کی مچھلی جس سے ارغوانی رنگ نکالا جاتا تھا، ان ممالک میں لیجاتے تھے"[2]

اشیائے درآمد میں ان ممالک کی مخصوص پیداوار اور مصنوعات تھیں جہاں سے مسلمانانِ صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم تھے، ان کی تفصیل لاحاصل ہے، البتہ اس عہد کے چینی کے نادر برتنوں کا ذکر انفراداً کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہاں کے محققین آثارِ قدیمہ کو صقلیہ سے چینی کے چند نہایت خوبصورت برتن دستیاب ہوئے ہیں، جو کلونی کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، ان برتنوں سے اگرچہ موسیو لیبان کے بیان کے مطابق یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ یہاں بھی عربوں نے چینی کے برتنوں کے کارخانے بنائے تھے، مگر برتنوں کے جو نمونے پائے گئے ہیں، وہ زیادہ تر ایرانی وضع کے ہیں، اسلئے موسیو لیبان کے خیال کے مطابق ممکن ہے کہ یہ برتن تجارت

---

[1] نزہۃ المشتاق ذکر صقلیہ [2] احسن التقاسیم ... اخبار الاندلس ج ۳ ص ۳۵۵۔

Marfat.com

کے ذریعہ سے یہاں آئے ہوں، اسلئے انھیں اشیائے درآمد میں شمار کرنا چاہیے[1]

تقسیم دولت

ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت کے کاروبار سے آبادی کے مختلف طبقے زمیندار، کسان، صناع، تاجر، مزدور پیدا ہوگئے تھے، پھر نظام حکومت کے لحاظ سے عمال و ملازمین، حکام [illegible] موالی اور غلاموں کے طبقے تھے اور لڑائیوں کی شرکت کیلئے مجاہدین کی جماعت تھی اور اسی معیار [illegible] مراتب کے لحاظ سے ان میں دولت کی تقسیم ہوتی تھی، اور اسی لحاظ سے انہیں امیر و غریب کے طبقے قائم ہوگئے تھے

صرف دولت

جس ملک میں زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت اس درجہ فروغ پر ہو، اور اعلیٰ نظام حکومت قائم ہو، اس ملک کا معاشی معیار بہرحال بلند ہوگا، اور تقسیم دولت کے اصول سے غریب سے غریب طبقہ کو بھی [illegible] مہیا ہوجائیگا، کہ فارغ البالی کی زندگی بسر ہوسکے،

پھر جس قوم میں دولت و ثروت کی بہتات ہوتی ہے اس کا معیار زندگی بھی بلند ہوجاتا ہے [illegible] ولمذ میں تکلفات، تعیشات راہ پاتے ہیں، مکانوں کی زیب و زینت، لباسوں کی آرائش [illegible] پینے کے تکلفات اور رہنے سہنے کے تعیشات پر زیادہ توجہ ہوتی ہے، اور طرز زندگی کے [illegible] سلیقگی آجاتی ہے، اور فراغ بالی، حسن معاشرت، اور تہذیب کی آرائش و زیبائش سے شکل [illegible] سے، اور جسمانی حسن و جمال پیدا ہوجاتا ہے [illegible] کی خوشگوار آب و ہوا اور موسم سے یہاں کے باشندے ظاہری شکل و صورت میں پہلے ہی متناسب الاعضا تھے، صقلیہ کے اسلامی تمدن کے تکلفات و تعیشات

---

[1] تمدن عرب ص ۴۰۰

Marfat.com

دلنشین اور نزک و پاک پیدا کرنے۔ ایک عرب جغرافیہ نویس صقلیہ کے حالات میں لکھتا ہے:-

یہاں کے لوگ اپنے ہمسایوں کے درمیان سامان لباس۔ اور دیگر حالات کے لحاظ سے صفائی و ستھرائی میں مشہور ہیں۔ اور لوگوں میں حسن صورت، معاشی اعتدال پسندی، احسان، مروت اور عمدہ معاشرت کے لحاظ سے ممتاز ہیں۔[1]

مسلمانان صقلیہ کی پر تکلف معاشرت کا اندازہ یہاں کے خوبصورت پر تکلف مکانوں سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان کا ذکر کسی دوسری جگہ آیا ہے۔ اہل صقلیہ ان مکانوں کو آراستہ پیراستہ رکھتے، مکانوں کے نقشے دلآویز نکالتے، ان کے سامنے کھلے ہوئے صحن ہوتے جن میں خوشبودار پھولوں کے تختے لگے ہوتے، جا بجا فوارے چھوٹتے ہوتے، جا بجا روشیں قائم ہوتیں، چمن بندیوں سے الگ الگ ٹکڑے نکالتے، جنہیں نہایت سلیقہ سے پانی پہنچایا جاتا، چھوٹی چھوٹی نہریں عمارتوں کے اردگرد چکر کاٹتیں، صحن باغ کے علاوہ مکانوں کے اندر بھی پائیں باغ ہوتے، اور مکان کے اندر جا بجا گلدستے چنے جاتے، کمروں میں فرش و فروش کا اہتمام ہوتا، اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے سامان آرائش سے کمرے سجے ہوتے،

صاحب کتاب ہیئۃ اشکال الارض نے باشندگان صقلیہ کی عمارتوں کے قیمتی سامان آرائش کا تذکرہ کرنے کے علاوہ ان کے عام طرز بود و ماند، وضع و قطع اور لباس میں خوش پوشی اور کھانوں میں خوش مذاقی کو خصوصیت سے سراہا ہے، اسی طرح ابن جبیر نے صقلیہ کے آراستہ و پیراستہ مکانوں کے ذکر کے علاوہ مسلمانوں کے نفیس ملبوسات کو لباس فاخرہ سے موسوم کیا ہے، کہ یہاں کے امراء زرق برق لباسوں میں نظر آتے، اسی طرح خدم و حشم اور چوبدار و دربان اور تمام دیگر مشرقی آداب و تہذیب کی جلوہ آرائیاں موجود تھیں، نارمنوں کے عہد میں بھی شہر کی معزز شہری آبادی میں مسلمانوں کا طرز معاشرت ہی قابل اتباع سمجھا جاتا ہے، مسٹر اسکاٹ

---

[1] کتاب [illegible] فی [illegible] الطول [illegible] ص ۱۲،

Marfat.com

یہاں کے تمدن کا اعلیٰ نمونہ خوبصورت الفاظ میں پیش کرنے کے بعد غرباء کے طبقہ کی معاشرت کو ان الفاظ میں سراہتے ہیں:-

"غرباء کے مکانات اچھی وسعت اور آرام کے ہوتے تھے اور وہ جیسے بھی ہوں بہرحال لندن اور پیرس کے اس زمانہ کے غرباء کے مکانوں سے بدرجہا بہتر تھے

پلرمو کے سوداگروں کے مکانات مرزا(؟) محلات شاہی سے بڑھ کر ہوتے تھے، وہاں کے باشندے پرانے رواجیوں کے خاندانوں کی طرح تنعم میں کم نہ تھے، اور ثروت تہذیب فضول خرچی اور تعیش میں ضرب المثل تھے"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"صوبہ اندلس و صقلیہ کا طرز تمدن بھی زندہ دلی، خوش مزاجی اور قوت مدرکہ کی ایک تصویر تھا، ان کی صحبتوں میں انتہا درجہ کا لطف دماغی و جسمانی حاصل ہوتا تھا، خشونت کا وہاں نام نہ ہوتا تھا، نکات علمی کے ساتھ لطائف و ظرائف سے محفلیں گرم رہتی تھیں"[1]

ابن جبیر نے صقلیہ کے باشندوں کے لباس، وضع قطع، عادات و خصائل، طرز بود و باش اور طریقہ زندگی کی انتہائی [illegible] بھی دلچسپ پیرایہ بیان میں کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ صقلیہ کی اسلامی معاشرت کو [illegible] غلبہ و ترجیح(؟) حاصل تھا، اور اس کا اثر یورپ کی عیسائی خواتین پر بھی پڑا۔

صقلیہ کی خواتین [illegible] نقاب پوش باہر نکلتیں، اگرچہ حسن کی شعاعیں نقاب سے چھن چھن کر باہر آجاتیں لیکن اس موقع پر اگر کسی کی معصیت زدہ نگاہ نظارۂ جمال کی جسارت کرتی تو زرنگار برقعوں کی جھلملاہٹ نگاہیں خیرہ کر دیتی

ابن جبیر کہتا ہے کہ صقلیہ کی عیسائی عورتوں نے بھی مسلم خواتین کا طرز زندگی اختیار کر لیا تھا، وہ بھی رنگ برنگ

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۹ ۱۶، ج ۳ ص ۱۷

کا نقاب ڈال کر زرق برق ریشمی و مطلا ملبوسات سے آراستہ ہو کر کلیساؤں میں داخل ہوتیں، چنانچہ ایک موقع پر ادریسی نے مسیحی عورتوں کی ایک ٹولی کو سرراہ گذرتے دیکھا، اور اس متحرک گلدستہ کی تصویر چند خطوط میں کھینچ کر اتارلی، اون مسیحی عورتوں کے لباس وسامان زیب و زینت سے مسلمان عورتوں کے پرتکلف طرز معاشرت کا اندازہ ہوگا:-

"اور اس شہر میں مسیحی عورتوں کی وضع بالکل مسلمان خواتین کی ایسی ہے یعنی وہ بھی نہایت شیریں زبان ہیں، چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہیں، عید میلاد میں بڑی شان سے نکلتی ہیں سنہرے حریر کے کپڑوں میں ملبوس، عمدہ نرم ونازک اور جواہر ٹکے ہوئے جوتے پہنے چادروں میں سمٹی سمٹائی رہتی ہیں، جسم پر زرتار چادریں اور چہروں پر رنگین نقاب، اور پیروں میں سنہرے موزے پہنے ہوئے ہوتی ہیں، غرض مسلمان عورتوں کی آرائش کے تمام سامانوں زیوروں سے آراستہ مہندی لگائے کپڑے عطر میں بسائے، اسی شان سے گرجے کی طرف ایک دن چلتی دکھائی دیں"[1]

بس یہی ہے صقلیہ کے عہد اسلامی کی معاشی زندگی کا ایک آئینہ،

---

[1] رحلہ ابن جبیر ص ۳۳۳

علوم وفنون

صقلیہ کی قدیم علمی مرتبت | صقلیہ کے اسلامی تمدن میں اس کے علوم وآداب کا بیان بہت اہم ہے، صقلیہ عہد قدیم سے علوم وآداب کا گہوارہ تھا، اس کے یونانی عہد میں بڑے بڑے فلاسفہ حکماء، اور اہل ادب یہاں پیدا ہوئے، یوں تو ہمارے عرب مورخین سرزمین صقلیہ کو یونانی حکمت وفلسفہ کا اولین مرکز بتاتے ہیں، ان کے بیان کے رو سے مشہور یونانی حکیم وشاعر امپیڈوکلس جسکو وہ بندقلیس یا ابندقلس کہتے ہیں، یہیں کا باشندہ تھا، اور وہ فیثاغورث کا استاذ تھا، فیثاغورس سے سقراط فیض یاب ہوا، پھر سقراط کی مسند درس سے افلاطون اٹھا، اور اوس نے اپنا جانشین ارسطو کو بنایا، اس لحاظ سے حکمت وفلسفہ کا پہلا پودہ سرزمین صقلیہ ہی میں نصب ہوا،[1] چنانچہ قاضی صاعد اندلسی اور قفطی دونوں لکھتے ہیں:-

> "یونانیوں میں سب سے بلند مرتبہ پانچ فلاسفہ ہیں، زمانہ کے اعتبار سے اون میں کا پہلا فلسفی بندقلیس ہے"[2]

لیکن یورپین مورخین کے بیان سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے، اگر بندقلیس یا ابندقلس نام سے امپیڈوکلس (EMPEDOCLES) ہی مراد ہے، تو وہ پانچویں صدی قبل مسیح میں گذرا ہے صقلیہ کے شہر اکراگاس کا باشندہ تھا، اور ممتاز فلسفی شاعر تھا، اسی طرح یہاں ممتاز فلاسفہ بشہر امپیڈ ہو

---

[1] تاریخ الحکما محمد بن علی الزوزنی در امارسی ص ۱۲، ۲ [2] طبقات الامم ص ۲۱ واخبار العلماء باخبار الحکماء قفطی ص ۱۰

Marfat.com

مثلاً یونان کا مشہور فلاسفی گرگیاس اسی صقلیہ کے شہر لنتی کی خاک سے اٹھا اور ایک عالم کو حکمت کے رموز سکھائے، اور خطابت و بلاغت کے جوہر دکھائے[1]، بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ ان اہل صقلیہ کی ذہنی ترقیوں کا ایک یہ بھی نتیجہ ہے کہ جب افلاطون نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب جمہوریت مرتب کی، تو صقلیہ نے اس کو دعوت دی کہ جمہوریت کے اصول یہاں آکر نافذ کرے، اور انہی اصولوں پر یہاں نظام حکومت قائم کیا جائے[2]، پھر جب آخری دور میں ارشمیدس گذرا ہے،

ساتویں صدی قبل مسیح کے شعرائے صقلیہ کی نظموں کا تذکرہ یونانی تاریخوں میں آتا ہے، اور ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے قدیم یونانی شاعری کا اتباع چھوڑ کر ایک نئی شاعری اختیار کی، اور اس میں کامیاب ہوئے، مورخین میں ایک شاعر اسٹی کورس (STESICHCURS) (سنہ ۶۳۲ تا ۵۵۶ ق م) کو اس صدی کے صقلی شاعروں میں زیادہ اہمیت دیتے ہیں،

اسی طرح جب چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک آزاد حکومت کی ابتدا ہوئی، تو سائنس، ہیئت اور شاعری کی ترقی کا بھی ایک حد تک زمانہ آیا، پھر پانچویں صدی قبل مسیح میں اسی جزیرے کا باشندہ کوراکس علم البیان کے پہلے استاذ کی حیثیت سے اسی صدی میں روشناس ہوا، اور اس کے شاگرد تیسیاس نے بھی فن خطابت میں کمال پیدا کیا،

صقلیہ کی قدیم علمی عظمت کے متعلق اڈولف ہولم کا بیان ہے کہ پانچویں صدی میں جب یونان کی نو آبادیاں فلسفہ سوفسطائی کو فلسفہ کا معراج کمال سمجھتی تھیں، صقلی والے اس سے کہیں پہلے فلسفہ سوفسطائی کے پہلوؤں سے واقف ہو چکے تھے، اور اس کو تخیل شاعرانہ کا لقب دے چکے تھے، اور جب اتھینز کے مشہور سوفسطائی [illegible] ایک جدید

---

[1] تاریخ یونان بیوری (ترجمہ اردو) ص ۵۰۳ و تاریخ یونان اوسکار [illegible] حصہ دوم [illegible] تاریخ یونان جدید (ترجمہ اردو) [illegible] ص ۲۴۶ [illegible]

نظریہ لوگوں کے سامنے پیش کیا، تو ایتھنز کی متمدن حکومت کی زمین اس کیلئے تنگ ہوگئی، اور اسکو شہر بدر ہونا پڑا، لیکن صقلیہ کی سرزمین نے اس کا استقبال کیا یہاں اوس نے اپنے نظریہ کی اشاعت کی، اور ستر سال کی عمر میں سنہ ۴۴۳ ق م میں یہیں پیوند زمین ہوا، اسی طرح خارموس کے المیہ ڈرامے ان کو سب سے پہلے یہیں سنہ ۵۰۰ ق م میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا، یہ ڈرامے فلسفیانہ نکتوں سے لبریز تھے، اور کچھ دنوں کے بعد سرقوسہ کے باشندے سوفران نے ہجو ڈراموں کی تالیف سے یونانی ادب میں ایک نئی زندگی پیدا کی۔[1]

صقلیہ کی علمی و ادبی زندگی کی یہ رفتار یونانی حکومت میں [illegible] کے زوال کے بعد جب [illegible] صقلیہ کے مختلف حصوں پر قابض ہوگئے تو ان دونوں [illegible] حالات بگڑتے رہے جن سے علمی و ادبی حیثیات سے اس کا [illegible] جمہوریت روما کا ایک صوبہ قرار پایا، پھر اس دور میں اسٹویفنس اور [illegible] کی نگاہوں سے دیکھے گئے، اور انہی دنوں حکمائے یونان کا مشہور ستارہ ارشمیدس (ارکمیدیز) [illegible] افق صقلیہ پر ظاہر ہوا، اور فن ہیئت و ریاضی میں ایک عالم کی رہنمائی کی، لیکن اگرچہ صقلیہ کے [illegible] کا باشندہ تھا، مگر [illegible] ریاضی و فنون ہندسی کی تحصیل مصر [illegible] ایک رومی سپاہی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور گویا ارشمیدس کے جنازہ کے ساتھ صقلیہ کے علم و ادب کا جنازہ بھی نکل گیا، کیونکہ جمہوری [illegible] اور بیزنطی سلطنت کے دوروں میں صقلیہ کی علمی مرکزیت کا کوئی باب قائم نہ ہوسکا، بلکہ اس [illegible] صرف غلہ کا کھیت بنا رہا،

یہاں تک کہ کامل ایک ہزار برس کے بعد اسد بن فرات کی علمبرداری میں عرب [illegible] عربوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ جس ملک میں پہنچے، اپنے علوم و معارف کا گنجینہ اپنے ساتھ لیتے گئے

[1] تاریخ یونان اڈولف ہولم (ترجمہ اردو جلد ۲ ص [illegible]) [illegible] تاریخ [illegible] صفحہ [illegible] ص ۱۲۱ و تاریخ یونان بیوری (ترجمہ اردو) [illegible] جلد ۲ [illegible]

اور اوسی وقت سے ملک کی سیاسی تاریخ کے ساتھ اوس کی علمی وادبی سرگذشت کا باب بھی قائم ہو گیا،

عربی علم وادب عربوں کے علم وادب کی تاریخ بھی ان کے دوسرے کارناموں کی طرح حیرت انگیز ہے، وہ اپنے عہد جاہلیت میں باوجودیکہ نیم متمدن اقوام میں شمار کیے جاتے تھے، مگر اُن کی آبادی کا بیشتر حصہ ان پڑھ تھا، بلندسے بلند طبقہ کے افراد میں صرف چند اشخاص ایسے نکلتے جو سریانی یا نبطی خط میں لکھنا جانتے تھے، انکے یہاں علم طب اور علم نجوم شخصی تجربوں اور چند سنے سنائے قیاسوں کا مجموعہ تھا، انساب وتاریخ میں مہارت رکھتے تھے، مگر وہ سب سینوں میں محفوظ تھا، البتہ علم وادب میں شعروشاعری کا ذوق یہاں کے بچہ بچہ میں موجود تھا، اور سارے عرب میں فصاحت وبلاغت کا بحر زخار موجیں مار رہا تھا، لیکن خواہ بڑے سے بڑا رجز یا قصیدہ ہو، مگر وہ بھی نوک زبان ہونے کے بجائے نوک کلک کا شرمندۂ احسان کم ہوتا تھا۔

عربوں کی علمی وادبی رفتار یہی تھی، کہ اسلام کا ظہور ہوا اور سارے عرب میں انقلاب کی ایک روح دوڑ گئی، آنحضرت صلعم نبی امی تھے، مگر عالم کی تعلیم وتربیت کیلئے مبعوث ہوئے تھے، اب عربوں کی ساری توجہ اسلام کی الہامی کتاب قرآن مجید پر مرکوز ہو گئی، نزول قرآن کے ساتھ اسکی کتابت کی ضرورت پیش آئی، آنحضرت صلعم نے چند کاتبوں عبداللہ بن سعید بن عاصی وغیرہ کو مسلمانوں کو فن کتابت سکھانے کیلئے مقرر فرمایا، اس سے عربوں میں رفتہ رفتہ لکھنے کا رواج عام ہوا، پھر قرآن مجید کے معانی ومطالب کے غور وخوض سے علم قرآن میں وسعت پیدا ہوئی، اور رفتہ رفتہ مختلف علوم قرآن کی تدوین ہوئی، اسی طرح آیات قرآنی کی تفسیر اور احکام اسلامی کی تشریح کیلئے آنحضرت صلعم کے اقوال وافعال کو رہنما بنانے کی ضرورت پیش آئی، تو احادیث کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور روایت وسند کا سلسلہ شروع ہوا جس سے علم حدیث اور فن رجال منضبط ہوئے، پھر جب مختلف نئے نئے مذہبی مسائل پیدا ہوئے اور اُن کی نئی شکلیں سامنے آئیں، تو کتاب وسنت پر قیاس کرکے مسائل مستنبط کرنے کی ضرورت پڑی، اس طرح علم

Marfat.com

فقہ کے ابواب عبادات مدون ہوگئے، دوسری طرف عجمی مسلمانوں کیلئے قرآن وحدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اسوقت تک سہل نہ تھا جب تک وہ عربی زبان سے واقف نہ ہوجاتے، اسلئے صرف ونحو اور علم لغت کی تدوین کی ضرورت ہوئی، نیز قرآن مجید کے معانی و تعبیر کی تعیین کیلئے لغت قریش کی چھان بین شروع ہوئی اور اس صحرانوردی میں جاہلیت کے بیشمار اشعار کا ذخیرہ فراہم ہوگیا، پھر اسی ضمن میں جاہلیت کے علوم ہیئت، نجوم، انساب خیل اور علم طب وغیرہ مدون کرلئے گئے،

پھر جیسے جیسے اسلامی سلطنت میں توسیع ہوئی، قوانین وضوابط کی تشکیل کی ضرورت پڑی اور قرآن مجید واحادیث سے علم فقہ کے ابواب معاملات مدون ہوئے، اسی سلسلہ میں مفتوحہ ممالک کے قبضہ میں آنے کی مختلف نوعیتوں یعنی بزور شمشیر، بطریق صلح، و معاہدہ وغیرہ معلوم کرنے کی ضرورت پڑی، اسکے لئے عہد نبوی کے غزوات اور عہد صدیقی و فاروقی کے فتوحات کے حالات جمع کئے گئے، اس سے فن مغازی و خلفا کی سیرت کی تدوین ہوئی، اسی سے فن تاریخ کا دروازہ کھلا، پھر عہد اموی کے مستبد خلفاء وعمال کے خلاف آواز بلند کرنے کیلئے امت کے مصلحین نے خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے حالات بطور مواعظ پیش کئے، اس سے تاریخ اسلام کے قرن اول کے حالات فراہم ہوگئے،

اسی طرح جب اسلامی فتوحات کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگیا، تو مسلمانوں کو مفتوحہ وغیر مفتوحہ ممالک کے علوم وآداب سے آگاہی ہوئی، اور انہیں عربی زبان میں منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ ترجمہ کا دفتر کھل گیا، اور تھوڑی ہی مدت میں یونانی، ایرانی اور ہندی علوم وفنون، ہیئت، طب، فلسفہ، منطق وغیرہ کا بڑا ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہوگیا، ان ترجموں سے جب مسلمانوں میں فلسفیانہ مسائل پیدا ہوئے، اور مختلف قوموں نے فلسفیانہ نظریوں پر دین اسلام کو جانچنا شروع کیا، تو مسلمانوں کو علم کلام کی تدوین کی ضرورت پڑی، پھر ان مسائل میں [illegible] کی نوبت آئی، تو علم مناظرہ کے اصول منضبط کئے گئے، جب یہ مناظرے فلسفیانہ و کلامیانہ مسائل سے گذر کر فقہ کے مختلف مذاہب [illegible]

تو اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کو مرتب کرنا پڑا، پھر دوسری طرف جب علمِ کلام و مناظرہ سے عقلی موشگافیوں کی نوبت آئی اور مسلمانوں کی تمدنی ترقیوں سے نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں تو علومِ عقلیہ پر عبور حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس تقریب سے فلسفہ، حکمت، منطق، ریاضیات، وطبعیات وغیرہ مسلمانوں کے مخصوص فنون بن گئے جنہوں نے ان علوم کی بنیادوں پر اپنی نئی عمارتیں تعمیر کیں،

اس [illegible] اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی علوم و آداب میں سے پہلے علوم اسلامیہ کی تدوین ہوئی اور اسکے بعد علومِ عقلیہ پر توجہ کی گئی [illegible] علومِ عقلیہ پر حقیقی [illegible] تیسری صدی کے اختتام سے پہلے نہ ہو سکی، دوسری صدی ہجری کے خاتمہ تک مسلمانوں میں صرف علومِ اسلامیہ رائج ہو سکے تھے اور علومِ عقلیہ میں دوسری زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ کیا جا رہا تھا،

اسلئے صقلیہ میں [illegible] کے داخلہ کے وقت تک اسلامی علوم و آداب میں سے علوم تفسیر، ان حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، کلام، مناظرہ، مغازی، تاریخ، رجال، صرف، نحو، ادب، لغت، اور طب ہی کی تدوین ہو چکی تھی، مسلمان انہی علوم کو لیکر یہاں پہنچے، اور انہی کی نشر و اشاعت کی، اور انہی کو فروغ حاصل ہوا، پھر کچھ دنوں کے بعد جب علومِ عقلیہ کا عام رواج ہوا، تو مسلمانانِ صقلیہ نے بھی ان کی جانب توجہ کی [illegible] لیکن ابھی وہ محوِ نظارہ ہی تھے، کہ اسلامی سلطنت صقلیہ کی بساط الٹ گئی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ صقلیہ کے علوم و آداب میں ادبی اول الذکر اسلامی علوم کو حقیقی عظمت حاصل ہوئی، اور علومِ عقلیہ کا صفحہ بالکل سادہ نہیں، لیکن دراصل اس سرزمین کو اصل شرف علوم اسلامیہ کے [illegible] بڑے بڑے ائمہ فن، محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیہ اور ارباب ادب پیدا [illegible] میں سے کچھ تو [illegible] اسلامی سلطنت کے خاتمہ پر ہجرت کر گئے، لیکن بہتوں نے عہد اسلامی میں، اور اسکے بعد نارمنوں کے دور میں اسی سرزمین کو اپنی آخری خوابگاہ بنایا،

[illegible] کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالیے، تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی سیاسی فضا اوائل

Marfat.com

ہی سے نہایت مکدر اور پریشان رہی جسمیں علوم وآداب کی داغ بیل ڈالکر اسکو نشو ونما دینا اسوقت ناممکن ہوتا، اگر اتفاقاً آغاز ہی سے اس کے سامان مہیا نہ ہوگئے ہوتے،

قاضی اسد کا جذب وکشش، ۱- یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا سب سے پہلا قافلہ جو سکونت پذیر ہونے کے لئے یہاں آیا، وہ ایک ایسی شخصیت کی سالاری میں آیا، جو خود سرچشمۂ علوم ومعارف تھا جب افریقیہ سے صقلیہ روانہ ہونے لگا، تو اسکی ذاتی کشش اور اسکے علمی رشتۂ مودت سے افریقیہ کے اکابر اہل علم اسکے ہمرکاب ہوگئے، صاحب ریاض النفوس کا بیان ہے:۔

"ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ جب اسد فوج لیکر سوسہ روانہ ہوئے کہ صقلیہ کے جہاز پر سوار ہوں تو انکے ساتھ اہل علم کی ایک ممتاز جماعت روانہ ہوگئی"

یہاں تک کہ شیخ عبد الرحیم المستجاب (جن کے متعلق امام سحنون صاحب المدونۃ الکبریٰ کی رائے ہے، کہ میں نے ابن قاسم، اشہب، ابن وہب، علی بن زیاد، بہلول بن راشد اور ابن اشرس جیسے (اکابر ملت) کو دیکھا، مگر عبد الرحیم کے مثل کسی کو نہ پایا) وہ بھی اپنے گوشۂ عافیت سے نکل پڑے اور صقلیہ روانہ ہونے پر آمادہ ہوئے، مگر امام سحنون نے افریقیہ کے قیام کی ترجیح بعض ضرورتوں کو پیش کرکے ثابت کی اور ان کا یہ سفر ملتوی ہوگیا[1]،

اہل علم کا فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونا، صقلیہ میں علمی ترقی کا دوسرا سبب یہاں کی اسلامی حکومت کا یہ حکم اہل علم کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کردیا ہے، ابن حوقل لکھتا ہے:۔

"دار الحکومت کے باشندوں میں اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے، چنانچہ صرف بلرم میں ۳۰۰ اساتذہ ہیں، میں نے انکی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا، کہ اساتذہ دشمن کے حملہ کے موقع پر جہاد میں شرکت کرنے پر مکلف نہیں[2]"

---

[1] ریاض النفوس دراماری، ص ۱۰۵، [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۶، لیکن جو اہل علم جہاد کی شرکت کرنا چاہتے تھے، اگرچہ تعداد میں بعض اہل علم کے سوانح میں نظر آیا کہ وہ خدمت علم میں مصروف تھے، اور خدمت جہاد کا شرف بھی حاصل کرتے تھے، (دیباج المذہب ابن فرحون ص ۱۲۶،) اسی طرح سنہ ۲۶۵ھ کے حوادث میں ابن اثیر نے علماء وصالحین کے جنگ میں شریک ہونیکی تصریح کی ہے (ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۹)

Marfat.com

ارباب حکومت کا ارباب علم ہونا۔

۳- تیسرا سبب یہاں کے ارباب حکومت کا خود ارباب علم واصحاب ذوق ہونا تھا یہ لوگ صرف شعروشاعری کی دلچسپی نہ رکھتے تھے جو بالعموم ارباب دولت کا تفریحی شغلہ ہوتا ہے بلکہ بعض مختلف علوم حدیث وفقہ میں صاحب کمال گذرے ہیں، اور دولت فاطمیہ وکلبیہ کے دور میں تو عام امراء وعہدہ داران حکومت اہل علم وارباب حکومت میں تھے جن کا تذکرہ طبقات میں ارباب علم وادب کی حیثیت سے ملتا ہے، عبید اللہ بن محمد قلبی، ابو العباس خلیل بن اسحاق، ثقۃ الدولہ، تائید الدولہ، تاج الدولہ، مستخلص الدولہ، قائد ابو الفتوح، ابو الفضل، احمد بن علی فہری صاحب الشرطہ، امیر ابو محمد بن عمار بن منصور کلبی، قائد ابو محمد حسن بن عمر بن نکور، امیر ابو محمد جعفر بن طیب الکلبی، امیر شیخ الدولہ عبد الرحمٰن اللولو، ابو القاسم عبد اللہ بن سلیمان الکلبی، اور ابو الحسن علی بن قاسم صاحب دیوان الصناعۃ وغیرہ ایسے ارباب علم وفضل ہیں جنھیں مختلف علوم حدیث، فقہ ادب وشعروشاعری میں امتیاز حاصل تھا، اور جن کا تذکرہ کتب طبقات میں ارباب علم کی حیثیت سے مورخین نے کیا ہے[1]

صقلیہ کی علمی ترقیوں میں ان ولاۃ امراء اور عہدہ داروں کا نمایاں حصہ رہا، خود صاحب کمال تھے، علماء وشعراء کے قدردان ہوتے، سرپرستی کرتے، اور دور دور کے ارباب کمال کھنچ کھنچ کر صقلیہ پہنچتے

جغرافی جائے وقوع

۴- چوتھا سبب اسکی جغرافی جائے وقوع ہے، اس زمانہ میں اندلس، افریقیہ، مصر وشام اسلامی علوم وآداب کے مرکز تھے، جو ارباب علم مصر وشام سے اندلس یا اندلس سے مصر وشام جاتے وہ یہاں بھی ہو لیتے، چنانچہ ایسے اہل علم کے نام معلوم ہیں جنھوں نے یہاں اثنائے راہ میں مہینوں اور کبھی سالوں قیام کرکے جزیرہ کو اپنے علم وفضل سے خیر وبرکت کا سرچشمہ بنایا، (سعید بن فتحون قرطبی وغیرہ)

اہل علم کی کشش۔

۵- پانچواں سبب رفتہ رفتہ اس کا وقار علمی حاصل کرلینا ہے، لوگ یہاں کے اہل علم

---

[1] الحلۃ السیراء ابن آبار در امار ی ص ۲۰۰-۲۲۰، کالحان المسیلہ در یادگاری جلد اص ۲۹۳، مسالک الابصار ابن فضل اللہ العمری درامار ی ص ۱۵۲،

سے استفادہ کیلئے دور دور سے آتے، مثلاً ایک صقلی اہل علم طاہر بن محمد بن ربانی کے حالات میں قفطی کا بیان ہے :-

"یہ صقلیہ کے باشندے تھے، اور یہیں اقامت گزیں تھے، ان کے عہد میں عربی علم و ادب کے فروغ میں اون سے بڑھ کر کوئی دوسرا عالم موجود نہ تھا، ہر مقام سے آکر اہل علم نے ان کی طرف رجوع کیا، اور اون کو بحر زخار پایا"[۱]

اہل علم کی قدر افزائی ۶- چھٹا سبب یہ تھا کہ اگر افریقیہ میں کسی صاحب علم کی پذیرائی باقی نہ رہتی یا پذیرائی کے مواقع جاتے رہتے، تو وہ صقلیہ کی علمی منزلت کے اثر سے یہاں کا رُخ کرتا، یا اندلس میں کسی صاحب علم کیلئے حالات ناسازگار ہو جاتے، تو وہ صقلیہ کی راہ لیتا، اور یہیں توطن اختیار کر لیتا، چنانچہ صقلیہ کے نوآبادوں میں شیخ براذعی، سعید بن فتحون قرطبی اور ابن رشیق قیروانی وغیرہ جیسے ارباب علم و فضل ہیں،

عہد اسلامی میں صقلیہ کی علمی مرتبت صقلیہ میں علمی ترقیون کے یہی اسباب تھے، جن کے باعث صقلیہ نے اپنے دور میں ایک ممتاز علمی جگہ حاصل کی، اور عرب مورخین نے اسکی علمی منزلت کا اعتراف کیا، سمعانی متوفی ۵۶۲ھ کا بیان نسبت "صقلی" کی تشریح میں ہے،

"یہ نسبت جزیرہ صقلیہ کی طرف ہے، اور یہاں سے مسلمان اہل علم کی ایک کثیر جماعت نکلی جنہیں متقدمین بھی ہیں، اور دور معاصر کے علما بھی، اور یہ آجکل فرنگیوں کے قبضہ میں ہے"[۲]

صاحب نخبۃ الدہر لکھتا ہے :-

"صقلیہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا، تو علمی ترقی، اور علما ادبا اور فضلاء کی کثرت میں اندلس کے مانند تھا"[۳]

---

[۱] مختصر کتاب انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ در اماری ص ۶۴۵ [۲] کتاب الانساب سمعانی، ورق ۳۵۴ [۳] نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر در اماری ص ۱۴۴،

Marfat.com

ابن فضل اللہ الدمشقی لکھتا ہے :-

"صقلیہ نے جو خوشبو پھیلائی، اور جو ذہانت بخشی ہے، وہ اس کے فخر کیلئے کافی ہے۔ تاریخ و ادب کی کتابوں میں اس کا بہترین حصہ محفوظ ہے، عہد اسلامی میں بیدار مغز بادشاہ اور بڑے بڑے ادبا موجود تھے جنہیں سے ایسا کوئی نہ تھا جس کے پاس سفر کرکے لوگ پہنچتے نہ ہوں، جاکر مدح نہ کرتے ہوں، اور صلہ نہ پاتے ہوں"[1]

صقلیہ میں تعلیم کا انتظام | یورپین مورخین توٗلیرمو اور مسینا کی یونیورسٹیوں کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ہمیں ان مرعوب کُن الفاظ کی ضرورت نہیں، یہ "اسلامی یونیورسٹیاں" صقلیہ کی مسجدوں ہی میں قائم تھیں، اسوقت تک درسگاہوں کے لئے جداگانہ عمارتوں کا دستور نہ تھا، اگر درسگاہ کے مقصد ہی سے عمارتیں بنائی جاتیں تو بھی وہ مسجد ہی کی شکل کی ہوتیں، اور بلرم کی کثرت مساجد کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ یہ مسجدیں درسگاہ کیلئے بھی بنائی جاتی تھیں، ابن حوقل لکھتا ہے :-

"ان دس مسجدوں میں جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے، ایک مسجد ابو محمد قفصی کی ہے جس میں وہ نماز پڑھتے ہیں، اور اس کے پہلو میں میں قدم پر ایک دوسری مسجد ہے جس کو انھوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم گاہ کے طور پر تعمیر کرایا ہے"[2]

ان درسگاہوں میں تعلیم کا طریقہ وہی تھا جو اس عہد میں تمام اسلامی ملکوں میں بطریق املا سماع جاری تھا، لیکن ان درسگاہوں اور ان کے اساتذہ کا کیا نظام تھا، اس کا کوئی تصریحی تذکرہ نظر سے نہیں گذرا، قیاسات قائم کئے جاسکتے ہیں، تاہم اساتذہ ومعلمین کے متعلق اتنا معلوم ہے، کہ ان میں فرق مراتب و امتیازات کے عہدوں کے لحاظ سے بھی قائم تھا، بعض اہل علم کے تذکرہ میں ملتا ہے "من اھل صقلیہ مقیمین بھا واحد رؤساء المعلمین"[3] (یہ اہل صقلیہ میں تھے، وہیں قیام پذیر تھے، اور صدر اساتذہ

---

[1] مسالک الابصار فی ممالک الامصار، در اماری ص ۲۰۵ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۰۵ [3] مختصر کتاب انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ در اماری ص ۶۳۹

Marfat.com

میں سے ایک تھے، کتابوں کے درس و تدریس کے اجازت نامے اور سندیں دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح یہاں بھی رائج تھیں، جوہری و قسمت کی اجازت دیکھی جاتی تھیں، صحاح جوہری کی سند ابن القطاع الصقلی متوفی ۵۱۵ھ کو صقلیہ میں اپنے استاذ ابوبکر محمد بن البر الصقلی سے ملی تھی، جب وہ مصر پہنچا، اسوقت تک صحاح کی سند مصر میں مرسیت سے داخل نہیں ہوئی تھی، ابن القطاع کے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور شائقین علم کا مرجع بن گیا[1]

صقلیہ میں مسلمانوں نے اپنے چند صد سالہ دور میں جن علوم و فنون کی خدمت کی، وہ قرآن وحدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، ادب ونحو، شعروشاعری، طب، فلسفہ، منطق، ریاضیات، ہندسہ، جغرافیہ اور طبیعیات ہیں، ان کی الگ الگ مختصر سرگذشت ذیل میں درج کیجاتی ہے'

علوم اسلامیہ

(علوم قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، کلام، ومناظرہ، تاریخ وغیرہ)

علوم قرآن

علوم قرآن میں تیسری سے پانچویں صدی ہجری تک فن قرأت، تفسیر اور فن ناسخ ومنسوخ[2] اہم علوم تھے، درس وتدریس اور سلسلۂ روایت میں وہی اہتمام تھا، جو فن حدیث میں کیا جاتا تھا، ان علوم کے ارباب کمال کو "مقری" کا لقب دیا جاتا تھا مقری کے لئے دوسرے علوم دینیہ یعنی حدیث وغیرہ میں بھی دستگاہ رکھنا ضروری تھا[3]

صقلیہ کے اہل علم بھی اس نسبت سے مشہور ہوئے، یہ ارباب کمال صقلیہ کی مسجدوں میں سند

---

[1] معجم الادبا، جلد ۵ ص ۱۰۰، [2] کتاب الناسخ والمنسوخ ابی جعفر النحاس۔ [3] کتاب الانساب سمعانی ورق ۵۴۰۔

درس بچھائے تھے، کیونکہ علوم قرآن کا درس عموماً مسجدوں میں جاری تھا، ابن جبیر لکھتا ہے:۔

"اور مسجدیں تو بہت ہیں، اور اکثر مسجدیں اساتذۂ قرآن کی خطبہ گاہ ہیں"[1]

یہاں قراءت سبع میں سے قرأت نافع کا رواج تھا، یہی قرأت تمام مغرب میں رائج بھی تھی[2]

صقلیہ کے ماہرین قرآن جن میں سے بعض کی تالیفات بھی علوم قرأت و تفسیر میں ہیں، کے نام مل سکے ہیں، ان میں سے اکثر چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے تھے، اور ان کی تصنیفات میں سے بعض کتابیں اسلامی ملکوں میں اپنے فن کی اساس سمجھی گئی تھیں، وہ لوگ حسب ذیل ہیں،

محمد بن خراسان، ابو عبداللہ محمد بن خراسان الصقلی، مقری کے لقب سے سرفراز تھے، ان کے والد خراسان اغالبہ کے موالی میں تھے محمد بن خراسان کی نشو ونما صقلیہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی، پھر علوم کی تکمیل کیلئے مصر روانہ ہوئے، وہاں امام المقرئین ابو جعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ اور ابن منظفر بن احمد بن حنبل بن حمدان سے علوم قرآن وحدیث کی تحصیل کی، ابن منظفر بن احمد بن حمدان سے فن قرأت سیکھا، اور ابو جعفر نحاس سے ان کی تصنیفات کتاب الناسخ والمنسوخ فی القرآن، اعراب القرآن، اور تفسیر قرآن پڑھیں، اور ان کتابوں کی سند واجازت لیکر صقلیہ واپس آئے، اور یہاں اپنے درس و تدریس سے لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے یہاں تک کہ ۸۰ سال کی عمر میں ۳۸۶ھ میں وفات پائی، یہیں مدفون ہوئے[3]

اسمٰعیل بن خلف صقلی، ابو طاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران الصقلی کے متعلق ابن خلکان لکھتا ہے:۔

کان اماماً فی علوم الآداب ومتقنا — علوم آداب کے امام اور فن قرأت میں

---

[1] رحلہ ابن جبیر ص ۳۳۲ [2] احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۳۰، [3] ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۰، کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۲۴۴، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۰۴

بفن القرات کامل الفن تھے،

علوم کی تحصیل کیلئے مصر گئے یہاں کے مشہور مفسر علی بن ابراہیم الحوفی سے تلمذ حاصل کیا صقلیہ میں درس و تدریس، اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ تھا، کہ یہاں کی سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے ہجرت پر مجبور ہوئے اندلس کے شہر سرقسطہ میں سکونت اختیار کی، پھر مصر گئے، اور یہیں یوم یکشنبہ یکم محرم الحرام ۴۵۵ھ کو وفات پائی، اسی لئے مورخین میں سے بعض انہیں صقلی بعض الصقلی الاندلسی، اور بعض الاندلسی السرقسطی لکھتے ہیں، ابن بشکوال نے ان کے فضائل و اوصاف گنائے ہیں،

تالیفات، علوم قرآن میں ان کی چند بلند پایہ کتابیں حسب ذیل ہیں،:-

کتاب العنوان فی القرات، یہ سب سے زیادہ مشہور و مستند ہے، ابن خلکان کہتا ہے لوگوں کو اس فن میں اس کتاب پر اعتماد ہے، یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو ایک ضخیم کتاب الاکتفا کی تلخیص ہے، اس کا ایک نسخہ ہندوستان میں بھی بانکی پور کے کتبخانہ میں "العیون فی القرات السبع" کے نام سے قلمی موجود ہے اور مصنف کے زمانہ سے قریب یعنی ۶۵۲ھ کا لکھا ہے، کتاب کے آخر میں مشہور حفاظ قرا کی سند اور اجازتیں ثبت ہیں، یہ نسخہ اپنی مختلف حیثیات سے نادر الوجود ہے، برلن اور ایا صوفیہ میں بھی اسکے نسخے موجود ہیں،

آغاز کتاب - قال الشیخ ابو طاھر اسمٰعیل بن خلف المقری النحوی رضی اللہ عنہ

الحمد للہ انشاءنا بقدرتہ وھدانا للاسلام و فطرتہ -

اما بعد فانی ذاکر فی ھذہ الکتاب — امابعد میں اس کتاب میں انشاء اللہ ان اختلافات

ان شاء اللہ ما اختلف فیہ القراء — کا ذکر کرونگا جو مشہور ائمہ امصار قراء سبعہ کے

السبعۃ المشھورون من ائمۃ — درمیان ہیں

الامصار الخ -

Marfat.com

اجازت نامے:- بانکی پور کا یہ نسخہ مصر کے مشہور مقری شیخ عبدالقوی بن عبداللہ بن ابراہیم بن محمد انبابی متوفی ماہ شوال ۶۴۲ھ کا ہے جنہوں نے ۱۰ ربیع الآخر ۶۳۵ھ کو اس پر اپنا اجازت نامہ بنام شیخ شمس الدین ابوعمرو عثمان بن شیخ زکی الدین المعروف بابن عتاب ثبت کیا ہے، دوسرے مختلف لوگوں کے اجازت نامے بھی اس پر بسلسلہ سند درج ہیں جن کا تذکرہ فہرست کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے۔

کتاب الاکتفاء فی القراءات:- اسی کتاب کا خلاصہ بتبدیلیوں کیلئے کتاب العنوان کے نام سے کیا تھا، اس کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا، نہ حاجی خلیفہ کی نظر سے گذرا تھا، اور یہ کتاب بھی انہی فقروں سے شروع ہوتی ہے جو کتاب العنوان میں درج ہیں۔

کتاب اعراب القرآن:- یہ علم اعراب القرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اس فن کا تعلق اگرچہ نحو سے سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن ہی سے متعلق ہے، اسلئے علوم قرآن میں بھی شمار کیا جاتا ہے یاقوت اور حاجی خلیفہ کے بیان کے مطابق اس کے ۱۹ اجزا ہیں۔

المختصر لکتاب الحجۃ فی القراءۃ لابی علی الفارسی:- ابوعلی الفارسی کی ایک مشہور کتاب الحجۃ فن قرأت میں ہے، اس کا ایک نسخہ بانکی پور کے کتبخانہ میں پانچویں صدی کا لکھا موجود ہے یہ رسالہ اس کتاب کی تلخیص ومختصر ہے۔[۱]

الذکی المازری:- ابوعبداللہ محمد بن ابی الفرج المازری المعروف بالذکی ۴۴۰ھ میں صقلیہ کے مردم خیز خطہ مازر میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل صقلیہ کے علماء وشیوخ سے کی پھر قیروان جاکر وہاں کے اساتذہ سے درس لیا، یہ نہایت ذکی اور فہیم تھے، اسی مناسبت سے ذکی ان کا لقب قرار پایا، یاقوت حافظ

۱؎ ابن خلکان جلد ۱ ص ۴۳۳، معجم الادباء یاقوت ج ۷ ص ۱۳، ۲، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۵، کشف الظنون ج ۱ ص ۱۲۲، ۱۲۳ و فہرست کتبخانہ بانکی پور ج ۱۰ ص ۱۰ تا ۸۳، مفتاح الکنوز الخفیہ ج ۱ ص ۱۳، ۱۴۔

بھی غیر معمولی رکھتے تھے، چنانچہ بہت جلد ترقی کرکے مغرب کے ممتاز اساتذہ کی صف میں آگئے، قاضی عیاض ان کے متعلق فرماتے ہیں:-

کان فقیھاً حافظاً مسدداً نبیلاً فہما — فقیہ، حافظ شریعت، سمجھدار، مذہبی اور ادبی

متقدماً فی علم المذھب واللسان — علوم کے ماہر اور علوم قرآن اور تمام علوم

ومتفنناً فی علوم القرآن وسائر الفنون — سے واقف تھے،

علوم قرآن کی طرح علم فقہ و نحو کے بھی ماہر سمجھے جاتے تھے، ان کا تذکرہ اسفرائنی نے یہاں ان کی صرف ایک کتاب کتاب الاستیفاء کا تذکرہ کرتا ہے، قاضی عیاض کے بقول علوم قرآن میں ایک ضخیم کتاب ہے، اور ابن ناجی نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ فن قرأت میں تھی،

عبدالرحمن بن محمد البشیری، عبدالرحمن بن محمد بن عبد البشیری الصقلی شہر بشیر کے باشندے تھے، اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی وہیں مقیم رہے، علوم قرآن میں دستگاہ رکھتے تھے، کاتب عماد الدین اصفہانی نے انھیں "حامل القرآن" کا لقب دیا ہے[۱]

ابن فحام الصقلی عبدالرحمن بن عتیق بن خلف معروف بہ ابن فحام الصقلی سنہ ۴۲۵ھ میں صقلیہ میں پیدا ہوئے اور یہیں علوم کی تحصیل کی، ان کے اساتذہ کی فہرست میں ابن نفیس الصقلی، عبد الباقی بن فارس، ابو الحسین الفارسی اور اخرص کے نام ہیں، سنہ ۴۵۰ھ میں مصر روانہ ہوئے، وہاں ابن بلیمہ الصقلی کے حلقۂ درس میں بیٹھے، پھر وہیں سکونت اختیار کرلی، اور امام وقت تسلیم کئے گئے، سلفی ان کے متعلق عبد العزیز ابن نصر الدنیا کہتا ہے:-

"میں نے کسی کو فن قرأت کا ان سے زیادہ عالم و واقف کار نہیں دیکھا، مشرق میں اور نہ مغرب میں"

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:-

---

[۱] ترتیب المدارک قاضی عیاض، مدیا دکتاب کی جلد ۱، ص ۱۲، معالم الایمان جلد ۳، ص ۱۳۰، مکتبہ حرم، ۶، معجم الادبا

Marfat.com

عبدالرحمن بن ابی بکر عتیق بن خلف یعنی علامہ استاذ ابوالقاسم بن الفحام الصقلی رہ جن پر اسکندریہ میں علوم قرآن کی صدر نشینی علوم معرفت کے علماء سے ختم ہو گئی"

اسی طرح حاجی خلیفہ نے بھی ان کو شیخ اسکندریہ کے لقب سے یاد کیا ہے ۵۱۶ھ میں وفات پائی

تالیفات | علوم قرآن میں ان کی چند کتابیں ہیں ایک بعنوان المفیدۃ المزید فی القرات السبع اور دوسری کتاب التجرید فی القرات اور تیسری کتاب مفردات القرآن ہے جو مفردات راغب اصفہانی کے طرز پر لکھی تھی جسکو حاجی خلیفہ نے مفردات یعقوب کے ذیل میں نقل کیا ہے[1]

عثمان بن علی السرقوسی | ابوعمرو عثمان بن علی بن عمر شہر سرقوسہ کے باشندے اور نسباً خزرجی انصاری تھے ابن فحام الصقلی اور ابن بلیمہ وغیرہ سے قرآن کی تحصیل کی اور اس میں امتیاز پیدا کیا پھر مصر گئے اور وہاں کی مشہور مسجد جامع عمرو بن العاص میں ان کا ایک وسیع حلقہ درس قائم ہو گیا جہاں تلامذہ کی کثیر تعداد جمع رہتی تھی، مصر میں ارباب علم سے مذاکرہ جاری رہتا، اور ممتاز اہل علم سے استفادہ بھی کرتے رہتے حافظ سلفی اُن کے ہمعصروں میں تھے، دونوں نے اپنی تصنیفات اور اُن کی سند و اجازت ایک دوسرے کو دی، اور دونوں میں علمی مذاکرہ جاری رہتا یاقوت اور قفطی نے تذکرہ کیا ہے

تلامذہ | ابوعمرو عثمان صقلی کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جنہیں سے ابو محمد بن بری النحوی اور ابوالتقی صالح بن عادی العذری الانماطی وغیرہ ہیں،

تالیفات | مختلف علوم میں کتابیں لکھیں جنہیں بعض فن قرأت میں اتحین حافظ سلفی کا بیان ہے

[1] تو الیعت فی القرات، [2] قرأت میں ان کی تالیفات ہیں،

[1] مختصر کتاب انباہ الرواۃ علی انباہ الرواۃ قفطی و معجم الادباء یاقوت ... جلد ۲ ص ... کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۵۰ ...

لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کسی کتاب کا نام دستیاب نہیں ہوا، صرف علم مخارج میں ایک کتاب "کتاب مخارج الحروف" کا پتہ چلتا ہے، اور دوسری کتابیں دیگر فنون میں ہیں جنکا ذکر آئندہ آئیگا۔

حجۃ الدین ابن ظفر الصقلی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد بن محمد بن ظفر الصقلی کو علوم قرآن و علوم ادب میں امتیاز حاصل تھا، خصوصاً علوم قرآن کے تبحر نے انھیں "حجۃ الدین" کے لقب سے سرفراز کیا، لیکن ان کے علم و فضل کی شہرت کے باوجود ان کے نام و کنیت، جاے پیدائش اور سنہ وفات کے بارے میں مورخین کے یہاں عجیب اختلافات ہیں،

جاے پیدائش، سال وفات اور نام اور کنیت، جاے پیدائش کے متعلق دو قسم کی روایتیں ہیں، ابن خلکان، یاقوت، مقریزی اور ابو الفدا نے ان کا مولد صقلیہ لکھا ہے، اور عماد الدین کاتب اصفہانی صاحب خریدۃ العصر اور تقی الدین محمد بن محمد بن احمد مکی صاحب العقد الثمین نے مکہ معظمہ کو مولد قرار دیا ہے،

جو مورخین صقلیہ کو مولد قرار دیتے ہیں، وہ نشو و نما کی جگہ مکہ معظمہ و بلاد مغرب بتاتے ہیں، اور جو مورخین مکہ معظمہ کو مولد کہتے ہیں، وہ صقلیہ و بلاد مغرب کو نشو و نما کی جگہ کہتے ہیں، اس مناسبت سے اول الذکر مورخین ابن خلکان وغیرہ صقلیہ کی طرف منسوب کرکے صقلی اور موخر الذکر مورخین عماد الدین وغیرہ مکہ معظمہ کی طرف منسوب کرکے مکی لکھتے ہیں، متاخرین میں علامہ سیوطی نے صقلی اور مکی دونوں کو یکجا کر لیا ہے،

یہی اختلاف نام اور کنیت میں ہے تقی الدین صاحب العقد الثمین ان کی کنیت ابو ہاشم بتاتے ہیں، اور دیگر مورخین ابو عبد اللہ کہتے ہیں،

یہی حال سال وفات میں ہے بعض لوگ ۵۶۵ھ کہتے ہیں، اور بعض ۵۶۸ھ اور بعض ۵۶۷ھ اور ۵۹۶ھ بتاتے ہیں،

ل معجم الادباء ج ۵ ص ۲۸۳، بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۳، مختصر انباہ الرواۃ قفطی ورق ۱۰۹ ج ۳ ص ۹۴ قفطی میں ان کا نام عثمان بن علی بن عمر کے بجاے عمر بن علی بن عمر ہے، لیکن یہ غالباً ابو عمر و علی کی مسخ شدہ کتابت ہے، اور یاقوت نے عثمان السرقوسی الصقلی اور عثمان الخزرجی الصقلی دو جدا شخص کے طور پر لکھا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں خود یاقوت کی عبارت سے انکی تصحیح ہوتی ہے مصحح نے بھی تصحیح کر دی ہے،

حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون نے ان اختلافات سے گزرنے کا ایک دلچسپ طریقہ اختیار کیا یعنی اس نے مستقل دو جداگانہ شخصیتیں فرض کر لیں، اور ان کی بعض کتابیں محمد بن عبداللہ المعروف بابن ظفر مکی متوفی ۵۶۵ھ کی طرف منسوب کیں، اور بعض کتابیں ابو عبداللہ محمد بن ابی محمد المعروف بہ حجۃ الدین الصقلی متوفی ۵۹۸ھ کے نام لکھیں، بہرحال مترجم کی نظر ان اختلافات تک پہنچی اور اس نے اپنی کتاب المعجم میں ان کا مکمل نام و کنیت لکھ کر ان اختلافات کو دور کر دیا ہے، وہ ان الفاظ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

"محمد بن محمد بن محمد بن ظفر المعروف بحجۃ الاسلام برہان الدین ابو ہاشم و ابو عبداللہ بن ابی محمد الصقلی"

مورخین نے ابن ظفر کو مکی البلد لکھا ہے، یہ جب تک سن شعور کو نہیں پہنچے، ان کے والدین قیام کی جگہ بدلتے رہے، پھر سن شعور کے بعد انہیں بھی کسی ایک مقام پر قیام کرنے کا موقع نہیں ملا، اگرچہ جہاں رہے وہاں مستقل قیام کی نیت سے رہے، اس لئے عمومی طور پر ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے، کہ یہ اپنے نسب و خاندان اور جائے نشو و نما کے لحاظ سے مکی ہیں، چنانچہ جن مورخین نے ان کا مولد صقلیہ کو بتایا ہے، ان میں سے مقریزی بھی ہے، البتہ خاندان کو مکی اور ابن خلکان اور یاقوت نے جائے نشو و نما کو مکہ معظمہ لکھا ہے، اسلئے یہ مکی ہوا، پھر ان کا خاندان سلسلہ میں صقلیہ پہنچا، اور ابن ظفر وہیں پیدا ہوئے پھر اگر والدین کے مکہ معظمہ چلے جانے کے بعد ان کا زمانہ طفولیت وہاں بسر ہوا، جو قیاس سے صقلیہ کی دولت اسلامی کے زوال اور نارمنی فتنہ کا زمانہ قرار پاتا ہے، پھر جب سن شعور کو پہنچے، تو مصر کا رخ کیا، اور اسکندریہ میں ابوبکر طرطوشی سے علوم کی تحصیل کی، اسکے بعد سرحد ثانی افریقہ چلے آئے، اور مہدیہ میں مدت تک قیام پذیر رہے، جب مہدیہ پر نارمنوں کا قبضہ ہوا، تو اس وقت یہ وہیں موجود تھے، لڑائیوں میں بھی شریک رہے، اسکے بعد یہاں سے اندلس پہنچے یہاں ابوالحجاج بن یوسف، ابو مروان باجی، ابوالولید دباغ اور ابن مسرہ کی صحبت میں رہے، اور یہاں کی کسی مسجد میں اپنی مسند درس بچھائی، تلامذہ مستفیض ہوتے رہے، اس کے بعد انہیں وطن مانوف یاد آیا، اور صقلیہ چلے آئے، اور یہاں ۵۵۴ھ تک موجود رہے، کیونکہ اسی سال انہوں نے اپنی ایک ادبی کتاب تالیف

کر کے صقلیہ کے ایک عہدہ دار کے نام معنون کی اس کا تذکرہ اپنی جگہ آئے گا، اس کے بعد صقلیہ سے مصر روانہ ہوئے، مصر سے حلب پہنچے، اور وہاں مدرسہ ابن ابی عصرون میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا لیکن وہاں بعض واقعات ایسے پیش آگئے، کہ شیعوں اور سنیوں میں فرقہ وارانہ لڑائی ہوئی، اس ہنگامہ میں ان کی کتابیں لوٹ لی گئیں، اس حادثہ کے بعد بغداد چلے گئے، پھر بغداد سے حماۃ پہنچے، اور یہاں پہنچکر فقہ شافعی کے درس میں مشغول ہوگئے، حماۃ ہی ان کا آخری مستقر بنتا ہے، گذر اوقات کیلئے حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر ہوگیا لیکن اسکی مقدار بہت کم تھی، اسلئے نہایت عسرت و تنگدستی میں بسر ہوتی ابن خلکان نے تو ان کے فقر و فاقہ کا یہ دردناک واقعہ بیان کیا ہے، کہ وہ محض اپنی تنگدستی کی وجہ سے اپنی ایک لڑکی کو کسی غیر کفو میں بیاہ دینے پر مجبور ہوئے، جس نے اس غریب لڑکی کو کسی غیر ملک لیجا کر فروخت کر ڈالا،

فقر و فاقہ کا یہی عالم ان کی زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہا، یہاں تک کہ صحیح روایت کے بموجب ۵۶۵ھ میں حماۃ میں وفات پائی[1]، اور وہیں شہر سے باہر مدفون ہوئے، تقی الدین فاسی کہتا ہے، کہ صلاح و تقویٰ علم و فن اور عبادت و ریاضت میں مشہور ہیں،

مذہب، | فقہ شافعی کے درس دینے سے شبہ ہوتا ہے، کہ ابن ظفر صقلی مذہباً شافعی تھے لیکن ایک حلبی مورخ نے اپنی تاریخ مصر میں انھیں مالکی علما کے زمرے میں شمار کیا ہے، فاسی نے اپنی العقد الثمین میں دونوں روایتیں درج کی ہیں، اور آخر میں حلبی کی روایت درج کرکے لکھتا ہے،۔

"یہ قفطی کی روایت کے مخالف ہے، کہ وہ فقہ شافعی کا درس دیتے تھے ممکن ہے کہ انھوں نے دونوں مذاہب جمع کر لئے ہوں، اور اس طرح یہ معارضہ دور ہو جائے،"

لیکن کسی مذہب کی فقہ کے درس دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود استاذ بھی اسی فقہ کا پیرو ہو

[1] یہی سال وفات یاقوت، ابن خلکان، مقریزی، سیوطی اور ابو الفدا نے بتایا ہے ذہبی ۵۶۸ھ اور اصفہانی نے ۵۶۶ھ یا ۵۶۹ھ بتایا ہے

قرینہ غالب ہے کہ یہ مذہبا مالکی تھے کیونکہ عام اہل مغرب مالکی المذہب تھے،

ابن ظفر صقلی کو علمی دنیا میں دو حیثیتوں سے شہرت حاصل ہے، ایک علوم قرآن کے ماہر و مفسر کی حیثیت سے اور دوسرے عربی زبان ادب کے ایک ممتاز ادیب کی حیثیت سے، علوم قرآن میں یہ اپنے ہمعصروں میں امام وقت تسلیم کئے گئے، عقیدتمند تلامذہ کا حلقہ انکے گرد ہمیشہ قائم رہتا، ان کے ہمعصر عماد الدین اصفہانی لکھتے ہیں:۔

"تفسیر و ادب میں اپنے وقت کے امام تھے، میں نے ان کو حماۃ میں دیکھا تھا، طلبہ کے قلوب انکے طلبگار و فریفتہ رہتے، اپنے ہمعصر علماء پر نمایاں سبقت لیگئے"

تالیفات، ابن ظفر الصقلی کی تالیفات کی ایک کثیر تعداد ہے، مقریزی نے ان کی تصنیفات کی ایک طویل فہرست نقل کی ہے، اس کے علاوہ خود مصنف نے اپنی ایک کتاب سلوان المطاع کے خاتمہ میں بطور ضمیمہ اپنی تمام تالیفات کا ایک خاص طرز میں تذکرہ کیا ہے، ان میں سے جو علوم قرآن میں ہیں وہ حسب ذیل ہیں

۱- التفسیر الکبیر۔ یاقوت اور سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ مدرسہ ابن ابی عصرون حلب کے زمانہ قیام میں تالیف ہوئی،

۲- کتاب ینبوع الحیاۃ فی تفسیر الذکر الحکیم، ابن خلکان، یاقوت، مقریزی، اور سیوطی نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ ایک ضخیم تفسیر ہے، اور پھر خود مصنف نے اسکو اپنی شاہکار کا لقب دیا ہے، غالباً وہ دوسرا نسخہ وہی مذکورۂ بالا تفسیر کبیر ہے اور اسکو بھی مصنف نے اسی نام سے موسوم کیا ہے، حاجی خلیفہ نے اسکو دو جلدوں میں بتایا ہے، کتبخانہ خدیویہ مصر میں اوس کا ایک ناقص نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے، فہرست کتبخانہ خدیویہ میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں،

ینبوع الحیاۃ: تالیف علامہ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ظفر المکی الصقلی النحوی اللغوی المالکی المتوفی ۵۶۵ھ بہ شہر حماۃ، اس کی تین جلدیں موجود ہیں یعنی ۱۔

Marfat.com

۱- دوسری جلد جو چھپی ہوئی ہے، اور جس کا آغاز سورۂ مائدہ کے ربع اول کے درمیانی حصہ سے ہوتا ہے، اور آخر سورۂ ہود تک ہے، ۲۶۵ ورق ہیں،

۲- تیسری جلد اور یہ بھی چھپی ہوئی ہے اس کا آغاز سورۂ یوسف کے ربع اول کے اثنا سے ہوتا ہے، اور آخر سورۂ مومنین تک ہے، اس جلد کی کتابت رمضان ۶۹۲ھ کو ختم ہوئی ہے اس کے اوراق ۲۱۲ ہیں،

۳- پانچویں جلد ہے، جو اول سورۂ حم السجدہ سے آخر قرآن تک پر مشتمل ہے، کل ۲۱۶ ورق ہیں،

نسخہ کا خط مغربی ہے، اور نسخہ کا کاتب محمد بن ابی بکر بن محمد المعروف بابن الدقاق ہے،[۱]

ان کے علاوہ انکی کتابیں حسب ذیل ہیں،

۴- کتاب فوائد الوحی الموجزالی فرائد الوحی المعجز (۴) کتاب اسالیب الفائیہ فی احکام الآیۃ. (۵) کتاب اکسیر فی کیمیا التفسیر (۶) کتاب البرھانیہ فی شرح الاسماء الحسنی کا تذکرہ مقریزی یاقوت اور سیوطی وغیرہ نے کیا ہے، موضوع بحث کا اندازہ ان کے ناموں سے ہوتا ہے،

شرف الدین العقلی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین العقلی المقری ۵۶۲ھ میں پیدا ہوئے یہ نابینا تھے، غالبا فنِ قرأت میں مہارت حاصل کی، علوم قرآن کی تحصیل الکمال ابوالحسن علی بن شجاع العباسی الضریر اور المعین ابو العباس احمد بن ابی الفضائل جعفر بن محمد بن عبدالحق المالکی سے مصر میں کی اور یہ دونوں اساتذہ مشہور عالم قرآن شیخ عبدالحق کے تلامذہ میں تھے،

شرف الدین العقلی کا بیشتر زمانہ درس و تدریس میں بسر ہوا ہمیشہ قرآن کا درس دیتے رہتے نورالدین علی بن محمد بن مجاہد المعروف بالاراب ان کے تلامذہ میں تھے، تمام زندگی زہد و تقوی اور عبادت میں گذری، اپنی زاہدانہ خوش اوقاتی کے باعث مرجع خلائق تھے، لوگ طلب دعا کیلئے حاضر ہوتے رہتے

[۱] کتاب المقفی مقریزی دارالماری ص ۲۶۴، ۲۶۵، ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۵۳، معجم الادبا یاقوت جلد ۱ ص ۱۰۳، خریدۃ القصر اصفہانی دارالملہ کی ۶۰۵، بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۵۹، ابو الفدا جلد ۳ ص ۹۴، العقد الثمین فی تواریخ البلد الامین کشف الظنون جلد ۲

عمر کا آخر حصہ قاہرہ میں گذرا، اور یہیں وفات پائی،

حسن بن ابو عبداللہ الصقلی، شیخ حسن بن ابو عبداللہ بن صدقۃ الصقلی صقلیہ کے شہر شکلہ کی طرف منسوب ہیں علوم قرآن کی خدمت انجام دیتے تھے، اور مقری کے لقب سے معروف تھے،

وفات ماہ ربیع الاول ۵۹۶ھ (اکتوبر ۱۲۰۰ء) میں ۰۰ سال کی عمر میں وفات پائی[1]

چند دیگر مقرئین، اسی طرح متقدمین علماء صقلیہ میں سے صقلیہ کے چند دیگر مقرئین ہیں جنمیں سے شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ المقری للغوی النحوی صقلیہ کے دور اسلامی میں گذرے ہیں، اور یہیں وفات پائی، اونکے علاوہ شیخ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الغنی المقری ابو عبداللہ الصقلی، اور شیخ ابوبکر عتیق بن عبداللہ بن حموی الخولانی المقری الصقلی بھی اسی جزیرہ سے شرف انتساب رکھتے تھے[2]

علم حدیث

صحابہ کرام صقلیہ میں، صقلیہ کے چند ابتدائی حملوں میں بعض صحابہ کرام اور تابعین کے صقلیہ میں وارد ہونے کی روایتیں ملتی ہیں، بلکہ ابو غسالہ معافری سے ایک صحابی حضرت ابو الیقظانؓ کا ایک اثر بھی منقول ہے جو انھوں نے صقلیہ میں بیان کیا۔

حضرت عمار بن یاسرؓ ابو الیقظان، حضرت عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس کی کنیت تھی، تیس بتیس صحابہ کے بعد اسلام لائے ان کے ساتھ ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ نے بھی اسلام قبول فرمایا تھا، قبول اسلام کے بعد مشرکین مکہ نے اذیتیں پہنچائیں، تو مدینہ منورہ کو ہجرت کی، یہاں حضرت حذیفہ بن الیمان کے دینی بھائی بنائے گئے، غزوات نبوی اور صدیقی و فاروقی عہد کی فتوحات میں شریک رہے عثمانی عہد میں افریقیہ کی مہموں میں تشریف لائے، اور یہاں سے صقلیہ آنے کا بھی اتفاق ہوا،

ابو سعید بن یونس روایت کرتے ہیں، کہ

---

[1] النجوم الزاہرہ لابی المحاسن یادگار ... مضامین جلد ۲ صفحہ ۱ [2] خریدۃ القصر و جریدۃ العصر دار الکتب صفحہ ۹ و مختصر کتاب انباہ الرواۃ دار الکتب

ان اباغسان المعافری حدثہ انہ	ابوغسان المعافری نے ان سے بیان کیا کہ انھوں
سمع ابالیقظان صاحب رسول	نے ابوالیقظان صحابی رسول اللہ صلعم کو صقلیہ
اللہ صلعم بصقلیۃ یقول البشروا	میں کہتے سنا، وہ فرماتے تھے کہ بشارت ہو تم لوگوں کو
فواللہ انتم اشد حبا لرسول اللہ	واللہ تم لوگوں کو رسول اللہ سے زیادہ محبت ہے
ولم تروہ من عامۃ من راٰہ	باوجودیکہ تم لوگ ان کے دیکھنے والوں میں سے نہیں ہو

حضرت عمار بن یاسرؓ نے جنگ صفین میں شہادت پائی ۱ھ له

معاویہ بن خدیج اسی طرح ایک دوسرے نوجوان صحابی حضرت معاویہؓ بن خدیج کندی کا نام صقلیہ کے حملوں میں آتا ہے، ان کی حدیثیں بھی مسانید میں مروی ہیں، امام احمد بن حنبل نے ان کا مسند بھی قائم کیا ہے [۲]

له ریاض النفوس درامارہ ص ۹، کتاب الکنیٰ والاسماء دولابی جلد ۱ ص ۴۳، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۳، ۴۵ طبقات ابن سعد قسم اول جز ۳ ص ۹، لیکن ابوسعید بن یونس نے ابوالیقظان کے حضرت عمارؓ کی کنیت ہونے سے اختلاف کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

وذکروا ان ابالیقظان ھذا ھو عمار	لوگ کہتے ہیں کہ یہ ابوالیقظان حضرت عمارؓ بن یاسر تھے
بن یاسر وذالک عندی وھم	مگر میرے نزدیک یہ وہم ہے،

لیکن ابن یونس کا یہ خیال ابن اثیر جزری اور دولابی وغیرہ کی روایتوں کے مخالف ہے، بلکہ کتاب الکنیٰ دولابی میں وہی اثر بعض دوسری روایتوں سے مروی ہے جن میں صقلیہ کا ذکر نہیں آیا ہے (کتاب الکنیٰ والاسماء دولابی جلد ۱ صفحہ ۴۳)

علاوہ ازیں ایک دوسری شہادت مسند احمد بن حنبل کی ہمیں ملی ہے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے قیس بن عبادہ سے ایک روایت بیان کی اس میں انھیں ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑی تو انھوں نے ان کو "ابوالیقظان" ہی کے نام سے مخاطب کیا، مسند عمارؓ بن یاسر میں ہے،

....عن قیس بن عبادۃ قال قلت	....قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے
لعمار بن یاسر یا ابا الیقظان ارأیت	کہا کہ میں نے عمارؓ بن یاسر سے کہا کہ اے ابوالیقظان
ھذا الامر.......فقال،	آپ نے اس میں یہ بات دیکھی کہ.... تو انھوں نے کہا،

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۶۳) [۲] مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۱۰، ۴۰۱، ۴۰۲،

لیکن ان صحابہ کے ورود کا تذکرہ صقلیہ کے علم حدیث کے بیان میں محض تیمناً و تبرکاً ہی آسکتا ہے،
تاہم ایسے بکثرت صحابہ کا تعلق جو ان حملوں میں صقلیہ تشریف لائے، اور مورخین نے ان کے نام ورود افریقیہ کے سلسلے میں قلمبند کیے ہیں، صقلیہ کے علم حدیث سے بالواسطہ یوں ہوتا ہے کہ افریقیہ میں انہی کی شمع فیض سے علم حدیث کی روشنی پھیلی اور اس کی شعاعیں سرزمین صقلیہ تک پہنچیں،

چنانچہ دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل تک افریقیہ میں بکثرت محدثین پیدا ہو چکے تھے[1] اور ان میں سے کچھ لوگ قاضی اسد کی معیت میں صقلیہ آئے تھے اور ان کا سلسلۂ روایت وسماع یہاں جاری ہوا،

احادیث کے مجموعے صقلیہ میں پھر جیسے جیسے احادیث کے مجموعے صحاح وسنن و مسانید منضبط ہوئے وہ پہلے افریقیہ اور وہاں سے پھر صقلیہ آتے گئے،

موطا موطا امام مالک احادیث کا وہ سب سے پہلا مجموعہ ہے جو بظاہر افریقیہ میں کتابی شکل میں داخل ہوا اور یہاں سے صقلیہ پہنچا، موطا کے سب سے بڑے قدرداں خود قاضی اسد بن فرات تھے، جنھوں نے امام مالک سے اس کا درس لیا تھا، چنانچہ صقلیہ کے اسلامی عہد کے آغاز سے یہاں اس کا درس مسلسل جاری رہا، اور بعض بزرگوں نے تو اپنی زندگی کا ایک حصہ اسی کی نذر کر دیا، شیخ ابوسعید لقمان بن یوسف غسانی تونسی متوفی ۳۱۳ھ خود فرماتے ہیں کہ انھوں نے کامل چودہ برس تک صقلیہ میں موطا کا درس

صحیحین صحیحین میں سے صحیح مسلم کے متعلق تو صقلیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی سب سے پہلی شرح کتاب المعلم اسی صقلیہ کے ایک محدث امام مازری نے لکھی جس کا تذکرہ آگے آتا ہے، اسی طرح صحیح بخاری کا ذکر بھی صقلیہ کے اہل علم کے حالات میں آتا ہے،

ترمذی ترمذی کو صقلیہ میں سب سے پہلی مرتبہ شیخ ابوحفص عمر بن حسن بن عبداللہ بن ابی سعید ہوریری اندلسی

[1] ریاض النفوس، ورا ماری ص ۹۲،

Marfat.com

نے روشناس کیا،

شیخ ابوحفص اشبیلیہ (اندلس) کے باشندے تھے، ان کے جدِ اعلیٰ ابوسعید عبدالرحمٰن الداخل کے زمانہ میں اندلس آئے اور ایک مذہبی عہدے پر مامور ہوئے، اس کے بعد یہ خاندان اشبیلیہ چلا آیا، شیخ ابوحفص اپنے زمانہ کے ذی اثر لوگوں میں تھے، اشبیلیہ کے حکمراں المعتمد سے ان کے تعلقات ناخوشگوار ہوگئے، تو یہ وہاں سے ہجرت کر کے مشرق روانہ ہوگئے، اسی سلسلہ میں صقلیہ بھی آئے، ابن بسام کہتا ہے کہ ان کے سفر کی یہ خصوصیت تھی کہ جہاں گئے ترمذی کی روایت کرتے گئے، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

وردی فی طریقۃ کتاب الترمذیؒ	انھوں نے اثنائے سفر میں ترمذی کی روایت
عنہ اخذہ اھل المغرب[1]	کی اور اہل مغرب کو یہ کتاب انھی سے ملی،

ابوداؤد سنن ابی داؤد میں تو اٹلی کے ایک محدث کی روایتیں بھی موجود ہیں، وہ ابوالعباس قصور متوفی ۳۵۳ھ ہیں،

طلب حدیث کے لیے سفر صقلیہ کے اہل علم کو علم حدیث سے جو تعلق تھا، اس کا اندازہ ان کے سفر [illegible] ہے، وہ علم حدیث کی تحصیل کے لیے افریقہ، مصر، شام اور حجاز جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ کے محدثین کے [illegible] حدیث کی فہرست میں ان ملکوں کے مشہور محدثین کے بہ کثرت اسماء موجود ہیں،

صقلیہ کے محدثین کو ان کے حالات خصوصاً شیوخ و تلامذہ کی تفصیل اور علم حدیث میں ان کی بعض تالیفات کی تصریح کے ساتھ ذیل کے بہ ترتیب تین دوروں میں پیش کیا جاتا ہے،

دورِ اوّل:۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری،

دورِ ثانی:۔ پانچویں صدی ہجری،

دورِ ثالث:۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری،

---

[1] کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار در ابادی ص ۵۵۶،

دورِ اوّل

(تیسری اور چوتھی صدی ہجری)

اس دور میں وہ محدثین ہیں جو صقلیہ کے حملوں میں اور پھر مفتوح ہونے کے بعد افریقہ سے یہاں تشریف لائے اور یہاں بود و باش اختیار کرلی اور پھر انہی کے فیضِ تربیت سے صقلیہ میں علم حدیث کا ذوق پیدا ہوا اور بڑے بڑے محدثین پیدا ہوئے،

اگرچہ یہ انتہائی افسوس ہے کہ ان بزرگوں کے حالات میں جو کتابیں تھیں، وہ اس وقت نابید ہیں، تاہم قاضی عیاض کی مدارک، ابن فرحون کی دیباج، ابن ناجی کی معالم، سمعانی کی انساب، ابو العرب کی طبقات، مقریزی کی کتاب المقفیٰ، ابن عساکر کی تاریخ کبیر، سیوطی کی بغیۃ الوعاۃ، خطیب کی تاریخ بغداد اور علامہ ذہبی کی بعض تصنیفات میں ان کے نام دستیاب ہوئے ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں

ابو العباس قلوری

ابو العباس قلوری جنوبی اٹلی کے صوبہ قلوریہ (کلبریہ) کی طرف منسوب ہیں، باوجودیکہ قلوریہ میں مسلمانوں کو بہت کم حکمرانی کا موقع ملا لیکن یہاں اچھی خاصی اسلامی آبادی تھی اور اس میں اسلامی علوم و فنون کا چرچا موجود تھا،

ابو العباس قلوری قدماء میں سے ہیں، اور اکابر محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں، یہ زیادہ تر اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے نام و سلسلۂ نسب کے ناموں میں محدثین و ناقدین رجال کے مختلف بیانات ہیں، ان کا زیادہ مشہور نام محمد ہے، باپ کا عمرو اور دادا کا نام عباس ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان کا نام احمد اور ان کے دادا کا نام عباس کے بجائے عبیدہ لکھا ہے، یہ تحصیل علم کے لیے بصرہ آئے جو اس زمانہ میں محدثین کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا اور یہاں فن حدیث کے امام علی بن مدائنی کے جوار میں سکونت پذیر ہوئے اور تحصیل علم میں مصروف ہوگئے،

Marfat.com

ان کے شیوخ حدیث میں یعقوب بن اسحاق خرمی، سعید بن عامر ضبعی، عثمان بن عمر بن فارس، علی ابن عثمان لاحقی اور قرہ بن حبیب غنوی جیسے جلیل القدر محدثین ہیں جن میں بعض صقلیہ کے اہل علم بھی ہیں، اسی طرح تلامذہ کی فہرست میں بہت سے جلیل القدر محدثین کے اسماء بھی ہیں جن میں سب سے پہلا نام سنن ابی داؤد کے مؤلف امام ابوداؤد کا ہے اسی طرح مشہور مفسر و مورخ محمد بن جریر طبری بھی ان کے تلامذہ میں ہیں پھر اسی طرح ابوبکر بزار، ابوبکر بن محمد بن صدقہ، سعید بن عبداللہ مہرانی، محمد بن سلیمان باغندی، محمد بن عباس بن اخرم، ابو عروبہ اور ابن صاعد وغیرہ ممتاز محدثین اکابر رجال ہیں،

ان کی روایتیں کتب احادیث میں زیادہ تر ابوالعباس قلوری کے نام سے ہیں، سنن ابوداؤد کی روایتیں اسی کنیت کے ساتھ ہیں، اور بعض روایتوں میں محمد بن عمرو بن عباس ہے اور بعض تلامذہ نے احمد ابن عمر بن عبیدہ کے ساتھ اون سے روایتیں کی ہیں،

ابن ابی عاصم کی روایت کے بموجب انھوں نے ۲۵۳ھ میں وفات پائی[1]

عبداللہ بن عمدون صقلی عبداللہ بن حمدون کلبی صقلی صقلیہ کے متقدم اہل علم میں ہیں، ان کے شیوخ میں امام سحنون وغیرہ ہیں، انہی سے حدیثیں روایت کی ہیں، مذہباً مالکی تھے ۲۸۰ھ میں وفات پائی[2]

قاضی ابوعمرو میمون قاضی ابوعمرو میمون متوفی ۲۳۰ھ کا نام علم حدیث میں اس تقریب سے لائق ذکر ہے کہ متقدمین میں سے ابومصعب زہری اور امام سحنون کی روایتیں ان کے واسطے سے صقلیہ پہنچیں، ابوالعرب ان کے تلامذہ میں تھے، انھوں نے موطا امام مالک انہی سے پڑھی تھی[3]

ابن الفراء صقلی سعید بن یحییٰ المعروف بابن الفراء صقلی کا صقلیہ ہی میں مستقل قیام رہا، مذہباً مالکی تھے، ان کے شیوخ حدیث میں مطرف الیمنی اور ابن سحنون ہیں، صقلیہ میں وفات پائی[4]

[1] تہذیب التہذیب جلد ۲، ص ۱۳۲، ۱۳۴ [2] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۴۶۶ [3] کتاب العبر فی خبر من غبر ذہبی دراماری ص ۳۰۴، طبقات ابی العرب و ریاد گاری جلد ۲ ص ۹۹ [4] ترتیب المدارک و تقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۶۹

قاسم سرقوسی | قاسم سرقوسی صقلی متقدم محدثین میں ہیں، سرقوسہ کے باشندے تھے، ان کے تلامذہ میں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی معروف بہ جزنی کا نام معلوم ہے[1]

ابوعمران موسیٰ بن حسن صقلی | ابوعمران موسیٰ بن حسن بن عبداللہ بن یزید صقلی صقلیہ میں مدتوں علم حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر یہاں سے مصر چلے گئے اور وہاں بھی سلسلۂ روایت جاری کیا،

ابوسعید بن یونس نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور اس سے سمعانی نے نقل کیا ہے[2]

ابوالقاسم عتیق بن محمد صقلی | ابوالقاسم عتیق بن محمد بن حاکم تمیمی صقلی صقلیہ کے مشہور صوفیہ میں ہیں، سمعانی نے ان کی روایتِ حدیث کا بھی تذکرہ کیا ہے[3]

ابوالحفص صقلی | شیخ ابوالحفص صقلی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لواتی، معروف بہ جزنی کے شیوخِ حدیث میں ہیں[4]

ابوعمران موسیٰ بن حسن | ابوعمران موسیٰ بن الحسن بن عبداللہ بن یزید معروف بہ صقلی تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل کے محدثین میں گذرے ہیں، ان کا خاندان مرو کا رہنے والا تھا، ان کے آباؤ اجداد میں سے بعض افریقہ آئے، پھر وہاں سے صقلیہ میں آکر قیام پذیر ہوئے،

ان کے شیوخِ حدیث میں معاویہ بن عطار، صاحب سفیان ثوری، عبدالسلام بن مطہر، ابونعیم فضل بن دکین، مطرف بن عبداللہ مدنی، علی بن عبدالحمید المعنی، محمد بن عبداللہ خزاعی، ابوعمر حوضی، حرمی بن مرزدق باہلی، ابراہیم بن حمزہ زبیری اور محمد بن جعفر درکانی ہیں،

تلامذہ میں محمد بن جعفر بن محمد فریابی، اسمٰعیل بن محمد صفار، محمد بن عمرو رزاز، حسن بن علی تیسرزادی اور ابومیمون بن راشد دمشقی ہیں،

بغداد میں قیام تھا، اور یہیں وفات پائی، خطیب نے ایک حدیث ان سے ذیل کے اسناد کے

---

[1] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ا ص ۳۰۸ [2] کتاب الانساب سمعانی ورق ۳۵۴ [3] ایضاً
[4] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ا ص ۳۰۸،

Marfat.com

ساتھ بیان کی ہے،

اخبرنی ابو نصر احمد بن محمد بن احمد بن حسنون النرسی حدثنا ابو جعفر محمد بن عمرو بن البختری الرزاز املاء حدثنا موسیٰ بن الحسن الصقلی حدثنا ابو عمر الحوضی حدثنا ھشام الدستوائی عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ....؛

ابو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد بکر صقلی | ابو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد بن بکر صقلی صقلیہ کے ممتاز علمائے متقدمین میں شمار کیے جاتے ہیں، علم حدیث و فقہ کی تکمیل کی، اور پھر تصوف کی طرف مائل ہو گئے،

سفر و شیوخ حدیث | تحصیل علوم کے لیے صقلیہ سے قیروان پہنچے اور یہاں کے ممتاز محدثین سے حدیث حاصل کی، ان کے شیوخ قیروان میں ابو الحسن علی بن محمد بن مسرور دباغ، حبیب بن نصر جزری، ابن العرب محمد بن احمد ابن تمیم، زیاد بن یونس یحصبی، ابو اسحاق بن ابراہیم بن احمد سبائی، سعید بن ملک بن عبادہ اور ابو بکر ابن سعدون صاحب ابی عقال وغیرہ کے نام آتے ہیں،

پھر قیروان سے مشرق روانہ ہوئے اور مصر پہنچے اور ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابراہیم بلخی، ابو الحسن علی بن احمد بن ذکریا ہاشمی، قاضی علی بن حسین بن فندا اور ابو بکر بن عتیق بن موسیٰ بن ہارون عاتی سے حدیثیں سنیں،

اس کے بعد ۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے اور ابو بکر محمد بن حسین اخوی سے شرف تلمذ حاصل کیا، علم حدیث میں مرتبہ کمال رکھتے تھے، اور پھر تصوف میں بھی مقام خاص حاصل کیا اور ایک خلق ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئی،

وفات | صاحب معالم کو سال وفات دستیاب نہیں ہوا، وہ صرف اس قدر بتا سکا کہ ان کی وفات

۱؎ تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۳ ص ۴۶،

Marfat.com

شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۸۶ھ سے پہلے ہوئی۔[1]

ابوبکر بن عقال صقلی ابوبکر بن عقال صقلی کا نام ابن فرحون نے شیخ ابوبکر محمد النعالی متوفی ۳۸۰ھ کے تلامذہ میں لیا ہے، نیز ان کے شیوخ حدیث میں شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن عثمان دینوری (۳۹۲ھ) کو بتایا ہے[2]

محمد بن خراسان ابو عبد اللہ محمد بن خراسان مقری متوفی ۳۸۶ھ سے فن حدیث کی روایتیں بھی صقلیہ میں پھیلیں تحصیل علم کے لیے مصر گئے تھے، ان کے شیوخ حدیث میں قاضی ابوبکر محمد بن بدر، مروان بن عبد الملک ابن شاذان مکی اور احمد بن مروان مالکی ہیں، مصر سے صقلیہ آکر سلسلۂ روایت جاری کیا،

صقلیہ میں ان کے تلامذہ کی فہرست میں ابو الحسن غیلان بن تمیم فزاری، اور یوسف بن ابی حبیب بن محمد ہیں، آخر الذکر نے اپنی تالیف شرح الشہاب میں ان کی روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں[3]

ابو علی حسن بن علی صقلی ابو علی حسن بن علی صقلی کے شیوخ حدیث میں ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحاق زجاجی اور حسن حصائری اور تلامذہ میں ابوبکر بن طاہان ہیں[4]

وفات حج وزیارت کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، اور وہیں حج سے مشرف ہونے کے بعد ۱۲ ذی الحجہ ۳۹۱ھ کو رحلت فرمائی،

عقیدت مندوں نے تجہیز وتکفین کے بعد میت کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرایا، اور پھر اسی سرزمین اقدس کے سپرد کر دیے گئے،

[1] معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان ج ۳ ص ۱۸، شیخ ابو محمد بن ابی زید کے سال وفات کے لیے دیکھو معالم ص ۱۴۶

[2] دیباج المذہب ص ۲۵۹، ۱۸۰ [3] کتاب المقفی مقریزی در امارس ص ۶۶۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۴ [4] امانی کے قلمی نسخہ بغیۃ الوعاۃ میں ابن "طیان" ہے۔

Marfat.com

وفات پر لوگوں نے مرثیے لکھے چند شعر یہ ہیں،

آلیتُ لا ابکی علی ذاهب   لانّنی فی اثرہٖ الذاهب

میں نے قسم کھائی ہے کسی مرنے والے پر نہ روؤں گا، کیونکہ میں بھی اوس کے بعد مرنیوالا ہوں

مضی الصقلیُّ الیٰ ربّہٖ   حُزنی علیہ ابداً واجبُ

صقلی اپنے خدا کے پاس چلا گیا، اوس کے جانے پر ہمارا غم کرنا ہمیشہ ضروری ہو

سقیٰ بلاداً حلّہا شخصہ   متعنجرٌ شؤبوبہٖ ساکبُ[۱]

جس ملک میں اوس کا جسم مقیم ہوا، اوس کو برسنے والا ابر سیراب کرے۔

ابو محمد بن صاحب الخمس الصقلی، | ابو محمد صقلی المعروف بابن صاحب الخمس مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے، حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں، ان کے تلامذہ میں ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد معافری ہیں جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں تھے، وہ اُن سے تحصیل حدیث کیلئے صقلیہ آئے اور ان سے ... حاصل کیں،

معافری اون کے علم و فضل کے بہت مداح تھے، ابو محمد بڑے خدا ترس بزرگ تھے، کبر سنی تک زندہ رہے[۲]

ابو القاسم صقلی، | ابو القاسم صقلی قیروان میں مقیم تھے، درس حدیث کا سلسلہ جاری تھا، افریقہ کے مشہور فقہا ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف بہ خواص متوفی تقریباً ۴۲۳ھ اور ابو الاصبغ عیسیٰ بن موسیٰ معروف بابن الامام ان کے تلامذہ میں تھے[۳]،

ابو بکر صقلی، | ابو بکر صقلی ابو القاسم صقلی کے ہمعصر علما میں تھے، ابو عبد اللہ محمد بن عباس الانصاری معروف

---

[۱] ابن عساکر جلد ۴ ص ۲۳۵، و بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۵، [۲] ترتیب المدارک دریادگاری جلد اص ۲۷۶
[۳] ایضاً ص ۳۶۳

سوا س نے ان سے بھی علم حدیث کی تحصیل کی۔[1]

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد نوائی معروف بہ جرفی، | جرفی صقلیہ کے اگلے دور کے محدثین کی آخری صف میں ہیں، ان کے شیوخ حدیث میں ابن ابی الفرج مدلجی، تمام سرقوسی اور ابوالحفص صقلی ہیں۔[2]

دورِ ثانی

(پانچویں صدی ہجری)

چوتھی صدی کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں صقلیہ میں اسلامی علوم وفنون ترقی کے اوج پر تھے، اسلئے اس عہد میں بھی بڑے بڑے باکمال علماء پیدا ہوئے جنھوں نے یہیں کے اہل علم سے تمام وکمال تربیت پائی، اوران میں سے اکثر یہیں قیام پذیر رہے اس عہد کے محدثین میں سے تیرہ نام مل سکے ہیں، جو بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابوبکر محمد بن علی تمیمی صقلی، | ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبدالبر تنوی صقلیہ میں پیدا ہوئے، جدی و مادری نسب نامہ تمیم و قریش سے ملتا ہے،

صقلیہ میں نشو و نما پائی سن وشعور کے بعد تحصیل علم کے لئے سفر کیا، اور علم حدیث و دیگر علوم میں فضل وکمال پیدا کیا،

شیوخ حدیث میں ابوذر عبد بن احمد ہروی یوسف بن یعقوب بن خرزاذ نجیرمی ابو سہل محمد بن علی ہروی لغوی صالح بن رشدین مصری اور ابو سعد احمد بن محمد مالینی وغیرہ ہیں، منذری اور ابن دحیہ نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] ترتیب المدارک ... [2] بخاری جلد ا ص ... ایضاً ص ...

تحصیل علوم کے بعد صقلیہ واپس آئے مشہور عالم و محدث والی مازر ابن منکود [illegible] متقی [illegible]
پرہیزگار تھا، قدردانی کا ثبوت دیا، اور انھیں عزت و احترام سے [illegible] ان کا فیض [illegible]
ہوا، اور بہ کثرت تلامذہ فیضیاب ہوئے مشہور صقلی ادیب ابن القطاع نے فن حدیث [illegible]
سال وفات [illegible] ہے کہ ۵۰۰ھ تک صقلیہ میں ان کے
وجود کا پتہ چلتا ہے[1]

ابو محمد عبد [illegible] بن مخلوف صقلی | ابو محمد عبد الجلیل بن مخلوف صقلی کے شیوخ حدیث میں عبد الرحمٰن
حسن صقلی اور تلامذہ میں شیخ ابو محمد عبد القادر قروی ہیں، ادھیڑ عمر [illegible] ۵۹۹ھ میں وفات پائی[2]

ابوبکر عتیق بن علی سنطاری | شیخ ابوبکر علی بن داؤد معروف بہ سنطاری صقلیہ کے بڑے متقی [illegible] پاک[3]
بزرگ تھے، علوم کی تحصیل صقلیہ میں کی، حج کیلئے حجاز گئے، وہاں محدثین اور فقہاء سے [illegible] پھر
پھر اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے نکل گئے، اور شام، عراق، خراسان اور فارس کی سیاحت کی ان
سفروں میں ہر مقام کے علماء و محدثین، و اہل طریقت کی [illegible] اور تصوف کے علوم و معارف کا ذخیرہ
فراہم کرنیکے علاوہ علم حدیث کا بہت بڑا سرمایہ جمع کیا،

تالیفات | واپسی کے بعد تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری کیا، اور مختلف علوم و فنون میں متعدد
کتابیں لکھیں جنمیں بعض حدیث و فقہ میں بھی تھیں، ابن القطاع لکھتا ہے۔

وفی الفقه والحدیث تالیف حسان — فقہ و حدیث میں عمدہ تالیفات ہیں اور

فی غایة الترتیب والبیان۔ — اپنی ترتیب و بیان میں نہایت دلچسپ ہیں

۲۲ ربیع الآخر ۴۶۴ھ کو وفات پائی،[4]

---

[1] مختصر ابناء الرواۃ علی انباہ النحاۃ، در المارزی ص ۳۴۴، بغیۃ الوعاۃ ص ۵، [2] ترتیب المدارک
قدیاد محمد [illegible] جلد ۱ ص ۹۷، ۳، ذیل الابتہاج برحاشیہ دیباج ص ۱۸۴، [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۲۱، ۱۳۲،

ابوالحسن علی بن مفرج صقلی، | ابوالحسن علی بن مفرج بن عبدالرحمٰن صقلی صقلیہ سے حجاز آئے، اور مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہوئے، یہاں اون کے علم وفضل کی شہرت ہوئی اور یہاں کے عہدۂ قضا پر سرفراز کئے گئے، نیز حرم میں سلسلۂ درس وتدریس بھی جاری کیا،

اُن کے شیوخ حدیث میں محمد بن ابی سعید اسفرائینی، اور حافظ ابو ذر عبد بن احمد مالکی تھے، اور تلامذہ میں ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبد الوارث شیرازی، ابوالفتیان عمر بن عبدالکریم بن سعدون رواسی، اور ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری وغیرہ ہیں،

سمعانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، اور صرف ایک واسطہ سے اپنا شیخ شمار کیا ہے، اس نے اون کا سلسلۂ روایت اون کے موخرالذکر تلمیذ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری سے بغداد میں حاصل کیا تھا،

انکی وفات ۴۷۰ھ کے بعد چند سال کے اندر ہوئی ہے[1]

قاضی ابوالحسن بن الحصائری صقلی، | قاضی ابوالحسن احمد بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الحصائری صقلی صقلیہ کے کبار فقہاء میں ہیں، علم حدیث میں بھی جامعیت حاصل کی،

اُن کے اساتذہ میں ابومحمد بن ابی زید، ابوالحسن بن بکرون، اور ابو عبداللہ محمد بن احمد بن یزید قرشی وغیرہ جیسے محدثین وفقہاء اصحاب فضل ہیں،

تحصیل علم وفضل کے بعد ان کا حلقۂ درس قائم ہوا، اور ایک کثیر خلقت اس سے بہرہ اندوز ہوئی، عتیق سمنطاری، ابوبکر بن یونس صقلی متوفی ۴۵۱ھ اور عتیق بن عبدالجبار ربعی کو ان سے سماع حاصل تھا[2]

ابوبکر محمد بن سابق صقلی، | ابوبکر بن محمد سابق صقلی صقلیہ سے دولت اسلامی کے زوال کے بعد مشرق روانہ ہوئے

[1] کتاب الانساب سمعانی ورق ۳۵۰، [2] ترتیب المدارک قاضی عیاض دیار بکری جلد ۲ ص ۳۰۵ و ۳۰۲،

اور وہاں علوم کی تحصیل کی،

اون کے شیوخ حدیث میں ایک محدثہ کریمہ بنت احمد مروازی بھی ہیں، جن سے انھوں نے مکہ معظمہ میں حدیث کی تحصیل کی، پھر وہاں سے اندلس چلے آئے، اور اہل غرناطہ کو اپنی اون احادیث سے فیضیاب کیا جن کی تحصیل مشرق میں کی تھی، ابن بشکوال لکھتا ہے:-

روی عن کریمہ بنت احمد المروازی	کریمہ بنت احمد مروازی وغیرہا سے روایت
وغیرھا وقدم الاندلس واخذ	کی، اور اندلس آئے، اور اون سے اہل غرناطہ
عنہ اھل غرناطہ.	نے تحصیل کی،

ان کے تلامذہ میں ابوبکر بن غطبہ اور ابوالحسن علی بن احمد مقری وغیرہ ہیں، ابن بشکوال تک ان کی روایتیں انہی واسطوں سے پہنچیں،

علم کلام کی طرف طبیعت کا میلان زیادہ تھا،

ماہ ربیع الاول ۵۳۰ھ میں مصر میں وفات پائی،[1]

تالیفات علم حدیث میں ان کی ایک کتاب کا پتہ چلا ہے، وہ امام مالک کی موطا کی شرح المسالک ہے[2] قاضی عیاض نے اپنی مدارک میں اس کا تذکرہ کیا ہے،

ابن ظفر صقلی، ابن ظفر صقلی کا اگرچہ خاص پایہ علم تفسیر وادب میں ہے لیکن فن حدیث میں بھی ان کا نام شمار کے قابل ہے،

شیوخ حدیث کا نام معلوم نہیں، اگرچہ تبلیغی نے شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی طبری کو ان کے شیوخ حدیث میں بتایا ہے لیکن ذہبی کی یہ تصحیح صحیح ہے، کہ ان دونوں میں سماع ممکن نہیں، کیونکہ حسین بن علی طبری کا سال وفات ۴۹۸ھ ہے، اور ابن ظفر کی ولادت کی صحیح تاریخ شعبان

---

[1] کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس در اماری ص ۵۰۰، [2] تزیین الممالک بمناقب سیدنا الامام مالک ص ۵۰۰

سنہ ۴۲۸ھ سے چنانچہ ذہبی لکھتا ہے :۔

وابھم القطیفی روایتہ عن	قطیفی نے حسین سے ان کی روایت ابہام
الحسین و لعل ذالک بالاجازۃ	کے ساتھ نقل کی ہو، شاید یہ روایت بالاجازۃ
و اما بالسماع فلا یمکن لان	ہو، ورنہ سماع ممکن نہیں، کیونکہ حسین مذکور
الحسین المذکور مات سنۃ ۴۴۹ھ	سنہ ۴۴۹ھ میں وفات پاچکے تھے۔

ابن ظفر صقلی کے تلامذۂ حدیث میں ابو المحاسن عمر بن علی قرشی کا نام آتا ہے، انھیں ان سے روایت وسماع حاصل تھا۔[۱]

ابو حفص عمر بن خلف صقلی — عمر بن خلف بن مکی صقلی کو علم حدیث میں بھی دستگاہ حاصل تھی، سیوطی نے انھیں فیروزآبادی صاحب کتاب البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ کے حوالہ سے امام لغوی ومحدث اور خطیب یاد کیا ہے۔

سنہ ۴۶۳ھ میں جب اسلامی حکومت کے زوال کے وقت صقلیہ کے اہل علم نے وہاں سے ہجرت کی، تو انہی میں ابو حفص عمر بن خلف الصقلی نے بھی اپنے عزیز وطن کو چھوڑا، اور وہاں سے تونس چلے گئے، یہاں حکومت افریقیہ نے ان کے شایان شان ان کا احترام کیا، اور تونس کا محکمۂ قضا ان کے سپرد کر دیا، اور یہیں انھوں نے مستقل بود وباش اختیار کرلی، اور تاحیات افریقیہ میں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ عہدۂ قضا کے فرائض کے علاوہ شہر کی امامت بھی ان ہی کے سپرد تھی جمعہ میں نہایت بلیغ خطبے دیتے تھے۔[۲]

ابو الفضل عباس بن عمر صقلی — ابو الفضل عباس بن عمر صقلی اندلس کے کسی صوبہ کے والی تھے، اور

---

[۱] العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، در اراری ص ۳۰۰۔ [۲] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۶۳ و مختصر انباہ الرواۃ در اراری ص ۳۴۔

Marfat.com

وہیں مستقل طور پر قیام پذیر تھے

فن حدیث کا بھی ذوق رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے قاسم بن ثابت سرقسطی کی تصنیف غریب الحدیث کو ان کے لڑکے سے سنداً روایت کیا ہے، سلسلۂ سند یہ ہے:۔

"قاسم بن ثابت صاحب غریب الحدیث سے اون کے لڑکے ثابت نے، اور ثابت سے عباس ابن عمرو الصقلی نے، اور عباس بن عمرو الصقلی نے اوسکو لفظاً لفظاً یونس بن عبداللہ بن مغیث المعروف بابن الصفار تک پہونچایا"

حمیدی نے اپنی کتاب جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس فی اسماء رواۃ الحدیث (جس میں اندلس کے اون راویوں کے حالات لکھے گئے ہیں جو کسی حدیث کے سلسلۂ روایت میں آتے ہیں) میں انکو اسی تقریب سے جگہ دی ہے۔[۱]

ابوبکر محمد بن ابراہیم الصقلی | شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسیٰ التیمی صقلی صوفی مشرب بزرگ تھے، امام العارفین حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کی مجلس کے فیضیافتہ تھے، قیام عموماً مصر میں رہتا تھا، اور اسی لئے صقلی کے ساتھ مصری کہلاتے تھے،

انھوں نے علم حدیث کی تحصیل کیلئے عراق کا سفر کیا۔

اون کے شیوخ حدیث میں عبداللہ بن محمد مبارکی اور حفص بن عمر ہیں اور تلامذہ میں ابوبکر بن ابن علی بن مخلف اور ابوالحسن محمد بن عبدالعزیز القفی وغیرہ ہیں، اور ابوسعد مالینی ایک واسطہ سے ان سے روایت کرتے ہیں۔[۲]

ابوبکر صقلی قرشی | ابوبکر صقلی قرشی شیوخ صقلیہ میں ہیں، ان کے اساتذہ حدیث میں قابسی کا نام معلوم ہو اور ان کے تلامذہ میں سے ابن یونس متوفی سنہ ۴۵۱ھ اور سمنطاری ہیں۔[۳]

---

[۱] جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ [illegible] [۲] [illegible] القفی [illegible] [۳] [illegible]

[illegible] جلد ۱ صفحہ ۲۴۵

حسن بن عبد الباقی صقلی، | حسن بن عبد الباقی صقلی کے شیوخ حدیث میں عبد الکریم بن یحییٰ بن عثمان نحوی کا نام آتا ہے[1]

ابو عمرو عثمان بن علی سرقوسی، | ابو عمرو عثمان بن علی بن سرقوسی مقری کے شیوخ حدیث میں ابن برکات اور ابو صادق کے نام آتے ہیں[2]

دورِ ثالث

(چھٹی اور ساتویں صدی ہجری)

یہ وہ زمانہ ہے جب صقلیہ میں اسلامی حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا، اور اربابِ علم و فضل صقلیہ سے ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں جا بسے تھے اس دور کا آغاز امام مازری کے مبارک نام سے کیا جاتا ہے

امام مازری، | ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر تمیمی معروف بہ امام مازری شہر مازر میں پیدا ہوئے، اور وہیں ابتدائی تعلیم و تربیت پائی، پھر علوم کی تکمیل کے لئے مہدیہ گئے، اور یہاں کے اکابر ابو محمد بن عبد الحمید سوسی اور لخمی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور علم حدیث رجال فقہ اور کلام میں ایسا امتیاز پیدا کیا، کہ رفتہ رفتہ اقلیم مغرب میں اپنے وقت کے سب سے بڑے استاذ مانے گئے، ابن خلکان لکھتا ہے :-

"یہ اون اکابر میں ہیں، جن کی طرف حدیث کے حافظ اور علم کلام میں ماہر ہونے کی وجہ سے انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں ..... وہ اربابِ فضل میں تھے، مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے"

ابن فرحون کا بیان ہے،

"وہ باشندگانِ افریقہ و ماورائے مغرب کے امام ہیں" امام موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب

[1] بغیۃ الوعاۃ در امازری ص ۳۰۹، بغیۃ الوعاۃ کے مطبوعہ نسخہ میں عبد الکریم کا ترجمہ موجود نہیں، ان کا تذکرہ اسی ترجمہ میں ہے۔ [2] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۳،

Marfat.com

قرار پاگیا تھا، وہ بغیر اس لقب "امام مازریؒ کے پہچانے نہ جاتے تھے"

عفیف الدین یافعی یمنی انھیں ایک موقع پر اس خطاب سے یاد کرتا ہے:۔

"امام یکے از علمائے اعلام فقیہ محدث اصولی، ادیب محمد بن علی تمیمی مازری"

تالیفات، امام مازری کی بہ کثرت بلند پایہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں، ان میں سے علم حدیث میں انکی کتابیں ہیں، ایک مسلم کی شرح کتاب المعلم ہے، دوسری تعلیقات بر روایت جوزقی ہے،

کتاب المعلم، کتاب المعلم بفوائد کتاب مسلم صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح ہے، امام مازری سے پہلے صحیح مسلم پر متعدد کتابیں لکھی گئی تھیں، وہ مسلم پر استدراک کی حیثیت رکھتی تھیں، یعنی لوگوں نے ان کتابوں میں ایسی حدیثیں جمع کی تھیں، جو اگرچہ امام مسلم کی اون شرطوں کے مطابق تھیں جو انھوں نے اپنی صحیح حدیثوں کے درج کرنے کیلئے قائم کی تھیں، مگر اسکے باوجود وہ حدیثیں صحیح مسلم میں موجود نہ تھیں، اس لئے ان کتابوں کے ذریعہ سے صحیح مسلم کی حدیثوں پر متن اور سندوں کے اعتبار سے اضافہ کیا گیا تھا، امام مازری سے پہلے کسی نے صحیح مسلم کی شرح پر قلم نہیں اٹھایا تھا، صحیح مسلم کی سب سے پہلی شرح یہی کتاب ہے، اور اسی نقش اول پر بعد کے آنے والے محدثین نے اپنی شرحیں تیار کیں،

سبب تالیف، کتاب المعلم دراصل ان حواشی اور تعلیقات کا مجموعہ ہے، جو امام مازری نے اپنے شاگردوں کو مسلم کے درس میں املا کرائے تھے، چنانچہ امام موصوف نے عبید اللہ بن عبد اللہ معافری سے انکی تالیف کا سبب خود بیان کیا ہی، معافری کہتے ہیں،

قد جری ذکر کتابہ المعلم لفوائد	(امام مازری سے) ان کی کتاب المعلم بفوائد
صحیح مسلم الی لم اقصد تالیفہ	مسلم کا ذکر آیا (تو انھوں نے کہا کہ) میں نے اسکی
وانما کان السبب فیہ انہ قری	تالیف کا قصد نہیں کیا تھا، اسکے تالیف پا جانے
علی کتاب مسلم فی شہر رمضان	کا سبب یہ ہوا کہ ماہ رمضان میں مجھ سے کتاب

Marfat.com

فتکلمت علی نکت منه فلما — مسلم پڑھی گئی، میں نے اس کی چند باریکیاں
فرغنا من القراءة عرض علی — بیان کیں، جب ہم لوگ درس سے فارغ ہوئے
الاصحاب ما املیتة علیهم — تو تلامذہ نے اس مسودہ کو میرے سامنے رکھا
فنظرت فیه وهذبته فهذا — جو میں نے ان کو املا کرایا تھا، چنانچہ میں نے
کان سبب جمعه[1] — اسی مسودہ پر نظر ثانی کی، اور اس کو ترتیب
دے دیا، یہی اس کتاب کے مدون ہونے کا سبب ہے

کتاب المعلم کا ایک نسخہ | اب تک کتاب المعلم کے صرف ایک قلمی نسخہ کا پتہ چلا ہے، جو تاریخ کتابت کے لحاظ سے بہت قدیم ہے یعنی مصنف کی وفات کے صرف ۴۰ برس بعد ۵۷۶ھ کا لکھا ہوا ہے، یہ نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، فہرست میں اس نسخہ کے حسب ذیل حالات ہیں:-

((المعلم بفوائد مسلم) یہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج کی صحیح کی شرح ہے، جو ابوعبداللہ محمد بن علی ابن عمر بن محمد التیمی مازری، مالکی، معروف بہ امام متوفی بہ مہدیہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۵۳۶ھ (۵۳۶ھ) کی تالیف ہے اُنکی عمر ۸۰ سال کی تھی،

یہ نسخہ ایک جلد میں ہے، اس کے شروع کے چند ورق غائب ہیں، اس کا پہلا ورق کتاب الایمان سے چند ورق پہلے کا ہے، خط بہت قدیم ہے، کاتب کا نام علی بن احمد بن ہبۃ اللہ اور کتابت کے خاتمہ کی تاریخ یوم سہ شنبہ ۱۲ ربیع الآخر ۵۷۶ھ ہے،

اوراق کی تعداد ۲۶۴ ہے[2]

المعلم کی شرحیں | جب المعلم مدون ہو کر شائع ہوئی، تو اہل علم نے اس کی قدر کی، قاضی عیاض صاحب الشفاء متوفی ۵۴۴ھ نے امام مازری سے اوس کی روایت بالاجازة کی سند منگائی، اور

---

[1] کتاب التکملہ لکتاب الصلہ ابن آبار جلد ۱ ص ۵۳۰، [2] فہرست کتب خانہ خدیویہ جلد ۱ ص ۴۲۶، ۴۲۷،)

اوراس کو سامنے رکھکر مسلم اور معلم پر اپنے حواشی بڑھائے جن کی حیثیت کتاب المعلم کے تکملہ کی تھی، چنانچہ انھوں نے اپنی تالیف کو اکمال المعلم بفوائد مسلم کے نام سے موسوم کیا، اس کے چند نسخے کتبخانہ خدیویہ میں محفوظ ہیں، (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۱)

اس کے بعد ابوالفرج (یا ابوالروح) عیسیٰ بن مسعود زواوی متوفی ۷۴۳ھ نے مازری کی معلم، عیاض کی اکمال اور مسلم کی دو اور شرحوں کو سامنے رکھکر ایک بسیط شرح لکھی، اسکا نسخہ بھی کتبخانہ خدیویہ میں موجود ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۰)

پھر دوسری طرف ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۷ھ نے قاضی عیاض کی اکمال پر اضافہ کیا، اوراس کو اکمال المعلم بفوائد مسلم سے موسوم کیا،[۱] اسمیں انھوں نے مازری، عیاض قرطبی اور نووی کی شرحوں کو جمع کیا اور اپنے استاذ ابن عرفہ کے املا کرائے ہوئے حواشی بڑھائے اس کا نسخہ بھی کتبخانہ خدیویہ میں محفوظ ہے، (فہرست جلد ۱ ص ۲۷۰)

اسی طرح ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بقوری متوفی ۷۰۷ھ نے بھی قاضی عیاض کی اکمال پر ایک شرح لکھی، اوراس کا نام اکمال الاکمال رکھا، (دیباج المذہب ابن فرحون ص ۲۳۲)

اس کے بعد ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی متوفی ۸۹۵ھ نے ابی کی اکمال اکمال المعلم پر ایک نئی شرح لکھی، اوراس کو مکمل اکمال الاکمال سے موسوم کیا، گویا مکمل اکمال الاکمال، کتاب المعلم کا نقش چہارم ہے،

ان مذکورۂ بالا شرحوں میں سے ابی کی اکمال اکمال المعلم اور سنوسی کی مکمل اکمال الاکمال عبدالحفیظ والی مغرب اقصیٰ کی علم دوستی سے پہلی دفعہ ۱۳۲۷ھ میں چھپی، یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ

---

[۱] ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۶۷ میں اس کا نام بھی اکمال المعلم درج ہے، اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۴ ص ۱۰۱ میں اسکو کتاب الاکمال فی شرح مسلم سے موسوم کیا ہے،

اس ترتیب سے چھپی ہیں، کہ پہلے مسلم کے مقدمہ کا حصہ جہاں تک ہے، وہ ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں اور اس کے نیچے سنوسی کی شرح ہے، پھر کتاب الایمان سے مسلم کا متن حاشیہ پر اور ہر صفحہ کے اوپر کے حصہ میں ابی کی شرح اور نیچے کے حصہ میں سنوسی کی شرح درج ہے، پوری کتاب سات جلدوں میں ختم ہوئی ہے، اور ہر جلد ساڑھے تین سو چار سو صفحوں کی ہے،

المعلم کے چند اقتباسات ڈاکٹر گرتینی نے ایک بسیط مضمون "مجموعۂ مضامین بیادگار صد سالہ اماری" میں لکھا ہے جس میں انھوں نے امام مازری کی المعلم اور قاضی عیاض کی اکمال کا بھی تذکرہ کیا ہے، انھوں نے کتبخانۂ خدیویہ کے ان نسخوں کو بھی دیکھا ہے، اور ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں، ہم ذیل میں کتاب المعلم کے چند اقتباسات نمونہ کے طور پر درج کرتے ہیں،

مسلم و صحیح مسلم امام مازری کی نگاہ میں، امام مازری کتاب المعلم کے مقدمہ میں امام مسلم اور انکی صحیح مسلم کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر فرماتے ہیں،

قال الامام ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابراہیم المازری رحمہ اللہ: کتاب مسلم من اصح کتب الحدیث قال مولفہ انتقیتہ من نحو ثلاثمائة الف حدیث وقال بعض الناس ماتحت ادیم السماء اصح منہ یرید فی کتب الحدیث وکان مسلم من جملة اصحاب البخاری لما ورد البخاری نیسابور	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابراہیم المازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ "کتاب مسلم کتب حدیث میں سب سے صحیح ترین کتاب ہے، اس کے مؤلف کا بیان ہے کہ میں نے اسکو تقریباً تین لاکھ حدیثوں میں سے چُنا ہے" اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس سے زیادہ کوئی صحیح نہیں، یعنی کتب حدیث میں اس سے زیادہ کوئی دوسری کتاب معتبر نہیں، اور مسلم بخاری ہی کے ساتھیوں میں سے تھے، جب

ولما امتحن فيها البخاري بالمسئلة	بخاری میں تا پور پہنچے اور اس مشہور مسئلہ میں
المشهورة نفر عنه اصحابه الا مسلما	ان کا امتحان لیا گیا تو ان کے تمام ساتھی
فانه لزمه وتوفي الامام مسلم	سوائے مسلم کے ان سے علیحدہ ہو گئے مسلم
رحمه الله في العشر الآخر	برابر ان کے ساتھ رہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ
من رجب سنة مائتين احدى وستين	نے ۲۶۱ھ کو رجب کے آخر عشرہ میں وفات پائی
حقیقت کذب، شرح حدیث من کذب علی متعمداً الی آخرہ — قال الامام الكذب	**قول امام** اشاعرہ کے نزدیک کذب
عند الاشعرية الاخبار	نام ہے اس خبر کا دینا جو واقعہ صحیح نہیں
عن الامر على من ليس هو به	ہے، ان کے نزدیک کذب کی یہی تعریف ہے
هذا هو حد الكذب عندهم	وہ لوگ کذب کیلئے عمد یعنی جان بوجھ کر
لا يشترطون في كونه كذبا العمد	جھوٹ بولنے کی شرط نہیں لگاتے۔ اور یہ
والقصد اليه خلافا للمعتزلة	معتزلہ کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ وہ
في اشتراطهم ذالك ودليل	عمد کی شرط لگاتے ہیں، اور معتزلہ کے خلاف
هذا الخطاب يرد عليهم لانه	یہ حدیث حجت ہے کیونکہ اس میں یہ دلیل
يدل على ان من لم يتعمد يقع	ہے کہ جو شخص عمد کا مرتکب نہ ہوا اس پر بھی
عليه اسم كذب واما قوله عليه	کذب کا اطلاق ہوتا ہے۔
السلام فليتبوأ مقعده من النار	اور حدیث میں اپنا ٹھکانا دوزخ کر لینا
فان الهروي قال في قوله تعالى	ہے، اس کے متعلق ہروی کہتے ہیں کہ اللہ
والذين تبوؤا الدار والايمان	تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین تبوؤا الدار
اي اتخذوها منازل ومنه الحديث	والایمان یعنی انہوں نے مدینہ کو منزل بنا لیا

[1] جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ لگائے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

Marfat.com

فلیتبوا مقعدہ من النار ای لینزل منزلہ منہا.	اور یہی معنی اس حدیث میں ہیں یعنی وہ اپنے آپ کو بمنزلہ دوزخی کے سمجھے،
معتزلہ کے نفی کی تشریح قال الامام واما قولہ لاقدر فلا یقول بہ المعتزلۃ علی الاطلاق وانما یقولون الشر و المعاصی یکونان بغیر قدر اللہ عزوجل لکن من لم یتشرع من الفلاسفۃ ینفی القدر جملۃ.	قول امام، اور اس کا قول "لا قدر" تو معتزلہ قدر کا عمومی انکار نہیں کرتے، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں، کہ برائی اور گناہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر سرزد ہوتے ہیں، لیکن جو فلاسفہ کسی شریعت کے پابند نہیں، وہ قدر کا کلیتہً انکار کرتے ہیں،
نقد رجال کا ایک نمونہ ابوزرعہ کی تحقیق قال الامام خرجہ (الحدیث) مسلم عن زھیر بن حرب عن جریر عن عمارۃ عن ابی زرعۃ عن ابی ہریرۃ قال (الخ)..... اما قولہ ابوزرعۃ اسمہ عبید اللہ فقد قالہ ایضا فی کتاب الطبقات قال وقال البخاری فی تاریخہ ومسلم فی کتاب الکنی ابو زرعۃ اسمہ ھرم وخالفہما یحیی بن معین فقال ابوزرعۃ ابن عمرو	قول امام، مسلم نے یہ حدیث زہیر سے لی جنھوں نے سلسلہ بسلسلہ حرب، جریر، عمارہ، ابی زرعہ، اور ابوہریرہ سے اس کو سنا، (الخ)........ اور اس میں انکا یہ کہنا کہ ابوزرعہ کا نام عبد اللہ ہے، اور یہی انھوں نے کتاب الطبقات میں بھی بیان کیا ہے، اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام مسلم نے اپنی کتاب الکنی میں ابوزرعہ کا نام ہرم لکھا ہے، لیکن یحییٰ بن معین کا بیان ان دونوں

Marfat.com

اسمہ عمرو بن عمرو وکذا ذکرہ
النسائی فی الاسماء والکنی من تالیفہ
واما قولہ ابو زرعۃ روی عنہ الحسن
فقد قالہ البخاری ایضا وقد خولفا
فی ذلک فقیل الذی یروی عنہ الحسن
رجل آخر یروی عن ثابت بن قیس
اسمہ ھرم قالہ ابن المدینی والیہ
ذھب ابن الجارود فی کتاب الکنی
قال ثم ذکر ابن الجارود ترجمۃ اخری
فقال ابو زرعۃ بن عمرو بن جریر
عن ابی ھریرۃ روی عنہ عمارۃ
بن القعقاع والحرث العکلی وابو
حیان التیمی وکذلک ذکر النسائی
ترجمتین کما فعل ابن الجارود
سواء واما قولہ فی روایۃ ابن
ماھان ابو زرعۃ کوفی من اشجع
قال بعضھم لا اعلم ما یقول کیف
یکون من اشجع وابو زرعۃ الذی فی
الاسناد ھو ابن عمرو بن جریر

کے خلاف ہے، اون کے بیان کے مطابق
ابو زرعہ ابن عمرو ہے، اور ان کا اصل نام بھی
عمرو ہے، یعنی عمرو بن عمرو، نسائی نے بھی
اپنی تالیف الاسماء والکنی میں یہی ذکر
کیا ہے،
اور ان کا یہ بیان کہ ابو زرعہ سے حسن
نے روایت کی، تو یہ بخاری نے بھی کہا ہے
لیکن ان دونوں کی اسکی بھی مخالفت کیگئی
ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جس شخص سے حسن روایت
کرتا ہے، وہ دوسرا ہے، جو ثابت بن قیس سے
روایت کرتا ہے، اس کا نام ہرم ہے، یہ بیان ابن المدینی
کا ہے، اور اسی مسلک پر ابن جارود بھی
اپنی کتاب الکنی میں گئے ہیں، اور پھر ابن جارود
نے ایک دوسری مسند لکھی ہے، جس میں
ابو زرعہ بن عمرو بن جریر، ابوہریرہ سے روایت
کرتا ہے، اور ابو زرعہ سے عمارہ [illegible]
حرث عکلی، اور ابو حیان تیمی نے روایت کی ہے
اور نسائی نے بھی ابن جارود کی [illegible] یہ دونوں سلسلے
درج کئے ہیں، اور ابن ماہان کی روایت میں جو ابو زرعہ ...

بن عبد اللہ البجلی وابن
نجیح اشجع وبجیلہ (بجلی) الا ان
یرید رجلا آخر!"

اشجع سے روایت لیتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ
نہیں معلوم اشجع سے روایت کیونکر لے سکتے ہیں، کیونکہ
اسناد میں جو ابو زرعہ ہیں، وہ ابن عمرو بن جریر
بن عبد اللہ البجلی ہیں، اور اشجع اور بجلی دونوں
باہم مجتمع نہیں ہو سکتے ہیں، اسلئے کوئی دوسرا
شخص مراد لیا جائے۔

مومن فاسق کے دخول جنت کی تحقیق

قولہ من مات وھو یعلم ان لا
الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ قال الامام
اختلف الناس فیمن عصی اللہ
عز وجل من اھل الشھادتین
فقالت المرجئۃ لا تضرہ المعصیۃ
مع الایمان وقالت الخوارج تضرہ
ویکفر بھا وقالت المعتزلۃ یخلد
فی النار اذا کانت معصیۃ کبیرۃ
ولا یوصف بانہ مومن ولا کافر
ولکن یوصف بانہ فاسق وقالت
الاشعریۃ بل ھو مومن وان
لم یغفر لہ وعذب فلا بد من
اخراجہ من النار وادخالہ الجنۃ

قولہ جو شخص مرا اور وہ جانتا ہے کہ سوائے
خدا کے کوئی دوسرا معبود نہیں، تو وہ جنت
میں داخل ہوا، **قول امام** کلمہ گو مسلمانوں
میں سے جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اس
کے متعلق لوگوں میں اختلافات ہیں، چنانچہ
فرقہ مرجئہ کا خیال ہے اوس کو معصیت کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتی، اگر اس کا ایمان
سلامت ہے، اور خوارج کہتے ہیں معصیت
اس کو نقصان پہنچائے گی اور اپنے گناہوں
کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا، اور معتزلہ
کا خیال ہے کہ وہ گناہ گار ہمیشہ دوزخ
میں رہے گا اگر وہ بڑے گناہوں کا مرتکب
ہوا ہو، اور نہ اسکو مومن سے موصوف کیا جائیگا
اور نہ اسکو کافر کہا جائے گا بلکہ وہ فاسق

Marfat.com

وهذا الحديث حجة على الخوارج
والمعتزلة واما المرجئة فان
احتجت بظاهره على صحة
ماقالت به فلنا محمله انه
غفر له او اخرج من نار
بالشفاعة ثم ادخل الجنة
فيكون المعنى فى قوله دخل
الجنة اى دخلها بعد مجازاته
بالعذاب وهذا لابد من
تاويله لما جاءت به ظواهر
كبيرة من عذاب بعض العصاة
فلابد من تاويل هذا الحديث
على ماقلناه لئلا تتناقض
ظواهر الشريعة؛

کے نام سے موسوم ہوگا" اور اشاعرہ کا یہ
مسلک ہے کہ نہیں بلکہ وہ مومن ہی رہیگا
اگرچہ اسکی مغفرت نہ کی گئی ہو، اور اسکو
عذاب دیا جائے، تو پھر ضروری ہے کہ وہ
دوزخ سے نکال لیا جائے، اور پھر جنت
میں داخل کر دیا جائے" اور یہ حدیث خوارج
ومعتزلہ کے خلاف حجت ہے باقی رہے مرجیہ
تو اگر اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے وہ اپنے
مسلک کی صحت پر دلیل لائیں، تو ہم (اشاعرہ)
کہیں گے کہ اس حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ
یا تو اسکی مغفرت کیجائے گی، (اور سرے سے دوزخ
ہی میں نہ بھیجا جائیگا) اور یا دوزخ سے بذریعہ
شفاعت نکال لیا جائیگا، اور پھر جنت میں داخل
کیا جائیگا، تو اس صورت میں اس حدیث کے جملہ
"جنت میں داخل ہوا" کے معنی یہ ہونگے کہ وہ جنت
میں اپنی جزا و سزا کے بعد بھیجا جائیگا، اور اس
طرح اس حدیث کی تاویل ضروری ہے،
کیونکہ بعض ۔۔۔ مرتکب کبیرہ گناہ کے
لئے ۔۔۔ عذاب کی روایتیں ۔۔۔ میں اسلئے
اس حدیث کی تاویل اسی طرح ضروری ہے، جس طرح ہم لوگ کہتے ہیں، تاکہ شریعت کے ظاہری احکام و روایات ایک دوسرے سے مخالف نہ رہیں،

تحقیق لفظ مسیح | وقولہ فی عیسیٰ
علیہ السلام المسیح وکذلک
فی الدجال اللعین. قال الامامُ
قال عیسیٰ بن دینار وغیرہ
سمی الدجال مسیحا لانہ ممسوح
احدی العینین فعیل فیہا بمعنی
مفعول وسمی عیسیٰ علیہ السلامُ
مسیحا من اجل سیاحتہ فی الارض و
انہ لم یکن لہ موضع یستقر فیہ من الارض
قال الہروی قال ابن الاعرابی المسیح الصدیق
وبہ سمی عیسیٰ والمسیح الاعور
وبہ سمی الدجال.....(و) من
قال فی الدجال مسیح علی فعیل
بکسر المیم فلیس بشیء.

قولہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح
کہنا، اور اسی طرح دجال لعین کو بھی مسیح
کہنا: **قولِ امام** عیسیٰ بن دینار وغیرہ
کہتے ہیں، کہ دجال کو مسیح اس لئے کہا گیا، کہ
وہ دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کا
ممسوح (یعنی کانا) ہے، اس لئے وزن
فعیل بمعنی مفعول ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اپنے روئے زمین کی سیاحت کی وجہ سے
مسیح سے موسوم ہیں، کیونکہ زمین میں اُن
کے رہنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی، (یعنی ان کا
کوئی گھر نہ تھا) ہروی کہتے ہیں، کہ ابن اعرابی
کا بیان ہے کہ مسیح کے معنی صدیق کے ہیں،
اسی سے عیسیٰ موسوم ہوئے، اور مسیح یعنی
کانا اور اسی سے دجال کا نام پڑا...... اور جوہری

کسی شے کا تعمیل سے قبل منسوخ ہونا | وقولہ
ففرض علی فی کل یوم ولیلۃ
خمسین صلوۃ ..... الخ قال الامامُ
ھذا یستدل بہ علی منع نسخ
الشیء قبل فعلہ اذ لم یفعل

وقولہ، اور مجھ پر پچاس نمازیں روزانہ
فرض کی گئیں.............. اور (پھر
منسوخ ہوئیں)، **قولِ امام** اس سے
اس امر پر استدلال ہو سکتا ہے، کہ کوئی
حکم تعمیل سے پہلے منسوخ ہو جائے، کیونکہ

من هذه الصلوات شئ بعد — نمازیں بعد میں نہیں پڑھی گئیں،

لفظ فرق (برتن) کی تحقیق، وقوله — وقولہ آپ غسل فرماتے تھے ایک برتن

"كان يغتسل من الاناء هو الفرق" — سے جو فرق تھا قولہ امام احمد بن یحییٰ

قال الامام قال احمد بن يحيى — کہتے ہیں کہ فرق ۱۲ مد کا ہوتا ہے، اور ابو الہیثم

الفرق اثنا عشر مدا قال ابو الهيثم — کہتے ہیں کہ وہ برتن جس میں ۱۶ رطل آتا ہے

هو اناء يأخذ ستة عشر رطلا — جو کہ ۳ صاع ہوتا ہے، اور اسی قسم کی تفسیر

وذالك ثلثة اصع (اصوع) و — سفیان نے کتاب مسلم میں کی ہے، کہ

كذلك فسره سفين في كتاب — وہ ۳ صاع کا ہوتا ہے، اور فرق

مسلم انه ثلثة اصع (اصوع) — کی را کو زیر اور زبر دونوں دیکھئے

ويروى باسكان الراء وفتحها — ہیں اسکن باجی کہتے ہیں کہ فتح را

قال الباجي فتح الراء الصواب — ہی صحیح ہے،

تعلیقات بروایات جوزقی، یہ علم حدیث میں ایک مختصر رسالہ ہے، اس میں حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ جوزقی متوفی ۳۸۸ھ کی روایتوں پر حواشی لکھے ہیں، جوزقی نیشاپور کے بڑے محدثین میں تھے حاکم صاحب مستدرک وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے، انکی ایک کتاب المخرج علی صحیح مسلم ہے عجب کیا کہ امام مازری نے اسی پر یہ حواشی لکھے ہوں،

مقری نے اپنی کتاب ازہار الریاض میں اس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے، اور ذہبی نے اپنی تذکرہ میں اسکا حوالہ درج کیا ہے[1]

شرح موطا امام مالک، یاقوت حموی نے اپنی معجم البلدان میں شہر مازر کے تذکرہ میں امام مازری کا ذکر کیا ہے

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۔ ازہار الریاض قلمی کتبخانہ پیرس نمبر ۱۷۰ برص ۳۳ و مجلہ یادگار ہی مضامین متعلقہ افغانستان

اور انھیں شارح موطا کا لقب دیا ہے، اگرچہ امام مازری کے علم حدیث کے ذوق اور مالکی مذہب کے اتباع کے لحاظ سے یہ کچھ بعید نہ تھا، مگر ہمیں اسکی تصدیق میں کوئی بنیادی روایت نہیں ملی، البتہ ابن رشیق قیروانی نے موطا کی شرح لکھی ہے، اس کو صقلیہ سے آخر عمر میں تعلق پیدا ہو گیا تھا، شاید یاقوت کو اسی سے التباس ہوا ہو،

تلامذہ، اگر اس عہد کے افریقیہ واندلس کے علماء کے تراجم پر سرسری نظر ڈالی جائے، تو امام مازری کے تلامذہ کی طویل فہرست بن سکتی ہے، لیکن ذیل میں اون کے صرف چند مشہور تلامذہ کے نام درج ہیں،

محمد بن تومرت مہدی، افریقیہ کے ذی علم لوگوں میں تھا، مہدیہ میں اس نے امام مازری سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس نے مہدویت کا دعویٰ کیا، اور عظیم الشان سلطنت موحدیہ کی بنیاد ڈالی[1]

قاضی ابو الفضل عیاض، صاحب الشفا، کے امام مازری سے روایت بالاجازہ کی سند لینے کا تذکرہ اوپر گذر چکا،[2]

ابن الفرس غرناطی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم انصاری متوفی ۵۶۷ھ حدیث کے حفاظ میں سے تھے یہ بھی امام مازری سے تلمذ رکھتے تھے[3]

قاضی ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن سعادہ متوفی ۵۶۶ھ صاحب الکتاب شجرۃ الوہم المترقیہ الی ذروۃ الفہم، حدیث، فقہ، کلام، اور تصوف میں درک رکھتے ہیں، انھوں نے امام مازری سے کتاب المعلم کا ابتدائی حصہ سبقاً سبقاً پڑھا، اور بقیہ حصہ کے پڑھنے پڑھانے کی سند لی، اندلس میں انکا وسیع حلقہ درس قائم تھا،[4]

[1] تاریخ ادبیہ لعفی الدولۃ الموحدیہ ... ومازری ص ۵۰۰، [2] دیباج المذہب ابن فرحون ص ۲۸۰، [3] ... ص ۲۵۶
[4] تکملہ ابن آبار ص ۲۲۲.

ابو طاہر بن دمنہ بھی امام مازری کے مشہور تلامذہ میں ہیں، ان کا بھی وسیع حلقۂ درس تھا،

شیخ ابوبکر محمد بن محمد بن یوسف بن احمد بن جمہور، ازدی متوفی ۵۲۹ھ کو ان کے واسطے امام مازری

کے سلسلۂ روایت کی سند حاصل تھی [1]

اخلاق و عادات، | امام مازری ایک طرف علمی تبحر میں یکتا سے روزگار تھے، دوسری طرف بڑے زندہ

دل اور خوش مزاج اور خوش لباس تھے، تلامذہ و احباب سے حسن اخلاق سے پیش آتے، بڑی شیریں بیانی

سے گفتگو کرتے، اور حسب موقع برمحل اشعار پڑھتے،

وفات و مدفن، | امام مازری کا قیام مہدیہ میں تھا، یہیں انھوں نے ۸۳ سال کی عمر میں دوشنبہ کے

دن ۱۸ ربیع الاول کو، اور دوسری روایت کے مطابق ۲ ربیع الاول کو ۵۳۶ھ میں وفات

پائی، اور ابن خلکان کے ایک نسخہ کے جس کا اقتباس اماری میں منقول ہے، اور محمد بن قاسم نوری

صاحب کتاب سمط اللالی کی تصریح کے مطابق ایک قریہ منستیہ میں جو مہدیہ اور سوسہ کے درمیان

واقع ہے لب ساحل مدفون ہوئے،

قبر پر گنبد تعمیر کیا گیا تھا، جو آج تک اچھے حال میں موجود ہے، ٹیونس کے ایک صاحب علم شیخ حسن

حسنی عبدالوہاب نے اس مقبرہ کا نقشہ "مجموعہ مضامین بیاد گار صد سالہ اماری" میں شائع کرایا ہے [2]

---

[1] التکملہ ابن ابار ص ۳۲۳، [2] امام مازری کے ترجمہ کے لیے دیکھو دیباج المذہب فی معرفۃ اعیان المذہب ابن فرحون

صفحات ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱ و ابن خلکان جلد ۲ صفحات ۱۹، ۲۰، التکملہ ابن آبار ص ۳۴۵، کتاب الوفیات

جلد ۱ ص ۲۳، تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۵۳، کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۲۹۵، طبقات الشافعیۃ الکبری جلد ۴ (ذکر مازری)

معجم البلدان یاقوت تذکرہ مازر، مرآۃ الجنان یافعی جلد ۳ ص ۶۷، مقالہ شمالی افریقہ و صقلیہ پر ایک نظر از مسٹر

ناگنان پروفیسر الجزائر در یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۴۹۱ و یادگاری مضامین ۔۔۔ ۳۲۹ و فہرست کتب خانہ

خدیویہ مصر صفحہ ۷۰، ۲۴، ۱۰، ۲۷، ۳۶۴ و مقالہ کرینلنی در یادگاری

محمد بن مسلم مازری | ابو عبد اللہ محمد بن مسلم بن محمد اوائل [illegible] میں مازر میں پیدا ہوئے، اور مازری کہلائے، نسبًا قرشی تھے، اور مذہب مالکی کے پیرو تھے،

یہ اپنے نام، کنیت اور وطن کے انتساب میں امام مازری کے شریک ہیں، اسلئے بعض مورخین کو ان دونوں کی شخصیت میں التباس ہو گیا، چنانچہ حافظ مقریزی صاحب کتاب المقفی جیسے محتاط اہل علم سے بھی لغزش ہوئی، اور ان کے ترجمہ میں امام مازری کے حالات درج کئے، اور ان کی تمام کتابیں ان کی طرف منسوب کر دیں،

ابن فرحون نے اس التباس کو دور کر دیا ہے، چنانچہ وہ امام مازری کے حالات میں لکھتا ہے

ولیس ھذا الامام الذی ھو	اور یہ امام وہ نہیں ہیں، جنھوں نے الارشاد
بشارح الارشاد المسمی بالمعاد	کی شرح المعاد کے نام سے لکھی ہے، وہ دوسر
اذ ذاک رجل آخر نزیل الاسکندریۃ	شخص ہیں، جو اسکندریہ میں بس گئے تھے، وہ
یعرف ایضًا بالمازری،	بھی مازری کی نسبت سے مشہور ہیں،

صقلیہ میں مختلف علوم کی تحصیل یہاں کے علماء سے کی، پھر مصر گئے، اور وہاں کے اساتذہ سے پڑھا، علم نحو میں ان کے استاذ ان کے ہموطن ابن القطاع صقلی اور ابو حفص سوسی ہیں، اور ابو محمد حنفی سے علم کلام اور اصول فقہ کی تعلیم پائی، اور علم حدیث کی تحصیل کے لئے ابو بکر محمد بن ولید طرطوشی متوفی ۵۲۰ھ اور ابو العباس احمد بن ابراہیم رازی مالکی کی طرف رجوع کیا، اور ممتاز اہل علم میں شمار کئے گئے،

مستقل قیام اسکندریہ میں اختیار کیا، اور یہاں سلسلۂ درس و ارشاد جاری کیا، ان کے تلامذہ حدیث میں ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن حسین مالکی، ابو محمد عبد الکریم بن یحیی بن عثمان نحوی، اور ابو القاسم مخلوف بن علی بن عبد الرحمن تمیمی قروی معروف بابن جارہ ہیں، اور ابو محمد عبد السلام بن عتیق بن محمد

ان سے ایک واسطہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں،

اگرچہ اسکندریہ کو انھون نے وطن قرار دے لیا تھا مگر مغرب سے ان کے تعلقات قائم رہے،

چنانچہ کچھ دنون صدیہ مین بھی اکر مقیم رہے،

مختلف علوم مین ان کی تالیفات ہیں جن کا تذکرہ آگے آئیگا،

سنہ ۵۳۰ھ میں وفات پائی[1]

ابومسعود سلیمان صقلی، ابومسعود سلیمان صقلی بن محمد بن ابی الحسین بن محفوظ قرشی صقلی بعد [illegible] کے بغداد گئے،

اسلئے الصقلی البغدادی کہلائے،

اون کے شیوخ حدیث میں عیسی بن احمد دوشابی ہیں، حدیث کی روایتیں کم کرتے تھے،

۱۰ محرم سنہ ۶۲۳ھ کو وفات پائی[2]

شرف الدین صقلی، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق شرف الدین صقلی مصری (مولود سنہ ۶۲۱ھ)

کا تذکرہ مفسرین کے ضمن میں گذر چکا ہے وہ علوم قرآن کے ماسوا علم حدیث سے بھی دستگاہ

رکھتے تھے، اون کے شیوخ حدیث میں المعین احمد اور ابواسحٰق ابراہیم بن عمر بن مضر [illegible]

محمد بن مکی صقلی، محمد بن مکی اگرچہ ساتوین صدی میں جب سرزمین صقلیہ سے اسلام کا نام و نشان

بھی مٹ چکا تھا پیدا ہوئے لیکن ان کا نام ہمارے لئے اس لئے لائق ترجیح ہے کہ یہ صدہا سال

صدی ہجری مین صقلیہ کی یاد اپنے انتساب سے قائم کئے تھے، ان کا خاندان صقلیہ سے ہجرت

کرکے دمشق میں سکونت پذیر ہوگیا تھا،

ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن مکی بن ابی بکر بن عبدالغنی بن یوسف بن ابی عبداللہ [illegible]

---

[1] دیباج المذہب فی اعیان علماء المذہب ابن فرحون صفحہ ۱۲۵ نیل الابتہاج بتطریز الدیباج صفحہ [illegible] مقریزی [illegible]

بغیۃ الوعاۃ سیوطی داماری صفحہ ۲۶۶ بغیہ کے پیرس کے قلمی نسخہ میں عبدالکریم [illegible] محمد بن [illegible] کا تذکرہ [illegible]

شمس الدین ابی الحزم تقی الدین بن ابی بکر قرشی صقلی، اون کے بعض اجداد کا ذکر علوم قرآن میں آیا ہے،

یہ ۵ ار رجب ۶۱۴ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، سن شعور کو پہنچنے کے بعد تحصیل علوم میں مصروف ہوئے، کسب معاش کیلئے زردوزی اور نقاشی کا پیشہ سیکھا، سلسلۂ روزگار میں دمشق سے قاہرہ آئے، اور یہاں زردوزی کے ایک کارخانہ میں ملازم ہوگئے، آخر عمر تک یہیں رہے۔

یہیں شب جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۶۹۹ھ میں وفات پائی، اور قاہرہ کے باب النصر میں مدفون ہوئے،

علم حدیث کا ذوق رکھتے تھے، ان کے شیوخ حدیث میں ابو المنجا ابن اللیثی ابو عبد اللہ بن زبیدی، ابو طاہر اسمٰعیل بن ظفر، مکرم بن ابی الصقر اور ابو الحسن بن مقیر ہیں[۱]،

ابو بکر محمد بن عبد الصقلی | ابو بکر محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبد الرحمٰن بن مجاہد کا خاندان بھی صقلیہ سے ہجرت کرکے مصر چلا آیا تھا، اور یہ بھی صقلیہ سے باہر مصر میں ۱۶ ربیع الاول ۶۰۶ھ کو پیدا ہوئے اور اپنے قدیم وطن صقلیہ کی طرف منسوب ہوکر صقلی کہلائے، یہ ابو بکر بن ابی عبد اللہ کے نام سے بھی روشناس ہیں،

فقہ شافعی کے پیرو تھے، مصر میں محکمۂ احتساب کے والی بنائے گئے، ۱۴ رجمادی الاخری ۶۹۲ھ کو مصر میں وفات پائی،

علم حدیث میں مکرم بن ابی الصقر اور ابو بکر عبد العزیز بن باقا اُن کے شیوخ ہیں[۲]،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۷) منقول ہے، لیکن اوس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ موجود نہیں ہے، [۵۷] کتاب الوافی بالوفات صفدی درامارنی ص ۲۸۸، [۵۸] کتاب المقفی مقریزی درامارنی ص ۲۴۳، [۵۹] ایضاً ص [۶۰] ایضاً ص ...

علم فقہ

فرق ومذاہب کے بیان میں گذرچکا ہے، کہ صقلیہ میں علم فقہ کی ابتدا، صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے بانی قاضی اسد بن فرات سے ہوتی ہے، ان کے سوانح حیات میں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انھوں نے فقہ مالکی وحنفی دونوں سرچشموں سے فیض پایا، اور دونوں مذاہب کے امام بنے عبادات میں فقہ مالکی کا اتباع کرتے، اور معاملات میں عموماً حنفی فقہ کے مطابق فیصلہ فرماتے، اونکے حلقۂ درس میں بھی حنفی مالکی دونوں شریک ہوتے لیکن ان میں غالب تعداد حنفی طلبہ کی تھی، قاضی اسد کیساتھ ان کے ارادتمندوں میں سے جو لوگ صقلیہ آئے، ان میں بیشتر تعداد حنفی المذہب فقہا کی تھی، انھیں کے اثر سے صقلیہ میں ابتداءً فقہ حنفی کی تعلیم و درس کا سلسلہ جاری ہوا، اور یہاں کے بکثرت لوگ اس مذہب کے پیرو ہوگئے، اور اسی بنا پر مقدسی کا بیان ہے کہ "اکثر اہل صقلیہ حنفی ہیں"

مگر چونکہ اس زمانہ میں افریقہ میں عمومی حیثیت سے مالکی مذہب کو فروغ حاصل تھا[1] اسلئے

---

[1] افریقہ مین مالکی مذہب کو مختلف وجوہ سے فروغ حاصل ہوا، جنکی تشریح ابن خلدون نے اپنے فلسفیانہ انداز میں کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اور امام مالک کا مذہب تو وہ مغرب واندلس کیلئے خاص ہوگیا، اگرچہ وہ بعض دوسرے مقامات میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن اہل مغرب نے ان کے علاوہ بہت کم کسی کی تقلید کی، اسکی وجہ یہ تھی، کہ ان لوگوں کے سفر زیادہ تر حجاز تک ہوتے تھے، وہ اس سے آگے نہیں جاتے تھے، اور مدینہ ان دنوں دار العلم سمجھا جاتا تھا، اور یہاں سے عراق کو علم پہنچتا تھا، لیکن عراق اہل مغرب کے راستہ میں نہیں پڑتا تھا، اسلئے مغربی علماء وشیوخ صرف مدینہ

صقلیہ میں قاضی اسد کے بعد ان کے تلامذہ کے دور ہی میں یہاں افریقیہ کے بہ کثرت مالکی اہل علم کے آجانے اور خصوصًا یہاں کے عہدۂ قضار پر مالکی فقہار کے مسلسل مامور ہونے کے باعث مذہب مالکی کو یہاں بھی تفوق حاصل ہو گیا، اور اوسکی وجہ سے مالکی فقہ کو یہاں ترقی حاصل ہوئی، چنانچہ قاضی صقلیہ ابن کحالہ متوفی ۲۸۹ھ کے حالات میں ہے :-

"صقلیہ کے عہدۂ قضار پر مامور تھے، یہاں علم کی بڑی اشاعت کی، اور انہی سے مذہب مالکی کو یہاں فروغ حاصل ہوا[1]"

اسوقت تک صقلیہ کے فقہار کے حالات میں جو کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، وہ زیادہ تر

(بقیہ حاشیہ ص گذشتہ ۲۳۹) کے شیوخ سے تحصیل علم پر اکتفار کرتے تھے، اور اس زمانہ میں مدینہ میں امام مالک کی امامت قائم تھی، اور انکے تلامذہ و اصحاب مدینہ کے شیوخ کہلاتے تھے، اسلئے اہل مغرب و اندلس ان کی طرف رجوع کرتے اور اپنے راستہ سے الگ کسی دوسری طرف کا رُخ نہیں کرتے تھے،

علاوہ ازیں، بدویت، اہل مغرب و اندلس کا طبعی خاصہ تھا، اسلئے وہ اس مدنیت وحضارت کو جو اہل عراق میں رائج تھی طبعًا قبول نہ کرسکے اور طبعی طور پر اہل حجاز کی طرف مائل ہوئے، (ابن خلدون جلد ۱ ص ۲۰۵)

اگرچہ افریقیہ میں قاضی اسد بن فرات و ابو محمد عبداللہ بن فروخ فاسی وغیرہ چند اہل علم کے ذریعہ فقہ حنفی کی اشاعت بھی ہوئی، مگر اوسے غلبہ حاصل نہ ہوسکا، اور پھر آگے چل کر معز بن بادیس نے تو ۴۴۰ھ میں مذہب اسماعیلی شیعی کو منسوخ کرتے ہوئے، مذہب مالکی کو افریقیہ میں سرکاری مذہب قرار دیدیا تھا، اس عہد تک اگرچہ صقلیہ افریقیہ کے ماتحت نہ تھا، تاہم ان دونوں میں گہرے علمی تعلقات قائم تھے، اور اس اثر سے صقلیہ میں بھی مالکی مذہب اور مالکی فقہ کو تفوق حاصل ہو گیا تھا،

[1] دیباج المذہب ص ۹۱۱

Marfat.com

مالکی مصنفین کی ہیں، اور طبقات مالکیہ ہی میں ہیں، اسلئے صقلیہ کے حنفی فقہاء کے نام بجز ایک دو کے معلوم نہ ہو سکے، اور بعض فقہاء کے متعلق کہیں حنفی المذہب ہونے کی تصریح ملی، تو ساتھ ہی طبقات مالکیہ میں مالکی المذہب فقیہ کی حیثیت سے بھی ان کا نام نظر آیا[1]،

اسلئے صقلیہ کے جتنے فقہاء کے نام معلوم ہو سکے، وہ قریب قریب سب فقہ مالکی کو صقلیہ میں فروغ دینے والے ہیں، ان لوگوں نے اس مذہب پر مستند کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے اکثر فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ الکبریٰ کی شرح، استدراک اور نقد میں ہیں،

ذیل میں صقلیہ کے فقہا، اور اون کی تالیفات بہ ترتیب طبقات پیش ہیں، یہ کتابیں فقہ کے مختلف شعبوں، فقہ، اصولِ فقہ، اور علم فرائض میں ہیں،

دورِ اوّل

(تیسری چوتھی صدی ہجری)

اس دور میں سب سے پہلا نام قاضی اسد[2] بن فرات فاتحِ صقلیہ کا ہے،

قاضی اسد بن فرات قاضی اسد کی کنیت ابو عبد اللہ، باپ کا نام فرات اور دادا کا نام سنان تھا، وہ مزاحاً کہا کرتے تھے، میں اسد (شیر) ہوں، جو وحشی جانوروں میں سب سے بہتر ہے، میرے والد فرات ہیں، جو دریاؤں میں سب سے بہتر ہے، اور میرے دادا "سنان" (نیزے کی انی) تھے،

---

[1] مثلاً قاضی ابو عمرو محمد بن میمون کو ان کے شاگرد ابو العرب نے اپنی طبقات میں حنفی المذہب لکھا ہے، طبقات ابی العرب در یادگاری جلد ۲، ص ۹۹، دوسری طرف ابن فرحون نے بھی انکا تذکرہ مالکی المذہب ہونے کی حیثیت سے اپنی کتاب میں کیا ہے (ص ۲۴۴) [2] قاضی اسد کا نام اس سے پہلے بار بار گذر چکا ہو گر انکے سوانح حیات اس فصل کیلئے اٹھا رکھے گئے تھے، کہ ان کا اصل تعارف ایک فقیہ ہی کی حیثیت سے کرایا جا سکتا تھا

Marfat.com

جو ہتھیاروں میں بہترین ہے،

ان کا خاندان بنو سلیم بن قیس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا،

اسد کا آبائی وطن نیشاپور (خراسان) تھا، وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے، کہ ان کے والد ہجرت کرکے بمقام حران (دیار ابی بکر) آئے اور وہیں سنہ ۱۴۲ھ میں پیدا ہوئے، آبائی پیشہ سپہ گری تھا، دو برس کے سن میں اپنے والد کے ساتھ سنہ ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کی فوج کے ہمراہ افریقہ آئے، قیروان میں پانچ سال کی عمر تک رہے، پھر انکے والد نے تونس میں قیام اختیار کیا، نو سال وہاں مقیم رہے،

۱۸ سال کی عمر میں تونس کے ایک گاؤں میں قرآن مجید کی تعلیم ختم کی، ان دنوں ان کی والدہ نے ان کے متعلق خواب میں دیکھا، کہ ان کی پیٹھ پر گھاس اُگ آئی ہے، اور اُسے مویشی چر رہے ہیں، تعبیر دینے والوں نے بتایا کہ یہ لڑکا آگے چل کر علم و فضل کا مالک بنے گا، اور علم کے بھوکے اسکے خوان علم سے سیر ہوں گے،

تونس میں تحصیل علم اس کے بعد ان کے دینی علوم کی تکمیل کا وقت آیا، ان دنوں تونس میں علی بن زیاد کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، یہ بھی اسی کی طرف رجوع ہوئے، اور ان سے علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی، موطا امام مالک پہلی مرتبہ ان سے پڑھی،

اسد امام مالک کے حلقۂ درس میں، پھر سنہ ۱۷۲ھ میں تکمیل علم کیلئے مشرق کی طرف روانہ ہوئے، اور مدینہ منورہ پہنچکر امام مالک کے حلقۂ درس میں شریک ہوگئے،

امام مالک کے درس کا طریقہ یہ تھا، کہ وہ موطا کے درس میں طلبہ کے سوالوں کے جوابات

سلہ سال ولادت سنہ ۱۴۲ھ اور سنہ ۱۴۵ھ بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر متن کی روایت خود قاضی اسد کی زبان سے مروی ہے،

Marfat.com

دیتے، جنھیں تلامذہ لکھتے جاتے، عبداللہ بن وہب اور عبدالرحمٰن بن قاسم امام مالک کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور ان کی حیثیت امام ابوحنیفہ کے اصحاب امام محمد وابویوسف کی ایسی تھی اور یہی دونوں ان کے جوابوں کو لکھتے تھے،

امام صاحب فطرۃً قیل وقال کو پسند نہیں کرتے تھے، اور سہل وسادہ طور پر بعض روایات کی بنیاد پر جوابات دیتے تھے، اور اسکی وجہ سے تلامذہ اپنے طالبعلمانہ خدشات دلی کو پیش کرتے ہوئے جھجکتے تھے، جب اسد ان کی مجلس میں شریک ہوئے، تو ابن قاسم وغیرہ نے انکے ذریعہ سے اپنے خدشات مٹانے چاہے، انھیں سوال درسوال سکھاتے، اور اسد امام صاحب کے سامنے پیش کرتے، اور بالآخر امام صاحب نے انھیں بھی اس کی ممانعت کردی، پورا واقعہ اسد کی زبان سے یوں ادا ہوا ہے:۔

"مالکؒ کے اصحاب ابن قاسم وغیرہ مجھے سکھاتے، کہ فلاں مسئلہ کے متعلق ان سے دریافت کروں چنانچہ جب ان سے سوال کرتا، تو وہ جواب دیدیتے، اسکے بعد میرے ساتھی مجھے پھر یوں سکھانے لگے، کہ اگر یہ ایسا ہے، تو یوں ایسا ہوگا اور یہ یوں ہے، تو یہ یوں ہوگا اس پر میں اسی طریقہ سے سوالات کرنے لگا، ایک دن وہ مجھ سے تنگ آگئے، اور فرمانے لگے کہ سلسلہ پہ سلسلہ چھیڑ رکھا ہے، اگر ایسا ہو تو یہ ایسا ہے، اور ایسا .... اگر تم یہ چاہتے ہو تو تمھارے لئے عراق کا راستہ ہے"

اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہدیا، کہ تم لوگ میرا سہارا پکڑتے ہو، لیکن آیندہ اس قسم کی حرکت نہ کرو، اہ[1]

[1] اس واقعہ کو بعض دوسرے مورخین نے اس طرح نقل کیا ہے کہ اسد نے ایک دن امام مالک سے سوال کیا، انھوں نے جواب دیدیا، اسد نے دوبارہ پوچھا امام صاحب نے دوبارہ جواب دیا، پھر سہ بارہ جواب بھی ملا، لیکن جب چوتھی مرتبہ

موطا سبقاً سبقاً ان سے پڑھنے کے بعد انھوں نے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کا شوق ظاہر کیا، تو امام مالک نے فرمایا:۔

"وہی تمہارے لئے بھی کافی ہے، جو میں دوسرون کو دے رہا ہون"

جب یہان تعلیمی سلسلہ کی تکمیل ہو گئی، تو انھیں عراق جا کر فقہ حنفی کی تحصیل کا خیال پیدا ہوا، اور امام مالک سے رخصت ہونے کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے خاص التفات سے انھیں رخصت فرمایا، اسد کا بیان ہے،

"میں اور حارث بن اسد قفصی اور غالب ابن مہدی امام مالک کی خدمت میں رخصت ہونے کیلئے حاضر ہوئے، میرے دونون ساتھی مجھ سے پہلے باریاب ہوئے، اور امام مالک سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ وصیت فرمائے، انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ سے تمھارے لئے تقویٰ، قرآن اور اس امت کی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں"،

اس کے بعد جب ہم لوگ باہر نکلے، تو میرے ساتھیون نے مجھ سے کہا کہ "اے ابو عبد اللہ! واللہ انھوں نے تمھیں اپنی وصیت میں ہملوگون سے زیادہ عطا فرمایا"،

راوی سلیمان کا بیان ہے، کہ امام مالک رخصت کرتے وقت اپنے تلامذہ کو صرف "تقویٰ اللہ" کی وصیت فرماتے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۳) اس پر پھر کچھ پوچھا تو امام مالک نے فرمایا کہ "مغربی! بس یہ تمھارے لیے کافی ہے، اگر تم رائے چاہتے ہو تو عراق جاؤ"، اس پر بعض مورخین نے لکھا ہے، کہ وہ اسی وجہ سے عراق چلے گئے، لیکن جیسا کہ اسد کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ جب یہان درس کی تکمیل کر لی تب عراق گئے تاکہ فقہ حنفی کی تحصیل کریں،

Marfat.com

عراق میں تحصیل علم اس کے بعد اسد مدینہ سے عراق روانہ ہوئے، یہاں امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ کی مسند درس بھی ہوئی تھی یہاں اگر امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن، اور اسد بن عمرو کے حلقوں میں شریک ہوئے، اور اون کے علاوہ چند دیگر ممتاز فقہا سے اسانت سے بھی فقہ کی تحصیل کی،

امام محمد کا التفات خاص امام محمد کی خدمت میں انھیں نمایاں اختصاص حاصل ہوا ان کی اجازت سے ان کے عام درس میں شریک ہونے کے علاوہ شب کے وقت بھی اُن سے پڑھتے تھے، امام پھر ان کی غریب الوطنی معلوم ہو جانے پر مالی امداد بھی فرمائی، انھوں نے یہ واقعات خود سلیمان ابن سالم سے بیان کئے ہیں فرماتے ہیں:-

میں نے (امام) محمد بن حسن سے کہا کہ میں پردیسی ہوں، اور آپ سے فقہ و حدیث کا بہت کم سرمایہ جمع کر سکا ہوں، کیونکہ آپ کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے، اسلئے میرے لئے کیا خاص عنایت ہو سکتی ہے؟ اونھوں نے فرمایا عراقی طلبہ کیساتھ دن کے وقت درس میں شریک رہو، اور رات کا وقت صرف تمھارے لئے خاص کرتا ہوں، رات میرے ہی پاس گذارو، میں تمھیں حدیثیں سنایا کرونگا۔

چنانچہ میں شب کو امام محمد کے یہاں رہنے لگا، وہ خود کوٹھے پر رہتے تھے، اور میں نیچے کی منزل میں رہتا تھا، لیکن میری خاطر سے وہ نیچے ہی اُتر آتے، اور درس کیلئے اپنے سامنے

سلہ ان شیوخ عراق میں صاحبین کے اسماء معلوم و مشہور ہیں، موخر الذکر اسد بن عمرو بھی امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں تھے، ان کا امتیاز خاص یہ ہے، کہ انھی نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی کتابیں ان سے نقل کی ہیں، اون کے حالات الجواہر المضیہ جلد ۱ ص ۱۴۰، اور طبقات قتلوبغا ص ۲، ۱۲، ۰۰ میں ہیں،

ایک پیالہ میں پانی رکھکر بیٹھ جاتے، جب پڑھتے پڑھتے رات زیادہ گذر جاتی، تو مجھے نیند آنے لگتی، وہ مجھے اونگھتے ہوئے دیکھکر ایک چلو پانی میرے منہ پر چھڑکتے، اور میں بیدار ہو جاتا، اون کا اور میرا یہی طریقہ بدستور جاری رہا، یہانتک کہ میں جسقدر ان سے پڑھنا چاہتا تھا، پڑھ لیا"

امام محمد کی شفقتوں کے سلسلہ میں کہتے ہیں:۔

میں ایک دن محمد بن حسن کے حلقۂ درس میں بیٹھا تھا، ناگاہ سبیل لگانے والے کی آواز آئی، میں جلدی سے اٹھکر گیا، اور پانی پی کر حلقہ میں واپس چلا آیا، اس پر محمد نے مجھ سے پوچھا "مغربی" تم سبیل کا پانی پیتے ہو؟" میں نے عرض کیا "خدا آپ کو فلاح دے میں تو ابن سبیل ہوں، درس ختم کرکے میں گھر چلا گیا، تو رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آواز دی، دروازہ کھولا، تو معلوم ہوا، کہ امام محمد کا خادم ہے، اوس نے مجھ سے کہا "آقا نے آپ کو سلام کہا ہے، اور آپ سے کہا ہے، کہ مجھے آج سے پہلے بالکل معلوم نہ تھا، کہ تم ابن سبیل ہو، اسلئے اس نفقہ کو لیلو اور اپنی ضرورتیں پوری کرو،

اس کے بعد اوس نے ایک بھاری تھیلی میری طرف بڑھائی، میں دل میں خوش ہوا کہ اس میں دراہم کی کافی تعداد ہے، جب گھر میں آکر تھیلی کھولی تو دیکھتا ہوں کہ اسمیں اسّی اشرفیاں بھری ہوئی ہیں،"

امام مالک کی وفات، اسد عراق میں تحصیل علم میں مصروف تھے، کہ مدینہ سے امام مالک کی وفات کی خبر پہنچی، اور اسی وقت سے

لوگوں کا اُن کے تلامذہ کی طرف رجوع

امام مالک کے تلامذہ لوگوں کے مرجع بن گئے، جس میں اسد بھی تھے، وہ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

Marfat.com

ہم لوگ ایک دن امام محمد کے حلقۂ درس میں بیٹھے تھے، کہ اچانک ایک شخص آیا، اور لوگوں کو پھاندتا ہوا امام محمد کے قریب پہنچا اور اُنسے کوئی خبر بیان کی جس پر امام محمد بول اُٹھے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، ایک مصیبت ہے، کہ اس سے بڑھکر دوسری مصیبت نہیں، مالک بن انس کا انتقال ہو گیا، امیر المومنین فی الحدیث نے وفات پائی،

یہ خبر مسجد میں پھیلی پھر بجلی کی طرح سارے شہر میں دوڑ گئی، لوگ مالک بن انس کی وفات پر اظہار غم کے لئے جمع ہونے لگے، اور اس کے بعد یہ حال ہو گیا، کہ جب کوئی مالک بن انس کی حدیث روایت کرنے لگتا، تو ایک خلقت اسکے گرد امنڈ آتی اور اسقدر مجمع ہو جاتا کہ اسے تنبیہ ہو جاتی

صاحبین کا اسد سے موطا کا درس لینا

اسی سلسلہ میں اسد سے بھی لوگوں نے امام مالک کی روایتیں لیں، اور پھر انھیں یہ قابل فخر اعزاز حاصل ہوا، کہ امام ابو یوسف نے اس تشنۂ علم کو سیراب کرنے کے بعد اس سے اس فیض کے حاصل کرنے کی خواہش کی، جو وہ مدینۃ العلم یثرب سے حاصل کر لایا تھا، چنانچہ امام ابو یوسف نے اسد سے موطا امام مالک کا درس لیا،

پھر جب اسکی خبر امام محمد کو پہنچی تو فرمایا، ابو یوسف علم کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں، اور اس کے بعد اسد سے موطا کے درس کی خود بھی خواہش کی، اور اس حیثیت سے اسد کی شخصیت اسلام کے دو اہم مذاہب کے اساطین اولین کے درمیان ایک سلسلۃ الذہب کی قرار پاتی ہے،

اسد نے مشرق میں فقہ مالکی و حنفی کی تکمیل کے علاوہ علم حدیث پر بھی نظر رکھی، امام محمد سے تحصیل حدیث کا ذکر اوپر گذرا، ان کے علاوہ شیوخ عراق میں سے یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ کوفی[1] ابو بکر بن عیاش، مسیب[2] بن شریک، اور ہیثم بن شریک وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، اور ان سے حدیثیں نقل کیں، ان میں سے صرف مؤخر الذکر ہیثم بن شریک سے ۲ ہزار حدیثیں لکھیں،

---

[1] یہ حافظ حدیث تھے، زکریا ابن زائدہ، عاصم احول، اور داؤد بن ابی ہند وغیرہ سے روایتیں کی ہیں،

Marfat.com

وطن کی واپسی، | اسد جب مشرق میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے، تو وطن کی واپسی کا خیال آیا لیکن مصارفِ سفر کا کوئی سامان نہ تھا، اس لئے سخت پریشان تھے، آخر امام محمد کے سامنے تذکرہ آیا، اونھون نے فرمایا، تمھارا ذکر ولیعہد کے سامنے کرون گا، امید ہے، کہ تم بآسانی وطن پہنچ جاؤگے؛

چنانچہ امام محمد نے ولیعہد سے ان کا تذکرہ کیا، اور اس سے اسد کے ملنے کی تاریخ مقرر ہوئی، جب اسد ولیعہد کے محل میں جانے لگے، تو امام محمد نے اونھیں سمجھایا کہ تم ان لوگون کے پاس جس رکھ رکھاؤ سے پیش آؤگے، ویسا ہی وہ بھی تم سے برتاؤ کرین گے، اگر تم اپنی خودداری قائم رکھکر ان سے ملوگے، تو وہ بھی تمھیں باعزت وخوددار سمجھیں گے؛

اس کے بعد اسد ولی عہد[1] کے محل میں پہنچے، ایک خادم نے ان کا استقبال کیا، اور ایک جگہ بٹھادیا، یہان ان کے سامنے ڈھکا ہوا ایک خوان لایا گیا، اسد نے پوچھا "یہ جو کچھ لائے ہو تمھاری طرف سے ہے، یا تمھارے آقا کی جانب سے؟" وہ بولا "آقا کے حکم سے لایا ہون" اسد نے خوبصورتی سے جواب دیا،

تمھارا آقا کبھی اسے پسند نہیں کرسکتا، کہ اس کا مہمان اسکی شرکت کے بغیر کھانا کھائے، صاحبزادے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۴۷) تلامذہ میں اسد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابن المدینی اور احمد بن منیع وغیرہ اکابر محدثین ہیں، عجلی، نسائی، ابن معین اور ابوحاتم وغیرہ نے توثیق کی ہے، ۲۰۳ھ میں وفات پائی، (خلاصہ تہذیب الکمال خزرجی، طبع مصر ۲۲۴) ۲؎ ان کے شیوخ حدیث میں حصین بن عبدالرحمن، اور ابوحصین وغیرہ ہیں، اور تلامذہ میں ابن مبارک، ابن المدینی اور احمد وغیرہ، اکابر محدثین نے توثیق کی ہے، سالِ ولادت ۱۰۴ھ و وفات ۱۸۱ھ ہے (خلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۴۵) ۱؎ یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ولیعہد مراد غالباً شاہزادہ محمد (امین) ہے،

Marfat.com

یہ تمہارا ہی احسان ہے، مجھ پر بھی تمہاری مکافات واجب ہے، یہ کہکر جیب ٹٹولی، اس میں ان کا سارا سرمایہ صرف چالیس درہم تھا، اونھوں نے اس کے صلہ میں بڑی فراخ حوصلگی سے چالیسو درہم اسکی طرف بڑھا دئے، اور خوان اٹھا لینے کا اشارہ کیا"

خادم اسد سے بے حد خوش ہوا، اور سارا واقعہ اپنے آقا سے جا کر کہہ سنایا، وہ سنکر محظوظ ہوا اور اسد کو اندر طلب کیا، اسکے بعد اسد کہتے ہیں :۔

میں ولی عہد کی خدمت میں پہنچا، وہ ایک تخت پر جلوہ افروز تھا، اس کے سامنے ایک دوسرا تخت بچھا تھا، جس پر حاجب بیٹھا تھا، تیسرا تخت خالی تھا، اس پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر مجھ سے مختلف گفتگوئیں کرتا رہا، اور مین مناسب جوابات دیتا رہا، جب میری واپسی کا وقت آیا، تو ایک رقعہ لکھکر سربمہر لفافہ میں میرے حوالہ کیا، اور کہا کہ اسے صاحب دیوان کے یہان لیجاؤ، پھر مجھ سے دوبارہ ملنا تمھیں انشاء اللہ یہان آنے سے مسرت ہوگی"

اس لفافہ میں دس ہزار دئیے جانے کی ہدایت تھی، جب یہ رقم وصول ہوگئی، تو اسد نے ولی عہد کے حکم کے مطابق اسکے یہان دوبارہ جانا چاہا، مگر امام محمد نے یہ کہکر منع فرمایا کہ "اگر اب ان لوگوں کے پاس دوبارہ جاؤگے، تو وہ تمھیں اپنا ملازم تصور کرین گے"

اسد نے دوبارہ ملنے کا خیال ترک کر دیا، اور رخت سفر باندھ لیا، اور اپنے شفیق استادوں سے رخصت ہو کر مصر روانہ ہوگئے،

اسد نے امام محمد کے دل پر اپنی محنت جفاکشی، اور تحصیل علم کے شوق کے گہرے نقوش چھوڑے تھے، وہ اون کے آنے کے بعد مجلسوں میں اون کی تعریف فرماتے تھے، صاحب معالم کہتا ہے :۔

Marfat.com

"امام محمد مکہ معظمہ میں ان کی تعریف کرتے تھے، اور ان کے مناظرہ، طریق درس، اور علم حدیث کی توصیف و ستائش فرماتے تھے"[1]

اسد مصر میں، مصر میں اسوقت عبداللہ بن وہب، اشہب، اور عبدالرحمٰن بن قاسم علم کے علمبردار تھے، اور یہ تینوں امام مالک کے ایسے جلیل القدر تلامذہ تھے، جن کا احترام امام مالک کے تمام تلامذہ کرتے تھے، اسد باری باری ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، لیکن عبداللہ بن وہب اور اشہب سے نبھ نہ سکی، اور موخر الذکر سے تو ایسی سخت نوک جھونک ہوئی، کہ اگر عبداللہ بن عبدالحکیم وغیرہ بیچ بچاؤ نہ کرتے، تو برے نتائج پیدا ہوتے،

آخر میں عبدالرحمٰن بن قاسم کی طرف رجوع کیا، یہ اپنے علم و فضل، زہد و ورع اور بزرگی کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے، عبادت ریاضت کا یہ حال تھا کہ دن رات میں تین ختم پڑھتے، اور گھنٹوں نماز پر کھڑے رہتے تھے،

فقہ میں روایت رائے اور قیاس سب پر یکساں نظر رکھتے تھے، اور انکی یہی جامعیت اسد کے لئے باعث کشش تھی، ایک دن انھوں نے جوش عقیدت میں اون کے متعلق مسجد میں باواز بلند کہا:-

"حضرات:- اگر مالک بن انس کا انتقال ہوچکا ہے، تو یہ دوسرا امام مالک ہمارے درمیان موجود ہے"

یہ کہتے ہوئے ابن قاسم کی طرف اشارہ کیا، اور پھر التزام سے روزانہ اون کی خدمت میں حاضر ہونے لگا،

[1] امام محمد اور اسد کے یہ واقعات مختلف روایات و بیانات سامنے رکھ کر اس مرتب صورت میں تحریر کئے گئے ہیں،

Marfat.com

اسدیہ کی تدوین، اس کے بعد اسد کا یہ دستور ہوگیا کہ وہ ابن قاسم سے روزانہ فقہی مسائل پر سوالات کرتے، وہ جوابات دیتے، اسد سوال وجواب دونوں کو بہ ترتیب لکھتے جاتے، ابن قاسم اپنے جوابوں میں امام مالک کے فتاوی بیان کرتے، اون پر احادیث سے استدلال لاتے، اور قیاس ورائے سے ان جوابون کی صحت کے ثبوت بہم پہنچاتے، یہانتک کہ انھوں نے اون جوابون کے املا کرانے میں روزانہ کے تین ختمون کے معمول میں سے ایک ختم کو ترک کردیا،

اس طرح یہ سوال وجواب ساٹھ جزوں میں مدون ہوگئے، اور یہی کتاب دنیا میں فقہ مالکی کی سب سے پہلی کتاب تھی، اسد نے اس مجموعہ کو اپنے نام پر "الاسدیہ" سے موسوم کیا،

اسدیہ پر پہلا حملہ اور اس کی پہلی نقل، الاسدیہ کی ترتیب کے بعد انھیں افریقہ کی واپسی کا خیال آیا، اس اثنار میں الاسدیہ کی شہرت پھیل چکی تھی، اہل مصر نے اسد سے اس کا ایک نسخہ حاصل کرنا چاہا، اسد نے اوس کے دینے میں تامل کیا، دعوی مصر قاضی تک پہنچا، اسد کا دعوی تھا کہ اون کی نقل ان کے حوالہ سے نہ جائے، لیکن اہل مصر اس پر آمادہ نہ تھے، تھوڑے سے رد وکد کے بعد قاضی نے اسکی نقل اسد سے دلوادی،

اسدیہ کی دوسری نقل ابن قاسم کیلئے، جب اسد مصر سے روانہ ہونے لگے، تو ابن قاسم نے کچھ سامان ان کے حوالہ کیا، کہ اسے افریقہ میں فروخت کرکے اسکی قیمت سے کاغذ خریدا جائے، اور اسدیہ کی ایک نقل اون کے پاس بھیج دیا جائے، چنانچہ افریقہ پہنچکر انھوں نے اسکی ایک نقل بھیجدی،

اسد کا ورود افریقہ اور تلامذہ کی کثرت، اسد ۱۸۱ھ میں مصر سے قیروان واپس آئے، اور یہاں پہنچتے ہی مخلوق کا ہجوم ان کی طرف امنڈ آیا، اور انھوں نے مالک کی موطا، اور الاسدیہ کا درس جاری کردیا، امام مالک سے بہ یک واسطہ احادیث لیکر اور الاسدیہ کی روایت اور سماع کیلئے افریقہ و مغرب کے جلیل القدر علما نے اسد کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا، اور چند ہی دنوں میں آپکی اسدیہ

کی روایت جسے المدونہ بھی عرف عام میں کہنے لگے تھے، سارے افریقیہ ومغرب میں پھیل گئی،

اسدیہ کی تیسری نقل موسومہ المدونۃ الکبریٰ اور امام سحنون واسد میں علمی چشمک

جب الاسدیہ شہرۂ آفاق حیثیت حاصل کرکے خاص وعام میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی، تو اہل علم نے خصوصیت کیساتھ اس پر توجہ کی، اور اسکی نقل کا اہتمام کیا، اسد کے حلقۂ درس میں دو جلیل القدر علما سحنون اور محمد ابن رشید بھی شریک تھے، ان دونوں نے اسد کی لاعلمی میں اسکی نقل تیار کرنی شروع کی،

لیکن اس زمانہ میں اہل علم کے درمیان کتابوں کے نسخوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی، تلامذہ کا فرض تھا، کہ استاد کی اجازت کے بغیر اسکی نقل نہ لیں، اور دراصل وہ نسخے جو استاد کی تصدیق کے بغیر ہوتے، معتبر بھی نہ سمجھے جاتے تھے، لیکن اسکے باوجود ان دونوں نے اسکی نقل حاصل کرنی شروع کی، اسلیے جب اسد کو اس کا حال معلوم ہوا، تو انھیں سخت ناگوار گذرا، اب وہ لوگوں کو نسخہ کی جزئی نقل دینے میں بھی احتیاط برتنے لگے، مگر اسوقت تک سحنون کا نسخہ قریب قریب مکمل ہوچکا تھا صرف ایک باب کتاب القسم کی نقل باقی رہ گئی تھی،

سحنون اس کی نقل حاصل کرنے کی کوششوں میں لگے رہے، چنانچہ ایک دن ایک شخص جزیرہ سے اسد کے پاس آیا، اور ان سے کتاب القسم کی نقل چاہی، انھیں شبہہ ہوا کہ کہیں یہ سحنون کا فرستادہ نہ ہو، اس لیے اوسے نقل دینے سے انکار کردیا، بالآخر اوس نے حلف اوٹھایا، کہ وہ اس کی نقل سحنون کو نہ دیگا، اوس پر اسد نے کتاب القسم اوس کے حوالہ کردی، اور اوس نے نقل حاصل کرلی،

وہ شخص واقعی سحنون کا فرستادہ تھا، اُن کی خدمت میں واپس جاکر کہا:

"ابوسعید! یہ لو، مگر یہ نقل مجھے بغیر حلف اوٹھائے نہ مل سکی، اب مجھے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا ہے۔"

Marfat.com

اس طریقہ سے الاسدیہ کی نقل سحنون کے پاس مکمل تیار ہوگئی، مگر اسد کو اوس کی خبر نہیں ہوئی چند دنوں کے بعد سحنون نے مصر کا قصد کیا، روانگی کے وقت افریقہ کے اہل علم اون کی مشایعت کے لئے نکلے، ان میں اسد بھی موجود تھے، اسد نے در پردہ یہ دریافت کرنے کیلئے کہ الاسدیہ کی نقل مکمل ہوگئی، ہے یا نہیں" ان سے کہا:۔

"اگر تمھارے پاس یہ مدونہ ہوتی، تو تم اُسے ابن قاسم سے سُن لیتے"؟

سحنون نے سنجیدگی سے جواب دیا:۔

"وہ میرے سامان میں موجود ہے"

اسد یہ سن کر خاموش ہوگئے، اسکے بعد معلوم ہوا کہ سحنون کے مصر کے سفر کی اصل غرض ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت دسماع ہی تھی۔

چنانچہ وہ مصر میں ابن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اونھوں نے سب سے پہلے اسد کی خیریت پوچھی، سحنون نے کہا "تمام ممالک میں ان کا علم پھیل گیا ہے" ابن قاسم یہ سُن کر بہت خوش ہوئے،

اس کے بعد سحنون نے ابن قاسم سے الاسدیہ کی روایت اس طریقہ سے یعنی شروع کی کہ اسد کے مرتب کیے ہوئے سوالات سحنون پڑھتے، اور ابن قاسم نے جو جوابات اسدیہ میں لکھائے تھے، انھیں دہراتے اس طریقہ سے پوری اسدیہ تمام کی،

اس قرأت میں ابن قاسم نے اسدیہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم بھی کردی تھی، اور بعض فتوؤں سے رجوع کرلیا تھا، جب سحنون مصر سے رخصت ہونے لگے، تو ابن قاسم نے اسد کے نام ایک خط لکھا، کہ "تمھارے مدونہ کے جوابوں میں کہیں کہیں ترمیم ہوگئی ہے، اپنے نسخہ کو سحنون کے نسخہ سے ملا کر تصحیح کرلو"

Marfat.com

اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے، کہ ایک نسخہ سے دوسرے نسخہ کی تصحیح کرلی جائے، مگر اوس زمانہ میں کتابوں کے نسخوں کے لئے جو اہتمام کیا جاتا تھا، اور راویوں کی مختلف حیثیات کے لحاظ سے ان میں جو فرق مراتب قائم ہوتا تھا، اس لحاظ سے اسد کیلئے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا لیکن وہ بڑی فراخ دلی سے سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگئے، مگر دوسری طرف اون کے تلامذہ کی جماعت تھی، اسد نے ان سے بھی تذکرہ کیا، ان لوگوں نے اس میں اپنے استاذ کی توہین محسوس کی، کہ وہ امام مالک سے شرف تلمذ رکھنے کے باوجود سحنون کی شاگردی میں داخل ہوں، کیونکہ سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرلینے کے بعد اوس زمانہ کے درس و تدریس کے قواعد کے مطابق اسد سحنون کی شاگردی میں داخل ہو جاتے،

چنانچہ ان لوگوں نے اسد کو آمادہ کرلیا کہ وہ ابن قاسم کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کردیں اور اسد نے اس فیصلہ کا اعلان کردیا،

لیکن افسوس ہے کہ اسد کا یہ فیصلہ اسدیہ کے حق میں اچھا نہیں ہوا، سحنون نے مصر سے واپس آکر بڑی شان و شوکت سے اپنی مسند درس بچھائی، سارے مغرب میں ابن قاسم کے مکتوب کی شہرت ہوچکی تھی، لوگ جوق در جوق سحنون کے پاس آئے، اور اون کی ترمیم شدہ اسدیہ کی روایت اون سے لی جس سے اسد کا نسخہ روز بروز بے وقعت ہوتا گیا، اور سحنون کی مدونہ کو اعتبار حاصل ہوتا گیا، یہاں تک کہ سحنون کو امام کا لقب حاصل ہوا، اور ان کے نسخہ کی بدولت انکا نام اسد کے نام پر غالب آگیا،

اگرچہ موجودہ زمانہ میں سحنون کے نسخہ سے مقابلہ کرنے سے اسد کا گریز کرنا پسندیدہ نہ سمجھا جائے، مگر اس زمانہ میں نسخوں کی برتری اور پستی، اور روایتوں میں راویوں کے لقاء و سماع کے جو اعتبارات قائم تھے، انھیں مدنظر رکھتے ہوئے، اسد کا طرز عمل شاید قابل الزام نہ سمجھا جائے، اور

Marfat.com

دراصل اوس میں صحیح رائے اوسی زمانہ کے اہل علم قائم کرسکتے تھے، چنانچہ شیخ ابو الفاضل ابو القاسم بن احمد برزلی رحمہ اللہ اسد کے اس طرز عمل کے متعلق یوں اظہار رائے فرماتے ہیں:۔

"درست وہی ہے، جو اسد نے کیا، کیونکہ انھوں نے ابن قاسم سے اپنے سوالون کے جواب بالمشافہ حاصل کیے تھے، خط کے ذریعہ سے سماع کی مقبولیت کا مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، اس لئے کسی ایسی چیز کو جو متفق علیہ ہو کسی ایسی چیز کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے جو مختلف فیہ ہے"

یعنی ابن قاسم کے اس خط کی بنیاد پر جسے سحنون مصر سے لائے تھے، اسد کے اپنے نسخہ میں جو بالمشافہ سنا ہوا تھا ترمیم واصلاح کرنے سے وہ متفق علیہ نسخہ مختلف فیہ بن جاتا،

اسد کے لئے اسوقت بہتر شکل یہ تھی کہ وہ خود مصر کا سفر کرتے، اور ابن قاسم کے سامنے اپنے نسخہ کو دہرا لیتے، مگر ان کے مکتوب کے رد کر دینے کے بعد شاید استاذ و تلمیذ میں ایسی صفائی باقی نہ رہ گئی ہو کہ وہ مصر کا سفر کرتے، البتہ اس کا امکان اس کے رد کر دینے سے پہلے ہی تھا تاہم ان تمام حالات کے باوجود اسد ساری عمر ابن قاسم کا نام عزت واحترام سے لیتے رہے، اگرچہ یہ روایت بھی مشہور ہو چکی تھی، کہ جب ابن قاسم کی اسد کے انکار کی خبر ملی، تو اونھون نے اسدیہ کے غیر مقبول ہونے کی بد دعا کی، اور شہرت تھی کہ ان کی دعا باب اجابت تک پہنچی،

مگر اسد نے کبھی استاذ کے ادب واحترام میں کمی نہیں کی، اسی زمانہ مین جب یہ مسئلہ چھڑا ہوا تھا، فقیہ معمر ان کی خدمت میں پہنچے، اور انھیں روتے ہوئے پایا، معمر نے وجہ پوچھی، تو انھون نے کہا نہیں کوئی مصیبت نہیں لیکن میرے پاس ابن قاسم کا خط آیا ہے، وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں اپنی کتاب سحنون کی کتاب پر دہرالون، حالانکہ سحنون کی میں نے تربیت کی ہے"

اس پر معمر نے اسد سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے اون کی تعریف کی، اور ابن قاسم کے خط

Marfat.com

لکھنے پر کمتہ چینی شروع کی، تو اسد فوراً بولے، "ایسا نہ کرو، اگر تم ابن قاسم کو دیکھتے، تو تمھارے لئے یہ کہنا دشوار ہوتا"

اسی طرح اسد کے عہدۂ قضا کے زمانہ مین کسی فقیہ نے ابن قاسم کی تنقیص کی، اور اونکی روایت حدیث پر جرح کی جب اسد کو خبر ملی تو انھوں نے اسکی تفتیش کرکے اوس فقیہ کو سنگین سزادی، اور اونھیں بُری طرح پٹوایا،

الغرض اسدیہ کی تیسری نقل یہی "المدونۃ الکبریٰ" ہے، صرف ان دونون میں چند مسائل کا فرق ہے، اور اوس وقت سے دورِ حاضر تک یہی کتاب فقہ مالکی کی سب سے بڑی اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، اس لئے درحقیقت اسد کے ہاتھوں فقہ مالکی کی عظیم الشان خدمت انجام پائی،

المدونہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۴ھ مین مطبع خیریہ مصر سے چار جلدوں میں شائع ہوئی، اگرچہ اس مطبوعہ نسخہ میں الاسدیہ کا کوئی ذکر نہیں ہی، کیونکہ سحنون کے مصر جانے کے بعد ضابطہ کے لحاظ سے اوس کی تملیک کا حق سحنون کو بھی حاصل ہوچکا تھا، لیکن اہل علم اس حقیقت سے آشنا ہین کہ یہ اصل کمائی اسد ہی کی ہے، اور امام سحنون نے بھی بخوبی اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ ابن فرحون نے اپنی دیباج میں اسد کے ترجمہ میں امام سحنون کے وہ کلمات درج کئے ہین جو انھون نے المدونہ کے متعلق ظاہر کئے تھے، اور اوس نے المدونہ کے تمام شروح وحواشی اور ملحقات وغیرہ کو اسد کے ترجمہ میں الاسدیہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہی:-

"سحنون کا قول ہے کہ تمھیں اس مدونہ کو اپنے لئے لازم کرلینا چاہیے، وہ ایک صالح شخص (ابن قاسم) کا کلام ہے، اور ایک صالح شخص (اسد) کی روایت ہے، اور سحنون کہا کرتے تھے، کہ "یہ مدونہ علم میں وہی درجہ رکھتی ہے، جو نماز میں اُم القرآن کا ہے، نماز

Marfat.com

ہیں اس کے علاوہ دوسری صورتیں پڑھنے کی اجازت ہے لیکن اسکے بغیر کوئی نماز جائز نہیں ہوتی۔" (اس لئے گویا علم کی تکمیل مدونہ کے بغیر ممکن نہیں، مدونہ کے ساتھ دوسری کتابیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔")

پھر ابن فرحون اسدیہ کے متعلق مزید یون لکھتا ہے :۔

"لوگون نے اس میں اپنی خوب طبع آزمائیان کی ہیں، شرحین لکھی ہیں، اور اوس کی توضیحیں کی ہیں، ایسا کوئی شخص نہیں ہو، جس نے اس مدونہ پر بھروسہ نہ کیا ہو، اور اس کا درس نہ لیا ہو، اور پھر وہ اسد کے زہد و تقوی کا قائل نہ ہوا ہو"

اسد کا مذہب فقہ میں، الاسدیہ سے متعلق اس واقعہ کے بعد اسد نے اپنے فتوون میں دوسری روش اختیار کی یعنی بعض مسائل خصوصًا معاملات مین وہ فقہ حنفی کے مطابق فتوی دینے لگے، پھر عہدہ قضا پر مامور ہونے کے بعد تو تقریبًا تمام معاملات کے فیصلے، فقہ حنفی کے روسے کرتے تھے، کیونکہ ایک طرف اون کے نسخہ کے مسائل امام سحنون کے نسخہ سے مقابلہ نہ کرنے کے باعث کلیتہً مشتبہ ہوگئے تھے، اسکے علاوہ مسائل معاملات مین جسقدر جزئیات دولت عباسیہ کی سرپرستی کی وجہ سے فقہ حنفی مین منضبط ہوگئے تھے، وہ الاسدیہ مین موجود نہ تھے، چنانچہ ابوالقاسم زیاد بن یونس سیوری کا بیان ہے :۔

"(اسد نے) ابن قاسم کے خط کو قبول نہین کیا، اور اپنی کتاب موسومہ الاسدیہ پر اعتماد کرتے رہے پھر اہل عراق (احناف) کے مذہب کی اشاعت کرنے لگے۔" (معالم جلد ۲ ص ۱۰)

اس طریقہ سے اسد افریقیہ میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے علمبردار بن گئے، اور یہ قدرۃً مالکیوں کو ناگوار گذرا، اور انکے خلاف مختلف افواہیں پھیلائین جنمیں ایک یہ بھی تھی، کہ انھیں امام مالک سے شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا، اس کا اندازہ مقدسی (۳۷۵ھ) صاحب احسن التقاسیم کی ایک روایت سے ہوتا ہے

جسے اوس نے کسی افریقی سے سنکر اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"میں نے (بعض اہلِ افریقہ سے) سوال کیا کہ تمھارے یہاں امام ابو حنیفہ کا مذہب کیونکر پہنچا؟ حالانکہ وہ تمھارے راستہ میں نہیں ہیں، تو انھون نے جواب دیا کہ

۱- ہمارے یہان سے وہب بن وہب مالک کے یہان سے فقہ و دیگر علوم میں ماہر ہو کر واپس آئے، تو اسد بن عبداللہ (؟) پر اون کی جلالت شان اور کبر نفس کی وجہ سے یہ شاق گذرا کہ وہ وہب کے سامنے درس کے لئے زانوے ادب تہ کریں، اسلئے اونھون نے براہ راست امام مالک کی طرف رُخ کیا، لیکن وہ اُس زمانہ میں بیمار تھے، جب انھیں وہان ٹھہرے ہوے کچھ زمانہ گذر گیا؛ اور امام مالک صاحب فراش رہے، تو اونھون نے اسد سے فرمایا کہ "تم وہب کے پاس چلے جاؤ، مین نے لوگوں کو سفر کی تکلیفون سے بچانے کیلئے انھیں اپنا تمام علم ودیعت کر دیا ہے"،

امام مالک کا یہ ارشاد اسد پر اور زیادہ گران گذرا، وہ امام مالک سے مایوس ہو کر کسی ایسے شخص کی جستجو میں لگے، جو علمی وقار میں اون کے ہم پلہ ہو، لوگون نے امام محمد صاحبِ ابی حنیفہ کا نام بتایا،

۲- چنانچہ وہ امام محمد کی خدمت مین حاضر ہوے، اونھوں نے اون کا خیر مقدم کیا، اور بڑی توجہ سے پیش آے، اور اون کی ذہانت، ذکاوت اور تحصیل علم کے شوق سے متاثر ہو کر بڑی جانفشانی سے علم فقہ پڑھایا،

۳- جب اسد کی علمی استعداد قابلِ اطمینان ہوگئی، تو امام محمد نے انھیں حنفی مذہب کا علمبردار بنا کر مغرب کی طرف بھیجا، جہان پہنچکر انھون نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اور مغرب میں فقہ حنفی کے لئے بہت عمدہ زمین تیار کر دی، لوگ فروعات میں اون کی نکتہ رس نگاہ

Marfat.com

دیکھکر حیرت کرتے، اور وہ ایسے دقیق مسائل بیان کرتے جنھیں لوگون نے کبھی سُنا نہ تھا، تلامذہ کی بڑی جماعت حلقہ بگوش ہوگئی، اور انھی تلامذہ نے مغرب کے گوشہ گوشہ مین پہنچکر اس مذہب کی ایسی ترویج کی، کہ وہ مغرب کے تمام افق پر چھاگیا"

یہ کسی مالکی افریقی کا بیان ہے، اس مین اسد کے مدینہ اور عراق کے سفر کے متعلق جو باتین ہین وہ قطعی بے اصل ہیں، اس کے صحیح حالات اس سے پہلے مستند روایتون سے گذر چکے ہیں، پھر و ہب ابن وہب کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ امام مالک کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے، ورنہ ذہب تو اسد کے مدینہ کے قیام کے زمانہ میں وہیں موجود تھے، اس روایت مین امام مالک سے موطا پڑھنے سے بھی انکار کیا گیا ہے، حالانکہ ان روایتون کے علاوہ جو اوپر گذرین، قاضی عیاض نے بھی اس فہرست مین اسد کا نام رکھا ہے، جنھون نے امام مالک سے موطا پڑھی تھی،

دوسرے پارہ (پیرے) میں راوی کا جو بیان درج ہے، اسمیں یہ واقعہ صحیح نہیں کہ امام محمدؒ نے انھیں مذہب حنفی کا علمبردار بنا کر افریقہ بھیجا، اگر ایسا ہوتا تو وہ مصر میں ٹھہر کر عبدالرحمن بن قاسم سے الاسدیہ مرتب نہ کرتے،

اسی قسم کی روایتوں کی بنیاد پر یہ شہرت بھی دیگئی، کہ اسد نے اس واقعہ کے بعد مالکی مذہب ترک کرکے حنفی مذہب قبول کرلیا، لیکن جہان تک روایت وقیاسات سے اسے دیکھا جاسکتا ہے ان کی تائید نہیں ہوتی، اسد کے مذہب کے متعلق سب سے بہتر روایت جعفر القصری کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

کان اسد امام العراقیین	اسد قیروان مین احناف کے امام تھے،
بالقیروان، کافۃ مشهورا	علم وفضل اور دینداری میں شہرت تامہ
بالفضل والدین ودینه و	رکھتے تھے، اور ان کا دین ومذہب
مذهبه السنة	"سنت" تھا،

Marfat.com

اس بیان کا آخری فقرہ "دینہ ومذھبہ السنۃ" سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ اپنی وسعت نظر اور اجتہاد کیساتھ سنت پر عمل کرتے تھے، اور جہاں تک افتار کا تعلق تھا، وہ فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے، تاہم اہل علم نے انھیں ہر دور میں مالکی مذہب کا پیرو سمجھا، چنانچہ مالکی مذہب کے فقہار کے حالات میں طبقات کی جو کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئیں، ان میں مالکی فقیہ کی حیثیت سے اسد کا نام موجود ہے، برخلاف اس کے فقہاے احناف کے طبقات کی کتابوں الجواہر المضیئہ وغیرہ میں اسد کا نام موجود نہیں، اور ان کے درس میں مالکی مذہب کے طلبہ بھی بکثرت موجود رہتے تھے،

اسد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر | جس زمانہ میں اسد افریقیہ واپس آئے، قیروان کے عہدۂ قضا پر جسے عہدۂ قاضی القضاۃ کہنا چاہئے عبد اللہ بن غانم فائز تھے، وہ اسد کے قدردان اور اون کے علم و فضل کے معترف تھے، جب تک زندہ رہے مسائل و معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہے، (معالم جلد ۲ ص ۱)

ان کی وفات کے بعد ۱۹۱ھ میں ایک دوسرے اہل علم ابو محرز اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے، پھر افریقیہ کے شیوخ وعلمار نے اسد کو اس ممتاز عہدہ پر سرفراز کرانا چاہا، چنانچہ علی بن حمید نے زیادۃ اللہ کے سامنے اسد کی علمی مرتبت فضل وکمال اور شہرت کا تذکرہ کرکے اس خواہش کا اظہار بھی کیا، لیکن ابو محرز کو دولت اغلبیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا اسلئے زیادۃ اللہ نے انھیں معزول کرنا مناسب نہ سمجھا، اور اوس کی یہ دوسری شکل اختیار کی، کہ اسد کو ۲۰۳ھ میں اس عہدہ میں مساوی حیثیت سے ابو محرز کا شریک بنا دیا،

یہ اسلامی حکومت میں پہلی مثال تھی کہ ایک ہی عہدہ پر ایک ہی حیثیت اور اختیار کیساتھ دو شخص مامور کئے جائیں،

اسد کا یہ تقرر ابو محرز کو قدرۃً ناگوار گذرا۔ علاوہ ازیں ان دونوں میں کسی قدر علمی چشمک

موجود تھی، اب وہ معاصرانہ چشمک پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی، اور باہمی مسابقت کے جذبات پیدا ہوگئے اور کبھی کبھی مناظرہ و مجادلہ تک نوبت پہنچ جاتی، ان دونوں کی جھگڑوں کے ایک سے زیادہ واقعات صاحب معالم وغیرہ نے تفصیل سے لکھے ہیں، اور دونوں کے علم و فضل کا موازنہ کیا ہے، صاحب معالم کی رائے ہے :-

"اسد، ابو محرز سے علم و فضل میں زیادہ تھے، اور انھیں فقہ پر بھی زیادہ عبور حاصل تھا، اور ابو محرز اگرچہ اسد سے علم و فقہ میں کم پایہ تھے، مگر بعض اوقات (مسائل کے جواب میں) حق انکے ساتھ رہتا تھا"

اس کے بعد ۲۰۹ھ میں منصور طنبذی نے زیادۃ اللہ کے خلاف خروج کیا، اور دار السلطنت قیروان پر قابض ہوگیا منصور کے مستولی ہونے کے بعد قاضی ابو محرز اور قاضی اسد دونوں اس کے پاس پہنچے، اسکی مجلس میں سلطنت کے اعیان اور فوج کے ممتاز قائدین موجود تھے، منصور نے ان کے عہدۂ قضا کی مناسبت سے ان دونوں کے سامنے زیادۃ اللہ کے مظالم بیان کئے، اور دونوں کی رائے طلب کی، ابو محرز نے موقع و محل سے خائف ہوکر اس کے بیان کی تائید کردی، لیکن قاضی اسد نے صاف گوئی سے کام لیا، اور نہ صرف یہ کہ منصور کے بیان کی تردید کی، بلکہ اُسے ظالم ٹھہرایا، یہ سنکر ایک فوجی افسر تلوار سونت کر اسد کے سر پر کھڑا ہوگیا، مگر معاملہ فوراً رفع دفع ہوگیا، اسکے بعد یہ دونوں لوٹ آئے، اور خائف رہے کہ پھر کوئی ناگوار صورت پیش نہ آجائے،

زیادۃ اللہ نے ۲۱۱ھ میں منصور پر غلبہ حاصل کرلیا، اور قیروان پر قابض ہوگیا منصور کے روبرو ابو محرز اور قاضی اسد کی جو گفتگو ہوئی تھی، وہ امیر زیادۃ اللہ کے کانوں تک پہنچ چکی تھی، اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد ابو محرز کو عہدۂ قضا سے معزول کردیا، اور قاضی اسد اپنے عہدہ پر فائز رہے، اب وہ افریقہ کے تنہا قاضی القضاۃ تھے،

افریقیہ کے اعیان و علماء قاضی اسد کے عہدۂ قضاء کا احترام اور بلحاظ اوس کے شایانِ شان کرتے تھے، ایک مرتبہ قاضی اسد نے یہاں کے چند معزز اہل علم سحنون بن سعید، عون بن یوسف اور ابن رشید کو اپنی مجلس میں طلب کیا، اور کسی مسئلہ مین اون کی رائے دریافت کی سحنون کے ساتھیون نے جواب دینے میں بہ عجلت پیشقدمی کی، لیکن سحنون خاموش رہے، باہر نکل کر انکے ساتھیون نے امام سحنون سے وجہ پوچھی، تو اونھون نے کہا:-

مجھے خوف ہوا کہ ہم ان کی خدمت میں اس حال میں پہنچے تھے، کہ باہم دوست تھے، اور ان کے پاس سے نکلتے، تو ایک دوسرے کے دشمن ہوتے"

پھر جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ۲۱۲ھ مین قاضی اسد کی رائے کے مطابق صقلیہ کے دار الاسلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا، اور وہی اس امر مہم کے سرانجام دینے کیلئے منتخب کئے گئے، اور جیسا کہ جلد اول میں بہ تفصیل گذر چکا ہے، کہ انھوں نے صقلیہ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کر ۲۱۳ھ میں ایک معرکہ میں جامِ شہادت نوش کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابویحیٰ احمد بن محمد بن قادم | ابویحیٰ احمد بن محمد بن قادم قاضی اسد کے ہمراہ صقلیہ آئے تھے، انھون نے علوم کی تحصیل افریقیہ کے مشہور فقہاء قاضی اسد بن فرات اور یحیٰ بن سلام سے کی تھی، خصوصاً اسد کے ارشد تلامذہ و اصحاب میں تھے،

اسد کے مانند فقہ مالکی و حنفی دونوں پر عبور رکھتے تھے، صاحب معالم کا بیان ہے:-

---

سلے قاضی اسد کے سوانح حیات کی تفصیل کیلئے دیکھو معالم الایمان جلد ۲ ص ۲ تا ۱۳، (ترجمہ اسد) و ص ۲۰ تا ۲۲، (ترجمہ ابو محرز) و دیباج المذہب ابن فرحون ص ۹۰، احسن التقاسیم مقدسی ص ۲۲۳، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ۲۵، ریاض النفوس در امالی ص ۱۸۰، التکملۃ السیرا در امالی ص ۲۳۲، مدارک قاضی عیاض در یادگاری جلد ۱ ص ۲۴۲ مختصر مدارک در یادگاری جلد ۱ ص ۲۴۵، والتعلیق المجد علی موطا محمد۔

"مذہب اہل عراق (احناف) اور مذہب اہل مدینہ (مالکیہ) کے حافظ تھے"

صقلیہ میں قاضی اسد کیساتھ لڑائیون مین دوش بدوش شریک رہے لیکن لڑائیون کی سختیون سے گھبرا اوٹھے، اور عین ایسے موقع پرجب سرقوسہ میں سخت مقابلہ درپیش تھا، اور مسلمان محاصرہ ہونے کے باوجود مشکلات میں مبتلا ہوگئے تھے،، اونھون نے افریقیہ کی واپسی کا قصد کیا اور ایک جماعت کو اپنا ہمنوا بنا کر قاضی اسد کے سامنے اسلامی لشکر کو صقلیہ سے واپس لیجانے کے لئے نا ملائم اور درشت لب و لہجہ مین تحریک پیش کی۔ اور قریب تھا کہ سخت فتنہ اوٹھ کھڑا ہوتا، اس موقع پر قاضی اسد نے اپنے علمی رشتہ مودت و رابطہ اتحاد کے باوجود ان کے ساتھ ایک فوجی جنرل کی حیثیت سے برتاؤ کیا اور انھیں ان کے جرم کی پاداش میں کوڑے لگانے کا حکم دیدیا، اس کیساتھ انھون نے ان کے علمی وقار مرتبت کا بھی لحاظ رکھا اور تصریح کردی کہ آہستہ آہستہ صرف تین چار تازیانے عبرت کے لئے لگا دئے جائیں قاضی اسد کی یہ سرزنش کام آئی، چنانچہ ابن قادم کی تحریک وہیں دب کر ختم ہوگئی،

مگر ابن قادم کی اس اتفاقی لغزش پر ان کے عام علمی و قابل منزلت کو قیاس نہ کرنا چاہئے ابوالعرب نے اس اتفاقی حادثہ کو اجمالاً بیان کرکے یہ تصریح لکھا ہے:-

"اور میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے انکی کوئی برائی بیان کی ہو"

اس کے بعد اونھون نے نہایت جوش و خروش سے لڑائیون میں شرکت کی اور اچھے کارنامے انجام دئے، چنانچہ صاحب معالم لکھتا ہے:-

"اور وہان ان کے اچھے کارنامے انجام پائے"

صقلیہ کی فتح کے بعد وہان مقیم ہوگئے، اور علمی خدمات انجام دئے۔

وفات ۲۲۲ھ میں طویل عمر پاکر صقلیہ مین وفات پائی[1]

---

[1] ریاض النفوس ورامارکی ص ۵۰۱، طبقات ابی العرب دریادگاری جلد ۲ ص ۱۸۷، ۱۳، ومعالم الایمان

لقمان بن یوسف غسانی | لقمان بن یوسف غسانی قیروان میں رہتے تھے، وہاں سے صقلیہ آئے اور ایک مدت تک قیام پذیر رہے، علم فقہ میں دستگاہ رہتے تھے، اور تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ با۔۔۔ علوم میں عالم و ماہر تھے،

وفات | یونس میں وفات پائی، سالِ وفات میں اختلاف ہے، قاضی عیاض نے ۳۱۹ھ لکھا ہے[۱]

ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بکری صقلی | شیخ ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بکری صقلی (۔۔۔ھ) علم حدیث کے علاوہ علم فقہ و اصول فقہ میں تبحر رکھتے تھے، صاحبِ معالم کا بیان ہے:-

"حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے جامع تھے[۲]"

قاضی ابن الحصائری صقلی | قاضی ابن الحصائری صقلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں کیا جا چکا ہے صقلیہ کے بڑے فقہار میں سے تھے، انھیں فقہ خصوصاً علم فرائض میں ید طولیٰ حاصل تھا، صقلیہ میں انکی مسند درس قائم تھی، ابن یونس صقلی نے جنھیں فرائض میں امام کہا جاتا ہے فرائض کی تحصیل انہی سے کی تھی، قاضی عیاض فرماتے ہیں:-

"لوگوں نے ان سے علوم حاصل کئے، اور ان کی مسند درس سے فقیہ بنکر اٹھے[۳]"

براذعی قیروانی | ابوالقاسم خلف بن ابی القاسم ازدی معروف بہ براذعی[۴] صقلیہ میں سکونت اختیار کرنے والوں میں سے تھے،

براذعی افریقہ کے جلیل القدر فقیہ اور صاحب علم تھے، شیخ ابو محمد بن ابی زید متوفی ۳۸۶ھ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۶۳) جلد ۲ ص ۲، معالم کا ایک نسخہ الجزائر کے کتب خانہ میں ہے، اس میں سال وفات ۲۴۲ھ مذکور ہے، [۱] ترتیب المدارک۔ ریاض ۔۔۔ جلد ۱ ص ۲۷۰، [۲] معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۰۲ [۳] ترتیب المدارک ریاض ۔۔۔ جلد ۱ ص ۳۶۵، ۳۰۲، [۴] ابن براذعی بھی کہے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور ابوالحسن قابسی وغیرہ کے تلامذہ میں تھے،

ہجرت افریقہ وسکونت صقلیہ یہ دولت کلبیہ کے اوائل میں افریقہ سے ہجرت کر کے صقلیہ پہنچے۔ مورخین نے ان کے افریقہ ہجرت کرنے کے دو اسباب بیان کئے ہیں، بعض لوگوں کا بیان ہی کہ انھوں نے ایک کتاب مختصر المدونہ لکھی تھی، اسکی تالیف سے پہلے افریقہ میں ان کے استاذ ابو محمد بن ابی زید کی مرتب کی ہوئی مختصر المدونہ قبول تھی، مگر ان کی مختصر المدونہ نے اشاعت کے بعد اون کے استاذ کی مختصر کی جگہ حاصل کرلی، اوسکی وجہ سے ان دونوں کے تعلقات خوشگوار نہیں رہے، اور یہ افریقہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے،

دوسری طرف بعض دوسرے مورخین کا بیان ہے، کہ ان دنوں افریقہ میں بنو عبید (فاطمیون) کے خلاف جذبات ابھرے ہوئے تھے، اور برازعی ان کے نسب کی صحت کے قائل تھے، یہ علما، اور عوام کو ناگوار گذرا، اور اوسکی وجہ سے وہ افریقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، یہ روایت اسلئے قرین قیاس کہی جاسکتی ہے، کہ وہ افریقہ سے صقلیہ آئے جہان فاطمیین برسر حکومت تھے،

صقلیہ مین ان کے شایان شان ان کا خیر مقدم کیا گیا، اور فرمانروائے صقلیہ نے اون کی علمی منزلت کی قدر دانی کی، اور وہ وسائل معاش سے بے فکر ہو کر علمی خدمت گذاری میں مصروف ہو گئے، انھون نے صقلیہ مین ذیل کی کتابیں لکھین،

مطول التہذیب، مختصر التہذیب، افریقہ میں اونھوں نے المدونہ کا جو اختصار کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ کے نام سے کیا تھا، اس کی مقبولیت کے بعد اونھوں نے اس پر مذکورہ بالا دونوں کتابیں لکھین، پہلی کتاب میں کتاب التہذیب کے مسائل ومباحث پر کچھ اضافہ کیا، اور دوسری مین کتاب التہذیب کا اختصار تیار کیا، ان دونوں کتابوں کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہین:-

"یہ اندلس اور مغرب کے طالب علموں میں مقبول عام تھیں ......"

Marfat.com

معالم میں ہے :۔

"ہمارے زمانہ میں یہ کتابیں تمام مشرق و مغرب میں مقبول ہیں"

براذعی کا تیسرا رسالہ کتاب الشرح والتمامات، چوتھا کتاب اختصار الواضحہ، اور پانچواں تمہید مسائل المدونہ ہے، ان رسائل کا ذکر قاضی عیاض نے کیا ہے، خیال ہوتا ہے، کہ شاید تیسرا اور چوتھا رسالہ اول الذکر دونوں رسالوں کے نام ہوں،

صقلیہ میں ان کی کتابیں بہت مقبول ہوئیں صقلی اہل علم نے ان کی کتابوں پر کتابیں لکھیں

وفات | براذعی نے صقلیہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، اور قاضی عیاض کے بیان کے مطابق یہیں اونھوں نے وفات پائی، مگر ابن ناجی نے قاضی عیاض کے اس بیان سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے، کہ ایک مرتبہ وہ شیخ ابوالفضل برزلی کی معیت میں شیخ ابوالحسن قابسی کے قبرستان میں فاتحہ پڑھنے گئے، ایک مقام پر دو قبریں تھیں شیخ ابوالفضل نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے اسے براذعی کی قبر بتایا، اس پر ابن ناجی نے کہا کہ قاضی عیاض کے انداز بیان سے تو معلوم ہوتا ہے، کہ براذعی نے بہ گمان غالب صقلیہ میں وفات پائی۔ شیخ ابوالفضل نے فرمایا،

"یہ بہ تحقیق معلوم نہیں، شاید وہ قیروان لوٹ آئے ہوں، اگرچہ کسی سیاحت ہی میں آئے ہوں، اور یہاں وفات پائی ہو، کیونکہ ہم مدت سے سنتے آئے ہیں، کہ ان دونوں قبروں میں سے ایک براذعی کی قبر ہے"

مورخین کو تاریخ وفات معلوم نہ ہوسکی،

ابن الحکار صقلی | شیخ ابوحفص عمر بن عبدالنور المعروف بابن الحکار صقلی صقلیہ کے ممتاز اہل علم میں ہیں ابن فرحون اور قاضی عیاض نے ان کے علم و فضل تحقیق، دقت نظر، طرز تحریر اور قوت تقریر

---

[1] معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۸۰ تا ۱۸۱،

Marfat.com

کی تعریف کی ہے، اور ابن قطان نے ایک قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے۔

تالیفات انشاء وادب میں مہارت حاصل تھی، چند کتابیں فقہ میں یادگار ہیں:-

۱۔ شرح المدونہ، یہ المدونہ کی ایک ضخیم شرح ہے، جو تقریباً ۳۰۰ اجزا پر مشتمل ہے،

۲۔ انتقاد علی التونسی فی الف مسئلۃ، اسی میں شیخ ابراہیم بن حسن بن اسحٰق التونسی کی شرح المدونہ پر ایک ہزار اعتراضات لکھے ہیں،

۳۔ مختصر کتاب التمامات شیخ براذعی کی کتاب التمامات کا اختصار کیا تھا،

زمانہ یہ براذعی کے معصر تھے۔[1]

ابوالقاسم بن الحداد صقلی ابوالقاسم بن الحداد ابن الحکار صقلی کے معصر تھے، قاضی عیاض نے انھیں صقلیہ کے حفاظ فقہاء میں شمار کیا ہے، ابن الحکار کا بڑا ادب کرتے تھے۔[2]

دورِ ثانی

(پانچویں صدی ہجری)

اس دور میں ۱۶ فقہاء کے نام ملے، یہ لوگ صقلیہ میں پیدا ہوئے، یہیں نشو ونما پائی، اور یہیں علمی خدمات انجام دئے، ان میں سے بعض اسلامی سلطنت کے زوال پر یہاں سے ہجرت کر گئے،

ابومحمد عبدالحق سہمی صقلی ابومحمد عبدالحق بن محمد بن ہارون سہمی قرشی صقلیہ کے باشندے تھے، علم فقہ کی تحصیل صقلیہ و قیروان کے فقہاء سے کی،

ان کے صقلی شیوخ میں ابوبکر بن ابی العباس، فقیہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ابوعمران فاسی، عبداللہ ابن الحداد متوفی ۳۰۲ھ اور ابوعبداللہ کی قرشی ہیں، اور شیوخ قیروان میں تونسی، سیوری، اور ابن بنت

[1] دیباج المذہب ص ۸۸ و ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۰۳، [2] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۵۳

Marfat.com

ابن خلدون وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

علم و فضل۔ علم و فضل میں بڑا نام پیدا کیا، قاضی عیاض ان کی علمی فضیلت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"فقیہ، صاحب فہم، صالح، دیندار اور پیشوا تھے، دور دور تک ان کی شہرت پھیلی، خیر و صلاح میں مشہور تھے، اور ان کی نہایت عمدہ تالیفات ہیں"

ابن عمار الحکم کی رائے ہے:۔

"ہر علم و فن کے مشہور امام ہیں، لوگوں پر سبقت رکھتے تھے، اور اصول و فروع کے استاذ ہیں"

ابن سعدون کہتے ہیں:۔

"صلحا و متقین میں تھے، ان میں اہل علم کی متانت، سنجیدگی، حق کی پیروی، اور انصاف پسندی تھی"

صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے،

سفر حج اور مشرق کے اہل علم سے صحبتیں۔ شیخ ابو محمد عبد الحق دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے، پہلا سفر حج عنفوان شباب میں کیا تھا، اوس وقت تک عالم اسلامی میں انھیں کوئی خاص علمی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی، تاہم مکہ معظمہ میں ابو محمد بن عبد الوہاب بن نصر اور ابوذر ہروی وغیرہ اہل علم سے علمی صحبتیں رہی تھیں،

دوسری مرتبہ کبر سنی میں ۴۵۰ھ میں حج کو تشریف لیگئے، اس زمانہ میں موصوف کے علمی و دینی خدمات کا چرچا دور دور پہنچ چکا تھا، اور مغرب و مشرق کے اہل علم کے درمیان انھیں علمی عزت و منزلت حاصل ہو چکی تھی، چنانچہ اسی سفر میں مکہ معظمہ میں مشرق کے آفتاب علم امام الحرمین ابو المعالی الجوینی استاذ امام غزالی سے ملاقات ہوئی، اور ان دونوں نے ایک دوسرے کے شایان شان ایک دوسرے کا خیر مقدم کیا، اور دونوں ایک دوسرے کے کافی ہم مذاق ثابت ہوئے اور علمی سلوک

Marfat.com

اور مشتبہ مسائل پر تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری ہوگیا، اور پھر شیخ عبد الحق امام الحرمین کے بڑے مداحوں میں ثابت ہوئے، چنانچہ وہ امام الحرمین کی علمی فضیلت کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں

لولا کبر سنی ما فارقت عتبتہ منزلہ — اگر میں سن رسیدہ نہ ہوتا، تو میں اون کی ڈیوڑھی نہ چھوڑتا،

اسی طرح ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد جو قاضی عیاض کے اساتذہ میں ہیں، کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حجاز میں مشرق و مغرب کے یہ دونوں آفتاب ایک ہی برج میں جمع تھے، مغرب کی نماز کا وقت آیا تو شیخ عبد الحق نے امام الحرمین کی فضیلت کے اعتراف کیلئے انھیں شافعی المذہب ہونے کے باوجود امامت کے لئے آگے بڑھادیا، اور ان کے پیچھے نماز ادا کی،

امام الحرمین سے تحریری سوال و جواب، اسکے ساتھ علمی مسائل پر تحریری سوال و جواب کی شکل میں بھی مباحث رہے، اور وہ ایک رسالہ میں جمع کردئے گئے، قاضی عیاض لکھتے ہیں،

بعض مسئلوں میں اُن سے بحثیں کیں، اور بعض سوالات دریافت کئے، اور ابوالمعالی نے ان کے جوابات دئے، اور یہ سوال و جواب ایک رسالہ کی صورت میں مرتب ہیں، اور وہ مشہور ہے، اور اسوقت لوگوں کے ہاتھوں میں متداول ہے،

ورود مصر اور وفات، دوسرے حج کے بعد وطن آنا نصیب نہیں ہوا، کیونکہ اس زمانہ تک صقلیہ پر نارمنوں کا استیلا ہوچکا تھا، اسلئے حجاز سے واپس آکر مصر میں ٹھہر گئے، اور اوس کے مختلف شہروں کی سیاحت کی، اور سنہ ۴۶۶ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی،

تالیفات، فقہ میں اون کی چند کتابیں یادگار ہیں، ان کے طرز تحریر میں بڑی دل کشی تھی، اسلئے اونکی کتابیں بہت مقبول ہوئیں، کتابیں حسب ذیل ہیں:-

النکت والفروق لمسائل المدونہ، یہ کتاب المدونہ پر پہلا استدراک ہے، اور اس

Marfat.com

ذیل میں مدونہ کے بعض مباحث کی تردید اور بعض کی ترجیح دکھائی تھی یہ طلبہ میں بہت مقبول ہوئی، مگر یہ اوائل عمر کی تالیف تھی، آخر عمر میں بعض مسائل سے رجوع کر لیا تھا، اور اوس کے رد میں ایک رسالہ لکھا تھا، قاضی عیاض اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:۔

یہ اون کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے، اور صاحب استعداد طالب علموں کے نزدیک اوس کی بڑی قدر ہے، اور کہا جاتا ہے، کہ وہ اپنی اس تالیف پر بعد میں نادم ہوئے، اور اپنے بہت سے اختیار کردہ مسائل اور توجیہات سے رجوع کر لیا تھا، اور بہت کچھ اپنے کلام پر استدراک کیا تھا، اور کہا کرتے تھے، کہ اگر میں اس کتاب کے نسخوں کو جمع کرنے اور چھپا دینے پر قادر ہوتا تو کر گذرتا،

تھذیب المطالب اس کتاب میں کتاب النکت والفروق کے مسائل کی تصحیح کی گویا یہ مدونہ کی مستند شرح ہے، یہ فقہ مالکی میں بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے، حاجی خلیفہ نے بھی اسکا ذکر کیا ہے،

جزء فی بسط الفاظ المدونہ، اس میں المدونہ کے بعض الفاظ کی تشریح و توضیح کی گئی ہے،

استدراک علی مختصر البراذعی، براذعی کی کتاب التھذیب فی اختصار المدونہ پر استدراک ہے[1]،

[1] ترتیب المدارک جلد ثانی ص ۷۷۴، و دیباج المذھب دریادگاری جلد ۲ ص ۱۹۶، ابن فرحون نے دیباج میں اون کے حالات لفظاً لفظاً مدارک سے نقل کئے ہیں لیکن دیباج کے مطبوعہ نسخہ میں یہ حالات ناقص ہیں، ۔۔۔ کتب خانہ ۔۔۔ ایک قلمی نسخہ سے عبارت نقل کی ہے

Marfat.com

ابن مفرج صقلی، ابو الحسن علی بن مفرج متوفی بعد ۴۷۰ھ کا تذکرہ محدثین کے زمرہ میں گذرچکا ہے، قاضی عیاض نے مدارک میں ابن مفرج الصقلی کے نام سے صقلیہ کے متقدمین فقہا میں اون کا ذکر کیا ہے[1]،

تالیفات، پھران کی تالیفات کے متعلق فرماتے ہیں،:-

"میں نے ان کی تعلیقات و تصنیفات کے بہت سے نام دیکھے ہیں"

تصنیفات کے نام معلوم نہ ہوسکے، لمحۃ البہجۃ العلیہ میں براذعی کی ایک تصنیف کتاب الشرح والتمامات اون کی طرف منسوب ہوگئی ہے، قاضی عیاض نے بھی ان کے ترجمہ میں اس کتاب کا نام لیا ہے، مگر اس موقع پر نسخہ ناقص ہے، شاید انھوں نے اس پر کوئی استدراک یا اوس کی شرح لکھی ہو،[2]

ابن صاحب الخمس صقلی، ابو محمد صاحب خمس صقلی جن کا تذکرہ محدثین کی جماعت میں گذرچکا ہے اصول فقہ و فرائض میں ملکہ رکھتے، اور ان فنون کے امام سمجھے جاتے تھے، لیکن فتوی دینے سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے سیوطی لکھتا ہے،:-

"یہ متکلم اور علم اصول کے امام تھے، علم فرائض کے ماہر تھے، فتوی دینے سے پرہیز کرتے تھے"

قاضی عیاض کہتے ہیں،:-

"یہ فقیہ، متکلم، اصولی، فاضل اور اپنے وطن میں مشہور تھے"[3]

---

[1] مدارک کے دو نسخے ہیں ایک میں "ابن مفرج" ہے اور دوسرے میں "ابن فروج"، دوسرا نسخہ جو اصل متن میں درج ہوا اس موقع پر صحیح نہیں معلوم ہوتا، [2] ترتیب المدارک در یادگاری ج ا ص ۲۰۲ و مقالہ بار دوتھس قسطنطنیہ اور قاہرہ کے کتب خانے در یادگاری،
[3] ترتیب المدارک در یادگاری جلد ا ص ۳۷۹،

حزقی، حزقی کا ذکر محدثین میں گذر چکا ہے، علم حدیث کے علاوہ انہیں فقہ سے بھی مناسبت تھی، صقلیہ کے متقدمین فقہاء کی آخری صف میں شمار کئے جاتے تھے[1]

ابن الکونی صقلی، ابوالحسن علی بن عبداللہ الجبار معروف بابن الکونی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی عیاض نے انکا تذکرہ کیا ہے[2]

ابوالعباس احمد بن محمد بن کلاعی، ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن الکلاعی فقہائے صقلیہ میں ہیں، قاضی عیاض نے تذکرہ کیا ہے، اور محمد بن طیب قادری حسنی نے لمحۃ البہجۃ العلمیۃ فی بعض النسبۃ الصقلیۃ میں بھی تفصیل سے ذکر آیا ہے،

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

"یہ صقلیہ کے اسی طبقہ (متقدمین) کے فضلاء و بلغاء میں تھے، یہ ادیب شاعر اور بذلہ سنج تھے"[3]

ابن القابلہ صقلی، ابن القابلہ صقلی بھی متقدمین فقہا میں تھے، قاضی عیاض نے ان کا تذکرہ کیا ہے[4]

ابوعبداللہ بن البناء، شیخ ابوعبداللہ بن البناء رحمہ اللہ صقلیہ کے ایک عبادت گذار بزرگ تھے قاضی عیاض نے انہیں صقلیہ کے فقہاء و زہاد میں شمار کیا ہے، مذہباً مالکی تھے[5]

ابوبکر صقلی فرضی، ابوبکر صقلی فرضی کو علم فرائض میں ید طولیٰ حاصل تھا، صقلیہ کے اہل علم ان سے بکثرت

---

[1] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ا ص ۳۰۰، [2] ایضاً ص ۲۰۲، ترتیب المدارک کے نسخہ میں یہ نام اسی طرح ہے، لیکن اصفہانی کی خریدہ میں ایک نام "ابوالحسن بن عبدالجبار"، ابن الودانی اور ان کے لڑکے ابوبکر محمد کیساتھ علی بن عبدالجبار الکونی ہے، غالباً کونی اور کونی کتابت کی غلطیاں ہیں اور عبداللہ کا عبداللہ الجبار اور کونی کا کونی ہوجانا کچھ مستبعد نہیں ہے۔ [3] ص ۳۰۴، دمقالہ ار دو نقص قاہرہ اور قسطنطنیہ کے کتب خانے، [4] ص ۳۰۴ [5] ص ۳۰۶

فیضیاب ہوئے، اور دوسرے اسلامی ملکون کے طلبہ ان سے درس لینے کے لئے آتے تھے، قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

"فقیہ فاضل اور قرآن و فرائض کے ماہر تھے، باشندگان صقلیہ اور دوسرے لوگون نے ان سے فرائض کی تعلیم حاصل کی،"

مذہباً مالکی تھے،[1]

ابوحفص عمر بن ساروالواتی، شیخ ابوحفص عمر بن ساروالواتی، کے متعلق قاضی عیاض فرماتے ہین،

"صقلیہ کے فقہا اور یہاں کے مشاہیر میں ہیں"[2]

ابوبکر ابن العباس، ابوبکر ابن العباس کا مشتغل درس وتدریس تھا، علوم کی تحصیل ابو محمد بن ابی زید سے کی تھی، اوران کے تلامذہ میں ابوبکر بن یونس متوفی ۴۵۱ھ کا نام آتا ہے، قاضی عیاض فرماتے ہین :-

"صقلیہ کے فقیہ اور یہاں کے استاذ تھے،"

مذہباً مالکی تھے،[3]

ابوالعباس احمد بن محمد الجزار صقلی، ابوالعباس احمد بن محمد الجزار، شیخ عبدالحق کے ہمعصر تھے، اور انھیں فقہائے صقلیہ میں امتیاز حاصل تھا، قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

"یہ اپنے ملک میں مشہور اور پیشوا تھے، صقلیہ میں یہ افتا کی سرداری اور خیر و صلاح اور صیانت و دیانت کی شہرت میں یکتا تھے، فقہ و اصول کے محققین میں تھے، اور علمی برتری میں عبدالحق کے ہمسر تھے،"

تلامذہ، صقلیہ کے متاخرین فقہا شیخ ابوالقاسم بن تونسی وغیرہ اون کے تلامذہ میں تھے، اور اونکے

[1] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۷۵، [2] جلد ۱ ص ۳۷۶ [3] جلد ۱ ص ۳۷۵،

علاوہ اندلس کے ممتاز اہلِ علم ابوالولید الباجی، اور ابن عمار و دیگر فقہا بھی اون کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہوئے،[1]

سمنطاری | ابوبکر عتیق سمنطاری متوفی ۴۶۴ھ فقہ پر بھی عبور رکھتے تھے، اور فقہ میں انھوں نے کتابیں لکھی تھیں،[2]

ابومحمد بن محمد صقلی، | شیخ ابوبکر محمد بن محمد بن ابی الفضل مغیث بن عبد الرحمٰن بن مجاہد علم حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی درک رکھتے تھے، بلکہ مقریزی نے ان کو فقہا ہی کی صف میں شمار کیا ہے، اور "برع فی الفقہ" کہکر توصیف کی ہے[3]

ابن ظفر صقلی | ابن ظفر الصقلی متوفی ۵۶۵ھ کی بعض مصنفات علم فقہ میں ہیں، جنمیں سے بعض کا تذکرہ اون کی کتاب سلوان المطاع کے ضمیمہ میں آیا ہے، اور بعض کے نام مقریزی نے لکھے ہیں، یہ کتابیں فقہ مالکی میں ہیں، مثلاً

المُسنی ای المسہل، اسکے متعلق وہ خود لکھتے ہیں، یہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے مسلک پر میری فقہ ہے، اور اوس کے مسائل دلائل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں[4]

ابن یونس صقلی | ابوبکر وابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن یونس تیمی علم فرائض کے امام کہے جاتے ہیں،

اساتذہ، | علم فقہ میں قاضی ابو الحسن ابن الحصائری صقلی عتیق بن الفرضی اور ابن ابی العباس ان کے اساتذہ ہیں،

ابن یونس نہ صرف فقہائے صقلیہ میں بلکہ فقہائے مالکیہ میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں چنانچہ اکثر فقہی مباحث میں انکا نام آتا ہے،

---

[1] ترتیب المدارک دریادگاری جلد ۱ ص ۳۰۰ [2] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۲، [3] کتاب المقفی مقریزی ص ۵۱۸ ص ۶۶۵، [4] انتخاب سلون المطاع در اماری ص ۴۸۹،

علم و فضل، ابن فرحون ان کے علم و فضل کے متعلق کہتا ہے:۔

"فقیہ امام اور علم فرائض کے ماہر تھے"

قاضی عیاض کہتے ہیں:۔

"یہ فقہ اور فرائض کے عالم اور حساب دان تھے"

فوجی خدمت، علمی خدمات کے ساتھ فوجی خدمت بھی انجام دیتے، اور لڑائیوں میں شریک رہتے تھے،

تالیفات، علم فقہ میں ان کی دو کتابیں ہیں، ایک کتاب شرح المدونہ تھی جس میں انھوں نے مدونہ پر بہت کچھ مفید اضافے کئے ہیں، ابن فرحون اور قاضی عیاض دونوں نے اسکی تعریف کی ہے، ابن فرحون کہتا ہے:۔

"مذاکرہ میں اس پر طلباء علم کا اعتماد ہے"

یہ کتاب صقلیہ سے مغرب پہنچی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن خطاب اسکو سبتہ میں پہلی مرتبہ لائے، پھر اس کا دوسرا نسخہ قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ تمیمی نے نقل کیا، اور پھر رفتہ رفتہ افریقیہ کے عامۃ الناس میں پھیل گئی،

دوسری کتاب فرائض میں تھی،

وفات، تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض لوگ ۲۰ ربیع الاول ۴۵۱ھ اور بعض ربیع الآخر ۴۵۱ھ کو بتاتے ہیں، ابن فرحون نے پہلے بیان کو مرجح کہا ہے[1]

ابو محمد عبد الجلیل بن مخلوف صقلی، شیخ عبد الجلیل بن مخلوف صقلی متوفی ۴۸۶ھ، مالکی المذہب تھے، مصر میں مستقل طور پر قیام رکھتے تھے، اور یہاں کے بڑے شہسواروں میں سمجھے جاتے تھے، ابن میسر کا بیان ہے

[1] دیباج المذہب ص ۳۴۰، و ترتیب المدارک و یادگاری مضامین عابد ص ۳۰۲،

Marfat.com

"مصر میں چالیس برس تک فتوی دیتے رہے"[1]

ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج ذکی مازری نے فقہ کی تعلیم مازر کے شیوخ و فقہا سے حاصل کی، پھر قیروان پہنچے، اور یہاں قلعہ بنی حماد میں سکونت پذیر ہوئے، اور یہاں کے مشہور فقہا، ابو القاسم سیوری اور خرقی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، اور یہیں علمی زندگی اختیار کر لی،

تلامذہ، ان کے مغربی تلامذہ میں ابو الفضل ابن نحوی، اور قاضی ابو عبد اللہ بن داؤد کو امتیاز حاصل ہے، جنھیں مغرب کے ممتاز علماء میں شمار کیا جاتا ہے،

اساتذہ و تلامذہ کا اعتراف ان کی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ کے متعلق اون کے استاد ابو القاسم سیوری کہنے لگے،

"میں نے ابن الفرج کو اون میں سب سے زیادہ حافظ پایا، جنھیں میں نے آج تک دیکھا ہے"

اس پر کسی نے کہا: "آپ یہ فرماتے ہیں، حالانکہ آپ ابوبکر بن عبد الرحمن اور ابو عمران فاسی کو دیکھ چکے ہیں"؟

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا "ہاں میں نے صحیح کہا وہ ان سب میں زیادہ حافظ ہیں، جنھیں میں نے ابتک دیکھا ہے،

اسی طرح اون کے شاگرد قاضی ابو عبد اللہ بن داؤد کسی سلسلہ میں اون کے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:-

"ہمارے استاذ ذکی، ابو عمران سے زیادہ فقیہ بلکہ ہر مالکی سے زیادہ فقہ کا علم رکھتے ہیں"

[1] ذیل الابتہاج برحاشیہ دیباج، ص ۱۸۴۔

استاذ سے مخالفت ان کی طبیعت کسی قدر اشتعال پذیر واقع ہوئی تھے، اور اس سلسلہ مین خود اپنے استاذ ابوالقاسم سیوری سے الجھ پڑے اور اپنی ذہانت و ذکاوت پر اعتماد کر کے سیوری کے فتووں پر قلم چلا دیا، اور ان کے مجموعہ فتاوی میں سے مختلف قسم کی تیس غلطیاں نکال کر رکھدیں،

سیوری نے اون کے جوابات دئے، اور اون کی بتائی ہوئی غلطیوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا، اور پھر استاذ و شاگرد کے تعلقات کی ناخوشگواری یہاں تک پہنچی، کہ سیوری نے اپنے حلقۂ اثر میں اعلان کردیا، کہ ابن ابی الفرج سے سماعت نہ کی جائے، وہ دروغگو ہے"

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے، کہ سیوری کو کامیابی ہوئی، اور اوس سے ابن ابی الفرج کی شہرت کو صدمہ پہنچا،

مشرق کا سفر شاید یہی سبب ہوا کہ ان کی طبیعت دیار مغرب سے اُچٹ گئی، اور مشرق کا رخ کیا اور عراق میں داخل ہوئے،

لیکن یہاں ابن ابی الفرج کو علمی حلقہ کی فضا دوسری نظر آئی، وہ فقہ مالکی کے ماہر تھے، اور اوسکی یہاں مغرب جیسی قدر دانی نہ تھی یہاں اہل علم شعر و شاعری صنائع و بدائع علوم لسانیہ کی تحقیق و تدقیق اور علم کلام کی موشگافیوں میں مصروف تھے،

اسلئے انھین مغرب میں جو سربلندی حاصل تھی، وہ مشرق میں حاصل نہ ہوسکی، اگرچہ سلفی کے بقول وہ مغرب سے نکلنے کے پہلے فقہ و نحو میں امام ہو چکے تھے، تاہم یہ مشرق کے اہل علم سے تبادلۂ (؟) کیلئے کافی نہ تھا، اسلئے انھین یہاں پہنچکر علوم ادب و کلام وغیرہ پر کمال توجہ مبذول کرنی پڑی، طبیعت میں جودت و ذکاوت موجود تھی، اس لئے یہاں تھوڑی ہی مدت میں کمال حاصل کرلیا، اور اونکے قیام مشرق کی ایک مستقل داستان تیار ہوگئی لیکن اسوقت انکی بڑی ترقیاں فقہ کے ساتھ وابستہ ہیں، جنکا تذکرہ حسب موقع آئندہ آئے گا۔

لیکن یہان یہ ذکر کر دینا ناگزیر ہے کہ وہ اپنے مشرق کے زمانہ قیام میں فنون ادب وغیرہ سے ایسے وابستہ ہوئے، کہ رفتہ رفتہ علوم دینیہ خصوصًا فقہ سے بیگانہ ہوگئے یہان تک کہ تذکرہ نگاروں کو لکھنا پڑا کہ

"وہان ان کا علم حدیث ضائع ہوگیا ہیں اس کی روایت نہیں پہنچی، کہ کسی نے اون سے وہاں یہ علم حاصل کیا ہو"

خوش عقیدہ لوگون نے اون کے علوم دینیہ کی مشق چھوٹ جانے کو ان کے اُستاذ ابوالقاسم سیوری کی بد دعا کے اثر سے تعبیر کیا،

تالیفات، دیارِ مغرب کے علمی مشاغل کی یادگار ان کے دو رسالوں سے قائم رہی ایک تو وہی رسالہ اعتراضات بر فتاوی سیوری ہے، اور دوسری کتاب تعلیق بر فقہ مالکی ہے، اسکے متعلق قاضی عیاض اور ابن ناجی لکھتے ہیں، :-

فقہ کے مسائل پر ایک ضخیم عمدہ کتاب لکھی جو ... سوالون کے جوابات میں ہے،[1]

دورِ ثالث

(پانچھی صدی ہجری)

فقہ کے تیسرے دور کا آغاز علم حدیث کی طرح امام مازری متوفی ۵۳۶ھ ہی سے کیا جاسکتا ہے،

امام مازری، امام مازری کے متعلق قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ انھیں "امام" کا لقب انکے تبحر فقہ ہی کے باعث ملا تھا، ابن فرحون لکھتا ہے کہ :-

[1] معالم الایمان جلد ۲ ص ۵۰۲، ترتیب المدارک قاضی عیاض ... ص ...

"جو شیوخ افریقیہ فقہ کی تحقیق وتدقیق، رتبہ واجتہاد، دقت نظر اور اصول فقہ وعلوم دین کے درس میں مشہور تھے، ان کا انہی پر خاتمہ ہوا، انھوں نے ان امور میں پیشوائی حاصل کی، اور اپنے تمام ہمعصروں پر سبقت لے گئے، ان کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر مذہب مالکی میں ان سے زیادہ تفقہ رکھنے والا، اور ان سے زیادہ مذہب سے آشنا کوئی دوسرا موجود نہ تھا"

اُن کے لقب امام کے متعلق ان سے روایت ہے، کہ

"ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ لوگ اپنی رائے میں حق بجانب ہیں، جو مجھے امام کے لقب سے پکارتے ہیں" تو آپ نے فرمایا اللہ نے تمہارے سینہ کو افتار کیلئے وسیع فرمایا ہے"

تالیفات، فقہ واصول فقہ میں ان کی ذیل کی کتابیں ہیں،

۱۔ شرح کتاب التلقین، یہ قاضی ابو محمد عبدالوہاب بن علی بغدادی مالکی متوفی ۴۲۲ھ کی کتاب التلقین کی شرح ہے، ابن فرحون کہتا ہے:۔

"اس کتاب کے مثل مالکیوں کے پاس کوئی دوسری کتاب نہیں"

ابن فرحون کے بیان کے مطابق یہ کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی،

۲۔ ایضاح المحصول من برهان الاصول۔ یہ امام الحرمین ابوالمعالی جوینی متوفی ۴۷۸ھ کی مشہور کتاب البرہان فی اصول الفقہ کی مبسوط شرح ہے، اور بعض مسائل میں امام الحرمین کی تنقید بر فقہ مالکی کا جواب نقد ہے،

امام الحرمین کی یہ کتاب اُس عہد کی اہم تالیفات میں سمجھی جاتی ہے، موصوف نے اُسے فقہی مذاہب کے جماعتی اختلافات سے بلند نظر رہ کر تالیف کیا تھا، چنانچہ اسی لئے انھیں امام مالک اور

امام اشعری پر بعض جگہ نکتہ چینیاں کی ہیں، اور علامہ سبکی نے اس کتاب کو "مفردات شافعیہ" میں شمار کیا ہے، اسلئے قدرۃً دوسرے حلقوں میں یہ کتاب دوسری نظر سے دیکھی گئی، خصوصاً مالکیون نے اس پر توجہ مبذول کی،

چنانچہ اشعری ہونے کی حیثیت سے ابوالمظفر ابن سمعانی شافعی نے اس پر قلم اوٹھایا، اور کتاب القواطع میں اس کتاب کے بعض امور کی تنقید اور تردید کی، مالکیون کی ترجمانی ہمارے امام مازری نے فرمائی، اور اوس کی شرح لکھنے کیساتھ بعض مسائل میں امام الحرمین پر سخت نکتہ چینی فرمائی، اور ان کے اعتراضات رد کرکے مالکیون اور اشعریون کے مسلک کے اثبات کی کوشش کی، لیکن وہ اس کتاب کو مکمل نہ کر سکے تھے، ان کے بعد ابوالحسن انباری نے اس کا جواب لکھا، اور پھر ابویحییٰ مالکی مغربی نے مازری اور انباری دونوں کی کتابیں جمع کرکے ایک مستقل تالیف تیار کی،

امام مازری کی یہ تالیف شوافع کے حلقہ میں پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھی گئی، چنانچہ علامہ سبکی صاحب طبقات الشافعیہ نے ایضاح البرہان کو فرقہ وارانہ رنگ میں پیش کیا ہے، اور اس کے جواب میں صفحون کے صفحے رنگے ہیں، لیکن اون کا تعلق علم کلام کے مسائل سے ہے، اسلئے وہیں پر تذکرہ آئے گا،

ایضاح کا کوئی نسخہ ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا ہے،

۲- مجموعہ فتاوی، مقری نے اپنی کتاب ازہار الریاض میں ان کے فتاوی کے ایک مجموعہ کا تذکرہ بھی کیا ہے، فاگنان نے اپنے مقالہ کے اقتباس نمبر۲ کی تعلیق میں اس کا ذکر کیا ہے،

۳- تعلیقات بر مدونہ، اس کا تذکرہ بھی ازہار الریاض میں آیا ہے، اور فاگنان

Marfat.com

نے حوالہ دیا ہے،[1]

ابوبکر محمد بن حسن ربعی | شیخ ابوبکر محمد بن حسن بن علی ربعی فقیہ جرجنت کے باشندے تھے، علم فقہ کی تحصیل صقلیہ میں کی، پھر تکمیل کے لئے افریقہ گئے، اور وہاں سے اسکندریہ پہنچے، اور وہیں مقیم ہوگئے، مالکی المذہب تھے،

مقریزی نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے،

وفات | ۵۳۲ھ میں وفات پائی،[2]

ابوعمر عثمان بن حجاج شاقی | شیخ ابوعمر عثمان بن حجاج شاقی صقلیہ کے شہر شاقہ کی طرف انتساب رکھتے ہیں، اسکندریہ میں آکر مقیم ہوگئے تھے، سن رسیدہ ہونے کے بعد انھیں فقہ کی تحصیل کا شوق ہوا، اور اسمیں کمال پیدا کیا، اور اسکندریہ کے ذی علم لوگوں میں شمار کئے گئے،

تالیفات | یاقوت کا بیان ہے کہ فقہ میں بہ کثرت کتابیں انکے قلم سے نکلیں، جب حافظ سلفی مصر آئے، تو انکی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اور ان سے انکی کتابیں نقل کیں،

وفات | ماہ محرم ۵۴۴ھ میں وفات پائی،[3]

احمد بن قاسم بن زید شکلی | احمد بن قاسم بن زید شکلی صقلیہ کے شہر شکلہ کی طرف منسوب ہیں، صقلیہ سے مصر آئے، اور فضل و کمال اور دینداری میں شہرت حاصل کی، اور افضل بن امیر الجیوش کے عہد میں مصر کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے، حکومت کی طرف سے عماد الاحکام کا خطاب عطا ہوا،

---

۱ دیباج المذہب ابن فرحون ص ۲۰۰، طبقات الشافعیہ جلد ۳ ص ۲۶۴ (ترجمہ امام الحرمین) مقالہ شمالی افریقہ اور صقلیہ پر چند کتابیں ایڈمنڈ فاگنان پروفیسر الجزائر دریادگاری جلد ۲ ص ۴۹، ۲ کتاب المقفی مقریزی مدارس ص ۶۲۴، ۳ معجم البلدان جلد ۵ ص ۲۱۶۔

نعمہ بن بشیر کے زمانہ تک اس عہدہ پر مامور رہے [۱]

ابو محمد بن صمنہ صقلی ابو محمد بن صمنہ صقلی فقہ میں مہارت رکھتے تھے، اور فقیہ کہلاتے تھے، بہت خوش گفتار، حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے، اور شعر و شاعری کا ذوق بھی اچھا تھا،

چند دیگر شاعر فقہا اسی طرح صقلیہ کے فقہاء کی ایک طویل فہرست ایسی بھی ہے، جن کے تذکرے ہم تک شعراء و ادباء و نحاۃ کی حیثیت سے پہنچے ہیں، لیکن ان کے علم فقہ میں مہارت رکھنے کی وجہ سے فقیہ کا لقب ان کے نام کے ساتھ نظر آتا ہے، مثلاً فقیہ ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی، امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی، فقیہ ابو القاسم عبد الرحمن بن ابی بکر سرقوسی، فقیہ ابو حفص عمر بن فلفول، فقیہ ابو بکر ابن ابی العباس صقلی، اور فقیہ حسن بن یحییٰ صقلی وغیرہ [۲]

---

[۱] رفع الاصر عن قضاۃ مصر ابن حجر عسقلانی، در یادگاری جلد ۲ ص ۱۰۰، ابن حجر نے اس کے علاوہ محمد بن احمد بن قاسم الشکلی کا ترجمہ جداگانہ درج کیا ہے، لیکن فاگنان محمد کو احمد بن قاسم کا لڑکا تسلیم نہیں کرتا، وہ اماری کے بعض پیش کردہ حوالوں سے القاب و عہدہ کے اتحاد کی بنا پر محمد اور احمد دونوں کو ایک شخصیت قرار دیتا ہے،

لیکن مجھے اخبار مصر ابن میسر اور حسن المحاضرہ سیوطی میں محمد بن احمد بن قاسم کے بجائے محمد بن قاسم بن زید کا نام ملا ہے، اس طرح احمد و محمد بھائی قرار پاتے ہیں، ابن میسر نے حسب ذیل تذکرہ کیا ہے،

"ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زید صقلی خلیفہ الآمر ابو علی المنصور بن المستعلی کے عہد (۵۲۲ھ) میں مصر کے عہدۂ قضاء پر مامور تھے، اور اپنی وفات تک یہ خدمت انجام دیتے رہے" اور سیوطی نے لکھا ہو کہ انہیں رشید نے ابو الفضل نعمہ بن بشیر نابلسی معروف بجلیس کے عہدۂ قضاء سے مستعفی ہونیکے بعد ۵۲۴ھ میں مامور کیا، اور اون کی وفات کے بعد جلیس دوبارہ اس عہدہ پر مامور کیے گئے" (اخبار مصر ابن میسر جلد ۲ ص ۷۰، حسن المحاضرہ جلد ۲ ص ۹۲)

[۲] خریدۃ القصر و جریدۃ العصر، معالم الایمان جلد ۳ ص ۱۲۱، معجم البلدان ذکر میناؤ و جفلودا

دورِ رابع

(ساتوین آٹھوین صدی ہجری)

فقہائے صقلیہ کا ایک چوتھا دور بھی قائم کیا جاسکتا ہے، یہ وہ فقہار ہیں، جو ساتوین آٹھوین صدی ہجری مین صقلیہ کی طرف منسوب ہین،

ان مین سے اگرچہ بعضون نے توشاید صقلیہ کی سرزمین پر کبھی قدم بھی نہ رکھا ہو، لیکن جب اونھون نے اپنے خاندان کے اجڑے وطن سے اپنا انتساب قائم رکھکر اس کی یاد تازہ رکھی، تو ان کے اس اجڑے وطن کی سرگذشت میں انھیں کیون نہ یاد کر لیا جائے، ذیل میں چند فقہار کے نام درج ہین،

فخرالدین محمد بن محمد صقلی، شیخ ابو عبد اللہ فخر الدین محمد بن محمد صقلی شافعی المذہب تھے، علم فقہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سنباطی سے کی تھی، زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے، دمیاط (مصر) کے عہدۂ قضا پر مامور تھے، اور کچھ دنون مصر کے قائم مقام والی بھی رہے،

تالیف فقہ شافعی میں تاج الدین ابو القاسم عبد الرحیم بن محمد المعروف بابن یونس موصلی متوفیٰ ۶۷۱ھ کی ایک مشہور کتاب التعجیز فی مختصر الوجیز ہے، شیخ فخر الدین صقلی نے اس کے متعلق استدراک میں التنجیز فی تصحیح التعجیز لکھی جسمیں ائمہ کے اختلافات کے اجتہادی مسائل کی تشریح اور بعض مسائل کی توضیح کی ہے،

وفات انھون نے ۱۵ ر اور بہ روایت ۱۷ ر ذی القعدہ ۶۷۶ھ کو مصر میں وفات پائی[1]،

ابن حجری صقلی، ابو زید عبد الرحمٰن بن علی بن محمد قرشی معروف بابن الحجری کا قیام بجایہ میں تھا،

---

[1] طبقات الشافعیہ سبکی، جلد ۵ ص ۱۳ و کتاب المتقی مقریزی در امار ی ص ۶۶۵ و حسن المحاضرہ

تعلیمی سلسلہ افریقیہ میں تمام کیا، ابوزید عبد الرحمن بن اسمٰعیل بن حداد تونسی ان کے اساتذہ میں ہیں، علم فقہ میں عبور حاصل کیا، اور نحو و لغت میں بھی استاذ مانے گئے،

بجایہ آگیا اون کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے علمی خدمت میں مصروف رہتے تھے،

اُن کے تلامذہ میں ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم دغلیسی ہیں، جو اپنے وقت میں علم فقہ کے مرجع خلائق بنے،

سال وفات معلوم نہیں، زمانہ ساتویں صدی ہجری تھا،[۱]

احمد بن عبد الرحمن بن شیبہ | فقیہ احمد بن عبد اللہ بن شعیب تیمی صقلی متوفی ۶۶۲ھ اور فقیہ حسن بن ابو عبد اللہ بن صدقہ شکلی متوفی ۶۶۹ھ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں،[۲]

ابن حیون شکلی صقلی | الحاج الخطیب ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسن بن حیون شکلی صقلی فقیہ مراکش کی مشیخت اسلام کے عہدہ پر فائز تھے،

ابن حیون شکلی وہ آخری فقیہ ہیں، جنہوں نے اپنے انتساب سے صقلیہ کے اسلامی علم و فن کی یاد تازہ رکھی، اور عجب کیا کہ انہی پر صقلیہ کے انتساب کا خاتمہ ہوا ہو، ۶۰۱ھ میں وفات پائی،[۳]

علم کلام و مناظرہ

کلام و عقائد میں صقلیہ کے اہل علم سلف صالحین کے متبع اور مسلکاً اشعری تھے، کیونکہ ایک

---

[۱] عنوان الدرایہ ... الغبرینی ... ص ۱۳۱، ۱۹۹ [۲] النجوم الزاہرہ ... [illegible] ... ص ۱۰۰

طرف مالکیون کے متعلق معلوم ہے، کہ ان کا اشعری ہونا ضروری ہے، پھر صقلیہ کے احناف بھی قاضی اسد کے فیض صحبت سے سلف صالحین کا اتباع کرتے تھے، چنانچہ صقلیہ کے جن اہل علم نے علم کلام میں کتابیں لکھیں، وہ سب اشعری مذہب ہی پر ہیں،

صقلیہ میں علم کلام کا آغاز بھی قاضی اسد بن فرات ہی سے ہوتا ہے،

قاضی اسد بن فرات، قاضی اسد کا زمانہ عقاید وایمانیات کے مباحث ومسائل کے لحاظ سے بہت پرآشوب تھا، اُسی زمانہ میں علم کلام کے بانی ابو الہذیل علاف (سنہ ۱۳۱ھ سنہ ۲۳۵ھ) نے اپنی ہنگامہ خیز تحریروں سے علماء ومحدثین کے طبقوں میں ہیجان برپا کیا، اور کلام وعقائد کے بعض اہم مسائل مثلاً خلق قرآن اور رویت باری، وغیرہ ایسے پیدا ہوگئے، کہ اونکی وجہ سے اہل علم دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہوگئے، ایک طرف فقہا ومحدثین تھے، جو سلف صالحین کے تابع تھے، دوسری طرف متکلمین کی جماعت بن گئی، جو نئے خیالات کی حامی تھی، اور اس زمانہ میں ہر صاحب علم پر مستفسرانہ نگاہیں اٹھتی تھیں، کہ وہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے،

قاضی اسد کے فقہی مسائل میں ایک حد تک مجتہدانہ مسلک رکھنے کی وجہ سے ان کے متعلق یہ افواہیں بھی پھیلیں کہ اونھوں نے عقائد وکلام میں بھی سلف صالحین کے مسلک سے تجاوز کیا، لیکن مستند مورخین اور اہل علم قاضی عیاض، ابن فرحون، اور ابن ناجی وغیرہ نے انکی تردید کی اور ان بدعات سے انکا دامن پاک دکھایا ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں،

"اسد ثقہ تھے، انکے عقائد مبتدعانہ نہ تھے"،

مسئلہ خلق قرآن، قاضی اسد پر ایک الزام یہ تھا، کہ وہ محدثین کے مسلک کے خلاف قرآن کو مخلوق کہتے ہیں، لیکن اُسکی تردید میں امام سحنون نے ان کی طرف سے صفائی دی ہے، چنانچہ [illegible] سحنون سے پوچھا، کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسد خلق قرآن کے قائل تھے؟ تو وہ [illegible]

Marfat.com

بھی نہین کہا کہ اگر وہ کہتے بھی تو ہم لوگ اسکے قائل نہ ہوتے "

اسی طرح جعفر القصری کہتے ہیں کہ

" وہ قرآن کو خدا کا کلام کہتے تھے، مخلوق نہیں کہتے تھے، بلکہ وہ مخلوق کہنے والے کو مبتدع کہتے تھے "

پھر قاضی عیاض نے ابو سلیمان داؤد بن یحیی کی ایک روایت بیان کی ہے، کہ وہ اسد کے درس میں شریک تھے، اون کے سامنے کوئی تفسیر رکھی تھی، اثنائے درس میں انھون نے یہ آیت تلاوت کی،

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (طٰہٰ - ع - ۱) ترجمہ: جو کچھ وحی کیجاتی ہے اسے غور سے سنو کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہین پس

پھر کہا:-

" ہلاکت ہو اہل بدعت کی، وہ کیا ہی ہلاک ہوئے، وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ عز وجل نے کلام کو پیدا کیا، اور وہ "کلام مخلوق" کہتا ہے، کہ "میں اللہ ہون میرے سوا کوئی معبود نہیں "! "

رویت باری رویت باری کا مسئلہ بھی اس زمانہ کے اہم مسائل میں ہے، اس میں بھی وہ سلف صالحین کے متبع تھے، بلکہ اس سلسلہ میں ان کے درس میں ایک ناگوار واقعہ بھی پیش آگیا تھا،

یحیی بن محمد بن یحیی بن سلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اسد درس مین مصروف تھے، اثنائے درس میں رویت باری سے متعلق ایک حدیث آئی، تلامذہ کی صف مین سلیمان الفراء جس نے بعد مین "سلیمان المعتزلی" کے نام سے شہرت حاصل کی مجلس کے اخیر مین بیٹھا تھا، وہ اس وقت تک بدعتین کے عقائد سے کچھ متاثر ہو چکا تھا، اس نے اس حدیث پر کوئی اعتراض کیا، پھر عقیدہ رویت باری سے

Marfat.com

مجلس میں علانیہ انکار کر بیٹھا، یہ سنکر قاضی اسد سخت برہم ہوے، اور غیظ و غضب میں اوٹھکر سلیمان کی داڑھی اور گردن پکڑ لی، اور بے تحاشا مارتے مارتے لہو لہان کر دیا، اس کے بعد اپنے حلقۂ درس سے نکال دیا،

سلیمان الفراء المعتزلی اسی بنا پر اسد کا مخالف تھا، اور اونھیں نا ملائم کلمات سے یاد کیا کرتا تھا،

صقلیہ کے اہل علم میں جو لوگ علم کلام میں تبحر رکھتے تھے، اور جن میں سے بعض کی اس فن میں کتابیں ہیں، وہ بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں،

ابن الحکار صقلی | ابن الحکار صقلی قوت تحقیق اور نقد و نظر میں ملکہ رکھتے تھے، علم کلام و فن مناظرہ پر کامل عبور تھا، ابن فرحون نے ستایش کی ہے،

ابو عبد اللہ بن خطاب کہتے ہیں :-

"میں ایک مرتبہ ان کی مجلس میں شریک تھا، وہ برازعی سے مناظرہ کر رہے تھے، اُس وقت وہ جو تقریر کر رہے تھے، اس سے زیادہ ادق اور مشکل تقریر میں نے آج تک نہیں سُنی تھی"[۱]

ابو محمد عبد الحق بن محمد سہمی | ابو محمد عبد الحق بن محمد بن ہارون سہمی متوفی ۴۶۶ھ کو علم کلام میں بھی درک تھا، اسلامی عقائد کے بیان میں اونھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے[۲]

ابن ظفر صقلی | ابن ظفر صقلی کی تصنیفات میں سے کتاب[۱] التجیر (کتاب المقتفی میں کتاب التجیر کے نام سے ہے،) کتاب[۲] المعاوات[۳] کتاب[۴] الجنۃ فی اعتقاد اہل السنۃ اور کتاب[۵] معاتبۃ الجری علی معاقبۃ الرای فی اعتقاد ابی حنیفۃ والاشعری، یہ رسالے علم کلام میں ہیں[۳]

---

[۱] دیباج المذہب و ترتیب المدارک دیباج ذکر کی عبارت ہے، ۲۳۵ [۲] ترتیب المدارک دیباج ذکر عبد الحق، اس نام کر ایک مختصر اور ایک مطول دو کتابیں لکھیں [۳] اقتباس ... ۹۶۶

محمد بن سابق صقلی | ابو بکر محمد بن سابق صقلی متوفی ۴۹۳ھ کو ابن بشکوال نے اہل کلام میں شمار کیا

ابن صاحب الخمس | ابن صاحب الخمس بھی علم اصول و کلام میں امام سمجھے جاتے تھے۔[1]

ابن ابی الفرج الذکی صقلی | ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفرج بن فرج بن ابی القاسم مالکی کتابی صقلی معروف بالذکی کا تذکرہ علم نحو میں گذر چکا ہے، وہ جب مشرق پہنچے، تو علوم لسانیہ میں تبحر حاصل کرنے کے علاوہ علم کلام و مناظرہ میں بھی نمایاں مشق بہم پہنچائی

اسوقت بغداد میں ملک شاہ (سال جلوس ۴۶۵ھ وفات ۴۸۵ھ) موجود تھا اس کا علم دوستی شہرت دوام رکھتی ہے ابن ابی الفرج اس دربار سے وابستہ ہوگئے، اور وہ بغداد سے اپنی واپسی کے موقع پر انھیں اپنے ساتھ اصفہان لیتا گیا

امام غزالی سے مناظرہ | ابن ابی الفرج کی طبیعت کسی قدر تیز اور مناظرہ پسند تھی، ملک شاہ کے دربار میں امام غزالی سے علما کا جو مشہور مناظرہ ہوا تھا، اس میں معترضین کی صف میں یہ بھی تھے، قاضی عیاض لکھتے ہیں

"یہاں امام غزالی سے مناظرے ہوئے، اور یہاں پر ان کے معترضین میں سے ایک تھے

لیکن امام غزالی حضرہ تھے"

سیاحت و ورود ہند | پھر مشرق کی سیاحت کے لئے نکلے خراسان وغزنی پہنچے، اور اس کے بعد اس صقلی اہل علم کے متعلق یہ تعیین معلوم ہے، کہ اس نے سرزمین ہند کو بھی اپنے ورود سے مشرف کیا،

مناظرے | اور جہاں جہاں گئے، علماء سے مناظرے کرتے رہے، ان مناظروں میں کبھی کبھی حدود سے زیادہ بڑھ جاتے، سیوطی لکھتا ہے

"اور ائمہ کی جماعت سے مناظرے ہوئے، اور ان پر طعن و طنز کئے، اور ان کی شان میں ان کے مرتبہ

---

[1] کتاب الصلہ لابن بشکوال ص ۲۰۹، ۲۰۵ تکملہ .... ایک دریاگاری ج ۱ ص ۱۹

Marfat.com

سے فروتر کلمات استعمال کئے"

اسی سلسلہ میں سیوطی نے ایک دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے، یہ ایک مرتبہ محمد بن منصور سمعانی کے درس میں شریک ہوئے، وہ اپنے تلامذہ کو املا کرا رہے تھے، کسی بات پر ابن ابی الفرج نے اعتراض کیا، سمعانی نے تلامذہ سے کہا:۔

"جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسے لکھ لو، آپ اس سے زیادہ واقف ہیں"

تلامذہ نے تصحیح کر لی تو تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے پھر کہا:۔

"سیدی! مجھ سے غلطی ہوئی، صحیح وہی ہے جو آپ نے املا کرایا تھا"

سمعانی نے دوبارہ تصحیح کرادی، اس کے بعد جب ابن ابی الفرج مجلس سے رخصت ہوئے تو سمعانی نے کہا:۔

"یہ حضرت مغربی سمجھتے تھے، کہ میں بھی ان سے دوسروں کی طرح جھگڑوں گا، اور میرے ساتھ بھی ایسی تیز زبانی پیش آئیں گے، جیسے دوسروں کے ساتھ کرتے رہتے ہیں، لیکن نا مراد ہو گیا، بالآخر وہ خود رجوع کرنے پر مجبور ہوئے"

وفات | ۵۱۲ھ میں اصفہان میں وفات پائی[1]

محمد بن مسلم مازری | محمد بن مسلم مازری متوفی ۵۳۰ھ کو قاضی نے قدمائے متکلمین میں شمار کیا ہے اگرچہ ان کا خاص فن علم حدیث تھا، مگر پھر علم کلام کی طرف مائل ہو گئے تھے، اور اس میں متعدد بلند پایہ کتابیں لکھی تھیں، قاضی عیاض ان کے ہمعصر تھے، اور ان سے ان کی کتابوں کی اجازت لی تھی، وہ کتاب الغنیہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ان پر علم کلام و تحقیق کا نشہ ہو گیا تھا، اور اس میں اس قدر مہارت حاصل کی تھی کہ اپنے

---

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ۹۔ بغیہ کے پیرس کے ایک نسخہ میں سال وفات ۵۱۳ھ ہے۔

معاصرین پر تفوق لے گئے تھے، اور اس پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی تھیں...... لوگ دور دور سے ان سے علم کلام کے استفادہ کے لیے آتے تھے...... مصر میں اپنی تصنیفات کی سند و اجازت مجھے بھیجی تھی"

مذہبًا اشعری تھے، ساری عمر اس مذہب کی حمایت میں گذاری، اور مختلف فرقوں سے مناظرے کرتے رہے،

ان کی تصنیفات میں سے کتاب البیان لشرح البرہان (انھوں نے بھی امام الحرمین کی البرہان کی شرح لکھی تھی) کتاب تائید التمہید و تقیید التجرید اور کتاب المہاد فی شرح الارشاد (کتاب الارشاد فی الکلام بھی امام الحرمین کی تصنیف ہے) کے نام معلوم ہیں، قاضی عیاض وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے،[1]

امام مازری امام مازری متوفی ۵۳۶ھ بھی مذہبًا اشعری تھے، اور اس سے سر مو تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے۔

امام مازری اور امام الحرمین یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی تصنیف ایضاح البرہان فی اصول الفقہ میں امام الحرمین پر ایسے موقعوں پر شدید نکتہ چینی کی ہے، جہاں اشاعرہ کے عمومی مسلک سے انحراف نظر آیا ہے، ان دونوں کے اختلافی مسائل میں سے مسئلہ استرسال کی شہرت اہل علم میں زیادہ ہے،

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے، کہ امام مازری نے کتاب البرہان کی کسی عبارت سے یہ اخذ کیا کہ امام الحرمین ذات باری تعالیٰ کے علم کے احاطہ میں صرف کلیات کو داخل سمجھتے ہیں، اور اس سے باری تعالیٰ کے عالم بالجزئیات ہونے کی نفی لازم آتی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے بارے میں فلاسفہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں، ایک جماعت باری تعالیٰ کے احاطہ علم کے اشیاء و معلومات کا انکار کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچی کہ نعوذ باللہ

[1] نیل الابتہاج بتطریز الدیباج ص ۲۲۰ (برحاشیہ دیباج) و کتاب المقفی مقریزی در امام مازری صفحہ ۲۹۸،

Marfat.com

باری تعالیٰ خود اپنے وجود کا علم رکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے، لیکن دوسری طرف فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ باری تعالیٰ کے احاطۂ علم میں سے صرف اشیائے غیر متناہی کو خارج تصور کرتا ہے، فلاسفہ کا یہی مسئلہ متکلمین اسلام کے زیر بحث آیا اور علم کلام میں اسے خاص اہمیت حاصل ہو گئی، یہاں تک کہ جب امام الحرمین نے بھی اس مسئلہ پر کتاب البرہان میں بحث کی تو اور وہ عقل و نقل کی میزان سامنے رکھ کر جو کچھ کہہ سکتے تھے، اس کا حاصل کلام یہ ہے:

وبالجملة علم الله تعالى اذا تعلق بجواهر لا نهاية لها فمعنى تعلقه بها استرسالها عليها من غير تعرض لتفصيل الآحاد مع نفي النهاية فان ما يحيل دخول ما لا يتناهى في الوجود يحيل وقوع تقديرات غير متناهية في العلم[2]

حاصل کلام خداوند تعالیٰ کا علم جب غیر متناہی حقائق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اس کے متعلق ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ کلیۃً جوہروں کے ساتھ متعلق ہوتا ہے، افراد کی تفصیل کے ساتھ اس کو کوئی غرض نہیں ہوتی، البتہ وہ انتہا کی نفی کرتا ہے کیونکہ جس اصول سے غیر متناہی چیز کا عالم وجود میں آنا محال ہے اسی حیثیت سے

[illegible]

علامہ سبکی کے بیان کے مطابق البرہان کی اسی عبارت پر امام مازری نے اپنی شرح میں سخت گرفت کی ہے، لیکن علامہ سبکی نے امام مازری کی نکتہ چینی کے حدود، اسباب، اور ان کے قائم کردہ دلائل پیش نہیں کیے، جن سے ان کے دلائل و افکار کا صحیح اندازہ ہوتا، بلکہ انہوں نے اس بارے میں محض چند ایسے اقتباسات درج کیے ہیں جن میں تیز لب و لہجہ میں امام الحرمین پر تنقید کی گئی ہے، اور اس کے بعد امام الحرمین کی مختلف کتابوں سے ایسے اقتباسات پیش کیے ہیں جن سے باری تعالیٰ کے علم قدیم کا پتا

[1] شرح مواقف جلد ۸ ص ۰۰ [2] طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۶۲

کے متعلق امام الحرمین کے عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے، اور پھر البرہان کی مذکورۂ بالا عبارت کی تشریح کرکے دکھایا ہے، کہ امام مازری امام الحرمین کی عبارت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ ورنہ ان کی عام کتابوں مین علم باری کے متعلق جو خیالات ہیں، وہ خود اس کی تردید کرتے ہین چنانچہ اسی سلسلہ مین کتاب الشامل سے جو اقتباسات پیش کئے ہیں، ان کا لب لباب یہ ہے،

... علمه واحد فلا يتعلق بجميع	... یعنی واحد قدیم کا علم تمام معلومات
المعلومات ...... شيئ الله لا يتناهى	سے متعلق ہو ...... اس سبب دلائل اس
القاطعة على وجوب كونه الله	تعالیٰ کے تمام معلوم کے عالم ہونے پر پوری
سبحانه عالما بكل المعلومات	طرح دلالت کرتے ہیں،

پھر امام الحرمین کی ایک دوسری کتاب ارشاد اور پھر اسی البرہان سے چند اقتباسات درج کئے ہین جنکا خلاصہ علامہ سبکی کے الفاظ مین یہ نکلتا ہے کہ

صرح بان الله يعلمه على سبيل التفصيل	یہ تصریح کی ہے کہ اللہ بسبیل تفصیل تمام
كل شئى،	چیزون کو جانتا ہے

اسکے بعد علامہ سبکی انہی اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں:۔

اذا عرفت ذالك فانا على قطع بانه	جب یہ معلوم ہوگیا، تو یہ قطعی ہے، کہ
معترف باحاطة العلم بالجزئيات	وہ احاطۂ علم بالجزئیات کے معترف ہین

لیکن اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے، تو امام الحرمین کی کتابون کے یہ اقتباسات امام مازری کے اعتراض سے تعرض نہیں کرتے کیونکہ امام الحرمین کی ان عبارتون سے یہ مستفاد ہوتا ہے، کہ علم باری ہر معلوم پر حاوی ہے، اور یہ وہ تمام چیزون کو بسبیل تفصیل جانتا ہے اور اسکے احاطۂ علم میں ہین لیکن یہان سوال عموم معلومات اور علم عمومی کا نہیں، بلکہ اسکے احاطۂ علم مین غیر متناہی اعداد کا

جزئیۃ انما ہے، جس میں غیر متناہی امور کی جزئیات کی تفصیل بھی شامل ہو، اور امام الحرمین نے البرہان میں من غیر تعرض لتفصیل الآحاد مع نفی الانتہاء کہکر اسی سے انکار کیا ہے، اور امام مازری نے اسی بنا پر علم باری بالجزئیات کے عقیدہ سے انکار کرنے کا الزام لگایا ہے، ورنہ علم کلی کا اقرار تو البرہان کی خود اسی عبارت میں موجود ہے،

علاوہ ازین اس موقع پر یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے، کہ امام الحرمین ان تمام عبارتوں میں علم باری کو "شی معلوم" سے وابستہ فرماتے ہیں، اور علامہ سبکی اسی "شی معلوم" میں غیر متناہی حقائق کو داخل کرکے علم بالجزئیات ثابت کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسکی کیا تاویل ہوگی، کہ امام الحرمین البرہان کی اس عبارت میں "غیر متناہی حقائق" کو نفس احاطہ علم سے صریحا خارج فرما چکے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

فان ما یحیل دخول ما لا یتناہی	کیونکہ جس اصول سے غیر متناہی چیز کا عالم
فی الوجود یحیل وقوع تقدیرات	وجود میں آنا محال ہے، اوسی حیثیت سے
غیر متناہیۃ فی العلم	علم میں بھی غیر متناہی کا ثبوت محال ہے

اسلئے درحقیقت امام الحرمین کے اس ارشاد کے مطابق غیر متناہی حقائق شی معلوم میں داخل ہی نہیں ہیں، پھر باری تعالی کے علم بالمعلومات سے اونکے غیر متناہی حقائق کا جزئیۃ علم کیونکر ثابت کیا جاسکتا ہے،

اس کے بعد علامہ سبکی نے امام الحرمین کی اس عبارت کی عمومی حیثیت سے جو کچھ تاویل کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام الحرمین غیر متناہی حقائق کے جزئیات کے علم سے انکار نہیں فرماتے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ جو اشیاء جس طرح سے اپنی ماہیت رکھتی ہیں، باری تعالی ان کو اسی ماہیت کیساتھ علم رکھتا ہے، جو چیزیں اپنی جگہ منفصل ہیں، اسکو ان کا علم تفصیلی ہے، جو چیزیں مجمل ہیں، ان کا علم اجمالی ہے، جو امور کلی ہیں، ان کا علم کلی ہے، اور جو امور جزئی ہیں، ان کا علم جزئی ہے، اور چونکہ غیر متناہی

Marfat.com

حقائق غیر تفصیلی وجود رکھتے ہیں، اس لئے باری تعالیٰ کو بھی ان کے متعلق غیر تفصیلی علم حاصل ہے[1]

امام مازری اور امام غزالی، کلام میں امام مازری کی چند مستقل کتابیں بھی ہیں، ان میں سے ایک کتاب الکشف والانباء عن المترجم بالاحیاء ہے، یہ رسالہ امام الحرمین کے شاگرد امام غزالی کے رد میں لکھا گیا ہے، علامہ سبکی نے امام غزالی کے سوانح میں اس رسالہ کے بھی کچھ اقتباسات درج کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے امام غزالی اور ان کی تالیف پر تبصرہ کرتے ہوئے، موحدین فلاسفہ متصوفہ اور اصحاب اشارات کے مذاہب پر، دشمنی غزالی ہے، کیونکہ امام مازری کے الفاظ ہیں امام غزالی کی تصنیفات ایسے مسائل پر مشتمل ہیں، نیز انھوں نے اسمیں مختلف مذاہب کے باہمی اختلاف کا تذکرہ کرکے امام غزالی کے بعض مسالک کی تردید کی ہے،

علامہ سبکی نے امام مازری کے اعتراضات اور امام غزالی کے متعلق ان کے خیالات کا خلاصہ نقل کیا ہے، جسکی تلخیص مولانا شبلی مرحوم نے الغزالی میں درج کی ہے، مناسب ہے کہ اس کا خلاصہ مولانا ہی مرحوم ہی کے الفاظ میں پیش کردیا جائے، امام مازری امام غزالی کے متعلق فرماتے ہیں:-

"غزالی کو فقہ میں اصول فقہ کی بہ نسبت زیادہ کمال ہے، علم کلام میں بھی اون کی تصنیفیں ہیں، لیکن اس فن میں اون کو کمال حاصل نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے قبل اس کے کہ علم کلام میں مہارت حاصل ہو، فلسفہ کی کتابیں دیکھیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے، مجھکو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ اخوان الصفا کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے، ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو مذہب میں ملانا چاہا، اور اس پردے میں فلسفہ کی حمایت کی، اسی زمانہ میں بوعلی سینا پیدا ہوا، جو فلسفہ کا امام تھا، اس نے چاہا کہ عقائد

[1] طبقات الشافعیہ جلد ۲ ص ۲۴۳، لیکن ظاہر ہے کہ اس تاویل سے یہاں اس شبہہ کا ازالہ نہیں ہوتا، کہ اشیاء کا مفصل و غیر مفصل اور حقائق کا متناہی و غیر متناہی ہونا عقل انسانی کے حدود کے لحاظ سے ہے نہ کہ احاطۂ علم باری تعالیٰ کیلئے،

اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے، چنانچہ اپنے زور قابلیت سے اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوا؛

پھر کہتے ہیں ا۔

۱۔ غزالی کے بہت سے مسائل بو علی سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہیں،

۲۔ تصوف کے مسائل جو غزالی نے لکھے ہیں، مجھکو معلوم ہیں کہ اس فن میں انکا ماخذ کیا ہے، قیاس غالب ہے کہ ابو حیان التوحیدی کی کتاب ہوگی،

۳۔ غزالی نے احیاء العلوم میں نہایت ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل کی ہیں،

۴۔ غزالی جابجا تصریح کرتے ہیں، کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں، جنکو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہیے"، لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، وہ مسائل اگر غلط ہیں، تو ضرور اس قابل ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کئے جائیں"

علامہ سبکی نے ان اعتراضات کے جوابات دینا چاہے ہیں، لیکن بقول مولانا ے مرحوم یہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے،

علاوہ ازیں امام مازری نے امام غزالی پر صرف رائے زنی نہیں کی ہے، جیسا کہ طبقات الشافعیہ سے مترشح ہوتا ہے، کہ اوسکی وجہ سے یہ سمجھا جا سکے، کہ امام مازری کو علوم عقلیہ سے مناسبت نہ تھی، اسلئے محض محدثانہ نقطۂ نظر سے ان پر جرح کر دی، بلکہ انھیں علم کلام پر کامل عبور تھا، اور اس فن میں اون کی دو مستقل کتابیں ہیں، جو امام غزالی کے رد میں لکھی گئی ہیں، چنانچہ مقری صاحب نفح الطیب نے ان کی دو اور کتابوں کشف الغطاء عن لبس الخطاء، اور النکتۃ القطعیہ فی الرد علی الحشویہ کے نام لکھے ہیں، جو امام غزالی کے رد میں ہیں[۱]؛

[۱] ازہار الریاض فی اخبار عیاض نسخہ قلمی کتبخانہ پیرجی دریا دگاری جلد ۲ ص ۴۹،

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے فلسفہ کے خلاف علم اٹھایا اور اس کی تردید کرنی چاہی لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ پہلا اقدام تھا، توازن میں بیباکی نہ آسکی، علامہ ابن تیمیہ نے اسی خشت اول پر بنا کی اور بے مرعوبی سے عمارت کھڑی کی، اور کامیاب ہوئے، لیکن اس بحث کا یہ موقع نہیں، یہاں صرف یہ دکھانا ہے، کہ امام مازری ہی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے امام غزالی کی غلطیاں محسوس کیں، اور پھر قاضی عیاض مصنف الشفا، محدث ابن صلاح اور ابن جوزی وغیرہ نے انہی کے نقش قدم کی پیروی کی،

امام مازری کی علم کلام میں ایک اور تصنیف نظم الفرائد فی علم العقائد بھی ہے، ابن فرحون نے تذکرہ کیا ہے۔[1]

علم تصوف

صقلیہ کے مختصر اسلامی دور میں بعض باکمال صوفیہ بھی اس کی خاک سے اٹھے، اور اپنی تصنیفات واسوۂ عمل سے مسلمانان صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ بنے اور مسلمانوں اور اسلامی حکومت نے بھی ان بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل میں سہولتیں بہم پہنچائیں، اور رباط تعمیر کرا کر قیمتی جاگیریں وقف کیں، لیکن بدقسمتی سے یہ خانقاہیں اور جاگیروں کے اوقاف مفاسد کا ذریعہ بن گئے، اور ان پر نااہلوں اور خود غرضوں کا تسلط ہوگیا، ابن حوقل نے ان خانقاہوں کے راز درون کا پردہ چاک کیا ہے، اور ان پر سخت حملے کئے ہیں، چنانچہ لکھتا ہے:-

"یہاں دریا کے کنارے بہت سی خانقاہیں ہیں، جو شہدوں، بدکاروں، اور بدمعاشوں سے جنہیں بوڑھے جوان سبھی شامل ہیں، بھری ہوئی ہیں، انھوں نے صدقہ لینے اور پاکدامن عورتوں پر دست درازی کیلئے اپنے بھیس پر ... کے نشانات بنائے ہیں،

[1] دیباج المذہب ص ۲۰۰۔

افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں، چونکہ وہ لوگ سخت اپاہج اور ذلیل ہیں، اور ان کے رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں، اسلئے یہاں قیام کرلیا ہے[۱]"

مگر صقلیہ کا سنجیدہ خیال طبقہ عہد تخریب کے ان مظاہر سے متاثر نہ تھا، وہ تصوف کی حقیقی منزلت سے آگاہ تھا، اسی دور کے ایک معزز عہدہ دار ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن طزی صاحب دیوان الرسائل والانشاء نے اپنے ایک قطعہ میں اس قسم کے متصوفین پر نکتہ چینی کرکے تصوف کی حقیقت بیان کی ہے، وہ کہتا ہے:-

"تصوف پشمینہ پوشی کا نام نہیں، اور نہ شور و شغب، رقص و طرب اور کھلم کھلا ایسی برائی کرنے کا نام ہے، کہ گویا تم مجنون ہوگئے ہو، بلکہ تصوف نام ہے، اخلاص و تصفیہ قلب کا، اور علم حق، قرآن اور دین کے اتباع کا، اور خدا سے ترساں رہنے، اور گناہوں پر نادم اور ہمیشہ غمگین رہنے کا نام ہے[۲]"

نیز اس عہد میں صقلیہ تصوف کے حقیقی حاملین سے بھی خالی نہ تھا، جنھیں عہد سلف میں "الزاہد و المتعبد" کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، اور وہ لوگ اپنے زہد و ورع، تقدس اور اخلاص واحسانات سے مقبول انام تھے، اور اس عہد کے مشہور برگزیدہ صوفیہ شیخ ابوالحسن ... شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی، اور شیخ ابو ہارون اندلسی وغیرہ رحمہم اللہ کے ... فیضیاب ہوئے تھے، پھر صقلیہ کے تعلیمیافتہ مسلمانوں میں تصوف ... مقبول تھیں، اور بار بار پڑھی جاتی تھیں، مثلاً شیخ یحییٰ بن محمد ... کی ... و شرائع الاسلام جیسے شیخ ابو جعفر احمد بن محمد بن عبد ... بیت ...

[۱] کتاب ... [illegible]

تھی، ابو جعفر بن لطیف کا بیان ہے، کہ انھوں نے یہ کتاب متعدد مرتبہ صقلیہ اور افریقیہ میں پڑھا

صقلیہ کے مشہور صوفیۂ کرام حسب ذیل ہیں:۔

شیخ ابوالقاسم بکری صقلی | شیخ ابوالقاسم بکری صقلیہ کے مشہور صوفیہ میں تھے، صاحب معالم نے انھیں "شیخ عارف محقق امام حقیقت و شیخ اہل طریقت" کے خطاب سے یاد کیا ہے، اور پھر لکھا ہے،

"علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، صلاح و تقویٰ و زہد و ورع کے جامع تھے"

شریعت و طریقت کی اس جامعیت کا یہ اثر تھا، کہ تصوف میں ان کا مسلک ہندوستان کے سرچشمۂ معارف حضرت مجدد الف ثانی سے مشابہ تھا، چنانچہ صاحب معالم کا بیان ہے

"انھوں نے تصوف کی بنیاد کتاب و سنت اور سلف اوّل کے مسلک پر قائم کی، اور آرار واستحسان کو ترک کیا"

تصنیفات | علم تصوف میں انکی چند کتابیں ہیں، ایک کتاب جواہر الالفاظ و ظہور الانوار المعروف **انوار صقلی** ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ لیڈن میں موجود ہے،

اس میں متبعین اسلام کے اوصاف بتا کر "عرفان حق" "معرفت دین" "معرفت دشمنان دین" "معرفت دنیا و اہل زمانہ" کو اصل تصوف قرار دیا ہے،

دوسری کتاب صفۃ الاولیاء و مراتب احوال الاصفیاء ہے، اور تیسری کتاب کرامۃ اولیاء المتبعین من الصحابۃ والتابعین ومن تبعھم باحسن ہے، ان میں سے اول الذکر میں اولیاء و صوفیہ کے حالات و تراجم ہیں، اور دوسری میں فقہار کی جماعت کو خطاب کرکے کرامات اولیار کے ممکن الوقوع ہونے کے دلائل سمجھائے ہیں،[1]

شیخ ابوبکر محمد بن احمد المعلم صقلی، | شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم المعلم معروف بہ صقلی صوفی شیخ ابو...

---

[1] معالم الایمان جلد ۲ ص ۱۸۱ تا ۱۸۲ و اقتباس کتاب جواہر الالفاظ و ظہور الانوار در اماری ص ۲۹۰ تا ۲۹۱

نصیر المتعبد (سنہ ھ) کے حلقہ گوشون میں تھے، جنکا قیام قصر الطوب میں تھا، شبانہ روز انہی کی خدمت میں حاضر رہکر خدمت گذاری کرتے، اور عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے[1]

ابوعبدالسلام مفرج، شیخ ابو عبدالسلام مفرج شیخ ابو الحسن الصقلی کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، انکے شیخ نے انکے متعلق فرمایا،

"وہ ایک عبادت گذار فاضل شخص ہے، جو ریاضت واذکار میں مصروف رہتا ہے"

ان میں صحیح للّٰہیت تھی، سارا وقت عبادت وریاضت مین گذارتے، مگرجب جہاد کا موقع آتا، تو خانقاہ کے حجرے سے باہر نکل آتے، اور جوش وخروش سے لڑائیون میں شریک ہوتے، ایک مرتبہ صقلیہ کی کسی جنگ میں شرکت کی، اسمیں مسلمانون کو ہزیمت ہوئی، بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، اور مفرج بھی سخت زخمی ہوکر بیہوش ہوگئے، بیہوشی کے عالم میں اون کے تصور نے ایک عجیب نظارہ کیا، وہ دیکھتے ہین، کہ زمین سے آسمان تک کی ساری فضا نور سے معمور اور سبزہ سے سرسبز ہے، خوبصورت حورین پرے کے پرے جائے آسمان سے اُتر رہی ہین، ان کے ہاتھون میں ایک ایک سبز رومال ہے، ان میں سے ایک ایک بڑے اشتیاق سے ایک ایک شہید کی لاش پر آئی، اور بڑی محبت سے اس کا خون آلود سر گود میں اٹھالیا، پھر اپنے آسمانی رومال سے خون صاف کیا، اور اس کے بعد اس رومال کولیکر آسمان کی طرف اڑکر چلی گئی، اس سلسلہ میں خلدبرین کی ایک دوشیزہ کا قرعۂ فال مفرج کے نام بھی نکلا تھا، وہ بھی بڑے اشتیاق سے ان کے پاس آئی، مگر ان کا تارِ دم نہ ٹوٹا تھا، یہ دیکھکر وہ اپنی قسمت کی محرومی پر غمگین ہوئی، اور ہم چشم سہیلیون میں شرم سے گردن جھکالی،

مفرج کا یہ خواب ہو یا عالمِ بیہوشی کے ذہنی تاثرات لیکن یہی نظارہ ان کی زندگی

[1] ریاض النفوس درامارہ، ص ۱۹۱،

پر ایسا اثرانداز ہوا کہ اس کے بعد وہ تمام دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزین ہو گئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر موت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے آخر اس واقعہ کے چھ سال کے بعد واصل بحق ہوئے[1]

ابوالحسن علی صقلی حریری | شیخ ابوالحسن علی صقلی حریری بڑے نامدار رسیدہ بزرگ تھے، سارا وقت ورد و اذکار میں گذارتے۔ شیخ ابوالحسن سری سقطی متوفی ۲۵۳ھ کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے ابوسلیمان ربیع القطان کا بیان ہے کہ

"یہ بہترین لوگوں میں سے تھے دائم ذکر الٰہی کرتے کوئی بات زبان سے نہ نکالتے"

ذوق نماز | یہ نمازیں بڑے ذوق و کیف سے پڑھتے تھے جب اقامت کی تکبیر سنتے تو عالم وجد طاری ہو جاتا اور لبیک کہتے ہوئے دوڑتے،

وفات | شیخ ابوالحسن حریری نے طویل عمر پاکر ۳۱۹ھ میں وفات پائی[2]

ابو علی طلحی | شیخ ابو علی طلحی مشہور بزرگ تھے ابوسلیمان ربیع القطان نے ان کے احوال بیان کئے ہیں[3]

ابوالقاسم عتیق بن محمد بن ہاشم | شیخ ابوالقاسم عتیق بن محمد ہاشم تمیمی صقلی خیر و صلاح، زہد و تقوی، اور تقدس و ورع میں عام شہرت رکھتے ہیں اسوانی لکھتا ہے

"یہ شیخ صالح دنیا سے روگرداں اور آخرت کی طرف بڑھنے والے تھے اللہ کے صالح بندوں میں تھے، ہر طبقے کے لوگوں کی زبانیں ان کی تعریف و توصیف میں اور انھیں خیر و صلاح سے متصف کرنے میں متفق ہیں"

صقلیہ سے ہجرت کرکے بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، واقدی کے ملنے والوں میں

---

[1] ریاض النفوس [illegible] [2] ص ۱۰۶، ۱۰۴ [3] ص ۹۴

تھے. اوس نے اپنی فتوح الشام میں ایک سلسلہ میں ان کا نام لیا ہے، اور ان کو زاہد کے لقب سے یاد کیا ہے،

وفات ۳۲۲ھ میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے[۱]

شیخ ابوالحسن علی بن صقلی شیخ ابوالحسن علی بن حمزہ صقلی شیخ ابوطاہر محمد بن علی بن محمد بن القاسم شافعی بغدادی کے تلامذہ میں تھے تصوف کا خاص ذوق تھا ۳۷۲ھ سے پہلے اندلس گئے اور شاید وہیں بود وباش اختیار کرلی[۲]

شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم صقلی شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن موسی تمیمی صقلی ان فضلائے صقلیہ میں تھے، جو صقلیہ سے باہر نکلے، ایک طرف محدثین سے علم حدیث کی روایتیں لیں، اور دوسری طرف مشائخ وصوفیۂ کرام سے علم تصوف کے فیوض وبرکات جمع کئے، حضرت شیخ الطائفہ جنید بغدادی اور شیخ ابوالحسن نوری جیسے مشائخ کی صحبت میں رہے، اور فیوض وبرکات سے مالامال ہوئے، ان مشائخ کی معیت میں مجلس سماع میں بھی شرکت کی تھی[۳]

شیخ ابوبکر عتیق بن علی سمنطاری شیخ ابوبکر عتیق بن علی ابن داؤد سمنطاری متوفی ۴۶۴ھ جامع شریعت وطریقت تھے، ان کا تذکرہ ابن القطاع نے کیا ہے، وہ کہتا ہے،

"یہ جزیرہ کے اولین جفاکش عابدوں اور اہل علم زاہدوں میں سے تھے، جنھوں نے طلب آخرت کیلئے دنیا کو چھوڑا، اور اسکی طلب میں جانفشانی کی"

تصنیفات انھوں نے مشرق ومغرب کے طویل سفر کئے، مختلف ممالک کے صوفیہ وصلحا وعلما سے ملے، صقلیہ واپس آکر تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری کیا، مختلف فنون کے ماسوا ایک کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب پر اپنے حالات سفر جمع کئے، جس میں مختلف ممالک کے چشمدید اور بزرگوں

---

[۱] کتاب الانساب سمعانی ص ۳۵۴ و فتوح الشام واقدی در اماری ص ۱۹۱ [۲] جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس فی اسماء رواۃ الحدیث در اماری ص ۵۸۶ [۳] کتاب المقفی در اماری ص ۱۹۶

سے سنے ہوئے حالات جمع کئے، اور بخصوصیت سے صوفیہ وصلحاء کے احوال لکھے،

اس کے علاوہ تصوف میں ان کی ایک دوسری کتاب کا پتہ چلتا ہے، جو دس جلدون سے زیادہ میں تھی، ابن القطاع نے اوس کی توصیف کی ہے، کہ اس سے پہلے اس قسم کی بہتر کتاب نہیں لکھی گئی [۱]

شیخ ابو محمد عبداللہ بن مبارک صقلی، شیخ ابو محمد عبداللہ بن مبارک صقلی کو صقلیہ کے متقدمین صوفیہ و زہاد میں شمار کیا گیا ہے [۲]

شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ صقلی، شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن ابی یحییٰ قرشی صقلی بھی المتعبد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، شیخ ابو ہارون الاندلسی رح کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے، ان کے والد کو شیخ ابو ہارون الاندلسی رح سے خاص عقیدت تھی، وہ ان کی خدمت مین حاضر رہتے، اور اسی تقریب سے یہ بھی اون کے حلقہ مین داخل ہوئے انکے مختلف واقعات وملفوظات بالواسطہ وبلا واسطہ ان سے منقول ہین [۳]

---

[۱] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲، (ذکر سنطار) [۲] کتاب الالحان السبعیہ در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۲۹۰،

[۳] ریاض النفوس در اماری ص ۱۰۰ اماری نے مشہور مغربی صوفی شیخ ابو عثمان سعید بن سلام معروف بہ مغربی متوفی ۳۷۳ھ بہ نیشاپور کو بھی صقلیہ کے صوفیہ میں شمار کیا ہے، کیونکہ ان کا مولد مقام کرکنت ہے، اماری نے انھیں اسی مناسبت سے صقلی خیال کیا، کیونکہ مختلف عرب جغرافیہ نویس ادریسی اور یاقوت وغیرہ صقلیہ کے شہر جرجنت کو کرکنت بھی لکھتے ہین،

لیکن ابو عثمان مغربی کے غیر صقلی ہونے پر سب سے پہلے سی بولڈ کو اشتباہ ہوا کیونکہ ابن خمیس کی کتاب مناقب الاسرار فی محاسن الاخیار مین ابو عثمان المغربی کے ترجمہ میں "من القیروان من قریۃ یقال لھا کرکنت" (یعنی یہ قیروان کے ایک گاؤن کرکنت کے رہنے والے ہیں) مذکور ہے، پھر بھی بولڈ کو اس کی تائید میں لب اللباب کی روایت ملی جسین کرکنت کو قیروان کا ایک گاؤن بتایا گیا ہو لیکن اس کے باوجود سی بولڈ ابو عثمان مغربی کے

Marfat.com

علم تاریخ

علم تاریخ میں صقلی اہل علم کی صرف چند کتابیں معلوم ہیں،

تاریخ ممالک | تاریخ ممالک میں اولاً ابن القطاع صقلی متوفی ۵۱۵ھ اور ابو علی حسن بن یحیٰی کی دو کتابیں ہیں! و ر د و نون صقلیہ کی تاریخ پر ہیں، اور تاریخ صقلیہ کے نام سے موسوم ہیں،

تاریخ صقلیہ ابو علی حسن بن یحیٰی الفقیہ کا تذکرہ قزوینی (۶۸۲ھ) اور یاقوت (۶۲۶ھ) نے کیا ہے، قزوینی نے اپنی کتابوں آثار البلاد واخبار العباد اور عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں، اور یاقوت نے اپنی معجم البلدان میں اسکے حوالہ سے صقلیہ کے حالات درج کئے ہیں،

ابن القطاع صقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر اولاً معجم الادبار وغیرہ میں ابن القطاع کے حالات زندگی میں آیا ہے، علاوہ ازین یاقوت نے اس کتاب سے بھی بعض مقامات پر معلومات اخذ کئے ہیں اسکے ایک نسخہ کا پتہ حسن حسنی عبد الوہاب (جامع ٹیونس) کے پاس چلا ہے[۱]

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۲) قیروانی یا صقلی ہونے پر کوئی قطعی رائے قائم نہ کر سکا،

مجھے بھی پہلے سی بولڈ کی تحقیق پر اطمینان نہیں ہوا، اور اسے ان مصنفین کی لغزش سمجھا جنھوں نے گرگنت کو قیروان کا قریہ بتایا ہے، اسی بنا پر ابو عثمان مغزلی کے حالات کی مزید جستجو کی، اور متعدد ایسے ماخذ ملے، جو اماری وغیرہ کی نظر سے نہیں گذرے تھے، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار، تذکرۃ الشعراء دولت شاہ اور سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ میں مغزلی کے حالات موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی سے ان کے صقلی یا قیروانی ہونے کی تعیین نہ ہو سکی، بالآخر کتاب الانساب سمعانی پر نظر پڑی اور اسی قدیم ماخذ سے انکے قیروانی ہونے کا فیصلہ ہوا کیونکہ اس نے بھی کنیت مع قریٰ القیروان کے ذیل میں ان کے حالات شرح و بسط سے لکھے ہیں، سمعانی کی اس شہادت کے بعد اماری کی غلطی تسلیم کر لینی پڑی اسلئے روم کے کتب خانہ میں کسی

Marfat.com

تاریخ ممالک میں تیسری کتاب ابن حمدیس صقلی متوفی ۵۲۷ھ کی تاریخ جزیرۃ الخضراء ہے، جو اندلس کے کسی عہد کی تاریخ ہے، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے،

اسی طرح ابن رشیق قیروانی کی تاریخ القیروان بھی لائق ذکر ہے، کہ وہ سسلی ہی میں تالیف پائی، جیسا کہ معارف کے ایک مقالہ میں بہ تفصیل دکھایا جاچکا ہے،

سیرت و طبقات، سیرۃ و طبقات میں ابن ظفر صقلی کی چند کتابیں ہیں جنمیں ایک کتاب خیر البشر بخیر البشر ہے، (حاجی خلیفہ نے خبر البشر لکھا ہے) اسمیں آنحضرت صلعم کے متعلق صحف سماوی کی پیشینگوئیاں درج ہیں، اس کا تذکرہ ابن ظفر نے اپنے ضمیمہ سلوان المطاع اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے، اسکے چند نسخے ہیں، ایک کتبخانہ پیرس میں ہے، جس سے اماری نے اپنی ببلوتھیکا میں اس کا دیباچہ نقل کیا ہے، دوسرا مدینہ منورہ کے کتب خانہ عارف حکمت بک میں دستیاب ہوا جس کا تذکرہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مقالہ حجاز کے کتب خانہ میں فرمایا ہے[1] اور ایک اور نسخہ کتبخانہ خدیویہ مصر میں ہے، اور پھر ۱۲۹۳ھ میں مصر سے شائع بھی ہو چکی ہے،

مصنف نے یہ کتاب اپنے ایک معصر صاحب علم رئیس ابو الرضی احمد بن ہبۃ اللہ کے نام سے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰۳) غیر معلوم الاسم مصنف کی ایک کتاب "تاریخ جزیرۃ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون واخبار ما جرٰی فیہا من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذالک" کے چند اوراق محفوظ ہیں، اور وہ ۱۶۶۳ء میں ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع بھی ہو چکے ہیں، اور اماری نے اپنے مجموعہ میں ص ۱۶۵ سے ۱۶۹ تک میں نقل کیا ہے، لیکن ان اوراق کو تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہیں، اور جہاں تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے، یہ ابو علی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہیں ہے، اس میں جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہیں، وہ مسلمانوں میں رائج نہ تھا،

[1] معارف جلد ۱۴ ۳۰۲ نمبر ۱

معنون کی ہے، کتاب چار ابواب میں تقسیم ہے، پہلے باب میں صحفِ آسمانی کی بشارتیں درج کی ہیں، دوسرے میں وہ بشارتیں ہیں، جو احبار سے منقول ہیں، تیسرے میں کہان اور چوتھے میں جنون کی بشارتیں درج کی گئی ہیں،

ابنِ ظفر کی دوسری کتاب اعلام النبوۃ ہے یہ بھی سیرت میں ہے، اور حاجی خلیفہ نے تذکرہ کیا ہے،

تیسری کتاب ابناء نجباء الابناء ہے جو طبقات میں ہے، اس کے بھی دو نسخے پیرس اور کتبخانہ عارف حکمت بک مدینہ منورہ میں موجود ہیں، برلن اور گوتھا میں اسکا ایک مختصر ہے، پھر مصر میں چھپ بھی چکی ہے،

کتاب آنحضرت صلعم کی سیرۃ مبارکہ سے شروع ہوتی ہے، پھر بہ ترتیب صحابہ کرام ابنائے صحابہ، مشاہیر رجالِ عرب جاہلیت اور شاہانِ فارس کے تراجم مع تاریخ حیات درج کئے ہیں،

طبقات میں ابو بکر صقلی کی دو کتابوں اخبار العلماء اور اخبار الصالحین کا تذکرہ تصوف کے بیان میں اوپر گذر چکا ہے، موخر الذکر کو یاقوت نے دس جلدوں سے زیادہ میں بتایا ہے[1]

تذکرہ شعراء، تذکرہ شعراء میں ابن القطاع صقلی متوفی ۵۱۵ھ کی دو کتابیں ہیں، جن میں ایک الدرۃ الخطیرہ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہے، جو جزیرہ صقلیہ کے شعراء کے ذکر میں ہے، اسمیں ۱۷۰ شعرائے صقلیہ کے حالات اور تقریبًا ان کے ۲۰ ہزار اشعار تھے، یاقوت ابن خلکان اصفہانی، اور حاجی خلیفہ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، کسی کتبخانہ میں اب اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں اصفہانی نے اپنی خریدۃ القصر وجریدۃ العصر میں اور ابن سعید نے کتاب المغرب کے ایک ٹکڑے الالحان المسلیۃ فی حلی جزیرۃ صقلیۃ میں اقتباسات درج کئے ہیں، جو برٹش میوزیم اور پیرس

---

[1] معجم البلدان ذکر سمنطار،

Marfat.com

کے کتب خانون میں ہیں، اور اماری کے مجموعہ اور اوس کے مجموعہ بیادگار صد سالہ میں اس کے اقتباسات شائع ہوئے ہیں، لیکن ابن سعید نے نقل میں احتیاط نہیں کی ہڑولر نے غلطیان دکھائی ہیں، خریدۃ القصر کے حصے مصر سے شائع ہو رہے ہیں، اور اب الدرۃ الخطیرہ کے ایک "مختصر" کا پتہ اختصار المنتخل من الدرۃ الخطیرۃ لاسعاق بن اغلب کے نام سے کتب خانہ تیموریہ مصر میں چلا ہے، حاجی خلیفہ وغیرہ نے اس اختصار المنتخل کا تذکرہ نہیں کیا ہے،

دوسری کتاب لمح الملح ہے، یہ الدرۃ الخطیرہ کے طرز پر شعراے اندلس کے حالات میں ہے، افسوس کہ اس کا نہ کہیں سراغ ملا، اور نہ کسی کتاب میں اس کا کوئی اقتباس نظر سے گذرا صرف ابن القطاع کے سوانح حیات اور کشف الظنون میں اسکا تذکرہ آیا ہے[1]،

تذکرۂ شعراء وادباء میں ایک اور کتاب ابن بشرون صقلی کی المختار فی النظم والنثر لافاضل اہل العصر ہے، جس میں اوس نے اپنے ہمعصر شعراء و ادباء کے حالات و نمونۂ کلام درج کئے ہیں، حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ابن خلکان اور عماد الدین کے ماخذ میں ہے،

علم ادب

(صرف، نحو، لغت، انشاء، عروض، اور شاعری)

صقلیہ کی علمی ترقیون میں علم ادب کو نمایان جگہ حاصل ہے، تمام اصناف ادب، شعر و شاعری انشاء پردازی، اور ان کے متعلقہ علوم عروض و قوافی اور نحو و لغت میں سینکڑون باکمال شعراء انشاء پرداز، اور فن لغت و نحو و دیگر علوم کے ماہرین پیدا ہوئے،

[1] الدرۃ الخطیرہ کا نام ابن خلکان، یاقوت، اصفہانی، ابن سعید اور حاجی خلیفہ وغیرہ نے مختلف الفاظ کی ترکیبون کے ساتھ درج کیا ہے لیکن ضبط الفاظ میں کتاب کے مذکورہ بالا الفاظ سب میں مشترک ہیں، یہ نام اصفہانی کا ماخوذ ہے

Marfat.com

شاہی خانوادوں کا ذوق ادب، اس علمی ترقی کا سب سے بڑا سبب وہی یہاں کے حکمران طبقہ کا ذوق ادب تھا، فرمانروایان صقلیہ، عہدہ داران حکومت اور امراء و رؤسا خود علم ادب پر عبور رکھتے اور ارباب ادب کی قدر دانی کرتے تھے، اور اس سے ملک میں ادب کے مذاق کو ترقی ہوئی، دوسرے ممالک کے شعراء حکمران طبقہ کی داد و دہش کے افسانے سن کر صقلیہ آتے، اور یہاں کی بزم علمی کی رونق بڑھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے علوم دینیہ کے حاملین سے ارباب ادب کی تعداد کہیں زیادہ ہے،

یہ صرف اسلامی دور پر موقوف نہیں، نارمن عہد حکومت میں بھی راجر اول کے تعصب آمیز زمانہ کو خارج کر کے نارمن فرمانروایان صقلیہ اسلامی تہذیب و تمدن سے اسقدر مانوس ہو گئے کہ ان کے دربار مشرقی سلاطین کے درباروں کے مثل بن گئے، اور یہی صورت حال جرمن عہد میں بھی قائم رہی، انھوں نے مسلمان سلاطین کی طرح خود بھی ایسی کمال پیدا کیا، ادبا و شعراء کی قدر کی، قصائد پر ہمت افزائی کی، اسلئے ان دوروں میں بھی بڑے بڑے باکمال مسلمان شعراء و ادباء پیدا ہوئے، اور ان کے اثر سے ہر پڑھے لکھے نے شعر گوئی شروع کر دی، اور شعرائے صقلیہ کی ایک کثیر تعداد ہو گئی،

خانوادۂ اغالبہ کی شاعری، چنانچہ اغلبی عہد کے فرمانرواؤں میں عبد اللہ بن محمد، ابو الاغلب، اور اغلبی شاہزادہ مجبر بن ابراہیم بن سفیان، صقلیہ کے ممتاز شعراء میں ہیں،

مجبر بن ابراہیم اغلبی، مُجبر بن ابراہیم، خفاجہ والی صقلیہ کا حقیقی بھتیجا تھا، وہ پہلے ارلس کا والی پھر سینا و جنوبی اٹلی کی فوج کا افسر اعلی تھا، وہ اتفاقاً جنوبی اٹلی کے ایک بحری سفر میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قسطنطنیہ بھیج دیا گیا، اور وہاں قید خانہ میں ڈالدیا گیا،

ان دنوں قسطنطنیہ اور افریقہ کے تعلقات ایسے خوشگوار نہ تھے، کہ اس کی رہائی کی

Marfat.com

کوئی صورت نکلتی، بذاتِ خود دامِ اسیری سے چھوٹنے کی بہتیری کوشش کین، مگر ناکام رہا، اور بالآخر قفس سے طائرِ روح پرواز کرگیا،

وطن کی یاد مین اوسکی ایک پردرد اور الم انگیز نظم قیدخانہ کی سلاخون سے نکل کر باہر پھیلی اور نقل ہوتی ہوئی افریقہ و صقلیہ تک پہنچی، اصفہانی نے یہ نظم نقل کی ہے، اسکے چند شعر یہ ہین،

الا لیت شعری بالذی فعل الدھر باخواننا یا قیروان ویا قصر

اے قیروان اور اے قصر کاش میں جانتا کہ زمانے نے ہماری بھائیوں کے ساتھ کیا کیا،

ونحن فانّا طحطحتنا رحی النوی باعین خطب فی ملاحظھا شزر

اور ہمکو جدائی کی چکی نے ایسی مصیبتوں کی آنکھوں کے بیچ میں ڈالا جو ہمکو تیوریوں سے دیکھ رہی تھیں

آخر میں کہتا ہے،

عسی الذی نجا من الجب یوسفا وفرج عن ایوب اذ مسہ الضر

جس نے کنوئیں سے یوسف کو نکالا اور ایوب جب بیمار ہوئے تو انکی مصیبت کو دور کیا

وخلص ابراھیم من نار قومہ واعلا عصی موسی فذل لہ السحر

اور ابراہیم کو انکی قوم کی آگ سے بچایا اور موسی کے عصا کو بلند کیا اور جادو انکے سامنے جھک گیا،

یصبر اھل الاسر فی طول اسرھم علی معضلات الامر الا سلم الاسر[۵]

شاید وہ قیدیوں کو زمانۂ قید تک قید کی مصیبتوں پر صبر عطا فرمائے اور قید باقی نہ رہے،

خانوادۂ کلبیہ میں شاعری، اسی طرح خانوادۂ کلبیہ میں ایسے کم فرمانروا گذرے ہیں، جو خود شاعر نہ ہون، اور بعض کلبی شاہزادے بھی ممتاز شعرا میں تھے، اصفہانی وغیرہ نے انکی شاعری کی ستائش کی ہے اور نمونہ کلام درج کیا ہے، اور انکے شعر و شاعری کی قدر دانی کو سراہا ہے،

[۵] خریدۃ القصر اصفہانی در اماری ص ۲۹۲

امیر ابوالحسین احمد امیر ابوالحسن احمد بن حسین کلبی والی صقلیہ (۳۴۳ھ تا ۳۵۸ھ) شاعری کا اچھا مذاق رکھتا تھا، ابن فضل اللہ دمشقی نے نمونۂ کلام درج کیا ہے :-

امیر ثقۃ الدولہ امیر ثقۃ الدولہ والی صقلیہ (۳۷۹ھ تا ۳۸۸ھ) خود شاعری کرتا، اور شعرا کا بیحد قدر دان تھا، ان کے قصائد پر اپنی داد و دہش سے انکی حوصلہ افزائی کرتا، اصفہانی نے ابن القطاع کے حوالہ سے اس کا نمونۂ کلام درج کیا ہے،

امیر تاج الدولہ اسی طرح امیر تاج الدولہ (۳۸۸ھ تا ۴۱۰ھ) کو اصفہانی نے اس کے شعرا میں نمایاں جگہ دی ہے، ابن خلکان نے بھی اس کا ایک قطعہ نقل کیا ہے جسمیں دو خوبصورت غلاموں کے سُرخ و سیاہ لباس کی تعریف کیگئی ہے، کہتا ہے :-

ارى بدرين قد طلعا علی غصنين فی نسق ،

میں دو بدر کو دیکھتا ہوں، جو دو شاخوں پر ایک خاص ترتیب سے طلوع ہوتے ہیں

وفی ثوبين قد صبغا صباغ الخد والحدق ،

وہ دو لباسوں میں ملبوس ہیں جو گال اور پتلی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ،

فهذا الشمس فی شفق ، وهذا البدر فی غسق ،

پس ایک شفق میں سورج ہے، اور ایک تاریکی میں چاند ،

امیر ابو محمد عمار بن منصور کلبی، امیر ابو محمد عمار کلبی متعدد علوم میں دستگاہ رکھنے کے علاوہ شاعری کا مذاق بھی رکھتا تھا، ابن القطاع نے نمونۂ کلام درج کیا ہے، کہتا ہے:

تقول لقد رأيت رجال نجد وما ابصرت مثلك من يمان

وہ کہتی ہے کہ میں نے نجد کے آدمی دیکھے ہیں لیکن یمن کے لوگوں میں تیرا مثل نہیں دیکھا ،

الفت وقائع الغمرات حتى كأنك من رضاها في امان

سلہ ریدہ ... ص ۲ ۵۵ و ۱۱۰۰ ابن خلکان جلد ۲ ص ۵ ۱۰ ترجمہ یحیی بن اکثم

تو لڑائی کا خوگر ہے، گویا تو لڑائی کی ہلاکت سے محفوظ ہے،

ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی، ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی جو ممتاز امرائے کلبیین میں تھا، کہتا ہے:-

تحنوا علی المکرمات نوازعا فکانی للمکرمات حمیم،

مفاخر میری طرف محبت آمیز اشتیاق ظاہر کرتے ہیں، گویا میں بزرگیوں کا قرابتدار ہوں،

واصلتھن کانھن حبائب وحمیتھن کانھن حریم[1]

میں نے ان کو ملایا گویا وہ میرے دوست تھیں، میں نے انکی حفاظت کی گویا وہ پردہ نشین عورتیں تھیں

ان کے علاوہ خانوادۂ کلبیہ کے اور بہت سے ایسے معززین ہیں جنھیں شعر وشاعری کا مذاق تھا، اور اپنے ذوق سے یہ لوگ علم ادب کے ترقی دینے میں معاون بنے ابن القطاع نے اپنی الدرۃ الخطیرہ میں انھیں نام بنام گنایا ہے، اور نمونۂ کلام درج کیا ہے، اور ان میں سے امیر مستخلص الدولہ عبدالرحمن بن حسن کلبی، امیر ابو محمد قاسم بن نزار کلبی اور امیر ابو محمد جعفر بن الطیب کلبی، اور ابوالقاسم عبداللہ بن سلیمان کلبی وغیرہ کا تذکرہ اصفہانی نے اپنی خریدۃ القصر میں کیا ہے[2]

عہدہ داران حکومت میں ذوق ادب اور عہدہ دار شعراء اسی طرح ذیل کے اکابر عہدہ دار اسلامی اور نارمن دوروں میں یہاں کے ممتاز شعراء میں تھے، اور ارباب ادب وشعر کے قدردان تھے، ابن القطاع اور اصفہانی نے توصیف کے ساتھ نمونۂ کلام درج کیا ہے، ان میں القائد سند الدولہ ... ح بن تاکر مدبر المکلاتی، حاجب سلطان، ابوالفضل احمد بن علی الفہری صاحب الشرطہ، القائد ابو محمد حسن بن عمر بن منکود اور امیر ... الدولہ عبدالرحمن اللولو، ابو عبداللہ حسن

[1] مسالک الابصار ابن فضل اللہ در اماری ص ۱۵۴ [2] ... لقصر در اماری ص ۵۹۴، ۵۹۰ وغیرہ،

ابن القائد، ابو عبدالحسن علی بن المعلم صاحب دیوان الصناعۃ اور ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن الطرق صاحب دیوان الانشاء والرسائل ہیں، ان کے نمونہ کلام میں کسی کے اشعار نیلوفر کی تعریف میں ہیں اور کسی نے گھوڑے کی تعریف کی ہے، اور اسی طرح کسی نے بے تکلفی سے صنعت طباق برتی ہے[لہ]

کتاب ووزراء | اسی طرح صقلیہ کے کتاب و وزراء میں سے ایسے بیس[۲] وزراء وکتاب کے نام ملے ہیں، جو بلند پایہ انشاء پرداز تھے، اور شاعری میں کمال رکھتے تھے، نیز کوئی نہ کوئی ان کی امتیازی خصوصیت تھی، مثلاً کوئی فن نحو کا امام تھا، کسی کو لغت پر عبور تھا، کوئی فن انشاء کے کمال کے ساتھ معمہ سازی وچیستان نویسی میں مشہور تھا، کوئی مختلف قسم کی صنعتوں کے استعمال پر قادر تھا، اور انہی میں بعض صاحب تصانیف ومقالات بھی تھے، جن کو مورخین نے بیان کیا ہے انکے اسماء حسب ذیل ہیں:-

عبدالرحمن بن ابو العباس الکاتب الاطرابنشی، ابو علی احمد بن محمد بن القائد الکاتب، ابو علی[۳] بن حسین بن خالد الکاتب، ابو محمد[۴] محمد بن سہل الکاتب المعروف بالرزیق، عبد[۵] الجبار بن عبدالرحمن ابن سرجین الکاتب، ابو الفتح[۶] محمد بن حسین بن القرقودی الکاتب، ابو القاسم[۷] ہاشم بن یونس الکاتب، ابو حفص[۸] عمر بن حسن بن قونی الکاتب، ابو حفص[۹] عمر بن عبداللہ الکاتب، قاضی[۱۰] ابو عبداللہ محمد بن قاسم بن زید اللخمی[۱۱] الکاتب، ابو عبد[۱۲] اللہ محمد بن عطار الکاتب، ابو عبد[۱۳] اللہ محمد بن علی بن صباغ الکاتب، ابو[۱۴] سلیمان ہبۃ اللہ الکاتب، ابو[۱۵] عبداللہ محمد بن سدس الکاتب النحوی، ابو[۱۶] علی حسن بن محمد الکاتب، ابو[۱۷] اسحٰق ابراہیم محمد بن حنیف الکاتب، الوزیر[۱۸] ابو الفضل بن احمد بن دانق الکاتب، ابو[۱۹] القاسم عبدالرحمن بن حسن الکاتب، ابو[۲۰] محمد عبدالعزیز بن عبدالرحمن الانصاری الکاتب، ابو[۲۱] الحسن علی

لہ خریدۃ القصر در اماری ص ۵۹۹، ۵۹۵، ۵۹۶، ۶۰۴ ومختصر انباہ الرواۃ۔ در اماری

Marfat.com

بن عبدالرحمٰن الکاتب.

نمونہ کلام ابن القطاع، ابن رشید عماد الدین الکاتب اور ابن فضل اللہ دمشقی وغیرہ نے ان کتاب کے ادب میں کمال رکھنے کو سراہا ہے، اور اون کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ یہاں طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیا جا سکتا، صرف بطور مثال مختلف شعراء کے چند شعر بغرض انتخاب ذیل میں پیش ہیں۔

ابوالقاسم ہاشم بن یونس الکاتب:-

رب لیل سواد، کسواد الذوائب
بہت سی راتیں جو بالوں کی طرح سیاہ تھیں
سرت فیہ کانی بعض زھر الکواکب،
میں اون میں چلا گویا کہ ستارہ ہوں،

ابن صباغ الکاتب:-

قومی الذین اذ السنابک اثارت دون السماب سحابا من عثیر
میری قوم وہ ہے کہ جب گھوڑوں کی ٹاپیں گرد و غبار کا بادل اوٹھاتی ہیں،
برقت صوارمهم وامطرت الطلی علقا کثر ثار الحیا المتفجر
تو اون کی تلواریں چمکتی ہیں، اور گردنیں خون کا مینہ برسانے لگتی ہیں،
الواترین ولا یقاد وترهم والفاتکین بجمیر وبقیصر
وہ انتقام لینے والے ہیں، اور اُن سے انتقام نہیں لیا جاتا، اور حمیر اور قیصر پر حملہ کرنے والے ہیں،
والمانعین حماهم ان ترتعی والحاسمین لکل داء یعتری
یعنی چراگاہوں کو چرنے سے محفوظ رکھتے ہیں، اور ہر مرض کا انسداد کرتے ہیں،

Marfat.com

عبدالرحمن بن ابی العباس کاتب اطرابنشی نے صقلیہ کی ایک نزہت گاہ معتزیہ پر ایک نظم لکھی تھی یہ پورا قطعہ اصفہانی نے نقل کیا ہے۔

ابن واثق الوزیر نرگس کے متعلق کہتا ہے۔

کف من الفضۃ مبسوطۃ — فی وسطہا نثر من العسجد

چاندی کی ایک ہتھیلی پھیلی ہوئی ہے، جس کے بیچ میں سونے کے ذرّے ہیں،

ابوالقاسم عبدالرحمن بن حسن کاتب[1]۔

اغری جفونی بالسہاد المقلق — لمعان ہذا البارق المتألق

اس چمکدار بجلی کی چمک نے میری آنکھوں کو بیدار کردیا،

باتت لوامعہ تسل صوارما — بالغرب ثم تشیمہا بالمشرق

اس کی چمک رات بھر تلواریں کھینچتی رہی، جو مغرب میں کھینچی جاتی تھیں اور مشرق میں میان میں رکھی جاتی تھیں

فکانما یسعی بنار حرقت — ثوب الدجی بضرامہا المتحرق

گویا وہ آتش تیز تھیں جو اپنی جلانے والی تیزی سے تاریکی کا پردہ چاک کردیتی تھیں۔

شعرائے دربار اسلامی فرمانروایان صقلیہ کے ذوق ادب اور اہل علم و شعرا کی قدردانی کے باعث صقلیہ و بیرون صقلیہ کے بڑے بڑے باکمال شعراء دربار صقلیہ سے وابستہ تھے جہاں وہ منہ مانگی مراد پاتے، اکثر مورخین نے اسکا تذکرہ کیا ہے، مثلاً تاج الدولہ کے متعلق ہے :-

"یہ سخی اور مہربان فرمانروا تھا، علما و شعراء کثرت سے اس کے پاس آتے، انکی قدر و منزلت کرتا، اور بخششوں سے مالا مال کرتا[2]۔"

---

[1] کتاب الاکمال المسلمین یا آمگری جلد اص ۲۵۵ و ۲۹۶ و خریدہ القصر در امارتی حاں از ۵۹۹ تا ۵۹۰ و ۶۱۰ وغیرہ

[2] [illegible] و ابن الفضل کتاب [illegible] ولدہ [illegible] الدکیان المسلمین و [illegible] ص ۲۹

تقریبًا اسی قسم کی تصریحین ثقۃ الدولہ وغیرہ کے متعلق بھی کی گئی ہین لیکن کون کون شعراء ان کے دربار سے وابستہ تھے، اس تصریح کے ساتھ صرف چند ہی نام مل سکے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:-

ابومحمد عبداللہ بن محمد تنوخی ابو محمد عبداللہ بن محمد تنوخی معروف بابن قاضی میلہ چوتھی صدی کے باکمال شعراء مغرب میں تھا، یہ ثقۃ الدولہ یوسف کے دربار سے وابستہ تھا، ابن خلکان نے اس کا ایک قصیدہ جو ثقۃ الدولہ کی شان میں ہے، ذیل کے توصیفی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے،

"یہ ایک نایاب قصیدہ ہے، جو تمام و کمال لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے، میں نے اتفاقًا ایک کتاب کی پشت پر لکھا ہوا اُسے پالیا، میرے پاس اس کے صرف یہی چند شعر تھے اور دوسرون سے بھی میں نے اسی قدر سُنا، اس لئے اس کے حُسن و خوبی اور ندرت کے باعث اسے ذیل میں پورا نقل کرتا ہون"

یہ قصیدہ عید کی مبارکباد میں پیش کیا گیا تھا، کل ۹۵ اشعار ہیں، اون میں کے دو شعر یہ ہیں:-

فیا ثقۃ الملک الذی الملک سھمہ یراش لاکباد الاعادی دیر صفت

اے ملک کے قابل اعتماد وجود جس کے تیر کو ملک دشمنون کیلئے تراشتا ہے،

ھنیأ لک العید الذی منک حسنہ یررق ومن اوصافک الغر لہ صفۃ

تجھکو عید مبارک ہو وہ عید جس کا حسن تیری وجہ سے خوشنما ہوجاتا ہے اور تیری عزت کے اوصاف سے اوس کو متصف کیا جاتا ہے،

(۱) ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۲ تا ۲۰۵ ترجمہ یحیٰی بن اکثم،

Marfat.com

محمد بن عبدون سوسی

محمد بن عبدون سوسی جو مغرب کے باکمال شعراء میں تھا، ثقۃ الدولہ کے عہد میں صقلیہ آیا، اور ایک مدحیہ قصیدہ اسکی شان میں پیش کیا، اوس نے اس کی پوری قدر کی، اور صقلیہ میں اوس کے مستقل قیام کا سامان کرکے اپنے لڑکے تاج الدولہ کے مصاحبین خاص میں داخل کردیا،

تاج الدولہ بھی اپنے باپ کی طرح جوہر شناس تھا، اوس نے اوسکی قدر و منزلت کی، اور ہر موقع پر حوصلہ افزائی کرتا، اور اوس کے ایک ایک شعر پر زر و جواہر نثار کرتا،

ابن عبدون کچھ دنوں کے قیام کے بعد وطن جانے کا خواستگار ہوا، اور ایک قصیدہ میں وطن کی پرشوق یاد کا تذکرہ کرکے تاج الدولہ سے رخصت کا طلبگار ہوا، لیکن وہ اوسے اپنی رفاقت سے جدا کرنے پر آمادہ نہیں ہوا، اس کے بعد اوس نے ثقۃ الدولہ کی خدمت میں قصیدہ لکھکر درخواست پیش کی، مگر اوس نے بھی اوس کے جواب میں دنیار کی تھیلی بھیج دی، اوس کے بعد وہ بار بار نئے نئے مضامین کے ساتھ اسی موضوع پر قصائد لکھتا، اور تاج الدولہ اوس کا ناز اٹھاتا، تھیلیوں پر تھیلیاں اوس کے سپرد کرتا،

تاج الدولہ جعفر کی شان میں اسکے ایک قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں:-

ولمّا رایت البدر ثمّ مسلّما علیہ واظہرت الخضوع الیہ

جب میں نے چاند کو دیکھا، تو کھڑے ہوکر اسکو سلام کیا، اور اوس کے سامنے جھک گیا،

فقلت لہ ان الامیر ابن یوسف شبیہک قد عزّ الوصول الیہ

تو میں نے اوس سے کہا کہ امیر ابن یوسف تیری ہی طرح کا ہے، اسلئے اس تک رسائی دشوار ہے

فکن لی شفیعاً [illegible] اذا جئتہ بلّغ السلام الیہ[1]

لہ رحلۃ تیجانی [illegible] ص ۳۷۶

Marfat.com

تو جب تو اوس کے پاس سلام کے لئے حاضر ہو، تو اوس کو مجھے یاد دلا دے

ابن المؤدب قیروانی | عبداللہ بن ابراہیم بن مثنی طوسی قیروانی معروف با بن المؤدب قیروان کا ایک مشہور شاعر تھا، اور سیر و سیاحت کا دلدادہ تھا، اس کے ساتھ ادب کیمیا بنانے کا بھی خبط تھا، اور اپنے اس شوق کے پیچھے ہمیشہ تہی دست و پریشان حال رہتا، اور جو کچھ ہاتھ آتا فوراً اوڑا ڈالتا،

ثقۃ الدولہ کے عہد میں یہ ایک مرتبہ صقلیہ کے ارادے سے روانہ ہوا لیکن ان دنوں رومیوں اور حکومت صقلیہ میں جنگ تھی، اتفاق سے یہ سمندر میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور ایک طویل زمانہ اسیری میں گذر گیا، یہاں تک کہ ثقۃ الدولہ اور رومیوں سے صلح ہوئی، اور صلحنامہ کے رو سے قیدیوں سے تبادلہ ہوا، اسی سلسلہ میں ابن المؤدب بھی رہا ہو کر صقلیہ پہنچا، اور یہاں آتے ہی ثقۃ الدولہ کے سامنے اس احسان کے شکریہ میں ایک قصیدہ پیش کیا،

ابن المؤدب ثقۃ الدولہ کی داد و دہش کے افسانے سن چکا تھا، اسلئے وہ اپنے اس قصیدہ پر بڑی امیدیں لگائے بیٹھا تھا، لیکن ثقۃ الدولہ سے اوسکو جو کچھ ملا وہ اسکی توقع کے مطابق نہ تھا، اسلئے دوبارہ زیادہ امراء سے دست طلب دراز کیا، اور ناکام ہونے پر ایک سخت ہجو لکھ ڈالی، اور پھر اسکے خوف سے اپنے ہم پیشہ کیمیا سازوں کے یہاں روپوش ہو گیا،

اس کے بعد وہ ایک دن شراب کے نشہ میں بدمست بازار میں گزک خریدنے کے لئے باہر نکل آیا، پولیس اوسکی تلاش میں تھی، اسے دیکھتے ہی گرفتار کر لیا، اور کشاں کشاں ثقۃ الدولہ کے حضور میں پیش کیا،

ثقۃ الدولہ اس سے سخت برہم تھا، اسکے سامنے آتے ہی اس سے باز پرس کی، اس نے جرم سے انکار کیا، اس پر ثقۃ الدولہ نے ہجو کا یہ مصرع پڑھا،

ع فالحر ممتحن باولاد الزنا

شریف آدمی حرامیوں کی آزمائش میں پڑجاتا ہے،

ابن المؤدب بھی نشہ میں بدمست تھا، شوخی سے فوراً جواب دیا، کہ یہ بھی تو اسی کا مصرع ہے:۔ ع

وعداوۃ الشعراء بئس المقتنی — شاعروں کی عداوت مول لینا بُرا ہے،

ثقۃ الدولہ یہ گستاخانہ جواب سُن کر کچھ دیر کبیدہ خاطر ہوا، پھر اس کے حرکات سے درگذر کرنے کا فیصلہ کیا، اور سو دینار رخصتانہ مرحمت فرما کر صقلیہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔[۱]

ابوالحسن ابن الخیاط: ابوالحسن علی بن محمد بن علی معروف بابن الخیاط، ابن صقلیہ کے ممتاز شعراء کی صفِ اوّل میں تھا، ابن القطاع اور ابنِ سعید نے اس کے شعر و ادب کی تعریف کرکے اسکو "احد اعلام الشعراء" کے الفاظ سے یاد کیا ہے،

یہ بھی فرمانروایانِ دولتِ کلبیہ کا درباری شاعر تھا، اور اکثر فرمانرواؤں کی شان میں قصیدے لکھے، خصوصاً تاج الدولہ کے دربار میں نمایاں رسوخ پیدا کیا، اسکی شان میں اسکے متعدد مدحیہ قصائد ہیں،[۲]

بلکہ اسے اپنے عہد کا "شاعر صقلیہ" کہا جاسکتا ہے، تاج الدولہ کے علاوہ مختلف امرائے کلبیین مستخلص الدولہ، انتصار الدولہ، تائید الدولہ اور صمصام الدولہ کی شان میں بکثرت قصائد لکھے ہیں، ابوالطاہر اسمٰعیل بن احمد تجیبی برقی صاحب شرح المختار من شعر بشار نے ابن خیاط کے [illegible] اپنی کتاب میں بشار کے اشعار کی شرح میں جابجا اس کے اشعار استشہاد و مثال کے طور پر پیش کئے ہیں، اور اسے مشہور شعرائے عرب نابغہ، متنبی، اور ابن معتز وغیرہ کے پہلو میں جگہ دی ہے،

[۱] ابن خلکان جلد ۲ ترجمہ یحییٰ بن اکثم [۲] المکتبۃ الصقلیہ در یادگاری جلد اوّل ص ۲۹۰

تائید الدولہ کی شان میں اسکے جو قصائد تھے، ان میں کے چند شعر یہ ہیں جنہیں اوس نے اسکے آخر شباب
دور حکومت پر اُسے تسلی وتشفی دی ہے،

لا تفرحنّ ولا تحزن لنائبة — عليك بالخير او بالشر لم يدم

کسی پیش آنے والی بات پر نہ خوش ہو نہ رنجیدہ کیونکہ بھلائی یا برائی ہمیشہ باقی نہ رہے گی

فی كل امر وان طالت عجاجته — حكم التعاقب فی الانوار والظلم

ہر چیز گو وہ مدت تک قائم رہے، روشنی اور تاریکی کی طرح آنے جانے والی ہے

اری كل شیٔ له دولة — لحكم التعاقب فيها عمل

میرے خیال میں ہر چیز انقلاب پذیر ہے، اور انقلاب کا عمل اوس پر جاری ہے۔

ولا تفرحنّ ولا تحزننّ — بشیٔ اذا ما تناهی انتقل[۱]

کسی چیز پر نہ خوش ہو، نہ رنجیدہ جب اوس کا وقت ختم ہو جائے گا، تو وہ چلی جائیگی

ابن خیاط نے صقلیہ کے آخری کلبی تاجدار صمصام الدولہ حسین اور اوس کے بھائی توبہ الدولہ
(تائید الدولہ) کی شان میں بھی ان کی شاہزادگی کے زمانہ میں قصائد کہے تھے ایک قصیدہ میں
ان دونوں کا اجماعی ذکر کس خوبی سے کرتا ہے،

كلاهما زين اخوه به — كما يزين الفرقد الفرقد

دونوں بھائی ایک دوسرے کی زینت ہیں جس طرح ستارہ فرقد، فرقد کو زینت دیتا ہے

من تره منفرداً منهما — فی مجلس قلت هو السيد[۲]

ان دونوں میں سے جس کو کسی مجلس میں تنہا پاؤگے اسکو کہوگے کہ یہی سردار ہے۔

امیر مستخلص الدولہ کلبی کی شان میں اس کے کئی قصیدے ہیں ایک قصیدہ میں اسے اور ایسے
لڑکے انتصار الدولہ دونوں کو مخاطب کیا ہے:-

۱؎ شرح البخاری ج ۲ ...

وکانّما الحدثان خلف زجاجۃ   تریانہ خلل الغیوب شفیفا

گویا حوادث زمانہ ایک شیشے کی آڑ میں ہیں جنکو تم دونوں غیب کے پردے سے صاف دیکھتے ہو

وکأنّ اسرار الوجوہ تصوّرت   لکما باسرار القلوب حروفا

گویا چہروں کی علامتیں حروف کی صورت میں دل کے بھیدوں کو تمھارے سامنے نمایاں کردیتی ہیں

فاذا انطوی یوما لغشٍّ نیّۃ   نشرت فاصبح سترھا مکشوفا[۱]

اگر نیت میں کوئی کھوٹ ہوگا، تو وہ کھل جائے گا۔

خفّض علیک مساءۃ ومسرۃ   تلقاھما فلکل شیءٍ آخر[۲]

رنج ومصیبت جو تم کو پہونچیں ان کے معاملے کو آسان سمجھو کیونکہ ہر چیز کی انتہا ہے

پھر اوس کی وفات پر اوس کا مرثیہ بھی لکھا، جس میں بنو حسین کو اوس نے مخاطب کیا ہے:-

یسلکم أن الجزیرۃ بعد کم   کما قیل فی الامثال لحم علی وضم

تم کو تسلی ہو کہ جزیرہ تمھارے بعد جیسا کہ امثال میں کہا گیا ہے (قصائی کے) تختہ کا گوشت ہے

ترکتکم بقایا حسنکم فی خرابھا   کما ذبل النوّار فی خلل الحمم

تم نے اپنے حسن کی یادگار اوسکے کھنڈر میں چھوڑ دی جسطرح کلی پنکھڑیوں میں مرجھا جاتی ہے

وجوہ کأنّ اللہ قال لسانھا   ترقرق حیاءً وامزج الحسن بالکرم

ایسے چہرے ہیں جن کی آبرو سے خدا نے کہا کہ حیا سے چمک جا، اور کرم سے مل جا

کانھم فوق الاسرۃ انجم   سعود و فی الھیجاء ضراغمۃ بھم[۳]

گویا وہ لوگ تخت پر سوار ستارے ہیں، اور لڑائی میں شیر ہیں،

---

[۱] نھایۃ المختار من شعر شبارس ۱۲۰، ۱۲۱، [۲] ایضاً ۲۶۵، [۳] ایضاً ۲۶۴،

امیر انتصار الدولہ بن امیر مستخلص الدولہ کی شان میں اوس کے متعدد قصائد کے اشعار برقی نے شرح المختار میں درج کئے ہیں، چنانچہ اوس کے ایک قصیدہ میں جنگ اور لشکر کے مناظر بیان کرتے ہوئے تلوار کی تعریف میں کہتا ہے:۔

ومھندات کالعقائق ماؤھا　　مترقرق ولھیبھا متأجج

اور ہندی تلواریں جن کا پانی عقیق کی طرح چمک رہا تھا، اور اسکا شعلہ بھڑک رہا تھا

لا تستقر العین فوق متونھا　　فکانما ھی زئبق متدحرج[1]

آنکھیں اوس کے اوپر نہیں ٹھہرتی تھیں، گویا وہ سیال پارہ تھیں،

ایک دوسرے قصیدہ میں حسن طلب ملاحظہ ہو،

للّٰہ الطف صنعًا حین یسّر لی　　من لطف صنعک تیسیر الما عسرا

خدا بڑا مہربان ہے کہ اُس نے تیری مہربانی سے میری مشکل کو آسان کر دیا،

وقائل قال ابشر بمنجحۃ　　ان الامیر کریم قال فانتصرا

اور ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ تجھکو حاجت براری کی بشارت ہو کیونکہ امیر فیاض ہے جب کہیگا

ما حاجۃ ھی اولی ان تفوز بھا　　من حاجۃ قال ونحتھا عینہ نظرا

جس ضرورت پر اوس نے نگاہ ڈال لی اس سے بڑھکر کوئی ضرورت پوری ہونیوالی نہیں

اذا ابن مستخلص الاسلام قام بھا　　فاقعد فانک قد لیتھا الظفرا[1]

جب مستخلص الاسلام کا لڑکا اوس کے پورا کرنے کے لئے تیار ہو گیا، تو تو بیٹھ جاکر ڈھونڈ لیگا

ایک دوسرے قصیدے کے دو شعر یہ ہیں:۔

ولو استطعت علی النجوم نظمتھا　　عقدًا علیک فھل الیھا معرج

---

[1] شرح المختار من شعر بشار ص ۵۲، ۶ ر صنت

اگر مجھ کو ستارون پر قدرت ہوتی، تو میں تیرے لئے اوس کا ہار گوندھ لیتا،
کیا ستارون تک چڑھا جا سکتا ہے،

وإذا امتحتك من ثنائى نيتجة ۔۔۔ فعن المنائح من نوالك تنتج

اگر میں نے تیری مدح کی ہے، تو یہ تیری فیاضیون کا نتیجہ ہے،

لك عندى صنيعة قلد تنى ۔۔۔ نعمة عقدها انفصر جهدى

تیرا مجھ پر ایک احسان ہے، جس کے شکریہ کی مجھ میں طاقت نہیں،

فاذا ما اضاء حولك نورُ ۔۔۔ من ثنائى فانت قادح زندى

توجب تیرے گرد میری مدح کا نور چمکے، تو تو ہی میرے چقماق کا روشن کرنیوالا ہے

وإنّ أولى نبات ان تثمّره ۔۔۔ صنيعة انت مولاها ومولیها

بہترین زراعت جسکو تو ثمردار بنائے، احسان ہے جسکا تو مالک ہے اور جسکو تو کرنیوالا ہے

فربّها انّما سبعٌ سنا بلها ۔۔۔ فى حبّة بارك الرحمن لى فيها

اسکی پرورش کر کہ ایک دانے میں اسکی سات بالیان ہونگی خدا مجھکو اسمیں برکت دے

اودعتها فى ثرى جعد فانبتها ۔۔۔ مستارضا ارضها خضرا اعاليها

تونے اسکو زرخیز زمین میں بویا، اور زمین نے جسکے اوپر کا حصہ سرسبز ہے، اسکو اگایا،

فالعت وليالى وسيّما مددا ۔۔۔ ان الكتائب منصور توالیها[1]

پے درپے اوس کو بڑھاتا رہا، کہ جو فوج پے درپے آتی ہے وہ ظفریاب ہوتی ہو،

ابن خیاط نے اپنے بعض قصائد میں صقلیہ کے پرآشوب سیاسی حالات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے،:-

---

[1] شرح المختار من شعر بشار ص ۱۱۶،

حسبی مما فاتنی کلہ بقیۃٌ من أمل فی یدی

سب کچھ کھونے کے بعد امید کا جو حصہ میرے ہاتھ میں رہ گیا ہے، وہ کافی ہے

فکم کثیر بلغ المنتھی کان قلیلاً فی ید المبتدی

بہت سی چیزیں جو کثرت میں انتہا درجے کو پہنچ گئی ابتدا کرنیوالے ہاتھ میں تھوڑی تھیں

ورُبَّما استدرك فوتَ الغنی وأسعف الناشد بالمنشد[۱]

دولت کے گم ہوجانیکا اکثر تدارک کرلیا گیا ہے اور تلاش کرنے والے کو گم شدہ چیز ملگئی ہے

کلبین کے زوال کے بعد اُس نے ابن تمنہ کی شان میں بھی قصائد لکھے[۲]

ارباب علم و ادب وشعرا صقلیہ کے ارباب علم ادب وشعر کے تین دور سہولت کے لئے قائم کئے جاسکتے ہیں، یعنی دور اول عہد اسلامی، دور ثانی عہد نارمنی اور دور ثالث عہد متاخرین اور پھر ہر دو میں دو قسم کے ارباب ادب لائے جاسکتے ہیں، یعنی وہ ادبا جو اصناف ادب و متعلقات مثلاً انشا نحو لغت اور عروض وغیرہ میں صاحب کمال ہیں، عام ازیں کہ وہ شاعری بھی کرتے ہوں اور دوسرے وہ ارباب ذوق ہیں جنھیں مورخین نے صرف شاعری کی حیثیت سے پیش کیا ہے، اسی تقسیم کے روسے ذیل میں انکے حالات پیش ہیں،

دور اول

(عہد اسلامی کے ادبا)

پہلے دور کے ادبا کی تعداد مذکورۂ بالا ارباب علم کو چھوڑ کر، ۲ ہوتی ہے، جنھیں مورخین نے علم ادب کے ماہرین کی حیثیت سے جگہ دی ہے، کسی کو ماہر لغت کسی کو امام علم ادب کسی کو علم نحو میں یکتائے زمانہ اور کسی کو ماہر فن عروض کا خطاب دیا ہے، اور ارباب ادب میں

[۱] شرح المختار من شعر بشار ص ۲، [۲] الالحان المسیلہ در یادگاری جلد ا ص ۲۹۸،

Marfat.com

چند صاحب تالیفات بھی تھے، یہ ادبا، بہ ترتیب زمانہ حسب ذیل ہیں، :-

ابو علی حسن بن صقلی، شیخ ابو علی حسن بن علی صقلی محدث متوفی ۲۹۱ھ کو علم نحو میں بھی دستگاہ حاصل تھی، شاعری بھی فرماتے تھے، ابن عساکر نے انکے اشعار نقل کئے ہیں، اشعار میں زہد و ورع کی تلقین کی گئی ہے،[1]

ابو العلاء صاعد بن حسن بغدادی، ابو العلاء صاعد بن حسن بن عیسیٰ ربعی لغوی اصل میں موصل کا باشندہ تھا، بغداد میں تعلیم و تربیت پائی، ابو علی فارسی ابو سعید سیرافی اور ابو سلیمان خطابی جیسے ماہرین فنون اس کے اساتذہ میں ہیں، علوم لغت و ادب میں کمال پیدا کیا، اور معاصرین میں تفوق حاصل کیا،

سنہ ۳۸۰ھ میں مشرق سے اندلس پہنچا، اور منصور بن عامر کے دامن سے وابستہ ہو گیا، اور اس کی خدمت میں اپنی مشہور کتاب الفصوص پیش کی، جو علی القالی کی امالی کے طرز پر ہے، صلہ میں ۵ ہزار دینار پائے،

کچھ دنوں کے بعد جب اندلس میں فتنہ و فساد نے سر اٹھایا، اور علمی مشاغل و انہماک میں برہمی ہوئی نظر آئی، تو صاعد نے رخت سفر باندھا، اور اندلس سے **صقلیہ** آیا، اور یہیں قاطن پذیر ہو گیا، صقلیہ کی آب و ہوا سازگار نکلی، یہیں اپنے علمی مشاغل جاری کر دیئے اور آخر عمر تک قیام پذیر رہا،

وفات بالآخر یہیں بہ روایت صحیح سنہ ۴۱۷ھ میں وفات پائی،[2]

دمعہ صقلی، ابو محمد صقلی معروف بہ دمعہ علما سے نحو میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صقلیہ کے کسی

---

[1] تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۲۳۵ [2] اسکے مفصل حالات ابن خلکان مختصر انباہ الرواۃ ج ۲ ص ۸۵ [illegible] اور الوافی بالوفیات وغیرہ میں ہیں،

مدرسہ میں صدر اساتذہ کے عہدہ پر مامور تھا[51]

شہاب الدین عبد الحق عقلی، شہاب الدین عبد الحق علم نحو میں شہرت رکھتا تھا، ابن ابی اصیبعہ صاحب کتاب عیون الانباء نے ایک سلسلہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے[52]

ابو حفص عمر بن حسن صقلی ابو حفص عمر بن حسن نحوی صقلی نحو و لغت میں درک رکھتا تھا، اصفہانی اور قفطی نے پرشوکت الفاظ میں اس کے علوم کی مہارت کا تذکرہ کیا ہے اور خود شاعری بھی کرتا تھا قفطی نے نمونۂ کلام درج کیا ہے

یہ ہمیشہ صقلیہ میں قیام پذیر رہا لیکن دولت اسلامی کے زوال کے بعد جب نارمنون نے صقلیہ پر قبضہ کیا، تو وہ راجراول کی متعصبانہ حکمت عملی کا شکار ہو گیا، اور کسی سلسلہ میں قید خانہ میں ڈالدیا گیا، پھر اسی تقریب سے راجر کا قصیدہ خواں بن گیا، اور قید سے رہائی کی کوششوں میں اس کی شان میں ایک طول طویل قصیدہ لکھا، مگر شاید رہائی نصیب نہیں ہوئی، اصفہانی نے اس قصیدہ کے جستہ جستہ اشعار نقل کئے ہیں[53]

ابو یعقوب یوسف بن دباغ، ابو یعقوب یوسف بن احمد دباغ صقلی کا خاص فن علم نحو تھا، اور اس فن میں اپنے ہمعصروں پر سبقت رکھتا تھا، اسے متقدمین کی کتابیں ازبر یاد تھیں، اور نحو کے اکثر مسائل نظم کئے تھے[54]

طاہر بن محمد بن رقبانی، طاہر بن محمد بن رقبانی عہد اسلامی کے ممتاز ترین ادباء میں تھا، اس نے تمام عمر صقلیہ ہی میں بسر کی، علم لغت پر عبور کامل تھا، قفطی کہتا ہے ،:-

اس کے زمانہ میں ائمت عرب اور عربی کلام نظم و نثر کا واقف کار اس سے زیادہ کوئی

---

[51] بغیۃ الوعاۃ ص ... مختصر انباہ الرواۃ درالماری ص ۴۴۸ ، [52] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۱ ص ۱۵۹
[53] خریدہ ... ص ۸۰ د. مختصر کتاب انباہ الرواۃ ذہبی درالماری ص ۶۳۳ [54] بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۶

دوسرا نہ تھا"

علمی مرتبت کی شہرت ہر طرف پھیل گئی تھی اطرافِ عالم کے طلبۂ اہلِ علم درس و استفادہ کیلئے سفر کرکے یہاں پہنچتے، اور اسکی مسند درس سے فیضیاب ہوتے،

شاعری بھی کرتا تھا قفطی نے چند شعر بطور نمونہ درج کئے ہیں[1]

ابوالفضل علی بن طاہر بن رقبانی | ابوالفضل علی بن طاہر بن رقبانی لغوی صقلی لغت اور شعر جاہلی کا بہت بڑا حافظ تھا، دیگر اصنافِ ادب پر بھی عبور رکھتا تھا شاعری بھی کرتا تھا قفطی نے نمونۂ کلام درج کیا ہے[2]

ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف | ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف مقری صقلی متوفی ۴۵۵ھ علوم قرآن کے علاوہ علم ادب کے بھی امام سمجھے جاتے تھے، ابن خلکان نے "کان اماماً فی علوم الاداب" (علوم آداب میں امام تھے،) کے الفاظ سے توصیف کی ہے، اور تذکرہ نگار مقری کیساتھ نحوی کا لقب بھی دیتے ہیں[3]

عثمان بن علی سرقوسی، | ابوعمرو عثمان بن علی بن عمر سرقوسی علوم قرآن کے علاوہ علم نحو و ادب میں درک رکھتے تھے سلفی نے عالم نحو و لغت لکھا ہے، اور سیوطی نے علم نحو و عروض میں اون کی تالیفات کا تذکرہ کیا ہے، عبداللہ بن بری بن عبدالجبار بن بری کی نحوی (مولود ۴۹۹ھ) نے جو علم لغت و ادب میں خاص پایا رکھتا تھا، علم ادب کی تحصیل انہی سے کی تھی[4]

عمر بن خلف، | ابوحفص عمر بن خلف بن مکی صقلی کے حالات فقہائے صقلیہ کے ضمن میں گذر چکے ہیں، انھیں فن انشاء و خطابت میں ملکہ حاصل تھا، ٹیونس کے عہدۂ قضا کے فرائض کے ساتھ

---

[1] کتاب انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ در اماری ص ۵۴۵، [2] مختصر انباہ الرواۃ در اماری ص ۶۴۴، [3] ابن خلکان جلد اص ۴۳، [4] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۲ و کتاب المقفیٰ مقریزی در اماری ص ۶۶۳،

Marfat.com

ہر جمعہ کو خطبہ بھی دیتے تھے، ان کے خطبات مدون ہوئے تھے، قفطی نے ابن نباتہ متوفی ۳۵۵ھ جیسے بلند پایہ ادیب وخطیب پر انھیں ترجیح دی ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"یہ [illegible] ابن نباتہ پر تفوق رکھتے ہیں"

عماد الدین کاتب اصفہانی لکھتا ہے:-

"ان کا فضل وکمال تمام مقامات پر زبان زد خاص وعام ہے اور ان کے خطبات ابن نباتہ کے خطبات سے کم نہیں ہیں"

شاعری کا بھی ذوق تھا، عماد الدین کاتب نے ان کے ذوق شعری کی تعریف کی ہے، سیوطی نے بھی بغیۃ الوعاۃ میں دو شعر نقل کئے ہیں،

تصنیفات: ان کے مجموعہ خطبات کے علاوہ فن لغت میں انکی ایک کتاب تثقیف اللسان ہے، فیروز آبادی صاحب قاموس متوفی ۸۱۷ھ نے اس سے استشہاد کیا ہے، اور اس کی توصیف کی ہے، اسی طرح امام نووی کی کتاب تہذیب الاسماء کے ماخذوں میں ہے، کشف الظنون میں اکا نام سقیف اللسان چھپ گیا ہے۔

محمد بن علی: ابوبکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر صقلی محدث علم نحو ولغت میں بلند پایہ رکھتے تھے، منذری نے ان کا تذکرہ کیا ہے، ابن القطاع صقلی ان کے تلامذہ میں تھا، ابن دحیہ نے اپنی کتاب المطرب میں ان کے اقوال سے استناد کیا ہے۔

ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی: ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف

---

[1] مختصر انباہ الرواۃ [illegible] ص ۴۰، خریدۃ القصر صفہانی ایضاً ص ۵۹، تہذیب الاسماء نووی ج ۱ ق ۱ ص ۹۸ بغیۃ الوعاۃ سیوطی ص ۱۷۶ کشف الظنون جلد ۲ ص ۸۔ [2] مختصر کتاب انباہ الرواۃ علی انباہ الرواۃ [illegible] ص ۳۰، بغیۃ الوعاۃ ص ۵۰،

عماد الدین اصفہانی نے پرزور ستائشی الفاظ میں کیا ہے، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے،

تالیفات، اسے انشا پردازی کا خاص ذوق تھا، اس نے ایک رسالہ اس صنعت کے ساتھ لکھا تھا، کہ پورے رسالہ میں حروف الف و لام ایک جگہ بھی نہیں آئے، حالانکہ عربی زبان میں بغیر الف و لام کے چند سطروں کا لکھنا دشوار ہے، اس نے ایک دوسرا رسالہ محاسن خط کی تشریح میں لکھا تھا،[1]

سعید بن فتحون بن کرم، سعید بن فتحون بن مکرم قرطبی، اندلس میں مقیم تھا، کہ منصور عامری کے عتاب میں آگیا، اور قید خانہ میں ڈالدیا گیا جب رہائی حاصل ہوئی، تو صقلیہ پہونچا، اور یہیں توطن اختیار کرلیا، علوم لسانیہ میں ماہر تھا، اور علم عروض میں مختصر و مطول دو کتابیں تالیف کیں،

وفات آخر عمر تک صقلیہ میں قیام پذیر رہا، اور یہیں وفات پائی،[2]

ابوالحسن ابن البشار الصقلی، ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن ابی البشار صقلی کا تب صقلیہ کے ایک مقام بلنونہ کا باشندہ تھا، اسکندریہ میں بود و باش اختیار کرلی تھی، اور وہاں امام نحو تسلیم کیا جاتا تھا، مختلف اصناف ادب نحو، عروض، اور شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا، قفطی کہتا ہے:-

"علم نحو و عروض کا عالم و ماہر تھا، اور تمام انواع ادبیہ میں مناسبت رکھتا تھا، اور ان علوم کے افادہ کا سرچشمہ تھا"

تلامذہ کی صف میں عمر بن یعیش جیسے اکابر تھے،

شاعری، شاعری میں نمایاں شہرت حاصل کی، ابوالصلت متوفی ۵۲۹ھ اور منصور والی حماۃ صاحب اخبار الملوک و نزہۃ الممالک والملوک نے اس کی شاعری کی اور عمدہ کلام

[1] خریدۃ القصر، المازری ص ... [illegible]

کی توصیف کی ہے،

اسکی چند نظمیں اہل علم کے درمیان شہرت رکھتی ہیں، چنانچہ اوس کے ہمعصر ابو الصلت نے اوس کی ایک نظم کو خصوصیت سے سراہا ہے، جو یہود یون کے ایک تہوار قمر جان میں دریائے نیل کی تعریف میں کہی تھی،

مجموعہ کلام، | اوس کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ خزیمی نے ۵۱۳ھ میں اوس سے حاصل کرکے مرتب کیا تھا، جسے کسی نے ایک مجلد میں مختلف شعراء کے مجموعہ ہاے کلام کیساتھ اُسے بھی نقل کیا تھا، وہ مجموعہ اسکوریال کے کتب خانہ میں محفوظ ہے[1]

ابن کلائی، | ابو العباس احمد بن محمد بن کلائی صقلی فقیہ علم ادب اور شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے قاضی عیاض فرماتے ہیں،:-

"یہ ادیب، شاعر اور ظریف تھے"[2]

ابن فحام صقلی | ابن فحام صقلی مقری کو علم نحو میں بھی دستگاہ حاصل تھی، علم نحو کی تکمیل صقلیہ ہی میں ابن ناسا دسے کی تھی، نحو میں انکی تالیفات بھی تھیں[3]

ابو عمران موسیٰ بن اصبغ قرطبی، | ابو عمران موسیٰ بن اصبغ مرادی قرطبی اندلس سے مشرق آیا، اور پھر صقلیہ میں وطن اختیار کرلیا،

یہ علوم ادب کا ماہر تھا خصوصًا لغت و اعراب میں دستگاہ حاصل تھی، آٹھ ہزار اشعار کے مجموعہ میں نحو کے مسائل مبتدیون کے لئے منضبط کئے تھے[4]

ابن رشیق قیروانی، | ابو علی حسن بن رشیق قیروانی صاحب کتاب العمدہ نے آخر عمر میں صقلیہ

---

[1] خریدۃ القصر در امارسی ص ۵۹۶، ۶۰۰، [2] مختصر کتاب انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ ۲۴۴ و اخبار الملوک و نزہۃ الملوک در امارسی ص ۲۱۶ و معجم البلدان ذکر ملنوہ [3] ترتیب المدارک در یادگاری جلد ۳ [4] مختصر کتاب انباء الرواۃ [4] بغیۃ الوعاۃ ص ۴۰۰

Marfat.com

صقلیہ میں توطن اختیار کر لیا تھا،

وہ افریقہ کے علم دوست فرمانروا معز بن بادیس کے دامن سے وابستہ تھا، سنہ ۴۴۳ھ میں قیروان پر عربون کے مشہور حملہ میں المعز کی بزم علمی بھی درہم برہم ہوگئی، اور افریقہ کے مختلف اہل علم وشعراء نے مختلف ملکون کی راہ لی، اسی سلسلہ میں مختلف اہل علم صقلیہ بھی پہنچے، جن میں ابن رشیق قیروانی بھی تھا،

ابن رشیق کے ورود صقلیہ کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے، بہرحال مختلف روایتوں کی بنیاد پر وہ سنہ ۴۲۳ھ سے سنہ ۴۴۹ھ تک کسی درمیانی سال میں صقلیہ پہنچا، اگرچہ یہی وہ زمانہ ہے جب صقلیہ میں بھی نارمنون کے حملے جاری تھے، اور وہ مختلف شہرون پر قابض ہو چکے تھے لیکن جیسا کہ اسلامی حکومت کے زوال کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے، کہ صقلیہ میں نارمنون کے حملہ سے کوئی ایسا عام انتشار پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کے اثرات بیک وقت سارے جزیرے پر پڑتے، اسلئے صقلیہ کے وہ تمام مقامات جو ابھی تک نارمنون کے زیر اثر نہیں آئے تھے، اپنے اپنے خودمختار فرمانرواؤن کے ماتحت امن وامان سے تھے،

چنانچہ وہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازر مین قیام پذیر ہو گیا، یہان سے اُسے اندلس جانے پر آمادہ کیا گیا مگر وہ راضی نہین ہوا اسکے ورود صقلیہ کا خاص سبب یہان کے اہل علم سے اس کے دیرینہ مراسم تھے چنانچہ صقلیہ کے اہل علم مین سے ابو عبداللہ محمد بن علی بن دباغ کاتب سے اس کی مکاتبت قائم تھی، اور ورود صقلیہ کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی کو ایک نظم مین صقلیہ مین اپنے آنے کی اطلاع دی۔

اسکے بعد اُس نے یہین مستقل توطن اختیار کر لیا اور اسوقت سے وفات تک تقریباً ۱۵، ۱۶ برس اپنے علمی خدمات میں مصروف رہا، اور مختلف کتابین اور بلند پایہ نظمیں لکھیں جنھیں اسکے قیام صقلیہ کی یادگار کہا جاسکتا ہے،

Marfat.com

تالیفات بزمانہ قیام صقلیہ | یوں کسی مصنف کی تالیفات کے مقامِ تالیف کو خود مصنف کی تعیین کے بغیر متعین کرنا دشوار ہے لیکن اتفاق سے ابن رشیق پر ایک طویل بحث و تمحیص کے سلسلہ میں یہ امر کسی قدر صاف ہو گیا ہے، اور اس سے کسی حد تک اسکی تالیفات کے مقامِ تالیف کی تصریح ہو گئی ہے،

چنانچہ اس کی تالیفات میں سے اوس کی شاہکار کتاب العمدہ کے متعلق یہ تصریح معلوم ہے، کہ وہ اسکے صقلیہ آنے سے پہلے سنہ ۴۲۰ھ سے بھی قبل تالیف ہو چکی تھی،

کتاب العمدہ کے علاوہ اس کی جو تالیفات ہیں ان میں سے صرف ایک کتاب، قراضۃ الذہب کے متعلق بعض قیاسات سے پتہ چلتا ہے، کہ اس کی تالیف کی ابتدا قیروان میں ہوئی، اور ممکن ہے کہ اس کی تکمیل صقلیہ میں آکر ہوئی ہو،

اس کے علاوہ اسکی حسب ذیل کتابیں وہ ہیں، جن کے متعلق غالب گمان ہے کہ ان کا مقامِ تالیف صقلیہ ہے،

۱- کتاب الشذوذ فی اللغۃ،

۲- میزان العمل،

۳- الروضۃ الموشیۃ،

۴- کتاب المساوی،

۵- مختصر الموطا،

۶- العمدۃ فی اللغۃ،

۷- تاریخ قیروان،

۸- دیوان ابن رشیق،

نظم و قصائد، | اگرچہ کسی شاعر کے کلام کے متعلق بھی بغیر کسی تصریح کے یہ بتانا دشوار ہے کہ وہ

کہاں نظم کیا گیا لیکن اوسکی چند نظموں اور قصیدوں کے متعلق تاریخی شہادتوں کی بنیاد پر جو انکی نظموں کے سرنامہ کے طور پر مکتوب ہیں، یہ پتہ چلتا ہے کہ صقلیہ میں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں اوسکی پہلی نظم وہ پیش کی جا سکتی ہے جسکو اوس نے صقلیہ آتے ہوے جہاز ہی پر لکھا تھا،

اس کے بعد اوس نے صقلیہ پہنچ کر مازر سے اپنے قدیم صقلی دوست ابو عبد اللہ محمد بن علی بن صباغ کاتب کو اپنے ورود صقلیہ کی منظوم اطلاع بھیجی، یہ نظم عماد الدین نے اپنی خریدہ میں نقل کی ہے،

اس نے صقلیہ کی مدح میں بھی ایک نظم لکھی تھی، جسکے دو شعر ابن تباتہ سے ملتے ہیں، جنھیں لفظ صقلیہ کی تشریح میں کتاب کے شروع میں درج کیا جا چکا ہے،

اسی طرح جب صقلیہ میں آنے سنہ [illegible]ھ میں معز بن بادیس کی وفات کی خبر ملی تو ایک مرثیہ لکھا جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے،

اسی طرح اس کی ایک نظم ہے جس میں عہد پیری پر ماتم معاصی کی یاد اور قیامت میں ان کی پرسش کا خوف وغیرہ کے خیالات ادا کئے گئے ہیں، اور صاحب بساط کی تصریح کے مطابق اسکا مقام نظم صقلیہ ہے، اسکے دو شعر یہ ہیں،

ولم اجد فی کتابی غیر سیئة تسوءنی وعسی الاسلام یسلم لی

یعنی میں اپنے نامہ اعمال میں بجز برائیوں کے اور کچھ نہیں پاتا جو مجھے غمگین کرتی ہیں، شاید اسلام مجھے اپنی پناہ میں لیلے،

رجعت رحمة ربی وهی واسعة ورحمة الله ارجی لی من العمل

میں اپنے پروردگار کی رحمت کا خواستگار ہوا، جو سب کے لئے وسیع ہے، اور اللہ کی رحمت تو اعمال سے زیادہ پر امید ہے،

اسی طرح اسکی مختلف نظمیں مرثیہ قیروان، نونیہ، ہجو المعز، اور اندلس نہ جانے پر اظہار معذرت کے قطعہ کے متعلق بہ تعیین معلوم ہے، کہ وہ صقلیہ میں لکھی گئیں،

وفات ابن رشیق نے مازر میں ۱۱ سال قیام کے بعد اس پر نارمن حملہ سے پہلے ۴۶۳ھ میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوا[1]

ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد برقی ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تجیبی برقی قیروان کے مشہور علمائے ادب میں سے تھا، ابن آبار نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کے ذوق ادب و شعر کی ستائش کی ہے، المہدیہ میں قیام پذیر تھا، وہاں سے ۴۴۰ھ کے بعد اندلس گیا، پھر اندلس سے مصر پہنچا، اور اسکندریہ میں مقیم ہوا، اور پھر وہاں سے صقلیہ چلا آیا، جہاں ۴۸۰ھ کے بعد تک مقیم رہا، یہ زمانہ دولت کلبیہ کے زوال کا تھا، ابن خیاط ربعی جو ان دنوں شاعر صقلیہ تھا، اس کے علمی و ادبی تعلقات قائم تھے،

ابن آبار نے اسے صاحب تالیف لکھا ہے، اور اسکی کتابوں کی تحسین کی ہے، اسکی ایک کتاب شرح المختار من شعر بشار اختیار الخالدین، مولوی بدر الدین علوی لکچرر مسلم یونیورسٹی کی تصحیح و تحشیہ کی ساعی سے ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی ہے، بشار کے دیوان کا انتخاب ابو بکر محمود ابو عثمان سعید ابنا ہاشم الخالدیان نے المختار من شعر بشار کے نام سے کیا تھا، برقی نے اسی انتخاب کی شرح

[1] ابن رشیق کے قیام صقلیہ اور یہاں اس کے علمی خدمات انجام دینے پر مولف اوراق ہذا اور مولف حیات ابن رشیق و المنتخب من شعر ابن رشیق (مولانا میمن عبد العزیز راجکوٹی، پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) سے ایک طویل بحث و تمحیص ہوئی ہے، جو معارف جلد ۴۲ نمبر ۱ و جلد ۴۴ نمبر ۱، ۲ و ۳ میں شائع ہوئی ہے، یہ اوراق انہی مباحث سے ماخوذ ہیں، اس لئے ان کے ماخذ کے لئے معارف کے انہی نمبروں کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں تفصیل سے تمام حوالے درج نہیں،

لکھی ہے، اس میں اس نے بشّار کے اشعار کی توضیح وتمثیل میں صقلی شاعر ابن خیاط ربعی کا بہ کثرت کلام بھی پیش کیا ہے، پروفیسر میمن عبدالعزیز کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب ۴۲۱ھ کے بعد لکھی گئی اور یہی زمانہ اس کے قیام صقلیہ کا ہے، اس لئے اس کتاب کی تالیف کا مقام صقلیہ قرار پاتا ہے،

وفات، | برقی نے آخر عمر میں صقلیہ میں توطن اختیار کیا تھا، اور پانچویں صدی میں اس نے وفات پائی، سال و مقام وفات معلوم نہیں عجب کیا کہ اپنے اسی آخری موطن میں سپرد خاک کیا گیا ہو[1]

علی بن عبدالرحمن صقلی | علی بن عبدالرحمن صقلی کو علم نحو و عروض میں شہرت حاصل تھی، و دیگر اصناف ادب و شعر و شاعری سے بھی مناسبت رکھتا تھا، صقلیہ سے اسکندریہ آیا، اور وہیں قیام پذیر ہوا[2]

عمر بن علی بن عمر سرقوسی، | عمر بن علی بن عمر سرقوسی صقلی مقری کو علم نحو و لغت اور عروض میں دستگاہ حاصل تھی، صقلی نے ان فنون میں ان کی چند تالیفات کا تذکرہ کیا ہے[3]

ابو بکر محمد بن عبداللہ صقلی، | ابو بکر محمد بن عبداللہ مقری صقلی علم لغت میں شہرت رکھتے تھے[4]

ابو حفص عمر بن ساردولاتی، | ابو حفص عمر بن ساردولاتی فقیہ کو علم ادب اور شاعری کا بھی ذوق تھا، قاضی عیاض نے نمونہ کلام درج کیا ہے[5]

ابو المصعب عبداللہ بن ابو مالک قیسی، | ابو المصعب عبداللہ بن ابی مالک قیسی علم لغت کا ماہر تھا، علم عروض و قوافی میں بھی شہرت رکھتا تھا، صفدی نے اسکے اس امتیاز کا ذکر کیا ہے، وہ خود شعر و شاعری بھی کرتا تھا، سیوطی نے نمونہ کلام درج کیا ہے[6]

---

۱ مقدمہ شرح الہاشمیات من شعر بشار، ۲ معجم [illegible] ص ۲۴۲، [illegible] ص ۱۳۶، ۴ ایضاً،
۵ ترتیب المدارک [illegible] جلد [illegible] ص ۷۰۳، ۶ بغیۃ الوعاۃ ص ۲۲۵

ابوالحسن علی بن حسن بن حبیب لغوی، ابوالحسن وابوالفضل علی بن حسن بن حبیب لغوی صقلی علمائے لغت وادب میں ممتاز درجہ رکھتا تھا، صاحب معجم الادباء ابن القطاع کے حوالہ سے لکھتا ہے:۔

"منجملہ دیگر چند علمائے لغت میں سے ایک ہے اور وہاں (صقلیہ) کے ممتاز ماہرین علماء میں ہے، جو اپنے ذہن رسا سے دور دور کی چیزیں حاصل کرتا ہے، اور اپنے علم کی روشنیوں سے مبہمات کا پردہ چاک کرتا ہے، اور شعر و معانی کی تنقید میں ماہر اور دقیق لغت اور اصول لغت کا حامل تھا"

یاقوت نے نمونہ کلام بھی درج کیا ہے[۱]

عمر بن صقلی، عمر بن صقلی قیروان میں مقیم تھا، علم ادب کا مذاق رکھتا تھا، ابوالفضل یوسف معروف بابن نحوی کا ہمعصر تھا،[۲]

ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ، ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن عبدالمنعم مہندس کو شعر و شاعری اور انشاء پردازی کا بھی مذاق تھا عماد الدین نے اسکی توصیف کی ہے[۳]

ابن القطاع صقلی، ادبائے متقدمین کا خاتمہ ابن القطاع صقلی لغوی ادیب پر ہوتا ہے جس نے اپنی تالیفات سے جزیرہ کے بہ کثرت شعراء کو زندہ جاوید بنا دیا،

نام و نسب خاندان ابوالقاسم محمد بن علی معروف بابن القطاع صقلی، صقلیہ کے ماہرین علم نحو و لغت کا امام کہا جا سکتا ہے جس نے اپنی علمی خدمات سے عربی علم ادب میں نمایاں جگہ حاصل کی، اس کا شجرۂ نسب یہ ہے، محمد بن علی بن جعفر بن علی بن محمد بن عبداللہ بن حسین بن احمد بن محمد بن

۱؎ معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۵، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۴۲، مختصر کتاب انباہ الرواۃ ... انباہ الرواۃ میں علی بن حسن بن حبیب کے بجائے صرف علی بن حبیب لکھا ہے ۲؎ خریدۃ القصر ... ص ... ۳؎ ایضاً

Marfat.com

زیادۃ اللہ بن محمد الاغلب السعدی بن ابراہیم بن الاغلب ابن سالم تیمی،

ابن القطاع کا یہ نسب نامہ ابن خلکان کو اُس کے مسودات میں ملا، مگر پھر وہ یہ یاد نہ رکھ سکا کہ اُس نے اسکو کہاں سے نقل کیا تھا، اور اسلئے اسکی نگاہ میں یہ مشکوک ہو گیا لیکن پھر اسکو خود ابن القطاع کے ہاتھ کی ایک تحریر ملی جسمیں حسین تک مسلسل نام موجود تھے۔ اور اسکے بعد اجمالاً بیان کیا گیا تھا کہ یہ سلسلہ سعد بن زید مناۃ بن تیم تک پہنچتا ہے[۵]،

یہ افریقیہ کے مشہور فاتح و فرمانروا خانوادۂ اغالبہ کا چشم وچراغ تھا، جو نہ صرف صقلیہ کا فاتح خاندان تھا، بلکہ اُس کے ارکان امارت، ولایت، و دیگر حیثیات سے صقلیہ سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور اس خاندان کو صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا، کہ اسکی ایک بڑی جماعت افریقیہ سے صقلیہ میں آکر سکونت پذیر ہو گئی، مگر یہ عجیب اتفاق ہے، کہ ابن القطاع کے آباء واجداد میں سے جو لوگ صقلیہ میں سکونت پذیر ہوئے، وہ افریقیہ کے بجائے اندلس سے آئے تھے، کیونکہ ابن القطاع کے قلم سے جو نسب نامہ منقول ہے، اُس میں حُسین کو "شنتری" لکھا گیا ہے، یہ نسبت اندلس کے ایک قریہ شنتریہ کی طرف ہے،

خانوادۂ اغالبہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ۲۹۰ھ میں جب خلیفہ معتضد باللہ نے ابراہیم والی افریقیہ کے بجائے محمد بن زیادۃ اللہ کے نام فرمان تقرر بھیجا، تو ابراہیم نے محمد بن زیادۃ اللہ کو قتل کرادیا، اور اسی دار وگیر میں غالباً احمد بن محمد افریقیہ سے اندلس چلا آیا، اور حسین اسی احمد کا لڑکا تھا اور پھر یہ خاندان اندلس سے منتقل ہو کر صقلیہ پہنچا، تاریخ صقلیہ میں اس خاندان کے جس رکن کا نام سب سے پہلے ملتا ہے، وہ ابن القطاع کا جد، علی بن محمد ہے، جو حسین بن احمد شنتری کا پوتا تھا،

خانوادۂ اغالبہ اپنی حکمرانی و فرمانروائی کے ساتھ اس عہد میں اپنے علم وفضل میں بھی ممتاز

---

[۵] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰،

سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ابن القطاع کے خاندان میں بھی پشتہا پشت سے علم وفضل خصوصًا علم ادب اور شعر و شاعری کا چرچا موجود تھا،

ابن القطاع کے جدامجد ابوالحسن علی بن محمد بن القطاع صقلیہ کے متقدمین علمار میں تھے اور شعر و شاعری کا نہایت عمدہ مذاق رکھتے تھے، وہ حاکم بامر اللہ (۳۸۶ھ) کے دربار میں باریاب تھے، اور اسکی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہو،

اسی طرح اوس کے باپ ابو محمد جعفر بن علی بن محمد بن القطاع پانچویں صدی کے علمائے صقلیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، قفطی نے ان کے علم وفضل کی تعریف کی ہے، اور ابن القطاع نے بھی ان کے علم ادب میں دستگاہ رکھنے اور شعر و شاعری کا ذوق رکھنے کا تذکرہ کیا ہے،

ابن الابار کا بیان ہے کہ یہ پانچویں صدی کے وسط تک صقلیہ میں موجود تھے، اور یہیں مقیم رہے، اور یہیں وفات پائی،[1]

ولادت، ابن القطاع ۱۰ صفر ۴۳۳ھ کو سرزمین صقلیہ میں پیدا ہوا، اور اسی علمی گہوارہ میں ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی،

اساتذہ سن شعور کے بعد علوم عالیہ کی طرف متوجہ ہوا، اس وقت صقلیہ میں علم ادب کا اچھا خاصہ چرچا تھا، ادب کی تحصیل صقلیہ کے مشہور ادیب ابو بکر محمد بن علی بن حسن بن عبد البر لغوی و دیگر فضلائے صقلیہ سے کی، اور تمام اصناف ادب خصوصًا علم لغت و نحو میں کمال پیدا کیا،

کتاب الصحاح کی روایت، ابن القطاع نے اپنے استاذ ابو بکر محمد بن علی لغوی سے لغت کی مشہور کتاب الصحاح کی روایت کی ...

[1] کتاب الاتحاف [illegible] ص ۵۷، [illegible] پروفیسر [illegible] ڈمورتھی بر ابن القطاع ... جلد ا صفحہ [illegible]

میں جوہری کی مشہور کتاب صحاح پڑھی، کتاب الصحاح اس کے استاذ کے پاس اسکی عام اشاعت سے پہلے پہنچ گئی تھی، اور ابن القطاع کے لئے یہ باعث فخر سمجھا جاتا ہے کہ کتاب الصحاح کی عام اشاعت بعد میں اسی کے تلامذہ کے ذریعہ ہوئی[1]

علم و فضل، ابن خلکان اسکی فضیلت علمی کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے:-

"یہ ائمۂ ادب خصوصًا اہل لغت میں سے ایک تھا، اور علم نحو میں غایت درجہ بلند رتبہ رکھتا تھا"

یاقوت لکھتا ہے:-

"یہ اپنے وطن اور مصر میں علم عربی و فنون ادب کا اپنے وقت میں امام تھا"

اسی طرح قفطی و دیگر ناقدین فن نے اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے،

شعر و شاعری، وہ شعر و شاعری کا موروثی ذوق رکھتا تھا بچپن ہی سے شعر گوئی شروع کر دی تھی، جس کا تذکرہ اس کی کتاب الدرۃ الخطیرہ میں کسی موقع پر آیا ہے، چنانچہ اصفہانی اس کے حوالہ سے لکھتا ہے، کہ اوس نے ۴۴۶ھ سے جب اس کی عمر صرف ۱۳ برس کی تھی، شعر کہنا شروع کیا، لیکن وہ علم ادب میں جس بلند مرتبہ پر پہنچا اسکے لحاظ سے شعر گوئی میں وہ مرتبۂ کمال حاصل نہ کر سکا اسلئے یاقوت کو کہنا پڑا کہ،

"اور ابن القطاع کے اشعار بھی ہیں، لیکن وہ اس کے مرتبہ سے فروتر ہیں"

اس کے بعد یاقوت نے اسکے چند شعر منتخب کرکے نقل کئے ہیں،

بہرحال ابن القطاع کی شاعری اگر صقلیہ کے اکابر شعراء ابن خیاط، مصعب اور ابن حمدیس وغیرہ کے مرتبہ پر نہیں تو کم از کم اس عہد کے دوسرے ممتاز شعراء سے فروتر بھی نہیں ہے، البتہ یہ

---

[1] معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۰۷

تعجب انگیز ضرور ہے، کہ یہ عرب شاعر جس کو عجمی تمدن سے اختلاط کا کم اتفاق ہوا، ایک ایرانی صنف نوخیز حمزہ نامی غلام کے زلف گرہ گیر کا گرفتار ہو گیا، اور اسکو مخاطب کر کے قطعہ لکھا، اس کے کلام کے اور بھی نمونے موجود ہیں، ابن خلکان نے کسی الشیخ کے متعلق اس کے دو شعر نقل کئے ہیں، پھر کسی قصیدہ کے بھی چند اشعار ہیں، جو شاید وزیر مصر افضل بن امیر الجیوش کی شان میں ہو جسکا تذکرہ اصفہانی نے اسکی کتاب الدرۃ الخطیرہ کے حوالہ سے کیا ہے، سیوطی کو بھی اسکے دس گیارہ شعر کہیں سے ملگئے ہیں[۱]،

صقلیہ سے ہجرت اور ورود مصر، ابن القطاع اپنے وطن میں علمی وادبی خدمات میں مصروف تھا کہ دفعۃً نارمنی گھٹا اٹھی، اور یہ اُسی طوفان میں اپنے عزیز وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوا، صقلیہ سے غالباً افریقیہ پہنچا، اور پھر پانچویں صدی کے اواخر میں مصر میں داخل ہوا، اس کی علمی وادبی شہرت صقلیہ سے نکلنے کے پہلے ہی عربی دنیا میں پھیل چکی تھی، اس لئے اہل مصر نے اپنے اس معزز مہمان کا پرتپاک خیر مقدم کیا،

وزیر مصر کے یہاں ملازمت، اسوقت مصر کے عہدۂ وزارت پر الآمر باحکام اللہ (۴۹۵ھ/۱۱۰۱ء تا ۵۲۴ھ/۱۱۳۰ء) کے دور میں افضل بن امیر الجیوش بدر الجمالی سرفراز تھا، اُس نے اسکی آمد مصر کو مغتنم سمجھا، اور اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کی خدمت اسکے سپرد کر دی[۲]،

تلامذہ اس کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں سے کچھ لوگ صقلیہ کے ہیں، اور کچھ لوگوں نے مصر میں شرف تلمذ حاصل کیا، مصری تلامذہ میں سے ابو البرکات اسعد بن علی بن معمر جوانی عبید نحوی[۳] اور اسمعیل بن علی بن ابی المعشر نحوی زیادہ شہرت رکھتے ہیں، جو الذکر جامع عتیق میں مسند درس پر متمکن تھے،

---

[۱] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰، معجم الادبا جلد ۵ ص ۱۰۷، خریدۃ القصر در اماری ص ۵۰۹، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۲، [۲] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۲، [۳] ... ص ۱۶۱

لیکن ابن القطاع کے ورودِ مصر پر اس کے حلقۂ درس میں آکر شریک ہوئے، اور پھر اسی کی طرف منسوب ہو کر شہرت حاصل کی[1] ابوالحسن علی بن عبدالجبار بن سلامہ بن عبدون ہذلی لغوی (مولود ۴۲۳ھ متوفی ۵۱۹ھ) بھی ادب کے ارشد تلامذہ میں تھے، اور بقول حافظ سلفی اپنے وقت میں لغت کے حافظ و امام تھے[2]

صحاح جوہری کی روایت کا شاخسانہ جب ابن القطاع ابتداءً مصر پہنچا، تو لوگوں نے اسکی اس خصوصیت کے باعث بھی اس کی طرف رجوع کیا، کہ یہ علم لغت کی مشہور کتاب الصحاح کا سند یافتہ راوی تھا، اسی کے ساتھ وہ اپنی اسی خصوصیت کے باعث مصری نحویوں اور لغویوں کا محسود بنا، اور اس کی سند اجازت و روایت پر چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، جن کی جانب ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے، اسی بنیاد پر مشہور مؤرخ صلاح الدین صفدی متوفی ۷۶۴ھ نے ایک بڑی عمارت کھڑی کر لی، چنانچہ سیوطی اسکے حوالے سے لکھتا ہے:-

"مصری نقاد اس کو تساہل روایت سے منسوب کرتے ہیں، کہ جب یہ مصر میں وارد ہوا، اور لوگوں نے پہلے اس سے صحاح کی بابت دریافت کیا، تو اس نے کہا کہ یہ کتاب اس تک نہیں پہنچی، مگر جب بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اہل مصر کو اس کتاب سے خاص شغف ہے، تو جھوٹی جھوٹی روایتیں گڑھ کر سند تیار کر لی، اور صحاح کو پڑھنے پڑھانے لگا[3]"

گویا صفدی کے نزدیک ابوبکر محمد بن البر سے کتاب صحاح کا درس اور اسکی روایت سب بے اصل باتیں ہیں، مگر صفدی سے ایک صدی سے بھی زیادہ پیشتر یاقوت متوفی ۶۲۶ھ کا یہ تصریحی بیان موجود

---

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۴۱، بغیۃ الوعاۃ کا مطبوعہ نسخہ اس کے برعکس ہے، قلمی نسخہ منقولہ در اثار تاریخیہ "صحب ابن القطاع وانتسب الیہ واشتہر بہ" کے الفاظ ہیں، اور مطبوعہ نسخہ میں "صحبہ ابن القطاع" ہے، لیکن خود مطبوعہ نسخہ کی مابعد عبارت سے اسکی تصحیح ہو جاتی ہے[2] دیکھو صفحہ ۱۹۶[3] ایضاً ص ۳۴۲، ایضاً ص ۳۴۱،

ہے، جو اس سے پہلے گذر چکا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

"ابو بکر محمد بن البر صقلی لغوی سے تعلیم حاصل کی، اور اسی سے کتاب الصحاح اسمٰعیل بن حماد جوہری کو روایت کیا، اور اسی کے ذریعہ سے اس کتاب کی روایت تمام آفاق میں مشہور ہوئی"

یاقوت کوئی غیر محتاط اہل قلم نہیں، ابن خلکان کے متعلق کہا جاتا ہے، کہ وہ کسی شخص کو اُس کے حقیقی مرتبہ سے زیادہ کسی لقب سے ملقب نہیں کرتا، اور یہ اوس کے حزم واحتیاط وصحت روایت کی مشہور خصوصیت ہے، اس کے بعد یاقوت کے حزم واحتیاط کا یوں اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ اسی ابن القطاع کو ابن خلکان "کان احد ائمۃ الادب" (ائمہ ادب میں سے ایک ہے) لکھتا ہے، یاقوت بھی اس کو "امام" کا لقب دیتا ہے، مگر اس اضافہ کے ساتھ "ببلدہ ومصرہ" (اپنے وطن اور مصر میں)[1]

اسلئے اس موقع پر ابن القطاع کے سلسلہ میں یاقوت کی روایت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً اسلئے کہ ابن القطاع سے یاقوت کا زمانہ صفدی کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے،

تصنیفات، اس کی تصنیفات تمام تر علم ادب ہی کے مختلف اصناف میں ہیں، صرف جزیرہ صقلیہ سے شرف انتساب رکھنے کے باعث اس کے قلم سے اس کی یاد میں بھی چند اوراق نکل گئے ہیں، ورنہ تمام کتابیں یا تو علم لغت ونحو میں ہیں، یا شعر وشاعری میں، اوس کی تصنیفات کی فہرست حسب ذیل ہے،

۱۔حواشی صحاح جوہری، صحاح جوہری پر یوں تو سب سے پہلے ابوالقاسم فضل بن محمد نحوی متوفی ۴۴۴ھ نے قلم اٹھایا، مگر ابن القطاع کے حواشی کی یہ خصوصیت ہے، کہ اسی کے حواشی وتعلیقات

[1] معجم الادبا، جلد ۵ ص ۱۰۳

Marfat.com

صحاح کے مشہور محشی ابن بری کے حواشی کا مبنیٰ و اساس ہیں، یاقوت لکھتا ہے:-

"کتاب صحاح پر اس کے نفیس حواشی ہیں، ابو محمد بن بری نحوی مصری نے صحاح پر جو کچھ لکھا ہے اسمیں اوس نے اسی کے حواشی پر بھروسہ کر کے لکھا ہے"[1]

ابن بری متوفی ۵۸۲ھ اپنے حواشی صرف "د ب ش" تک لکھ سکا تھا، اسکی تکمیل شیخ عبداللہ ابن محمد بسطی نے کی[2]

۲- کتاب الافعال علم لغت میں اسکی یہ معرکۃ الآرا مشہور تصنیف ہے، جو تین جلدوں میں ختم ہوئی ہے اسکو اس نے ابن القوطیہ متوفی ۳۶۷ھ اور ابن طریف کی کتاب الافعال میں اصلاح و تہذیب کے بعد مرتب کیا تھا، ابن خلکان اسکے متعلق لکھتا ہے:-

"اسکی مفید تصانیف ہیں جن میں سے ایک کتاب الافعال ہے، جس کو اس نے بہتر سے بہتر طریقہ سے تالیف کیا ہے، اور یہ ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے زیادہ اچھی ہے اگرچہ وہ اس کا پیشرو ہے"[3]

ابن القوطیہ کی کتاب الافعال ۱۸۹۴ء میں لیڈن سے شائع ہو چکی ہے، اہل ادب اس کی قدر و منزلت سے آگاہ ہیں، اسلئے ابن خلکان کے مذکورۂ بالا تبصرہ کے بعد ابن القطاع کی کتاب الافعال کے متعلق بھی رائے قائم کی جا سکتی ہے،

خوش قسمتی سے اس کے متعدد قلمی نسخے بھی جا بجا پائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک سرزمین ہند میں رام پور کے کتب خانہ میں ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر کے نام سے موجود ہے، یہ ۵۸۱ھ کا مکتوب ہے، کاتب کا نام احمد بن عبد اللطیف الشرجی اور اوراق کی تعداد ۲۰۳ ہے، دوسرا نسخہ اسکوریال میں، اور تیسرا میلان (اٹلی) کے کتب خانہ

[1] معجم الادباء جلد ۵ ص ۱۰، [2] کشف الظنون جلد ۲ ص ۵، [3] ابن خلکان جلد ۲ ص ۳

میں پایا جاتا ہے[۱]

موخر الذکر نسخہ گریفینی کی نظر سے گذرا ہے، اس نسخہ کی ترتیب جعفر بن عبدالرحمٰن بن عمرو سلی کی طرف منسوب ہے، کاتب نسخہ کا نام احمد بن ابراہیم بن محمد بن ادریس بن باجوک ہے، تاریخ کتابت یوم سہ شنبہ ۲۰ ذی القعدہ ۱۱۰۰ھ ہے، گریفینی نے اس نسخہ کے چند اقتباسات مجموعۂ مقالات بیادگار صد سالہ اماری میں نقل کئے ہیں جن سے ابن القوطیہ کی کتاب میں اصلاح وتہذیب کے بعد کتاب کی ترتیب وتدوین کے حالات، اور اسی سلسلہ میں سبب تالیف اور کتاب کے اہم خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے،

لیکن میلان کا نسخہ جو جعفر بن عبدالرحمٰن سلی کا مرتبہ ہے، ابن القطاع کے اصل نسخہ سے کسی قدر مختلف ہو گیا ہے، مثلاً ابن القطاع نے ابن القوطیہ کی کتاب الافعال سے جو افعال نقل کئے تھے، انھیں اپنے جمع کردہ افعال سے "ق یعنی ابن قوطیہ" اور "ع یعنی ابن قطاع" کی علامتوں سے ممتاز کر دیا تھا، لیکن سلی نے جس نسخہ سے نقل کیا تھا اس میں یہ علامتیں کم موجود تھیں، علاوہ ازیں ابن القطاع نے افعال کی ترتیب صرف فار کلمہ یعنی لفظ کے صرف پہلے حرف پر رکھی تھی، سلی نے بہ ترتیب حروف تہجی الفاظ کے تمام حروف پر نگاہ ڈالی، اور سب کو حروف تہجی کے اعتبار سے نقل کیا، نیز ابن القطاع کے اصل نسخہ میں بعض الفاظ مکرر لکھ لئے گئے تھے، سلی نے انھیں حذف کر دیا ہے،

آغاز کتاب ان الفاظ سے ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم الحمد للہ ذی العزۃ والسلطان والقدرۃ والبرھان، الخ

[۱] فہرست کتبخانہ رامپور ص ۵۰۰، ومقالہ گریفینی در یادگاری مضامین جلد ۱ ص ۴۲۲، رامپور کے نسخہ کی نقل جامعہ ملیہ کے کتبخانہ میں بھی آئی ہے،

ذیل میں کتاب کا ایک نمونہ درج کیا جاتا ہے جس سے ابن القطاع کے اسلوب بیان طریق تحقیق و تفحص اور اسکی اور ابن القوطیہ کی تالیف کا فرق واضح ہوگا،

الهمزة من الثلاثی، علی فعل وأفعل مع الباء، أَبَ أَبًّا وأَبابًا وأبابَةً تهيأ للذهاب وللشئ مثله والی سیفه ردّ یده لیاخذه والشئ أبابةً تهيأ ع وایضًا نزع الی وطنه ق وابت الیوم ابًّا اشتد غمه ع وأَبت أبًّا لك الك وایضًا أمیز والرجل من شراب انتفخ الخ

۳- کتاب الاسماء، لغت میں یہ دوسری کتاب ہے جس کا تذکرہ یاقوت اور ابن خلکان وغیرہ نے کیا ہے، یاقوت کہتا ہے "اسمیں اسماء کے اوزان اور ابنیہ جمع کئے ہیں" ابن خلکان کہتا ہے "اس میں اسماء جمع کئے ہیں، اور ان کا حق ادا کیا ہے، اور اس سے اس کی کثرت معلومات کا ثبوت ملتا ہے"[1]

۴- کتاب الابنیۃ، حاجی خلیفہ نے اس نام سے اس کی ایک تالیف کا ذکر کیا ہے جس میں افعال و اسماء دونوں کے اوزان مشترک طور پر درج کئے گئے ہیں[2] عجب کیا ہے کہ مذکورۂ بالا دونوں کتابوں کا یہ مجموعہ ہو، اور رام پور کے کتب خانہ میں یہی مجموعہ موجود ہو، نام سے اشتباہ ہوتا ہے،

۵- کتاب السیف، اسمیں تلوار کے اسماء و صفات بیان کئے گئے ہیں،[3]

۶- کتاب القصار و اسمائهم و صفاتهم، بہ ترتیب حروف اس میں دھوبیوں کے اسماء و صفات درج ہیں،[4]

---

[1] معجم الادبا جلد ۵ ص ۱۰۷، ابن خلکان جلد ۲ ص ۲، [2] کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۰۳، [3] ؍ ص ۲۹۵،
[4] معجم الادبا، جلد ۵ ص ۱۰۸،

۷۔ کتاب العروض والقوافی، یہ علم عروض میں ایک مفید کتاب ہے،

۸۔ کتاب فوائد الشذور وقلائد النحور، یہ شعر وشاعری میں ہے،

تاریخ میں اس کی دو کتابیں ہیں، اور دونوں تذکرۂ شعراء ہیں، ان میں سے ایک صقلیہ کے شعراء کے حالات میں ہے، اور دوسری شعرائے اندلس کے حالات میں جن کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے،

وفات: ابن القطاع نے ماہ صفر ۵۱۵ھ میں بمقام قاہرہ وفات پائی[۱]، اور امام شافعی کے پہلو میں سپرد خاک ہوا[۲]، ضریح شافعی کے پاس اوس کا مقبرہ بھی آج تک معلوم و مشہور ہے[۳]،

عہد اسلامی کے شعراء

عہد اسلامی کے شعراء کے ۴۳ نام ایسے معلوم ہو سکے ہیں، جن کے شعر وشاعری کی ارباب تذکرہ نے مدح سرائی کی ہو، اور کلام کا نمونہ درج کیا ہے، اور جو شعراء اصناف شاعری میں سے کسی خاص صنف میں شہرت رکھتے تھے، یا اونھیں کوئی خاص کمال حاصل تھا، اس کا بھی تذکرہ کیا ہے،

چند شعرائے متقدمین: اس دور کے شعراء میں سے ذیل کے چند شعراء کا تذکرہ ابن القطاع کی الدرة الخطیرة، اور ایک مہدوی صاحب علم کی تصنیف کے حوالہ سے عماد الدین نے خریدة القصر میں اور ابن سعید نے الالحان المسلیہ میں اور قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں کیا ہے، اور انکی شاعری کی توصیف تقریباً ایک ہی قسم کے الفاظ میں کی ہے، اور اکثر شعراء کے کلام کے نمونے درج کئے ہیں،

[۱] ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۵، [۲] بغیة الوعاة ص ۳۲۳، [۳] رسالة الزاہرا مصر

ابوعلی حسن بن داد معروف بہ غادن صقلی، ابومحمد عبدالعزیز بن قاسم عمر بن عبدالعزیز معافری[۱]
ابوعلی حسن بن عبداللہ اطرابلسی، ابومحمد قاسم بن عبداللہ تیمی صقلی، ابومحمد عبدالمعطی سرقوسی، ابومحمد عبدالباقی صقلی، انھوں نے اپنے لڑکے عمران کا ایک پر درد مرثیہ لکھا تھا، ابوسلیمان ہبۃ اللہ صقلی انکی ابن ابی البشار صقلی سے منظوم مراسلت ہوئی تھی، ابوالقاسم احمد بن ابراہیم ودانی صقلی، ابوالحسن علی بن اسحاق ابراہیم بن ودانی صقلی، انکی ابن رشیق سے منظوم مراسلت جاری تھی، ابوالقاسم بن طلحہ صقلی، ابو عبداللہ بن حسن بن طوبی صقلی، اس نے منصور بن عبدالمومن کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تھا، عبدالحلیم بن عبدالواحد صقلی، ابوحفص عمر بن رحیق صقلی، ابوالحسن علی بن عبدالجبار صقلی ودانی، موخرالذکر ان شعرا نارمنون کے حملۂ صقلیہ کے زمانہ میں تھے، اور صقلیہ کا پر درد مرثیہ لکھا ہے، ابوالفضل مشرف ابن راشد انے صنعتِ طباق کیساتھ ایک طویل نظم لکھی تھی، ابوالعباس ابن محمد بن قات، قاضی ابوالفضل حسن بن ابراہیم شالی کنانی، ابوالحسن علی بن عبداللہ بن شالی، ابوبکر محمد بن علی بن عبدالجبار کموتی، ابومحمد عبداللہ بن مخلوف فافا، ابوحفص عمر بن حسن بن سطرق، یہ عابد و زاہد تھے، اور اسی مذاق کی شاعری کرتے تھے، ابوسعید عثمان بن عتیق، اس کا ایک قصیدہ امیر معتصم یحیٰی بن محمد بن معن بن صمادح کی شان میں ہے، ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبدالغنی، مقری واعظ فقیہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن ابوبکر سرقوسی، عبدالوہاب بن عبداللہ بن مبارک، ابوالفتح احمد بن علی شالی،

ان کے علاوہ اس دور کے حسب ذیل شعرا ہیں،

ابوالحسن علی بن حسن بن طوبی،	ابوالحسن علی بن حسن بن طوبی صقلی، صقلیہ سے مشرق کی طرف چلا آیا،

معز بن بادیس کے زمانہ میں اس کا عنفوان شباب تھا، اس کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے، اور

---

[۱] خریدۃ القصر در اماری از ص ۱۰۱ تا ۶۱۰، ترتیب المدارک در یادگاری جلد ا ص ۹ ۳۷ ، ۲ ۳ ۴ ، و الاحسان السلیہ در یادگاری جلد ا ص ۲۹۷ تا ۳۰۳،

دیگر سلاطین کی خدمت میں بھی باریاب رہا، ابن القطاع نے اس کو "امام بلغاء و تمام شعراء" کا لقب دیا ہے، اور نمونہ کلام درج کیا ہے،

دیوان | صاحب دیوان شاعر تھا، اور اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا، جو مختلف اصناف شاعری پر مشتمل تھا۔[1]

ابن السوسی | عثمان بن عبد الرحمن معروف بہ ابن السوسی مالٹا میں پیدا ہوا، اور وہیں تعلیم و تربیت پائی، علم ادب کی تحصیل اپنے والد عبد الرحمن سے کی پھر بلرم چلا آیا اور یہیں سکونت پذیر رہا، ستر سال کی عمر میں فوت ہوا، شعر و شاعری کا اچھا مذاق تھا، عماد الدین نے اسکی ستایش کی ہے، اپنی وفات سے کچھ دنوں پیشتر کسی مسلمان رئیس صقلیہ کا مرثیہ لکھا تھا، جو بہت مقبول ہوا،[2]

۲۹
سلیمان بن محمد طرابنشی | سلیمان بن محمد طرابنشی فضلائے صقلیہ میں شمار کیا گیا ہے، ابن القطاع اور شہاب الدین عمری نے بلند پایہ الفاظ میں توصیف کی ہے۔ یہ صقلیہ سے افریقیہ پہونچا، سوسہ میں کسی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوا، اور سنہ ۴۴۴ھ کے بعد وہاں سے اندلس چلا گیا، جہاں صاحب تدمیر طبقہ نے اسکی قدر و منزلت کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گیا، ابن القطاع نے کلام کا نمونہ درج کیا ہے، یاقوت نے بھی معجم البلدان میں طرابنش کے ذکر میں اس کا تذکرہ کر کے نمونہ کلام دیا ہے۔[3]

محمد بن ابی بکر صقلی | محمد بن ابو بکر صقلی کا تذکرہ کسی دوسری جگہ عزت و احترام سے گذرا ہے، لیکن ابن القطاع نے ان کی زندگی کا ایک دوسرا رخ بھی پیش کیا ہے، کہ وہ کسی نوخیز امرد کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے، لیکن کبھی کوئی حرف مدعا زبان پر نہیں لائے، حالانکہ آتش شوق سے بیقرار رہتے تھے، صرف کبھی کبھی زبان شاعری میں کچھ کہہ جاتے، اور وہی ان کے جذبات کی غمازی کر جاتے تھے،

---

[1] کتاب الامان المسلمیہ در یادگاری ج ۱ ص ۲۹۹ و ۳۰۳ ۔ [2] خریدۃ القصر ص ۵۰۹ ۔ [3] کتاب الامان المسلمیہ در یادگاری ج ۱ ص ۲۹۹ و حاشیہ نمبر ۴، ص ۳۰۴۔ اصفہانی کی خریدہ میں طرابنشی کے بجائے طرابلسی چھپ گیا ہے، معجم البلدان جلد ۶ ص ۳۲۔

Marfat.com

ان کا کلام درد واثر میں ڈوبا ہوتا تھا[۱]

ابو محمد ابن حمنہ[۳۱] | ابو محمد بن حمنہ صقلی کے کلام میں شوخی وظرافت کی چاشنی ہوتی تھی، وہ خود فقیہ تھے، اور اپنے ہمعصر شعراء سے ان کی چشمک رہتی تھی، فقیہ عیسیٰ بن عبد المنعم صقلی سے نوک جھوک رہتی تھی، اور دونوں نظم میں ایک دوسرے کی چٹکیاں لیتے تھے[۲]

ابو الفضل جعفر بن برون صقلی[۳۲] | ابو الفضل جعفر بن برون صقلی کی شاعری زیادہ تر خمریات میں ہے، عماد الدین کاتب کے کسی ہمعصر نے مہدیہ کے اہل علم کے تذکرہ میں کوئی کتاب لکھی تھی، جس میں صقلیہ کے اہل علم وشعراء کو بھی جگہ دی تھی، عماد الدین کا بیان ہے، کہ جعفر بن برون کے کلام کا جو انتخاب کیا گیا تھا، وہ زیادہ تر خمریات پر مشتمل تھا[۳]

ابو العرب مصعب قرشی صقلی[۳۳] | ابو العرب مصعب بن محمد بن ابو الفرات قرشی صقلیہ کا مشہور صاحب دیوان شاعر ہے ۴۲۳ھ میں بلرم میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم وتربیت پائی، صقلیہ میں اس کے دم سے شعر وشاعری کا بازار گرم تھا، اور اس نے یہاں کے نوجوان شعراء میں ادب وشعر کا مذاق پیدا کیا، اسکی شاعری کی شہرت دور دور پھیلی المعتمد فرمانروائے اشبیلیہ (اندلس) اسکے قدر دانوں میں تھا، اس نے اسے پانسو بھیج کر اشبیلیہ بلایا، مگر یہ وطن چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوا، معذرت میں ایک قطعہ لکھ بھیجا، جسکے دو شعر یہ ہیں:-

لا تعجبن لرأسی کیف شاب اسی واعجب لاسود عینی کیف لم یشب

اس پر تعجب نہ کرو، کہ غم سے میرے بال کیوں سفید ہو گئے، اس پر تعجب کرو کہ میری سیاہ آنکھیں کیوں نہیں سفید ہو گئیں،

البحر للروم لا یجری السفن به الا علی غرر والبر للعرب

۱؎ خریدۃ القصر در المازری ص ۲۰۳ ۲؎ ص ۱۸۱ ۳؎ ایضاً

Marfat.com

سمندر رومیوں کا ہے، اس میں کشتیاں بلاخوف وخطر نہیں چل سکتین، اور خشکی عربوں کی ہے لیکن جب خود اس کا وطن "رومیون" کے خوف وخطر میں گھر گیا، تو بالآخر ۴۶۵ھ مین نارمنی فتنہ سے گھبرا کر وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوا، اور اشبیلیہ پہنچکر المعتمد کے دربار سے وابستہ ہوگیا، المعتمد کی خدمت مین جو پہلا قصیدہ پیش کیا اسکے چند اشعار یہ ہین،

اَلَا مَا اتّباعی للاَمانی الکواذب ... وهٰذا طریق المجد بادی المذاهب

مین جھوٹی خواہشون کے پیچھے کیون پڑون، حالانکہ بزرگی کا راستہ کھلا ہوا ہے،

پھر اُسی قصیدہ میں اپنے اجڑے وطن صقلیہ کو یاد کرکے آنسو بہاتا ہے اور مصائب سے بلکان نہ ہونے کا عزم اس جوانانہ انداز سے کرتا ہے،

ویا وطنی ان بت عنّی فانّنی ... سا وطن اکوار العتاق النجائب

اے میرے وطن اگر تو میرے موافق نہیں ہے، تو میں عمدہ اونٹنیوں کے کجاوے کو اپنا وطن بنالون گا،

اِذا کان اَصلی من تراب فکلّها ... بلادی وکل العالمین اقاربی

جب کہ میری اصل خاک ہے، تو پوری زمین میرا ملک ہے اور تمام دنیا میری اقربا ہے

وماضاق عنّی فی البسیطة جانب ... وان جلّ الا اعتقبت منه بجانب

دنیا کا کوئی گوشہ گو وہ کتنا ہی بڑا ہو، جب میرے لئے تنگ ہوگا، تو میں اس کے عوض دوسرا گوشہ اختیار کرون گا،

المعتمد اپنی شاہانہ داد ودہش سے ہمیشہ اسکی ہمت افزائی کرتا رہا، اور اس کے وجود سے دربار مین شاعرانہ لطائف وظرائف پیش آتے، مثلاً ایک مرتبہ اسکے دربار میں دینار کی بہت سی تھیلیاں آئین، اتفاق سے وہیں پر عنبر کی نو موئی چند طلاکار مورتیان بھی رکھی تھیں، جن مین

ایک اونٹ کی خوبصورت مورتی بھی تھی، المعتمد نے ابو العرب سے دینار کی دو تھیلیاں اٹھا لینے کا اشارہ کیا، اس نے برجستہ کہا ان دیناروں کو اونٹ کے سوا کون اٹھا سکتا ہے، المعتمد نے مسکرا کر اونٹ کی مورتی بھی اٹھا لینے کو کہا، ابو العرب نے شکریہ میں فی البدیہہ دو شعر نذر کئے،

ابو العرب المعتمد کی حکومت کے زوال اور اس کے اشبیلیہ سے جلاوطن ہونے کے بعد بھی اشبیلیہ ہی میں قیام پذیر رہا،

وفات، سال وفات معلوم نہیں، البتہ عماد الدین نے ابو القاسم علی بن منجب اور ابن خلکان نے ابن الصیرفی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ وہ ۵۰۰ھ تک اندلس میں موجود تھا،

دیوان، اس کے کلام کا مجموعہ جمع ہو چکا تھا، حاجی خلیفہ نے "دیوان مصعب" کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے[۱]

ابن حمدیس سرقوسی، صقلیہ کے اسلامی دور کے شعراء کا خاتمہ یہاں کے مشہور شاعر ابن حمدیس سرقوسی، ابو محمد عبد الجبار بن ابو بکر بن محمد بن حمدیس ازدی پر کیا جا سکتا ہے، وہ عربی علم ادب و شعر میں پانچویں صدی کے ممتاز و باکمال اساتذہ میں گذرا ہے، جس کی شاعری کا غلغلہ مغرب سے مشرق تک بلند ہوا اور اس کے ہمعصر ناقدین فن نے فن شعر میں اس کی فضیلت و برتری کا اعتراف کیا،

ولادت و تعلیم و تربیت، ابن حمدیس تخمیناً ۴۴۷ھ میں سرقوسہ میں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم و تربیت

۱؎ کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار شہاب الدین العمری درامار ی ص ۶۵۵، ۶۵۶، ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۷، ترجمہ ابی الحسن الحصری، خریدۃ القصر درامار ی ص ۴۰۸، کتاب الالحان المسلیہ دریادگار نامی جلد ۱ ص ۲۹۹، نفح الطیب و کشف الظنون جلد ۱ ص ۵۲۳، کشف الظنون میں اس کا سال وفات ۴۶۳ھ ہے، جو صحیح نہیں ہے،

Marfat.com

صقلیہ میں حاصل کی، اور بچپن ہی سے شعر کہنے لگا[۵۳]، رفتہ رفتہ اوس کی شاعری کا چرچا صقلیہ سے نکلکر دوسرے مقامات تک پہنچا، اور افریقہ، اندلس اور مصر کے علمی و ادبی حلقوں میں وہ روشناس ہو گیا[۵۴]

صقلیہ سے روانگی، اور ورودِ افریقہ، لیکن جب ابن حمدیس کا آفتابِ کمال طلوع ہوا، تو اسلامی صقلیہ اُجڑ چکا تھا، اسلئے اپنے بوڑھے باپ کو صقلیہ میں چھوڑ کر وہاں سے تقریباً ۲۴، ۲۵ سال کی عمر میں ۴۷۱ھ میں افریقہ پہنچا، خوش قسمتی سے یہاں اسے اپنے عربی علم ادب کو ترقی دینے کے بعض بہتر مواقع ہاتھ آگئے،

چنانچہ یہاں بعض ایسے عرب خانوادوں سے اس کا میل جول ہوا، جن کے فیضِ صحبت سے اس نے عربی زبان پر قدرت حاصل کی، اس کا تذکرہ اس نے اپنے ایک قصیدہ میں کیا ہے[۵۵]

ورودِ اندلس، اس کے بعد وہ اسی سال ۴۷۱ھ میں اندلس چلا گیا، پہلے یہاں کے مختلف فرمان رواؤں کے دربار میں گیا، پھر المعتمد تک رسائی حاصل ہوئی، اور اوسی کے دامن سے وابستہ ہو گیا[۵۶]

المعتمد محمد بن عباد شاہ اشبیلیہ (۴۶۱ھ - ۴۸۴ھ) خود ایک بلند پایہ شاعر تھا، اور اسلئے باکمال شعراء کا دل سے قدردان تھا،

اس کے دربار میں ابن زیدون، ابن وہبون، ابن عمار، اور ابن ہانی جیسے اس عہد کے باکمال شعراء اور ابوبکر بن عطار یابسی، ابوالحسن مکفوف حصری، ابومحمد مصری، ابن شرف قیروانی، ابو العرب صقلی، ابوبکر بن حسن مرادی، اور ابن المقابلہ بستی وغیرہ جیسے صاحبِ علم و فضل جمع تھے، اسی طرح صقلیہ کے اہلِ علم میں سے ابو عبداللہ بن صباغ صقلی، سلیمان بن محمد صقلی، اور

---

[۵۳] کتاب الامتحان المسلیۃ در یادگاری جلد ا ص ۲۹۹، [۵۴] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۶۱

[۵۵] تکملۃ ابن آبار ص ۱۶۳۷،

ابو العرب صقلی وغیرہ بھی صقلیہ کی اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد یہیں پہنچ گئے تھے[۱]

اسلئے ابن حمدیس کے لئے اس نئے مقام مین کوئی اجنبیت باقی نہیں تھی، بلکہ یہاں کی فضا اسکے لئے ایسی سازگار ثابت ہوئی کہ چندہی دنون مین اُس نے المعتمد کے دربار مین رسوخ حاصل کرلیا، اور جبتک المعتمد کے بخت نے یاوری کی، وہ اس کے دامن سے وابستہ رہا، اور رفتہ رفتہ اسقدر رسوخ حاصل کرلیا، کہ اسکی خلوت و جلوت کے محرمان راز میں داخل ہوگیا، یہانتک کہ کتاب و شعراء کے سامنے المعتمد کا جو قلمدان وزارت رکھا جاتا تھا، وہ شاید اسکے سامنے بھی پیش کیا گیا، چنانچہ المنصور والی حماۃ نے اوسے ذو الوزارتین کے خطاب سے یاد کیا ہے[۲]

اشبیلیہ کے زمانہ قیام کے قصائد و قطعات

ابن حمدیس کی شاعری کا زمانہ شباب اشبیلیہ ہی میں گذرا، وہ کبھی المعتمد کی شان میں مدحیہ قصائد سناتا، کبھی تبریک و تہنیت کے موقعون پر مبارکباد پیش کرتا، کبھی دشمنون سے لڑنے کا سماں کھینچتا، اور قصیدہ میں جنگ کا پورا واقعہ قلمبند کرتا، کبھی کسی نئے محل کی تعریف میں قطعہ لکھتا، کبھی المعتمد کے لڑکون کی شان میں قصائد پڑھتا، کبھی کسی دریا کے کنارے بے تکلف ہمعصر شعراء کے ساتھ سیر کے لئے نکل جاتا، اور شاعرانہ صحبتوں میں شریک رہتا، چنانچہ اس کے عہد کا سارا کلام اسی قسم کے موضوعوں پر ہے،

المعتمد کی شان میں قصائد،

المعتمد کی شان میں اس کے چند مدحیہ قصائد دالیہ، رائیہ، اور لامیہ ملتے ہیں[۳]، اس کے علاوہ جو قصائد تبریک و تہنیت کے موقعوں پر پیش کئے۔ ان میں زیادہ تر عیسائی فرمانروا قشتالہ سے لڑائیون میں اسکی فتحمندی کے موقعون پر کہے گئے تھے، چنانچہ ۴۷۹ھ کی ایک معرکۃ الآرا

---

[۱] المعجب مراکشی ص ۷۱ تا ۷۴، کتاب الذخیرہ ابن بسام در مجموعہ تاریخ بنی عباد جلد ۲ ص ۲۵۷، [۲] الیضاص ۲۴، و اخبار الملوک و نزہۃ المالک و المملوک در اماری ص ۲۰۲، [۳] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۵۴، ۵۷۹،

جنگ میں ظفریاب ہونے پر اوس نے ایک میمیہ قصیدہ پیش کیا جس میں اسلامی لشکر کے پرشجاعت کارناموں اور دشمنوں کی بزدلی اور مخاوبی کا نقشہ کھینچا ہے، پھر بحری لڑائیوں میں ایک قلعہ لبیط کی مشہور جنگ پر ایک رائیہ قصیدہ پڑھا،

المعتمد ان قصائد سے بہت خوش ہوتا، بلکہ جب لڑائیوں میں کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو وہ اسکی پوری روداد قلمبند کراکر ابن حمدیس کے پاس بھیج دیتا، اور وہ اس پر اپنا قصیدہ مرتب کرتا، چنانچہ اس قسم کے موقع پر اس نے ایک دالیہ قصیدہ لکھا کر[1]

اسی طرح ایک مرتبہ المعتمد ایک لڑائی میں عملاً میدان جنگ میں اترا، اور دست بدست لڑائی کی نوبت آگئی جسمیں اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے المعتمد کو کامیابی ہوئی لیکن وہ خود بری طرح زخمی ہوا، کئی گھوڑے اسکی ران کے نیچے کام آئے، اور بڑی مشکلوں سے اسکی جان بچی اس جنگ کی فتحمندی پر ابن حمدیس نے جو قصیدہ لکھا، اس میں یہ نازک مرحلہ پیش آیا، کہ اگر جنگ کی تفصیلات بیان کرتا ہے، تو اسکے ممدوح کی کسرشان کا احتمال ہے، اور اگر اس واقعہ کو نظرانداز کردیتا ہے تو سلسلہ جنگ کی ایک اہم کڑی چھوٹ جاتی ہے، آخر اوس نے یہ مرحلہ بڑی خوبصورتی سے طے کیا یعنی المعتمد کے زخمی ہونے کا واقعہ خود اسی کی زبان سے اسکے ایک لاڈلے بیٹے ابو ہاشم کو مخاطب کرکے سنایا، چنانچہ کہتا ہوا:-

ابا ہاشم ھشمتنی الشفار فللّٰہ صبری لذاک الاوار

اے ابو ہاشم مجھ کو تلواروں کی دھاروں نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہیں اس شعلہ باری پر خدا کے لئے صبر کرتا ہوں،

تذکرت شنصرت تحت العجاج فلم یثنی ذکرہ للفرار

---

[1] دیوان ابن حمدیس ص ۵۰،

میں نے تیری ذات کو غبار کے نیچے یاد کیا۔ اور اس یاد نے مجھ کو فرار پر مائل نہیں کیا

اس طریقۂ ادا سے ابن حمدیس کا یہ قصیدہ بیحد مقبول ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے ان دونوں شعروں کو المعتمد ہی کی طرف منسوب کر دیا چنانچہ ابن بسام نے کتاب الذخیرہ میں لکھا کہ المعتمد نے اشبیلیہ واپس آکر ابو ہاشم کو وہ شعر سنائے اور پھر مقری نے یہاں تک لکھ دیا کہ یہ اشعار عین حالت جنگ میں اس کی زبان سے نکل گئے۔[50]

اسی طرح ایک مرتبہ المعتمد کا لشکر مغیرہ کی سرکردگی میں عیسوی سرحد عبور کر کے عیسوی حدود حکومت میں حملہ آور ہوا۔ روانگی کے وقت آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور زمین کا سبزہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ ابن حمدیس نے اس فوج کی کامیاب واپسی پر قطعہ لکھا جس میں ان مناظر کا نقشہ کھینچا ہے۔[51]

ابن حمدیس کے ایک قصیدہ نے ایک باغی گورنر کی جان بخشی

ایک مرتبہ المعتمد اشبیلیہ سے قرطبہ آیا۔ ابن حمدیس بھی اس کے ہمرکاب تھا۔ اتفاق سے اسی وقت اندلس کا مشہور شاعر ابو بکر بن عمار[52] جو باغی ہو گیا تھا، دربار میں لایا گیا۔ ابن حمدیس اپنے ہمعصر کی یہ مصیبت دیکھکر متاثر ہوا۔ اس کی رہائی کی تدبیر سوچی لیکن اس کا جرم اسقدر سنگین تھا کہ ابن حمدیس المعتمد کے سامنے اسکے متعلق لب کشائی کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے المعتمد سے اجازت چاہ کر قرطبہ سے اشبیلیہ چلا آیا۔ اور یہاں سے پر زور قطعہ لکھکر اس کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اسے آزاد کر دینے یا کم سے کم موت کی سزا نہ دینے کی سفارش کی۔ اس قطعہ کے آخری شعر میں قرآن مجید کی آیت فامسکوھن او سرحوھن، کی طرف اشارہ کیا تھا۔ المعتمد [illegible]

---

[50] انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ص ۵۲۹، کتاب الذخیرہ ابن بسام [illegible]
نفح الطیب ج ۲ ص ۵۰۳، مذکورہ بالا تینوں ماخذوں میں ان دونوں شعروں کے بعض الفاظ میں اختلافات ہیں

[51] انتخاب دیوان ابن حمدیس دراماری ص ۵۲۹، [53] ابن عمار اندلس کا بلند پایہ شاعر تھا المعتمد کی شاہزادگی

کو ڈھکر محفوظ ہوا، اور اسی پر بل تمسک معرف (الکا) انکو احسان کیا تم ذکر لو کے الفاظ مین اس کے عفو کا فرمان لکھدیا، اور ابن حمدیس کے شریفانہ جذبہ کی قدر کرکے سو دینار اس کے پاس بھجوا دیئے،[۱]

چند دیگر قصائد وقطعات | اسی طرح ابن حمدیس نے المعتمد کے لڑکون کی شان مین قصائد لکھے، اور کسی موقع پر اسکا مرثیہ کہا، اور بعض محلون کی تعمیر پر طویل قطعے لکھے تھے بعض قطعے مقری نے بھی نفح الطیب مین نقل کئے ہین،[۲]

اس کی ایک نظم کے چند شعر جو اشبیلیہ کے زمانہ قیام میں کہی گئی تھی، حسب ذیل ہین:-

قضت فی الصبا النفس اوطارها و ابلغها الشیب اسذارها

نفس نے بچپن میں اپنی مرادیں پوری کرلیں، اور بڑھاپے نے اپنی دھمکی اس تک پہنچا دی،

وما غرس الدھر فی تربۃ غراسا ولم یجن اثمارها،

زمانے نے کسی زمین میں ایسا درخت نہیں لگایا، جس کا پھل اوس نے نہیں توڑا،

نعم واجیلت قداح الھوی علیها فقسمن اعشارها

بے شبہ خواہش نفسانی کے تیرون نے اسکے گرد گردش کی، اور اپنے حصے تقسیم کرلئے

فانثنیت فی الحرب الاٰتها، واعددت للسلم اوزارها

میں نے جنگ میں جنگ کے آلات ختم کر دئے، اور صلح کے لئے صلح کے ہتھیار تیار کئے،

وساقیۃ زردت کفها علی عنق الظبی ازرارها

اور ایک ساقیہ جس کی ہتھیلی نے، ہرن کی گردن میں بٹن لگائے،

تدیر بیاقوتۃ دُرۃ، مغمس فی مائها نارها.

---

[۱] انتخاب دیوان ابن حمدیس درامارى ص ۵۰۲، [۲] انتخاب دیوان ابن حمدیس ص ۵۰۰، ۵۹۷، ونفح الطیب جلد ا ص ۲۲۹،

Marfat.com

وہ یاقوت سے موتی کو گردش دیتی ہے تو اسکی آب میں اوسکی آگ ڈوب جاتی ہے

دفتیان صدق کزھر النجو ہ کرام النجار احرار ھا

بہت سے مخلص دوست جو ستاروں کی طرح روشن ہیں، اور شریف ہیں

یدیرون راحا بفیض الکوس علی ظلم اللیل انوار ھا

جو شراب کا دور چلاتے ہیں، اور پیالے رات کی تاریکی میں اسکی روشنی پھیلاتے ہیں

احباب کی بے تکلف مجلسیں ابن حمدیس ان درباری مشاغل کے علاوہ شعروشاعری کی بزموں میں شریک رہتا تھا، المعتمد کے دربار میں جو شعراء جمع تھے، ان میں آپس میں خوشگوار تعلقات قائم تھے، اور باہمی لطف ومسرت کی زندگی گذارتے تھے، ایک مرتبہ یہ لوگ اپنے بے تکلف احباب کے ساتھ کسی نزہتگاہ میں سیر کیلئے گئے، بارہ گھنٹے تک یہ صحبت قائم رہی، کسی وقت باکمال مغنیوں کی موسیقی سے محفل گرم رہی، کبھی شعروشاعری کا چرچا چھڑا اور شاعرانہ لطائف وظرائف میں وقت گذرا، اس وقت ہوا کے تیز جھونکے چل رہے تھے نشستگاہ کے سامنے نہر رواں تھی، ہوا کے جھوکوں سے پانی میں لہریں اٹھتیں، اور موجوں سے پانی میں شکن پڑجاتی، ابن حمدیس نے یہ منظر دیکھ کر ایک برجستہ مصرع پڑھا، اور بزم کے شرکاء کو طبع آزمائی کا موقع دیا، ابن حمدیس کا مصرع یہ تھا ع -

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۴) کے زمانہ سے معزز درباریوں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کے باپ المعتضد نے اسے شلب کا والی بنایا تھا، پھر اُسنے اسے اشبیلیہ بلا کر قلمدان وزارت اس کے سپرد کیا، پھر مرسیہ کا والی بنایا یہاں کچھ دنوں کے بعد اس نے غداری کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا، لیکن ایک دوسرے نامی قائد ابن رشیق نے اس پر حملہ کرکے اسے شکست دی اور اسے شہر بدر ہونا پڑا، دربدر مارے پھرنے کے بعد ابن مبارک کے قلعہ شقورہ میں آیا، یہاں اعزاز کے ساتھ اس کی خاطر مدارات کی گئی، لیکن المعتمد کو یہاں اسکے موجود ہونے کی خبر لگ گئی، اور اوسے گرفتار کرالیا، (المعجب مراکشی ص ۹۰-۸۹)

Marfat.com

مباكت الرياح من اعوج في زرده — ہوا نے موجوں سے پانی پر زرہ کی شکل بنادی،

اس پر مختلف شعراء نے طبع آزمائی کی، آخر میں ابو تمام نے یہ مصرع لگایا،

ای درع للقتال لو جمد — اگر وہ جم جائے تو لڑائی کیلئے بہترین زرہ ہو جائے

یہ مصرع لوگوں کو اس قدر پسند آیا کہ بقول ابن حمدیس اسوقت ہر شخص اپنا اپنا مصرع فراموش کرگیا، چنانچہ اوس نے اسی سلسلے میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس مصرع کو المعتمد کی طرف منسوب کیا ہے لیکن میں نے اس سے پہلے اسکو نہیں سنا ہے،

ابن حمدیس ابو تمام کے مصرعہ کو چھپانا چاہتا ہے، لیکن اس کو کیا خبر تھی کہ آئندہ خود اوس کا مصرعہ بھی اوس سے چھین لیا جائے گا، چنانچہ مقری نے نفح الطیب میں المعتمد اور اوس کی کنیز رمیکیہ کے ایک واقعہ کے سلسلہ میں ابن حمدیس کے مصرع کو المعتمد کی طرف منسوب کردیا[1]۔

زمانہ قیام اشبیلیہ میں صقلیہ سے تعلقات

ابن حمدیس اشبیلیہ میں جب تک قیام پذیر رہا، اوس کے روابط صقلیہ سے قائم رہے، یہاں اوس کا بوڑھا باپ ابو بکر بن محمد بقید حیات تھا، دونوں میں رسل و رسائل کا سلسلہ قائم تھا، اوس کا باپ اوسے پند و نصیحت لکھ کر بھیجتا، اور یہ اوس کے جواب میں قطعے لکھ کر وطن کی پرشوق یاد تازہ کرتا، اور باپ کی افاضات پر فرمانبرداری کا اظہار کرتا تھا،

المعتمد کی حکومت کا زوال اور ابن حمدیس

اندلس میں ابن حمدیس کے کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ۴۸۳ھ میں مغرب سے مرابطین کا طوفان اٹھا، اور اوس کے آگے [illegible] المعتمد کی کشتی زندگی ڈوب گئی اور آخر دولت عبادیہ کا آفتاب اقبال غروب ہوا اور المعتمد گرفتار ہو کر

---

[1] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۲۰، نفح الطیب جلد ۲ ص [illegible] وغیرہ [2] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری

۴۸۴ھ میں طنجہ اور پھر وہاں سے اغمات (مراکش) کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ ۱؎

دولت عبادیہ کے زوال کے ساتھ ہی اندلس کی بزم ادبی کا شیرازہ بھی بکھر گیا۔ شعراء نے مختلف ملکوں کی راہ لی اور مختلف فرمانرواؤں کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن ابن حمدیس کو یہ گوارا نہ ہوا [illegible] معتمد [illegible] اس نے کسی کو اپنا ممدوح نہیں بنایا [illegible] اس نے اس کے بعد [illegible] وہ اپنے محسن و ممدوح معتمد کی یاد میں [illegible] چنانچہ معتمد [illegible] پہنچے [illegible] ابن حمدیس [illegible] کی خدمت [illegible] ایک پر درد قصیدہ لکھا۔

معتمد [illegible] ابن حمدیس [illegible] ایک قطعہ [illegible] [illegible]

قیام افریقہ [illegible] اس کے بعد ابن حمدیس نے اندلس سے کوچ کا سامان کیا [illegible] وہاں سے افریقیہ پہنچا [illegible] وہ [illegible] شعراء کی طرح [illegible] اپنے [illegible] مقصد [illegible] لیکن [illegible] شعراء کی طرح [illegible] ان [illegible] [illegible] چنانچہ [illegible]

۱؎ [illegible]
[illegible]

واپس آنا پڑا، حالانکہ ابن الآبار وغیرہ کی تصریح ہے، کہ وہ محض خلوص نیت سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے گیا تھا،

ابن حمدیس نے واپس آکر ایک قطعہ میں واقعہ کی تفصیل المعتمد کو لکھ بھیجی، اُسے یہ سُن کر افسوس ہوا، خدام کو تنبیہ کی، پھر ایک نظم میں ابن حمدیس سے معذرت کی، جس کا پہلا مصرع یہ تھا،

حجبت فلا واللّٰہ ما ذاک عن امری

میں تم سے حجاب میں رہا، مگر واللہ یہ میرے اختیار سے نہ تھا،

ابن حمدیس نے فوراً نظم میں جواب دیا، اور اس کی معذرت پر اپنی شرمساری ظاہر کی،[۱]

اس کے بعد ابن حمدیس نے اپنا مستقل قیام اغمات میں اختیار کر لیا، اور شعر و شاعری کا مشغلہ جاری رکھا، یہاں تک کہ ۴۸۸ھ میں المعتمد نے وفات پائی، اس وقت اُس نے بھی اغمات کو خیرباد کہا،

دولتِ صنہاجیہ سے وابستگی، اس کے بعد ابن حمدیس دولتِ صنہاجیہ افریقہ سے وابستہ ہوا، اور یہاں کے ادیب شاعر اور علم دوست فرمانروا یحییٰ بن تمیم (۵۰۱ھ - ۵۰۹ھ) کی مدح سرائی کی، اس کی شان میں اس کے بائیس مدحیہ و تہنیتی قصیدے انتخاب دیوان میں موجود ہیں،[۲]

پھر اس کا جانشین علی بن یحییٰ (۵۰۹ھ - ۵۱۵ھ) اس کا ممدوح بنا، اس کی شان میں جو پہلا قصیدہ لکھا، اس میں پہلے یحییٰ کی وفات پر مرثیہ لکھا، پھر علی کی تخت نشینی پر مبارک باد دی، اس قصیدہ کے چند شعر ابن اثیر نے نقل کئے ہیں،[۳]

اس کے بعد آخری صنہاجی تاجدار حسن بن علی (۵۱۵ھ - ۵۱۶ھ) کو بھی بوڑھے ابن حمدیس

---

[۱] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ۵۰۱، و التکملۃ ابن الآبار ص ۳۴۰، [۲] انتخاب دیوان در اماری صفحات
[۳] ابن اثیر جلد ۱ ص ۲۶۰،

Marfat.com

کے مدحیہ قصائد سننے کا موقع مل گیا، ابن الابار نے اوس کی شان میں اوس کے قصیدہ کا تذکرہ کیا ہے[1]

بجایہ میں قیام | پھر جب ۵۴۳ھ میں نارمنون نے افریقیہ کی صنہاجی حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا، تو ابن حمدیس بجایہ چلا گیا، یہاں بھی خانوادۂ صنہاجیہ کی ایک دوسری شاخ حکمران تھی[2]، اُس نے بھی ابن حمدیس کی قدر دانی کی، اور اوس کی بعض نظمیں یہاں کے قیام کی یادگار باقی ہیں، چنانچہ المنصور فرمانروائے بجایہ نے ایک محل تعمیر کرایا تھا، ابن حمدیس نے اوس کی تعریف میں ۴۰ اشعار سے زیادہ کا ایک قصیدہ لکھا تھا جس میں اس محل کا پورا نقشہ کھینچا ہے، خصوصاً اس محل کے ایک حوض کی تعریف کی ہے جس میں سونے اور چاندی کے درخت نصب کیے گئے تھے، مقری نے نفح الطیب میں اسے تعریفی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، کہتا ہے:-

> "میں نے اس قصیدہ کی کوئی نظیر اوس کے معانی کی پختگی اور اس کے الفاظ کی شیرینی میں نہیں دیکھی، جس کے کہنے والے نے نہایت مستعدی کے ساتھ اوس میں جودت پیدا کی ہے، البتہ میرے نزدیک اوس میں صرف ایک عیب ہے، یعنی یہ کہ اوس کو لفظ "تدمیر" پر ختم کیا ہے، بہرحال خوبی عبد الجبار بن حمدیس کی غلام ہے، بالخصوص عمارتوں اور ایوانوں کے وصف میں، اور اس نے اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے اس میں حسن کو نہیں چھوڑا ہے"

مقری نے اسی قسم کی تعریف کے ساتھ اس کا ایک دوسرا قصیدہ بھی درج کیا ہے[3]

---

[1] التکملہ ابن الابار ص ۶۳۰،
[2] یہ حکومت اگرچہ دولت صنہاجیہ مہدیہ سے بغاوت کر کے قائم ہوئی تھی لیکن آخر میں دونوں کے تعلقات صاف ہو گئے تھے چنانچہ ۴۸۳ھ میں امیر یحییٰ نے اپنی لڑکی بدر الدجیٰ کی شادی والی بجایہ سے کی تھی، معجم الادبا جلد ۲ ص ۶۲، و تاریخ مغرب ص ۲۲۷،
[3] نفح الطیب جلد ۱ ص ۲۲۹ تا ۲۳۱،

Marfat.com

بجایہ میں اسکے بعض ہم مذاق احباب بھی مل گئے تھے جن کی صحبت میں شعر و سخن کا مشغلہ جاری رہتا تھا، [۱]

مرثیے: ابن حمدیس نے قصائد، قطعات، اور نظموں کے علاوہ مرثیے بھی لکھے ہیں یون تو اشبیلیہ کے زمانۂ قیام میں بھی ایک دو مرثیہ کہنے کا اتفاق ہوا تھا، لیکن مرثیہ میں اصل سوز و گداز المعتمد کے زوال کے بعد پیدا ہوا، چنانچہ اس سلسلہ میں اوس نے بعض پر درد نظمیں لکھیں، پھر بجایہ میں بھی اوس نے چند مرثیے لکھے، ابو الحسن بن حمدون وزیر (بجایہ) قائد ابو محمد میمون (بجایہ) اور قائد ابو الفضل اور فقیہ ابو عبد اللہ کے مراثی اسکے دیوان میں موجود ہیں، [۲]

عہد پیری اور پریشان حالی: ابن حمدیس اب چراغِ سحری ہو رہا تھا، اُس نے بچپن سے عہد پیری کے آغاز تک بڑے عیش و عشرت سے زندگی گذاری تھی لیکن اس کے بوڑھاپے کا زمانہ جو در حقیقت اس کے آرام لینے کا وقت تھا، بڑی عُسرت اور پریشان حالی میں بسر ہوا، یون تو اُسے اپنی پیری کا احساس پچپن برس کی عمر سے ہو چلا تھا، چنانچہ ایک شعر میں اس کا تذکرہ کیا ہے [۳] لیکن اُسے اُس کے حقیقی مصائب کا اندازہ اسوقت ہوا، جب زمانہ کے آلام کے ساتھ اُس کی آنکھون کی بینائی بھی جاتی رہی، اوس زمانہ میں وہ اپنے متعدد قطعات مین زمانہ کے حوادث و آلام اور ضعف بصارت، اور پھر نابینائی کا رونا رویا ہے، اور اون میں بھی اپنی تمثیلات سے اپنے شاعرانہ کمالات دکھائے ہیں، [۴]

وطن کی یاد: اس کے عہد پیری میں اُسے سب سے زیادہ جس نے ستایا وہ اس کے زیر وطن صقلیہ کی یاد ہے، یون تو اُسے اپنے وطن سے اُنس و محبت اسکی زندگی کے ہر دور میں قائم رہی لیکن اس

---

[۱] انتخاب دیوان در امادی ص ۵۰۹ [۲] ایضاً ص ۵۰۲، [۳] انتخاب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۶۰ [۴] ایضاً ص ۵۶۳، ۵۶۲،

عہد میں اُس نے جس اشتیاق سے صقلیہ کو یاد کیا، اس کا یہ اثر ہے، کہ اس کے تذکرہ نگاروں میں مشکل سے کوئی ایسا ہوگا جس نے وطن کے لئے اسکی بے قراری کا تذکرہ نہ کیا ہو، اسکے دیوان میں وطن کی محبت سے مملو بہ کثرت اشعار ہیں، مثلاً ایک نظم میں صقلیہ کے متعلق کہتا ہے:-

بلد اعارتها الحمامة طوقها　　　وکساها حلة ریشه الطاؤس

ایسا شہر جس کو کبوتر نے اپنے گلے کا طوق دیا، اور مور کے پر نے اوس کو حلہ پہنایا

وکأن هاتیك الشقائق قهوة　　　وکأن ساحات الدیار کؤوس

اور گویا یہ لالے شراب ہیں،　　　اور گویا شہر کی فضائیں پیالے ہیں

اسی طرح ایک طویل قصیدہ میں عہد پیری پر ماتم کرتے ہوئے صقلیہ کو پرشوق جذبات کیساتھ یاد کیا ہے، بڑھاپے کے متعلق کہتا ہے:-

نفی هم شیبی سرور الشباب　　　لقد اظلم الشیب لما اضاء

بڑھاپے کے غم نے جوانی کی خوشی کو دور کردیا　　　جب بڑھاپا چمکا تو تاریک ہوگیا

أأکسو المشیب سواد الخضاب　　　فاجعل للصبح لیلاً غطاء

کیا میں بڑھاپے کو خضاب کی سیاہی کا جامہ پہنا دوں، اور صبح کو رات کا پردہ اوڑھاؤں

وکیف ارجي وفاء الخضاب　　　اذا لم یجد لشبابي وفاء

میں خضاب کی وفاداری کی کیا توقع رکھوں، جب کہ خود شباب ہی میں وفا نہیں پایا

صقلیہ کی یاد اُسے یوں ستاتی ہے:-

دیار تمشت الیها الخطوب　　　کما تمشی الذئاب الشاء

ایسا ملک جس میں حوادث زمانہ اس طرح چلیں جیسے بکری پھاڑنے والے بھیڑیے چلتے ہیں

سنہ ... مسالک الابصار فی ممالک الامصار [illegible]

Marfat.com

صحبت بہا فی الغیاض الاسود   و زرت بہا فی الکناس الظباء

میں نے اوس کی جھاڑیوں میں شیروں کی صحبت کی، اور اس میں ہرنوں سے ملا

وراءک یا بحر لی جنۃ   لبست النعیم بہا لا الشقاء

تیرے پیچھے اے سمندر میری ایک جنت ہے   جس میں تجھ کو نعمت ملے گی بدبختی نہ ملیگی

ولو اننی کنت اعطی المنا   اذا منع البحر من اللقاء

اور جب کہ سمندر مجھے اوس سے روک رکھتا ہے، اگر میری آرزوئیں پوری ہوں،

رکبت الہلال بہ زورقا   الی ان اعانق فیہا ذکاء [1]

تو میں ہلال کو کشتی بنا کر سوار ہوں،   یہاں تک کہ اوس میں سورج سے معانقہ کرون

ورود میورقہ | لیکن اسکی دلی آرزوون کے باوجود اب صقلیہ جانا نصیب نہیں ہوا، اب اس کا کاروان عمر ۸۰ سال کی منزل میں پہنچ چکا تھا، وہ بجایہ سے جزیرہ میورقہ پہنچا، اسوقت یہان باکمال شعراء ابن اللبانہ وغیرہ موجود تھے، جو اندلس کے قیام کے زمانہ میں اسکے ساتھ المعتمد کے دربار میں رہ چکے تھے، اور اسوقت یہان کے فرمانروا الناصر بن عامری کے دامن سے وابستہ تھے، اسلئے گو چراغ سحری تھا لیکن میورقہ کی شہرت سنکر یہان چلا آیا، کہ شاید چند دن خوشحالی میں گذر جائیں،

وفات | لیکن درحقیقت اُسے یہان اوس کا خمیر کھینچ کر لایا تھا، چنانچہ ۵۲۷ھ میں اُس نے اس دار محن سے نجات حاصل کی، موت گو غربت میں آئی تھی لیکن جس گوشۂ لحد میں سپرد خاک کیا گیا، اوسی کے پہلو میں اوس کا ہم مذاق شاعر اور قدیم رفیق ابن اللبانہ پہلے ہی سے لٹایا جا چکا تھا [2]

[1] نخب دیوان ابن حمدیس در اماری ص ۵۵۵، [2] ابن خلکان جلد ا ص ۴۴۳ والمعجب مراکشی و معجم البلدان جلد ۸ ص ...

دیوان: ابن حمدیس کی زندگی کی سرگذشت گذر چکی، اسکی تمام عمر شعر و شاعری میں بسر ہوئی، اسلئے اسکے کلام کا اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہوا، اُس نے اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا جو ابتک دو مرتبہ شائع ہوچکا ہے، اسے پہلی مرتبہ صقلیہ کے محسن اماری نے [illegible]ء میں پلرمو (بلرم) سے شائع کیا، پھر سشیا بریلی (SCHIA BARELLI) نے [illegible]ء میں روم سے اس کو دوسرا ایڈیشن نئی ترتیب و تدوین کیساتھ چھاپا۔[1]

ابن حمدیس کی شاعری پر ناقدین ادب کی رائیں: عربی ادب کے ناقدین ابن حمدیس کی شاعری میں اس کے خیالات کی بلندی، معانی کی وسعت، کلام کے زور، عربی زبان پر قدرت، الفاظ کے شکوہ، فقروں میں در و بست، بندش کی دلفریب چستی، تشبیہات کی ندرت اور استعارات کی لطافت سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور جب اس کی شاعری پر نقد کرنے لگے، اور کلام کے نمونے سامنے آئے، تو ناقدین ادب کی تنقیدیں بھی شاعرانہ طرز ادا، ندرت تشبیہ اور لطف استعارات کیساتھ قلمبند ہوئیں، المنصور شاہ حماۃ لکھتا ہے:-

"وہ یگانہ دہر تھا علمی گھوڑ دوڑ اور بزم و رزم کے میدان میں اس کا مقابلہ ممکن نہیں علم و حکمت کی اشاعت میں کوئی اسکی گرد کو نہیں پہنچا علماء اور فضلاء کے درمیان بہت مشہور تھا، کیونکہ وہ بہترین قادر الکلام شاعر تھا"[2]

شہاب الدین عمری کا بیان ہے:-

"وہ ایک ایسی صبح ہے جس کو تاریکیاں زنگ آلود نہیں کرتیں، وہ ایسا خالص پانی ہے جس کو گندگیاں گدلا نہیں کرتیں، وہ ایسا [illegible]

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام تذکرہ ابن حمدیس، [illegible]
[2] المختصر فی اخبار البشر جلد ۲ ص ۲۱۲

Marfat.com

پاس بھی آگے بڑھنے والے گھوڑے نہیں پھٹک سکتے، ایک ایسا بادل ہے جسکو بجلیاں حرکت میں نہیں لاسکتیں، اسکی بارآور شاخ ٹوٹ نہیں سکتی، اوس کی شب ماہ اندھیری نہیں ہوسکتی، اس کے راستہ پر بہت کم لوگ چلے ہیں، اس کے آسمان پر جن لوگوں نے اپنے روشن چاند منور کئے، وہ شاذ ہیں"

اس کے بعد وہ ابن بسام اندلسی کی کتاب الذخیرہ سے اس کے متعلق ذیل کی رائے نقل کرتا ہے :۔

"وہ ایک ایسا ماہر شاعر ہے، جو نادر معانی کی چاند ماری پر نشانہ لگاتا ہے، نہایت مناسب تشبیہات کے استعمال پر قادر ہے، اور الفاظ کے دریا میں غوطہ لگا کر نادر معانی کے موتی رولتا ہے"[۱]

اسی طرح ابن خلکان اور ابن الآبار وغیرہ نے بھی اس کی شاعری پر تقریباً اسی قسم کے ستائشی خیالات ظاہر کئے ہیں[۲]،

دور ثانی

شعرائے متوسطین،

(عیسوی عہد)

صقلیہ میں دولت اسلامی کے خاتمہ کے بعد راجر اول کے عہد حکومت میں اس کے مظالم سے مسلمانان صقلیہ عام دور ابتلا میں گرفتار رہے، اور ادبار و شعرا بھی اس کے پنجۂ ظلم سے نہ بچ سکے،

---

[۱] کتاب مسالک الابصار در ادارمی ص ۳۵۴، [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۳۸، و تکملہ ابن الآبار ص ۲۶۶،

ابو حفص عمر بن حسن صقلی اسی عہد میں قید خانہ میں ڈالدیا گیا، اوس نے اس کے پاس چند قصائد بھیجے، مگر وہ ان لطافتوں سے آگاہ نہ تھا، اُسے رہائی نصیب نہیں ہوئی[1] لیکن پھر چند ہی سال گذرنے کے بعد مسلمانانِ صقلیہ کے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی جلوہ آرائیوں سے یہاں قلب ماہیت ہوئی، اور مفتوح فاتح اور محکوم حاکم بنے نظر آئے، اور دیکھنے والوں کو فاتح و حاکم نارمنوں کے مسلمان ہونے کا دھوکہ ہونے لگا، حالت کے اس بدلنے میں راجر دوم (۱۱۰۵ء تا ۱۱۵۴ء) کے ہاتھوں کو بڑا دخل تھا،

عیسائی فرمانرواؤں کا ذوقِ عربی علم ادب،

اسکی پرورش صقلیہ کی اسلامی آب و ہوا میں ہوئی، اور اسلامی تہذیب و تمدن کا دلدادہ بنا، عربی زبان پر کامل قدرت حاصل کی، دفتری زبان سکہ کے نقوش، اور شاہی القاب و خطابات عربی رکھے تھے، اور طرز معاشرت اور طریق حکومت میں مسلمان سلاطین کے نمونہ پر چلا اسلئے قدرتی طور پر عرب شعرا کی قدر دانی کا وقت بھی آپہنچا جس کا سلسلہ کچھ نہ کچھ جرمن فرمان روا منفریڈ (۱۲۶۶ء) تک قائم رہا، ان میں سے خصوصاً راجر دوم، ولیم و منفریڈ ریک نے عربی ادب و اسلامی علوم عقلیات کی ناقابل فراموش ایسی خدمات انجام دیں کہ پاپائے روما اور بعض یورپین مورخین کی اصطلاح میں بعض حیثیات سے یہ پورا عیسائی دور بھی گویا صقلیہ کا اسلامی دور تھا،[2]

مدحیہ قصیدہ پر قید سے رہائی،

اسی کا اثر تھا کہ اگر راجر اول نے ایک عرب شاعر کو قید خانہ میں ڈالدیا تو راجر دوم ایک دوسرے شاعر کو صرف ایک قصیدہ کے صلہ میں نہ صرف قید سے رہا کرتا ہے [illegible] واکرام سے سرفراز کرتا ہے، افریقہ کی اسلامی حکومتوں سے اسکی [illegible] سلسلہ جاری تھا [illegible]

[1] خریدۃ القصر در اماری ص ۵۰۰ و مختصر ابناء الرواۃ در اماری ص ۲۴۰، [2] مسلمانوں کی ہسٹری [illegible] و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا جلد ۲۴ ص ۱۷۰۷ (ولیم) و ص ۱۸۲ و جلد ۱۱ ص ۴۲ (طبع یازدہم)

بنو واحد کی جو اسکے دشمنوں میں تھے، ایک جماعت بحر روم میں ایک جہاز پر کسی طرف جا رہی تھی اس جہاز کو صقلیہ کے نارمنی بیڑے نے گرفتار کر لیا، انہی میں ایک خوش گو شاعر بھی تھا وہ راجر کے شعر کے ذوق سے آگاہ تھا، اسنے ایک مدحیہ قصیدہ میں اپنی سرگذشت بیان کی جس کے صلہ میں وہ انعام واکرام سے مالا مال کیا گیا، اور حکومت کی طرف سے ایک خاص جہاز پر سوار کرکے وطن واپس بھیج گیا،

ابن فضل اللہ عمری نے اس قصیدے کے چند شعر درج کئے ہیں[1]

دشمن کے مداح شاعر کا قتل، اس کے بعد جب سیاسی حالات کے بدلنے سے راجر دوم کی نگاہ التفات بھی مسلمانوں کی طرف سے پھر گئی، تو اس کے بعد محض قصیدہ گوئی اس درجہ موثر تسلیم کی گئی کہ جب دشمنوں کا کوئی مداح شاعر صقلیہ میں آگیا تو اسکی سزا قتل کے لئے اوس کا صرف یہ جرم کافی سمجھا گیا کہ وہ اپنے وطن میں کسی وقت دشمنوں کا مدح سرا رہ چکا ہے،

یحییٰ بن تیفاشی، یحییٰ بن تیفاشی قفصی جو شہر قفصہ قیروان کا باشندہ تھا افریقہ کے شعرا میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا، قفصہ سے قابس آیا، یہاں اس زمانہ میں بنو ہلال حکمران تھے، اس نے انکی شان میں مدحیہ قصائد لکھے، اسکے بعد اُسے صقلیہ آنے کا اتفاق ہوا، جب نارمن فرمانروا کو اسکی خبر ملی، تو اُسے محض اس بنا پر کہ حکومت کے دشمن بنو ہلال کی ثنا خوانی کے جرم کی بنیاد پر گرفتار کرکے بے رحمی سے تہ تیغ کر دیا گیا عماد الدین لکھتا ہے:-

"اس نے بنو ہلال کی مدح کی تھی، اس بنا پر فرنگیوں نے صقلیہ میں ۵۵۰ھ کے بعد جب مسلمانوں پر مظالم کر رہے تھے اوسے قتل کر دیا"[2]

نامور ... ... شاعری کا وہی غلغلہ سنائی دیا جو اُسکے چند دن پہلے بلرم کے قصرین بلند تھا، اور جس کی آواز بازگشت بھی ابھی خاموش نہیں ہوئی تھی

[1] کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار دراماری ص ۱۵۲ [2] خریدۃ القصر دراماری ص ۵۹۹

اور جس طرح نارمن فرمان رواؤں نے مشرقی سلاطین کی تہذیب اختیار کر لی تھی اسی طرح عرب شعراء نے مشرق کے ممدوح سلاطین کے مثل ان کی خدمت میں بھی قصائد پیش کئے، نارمن دربار کے چند شعراء حسب ذیل ہیں:۔

عبد الرحمن بن محمد بن عمر بثیری، عبد الرحمن بن محمد بن عمر بثیری صقلی نارمنوں کے مشہور مداح شعراء میں ہے، قصیدہ گوئی میں کمال رکھتا تھا، عماد الدین اصفہانی نے اسکی بندش اور تخئیل آرائی کی تعریف کی ہے، راجر دوم کی شان میں اسکے متعدد قصائد ہیں، اصفہانی نے ان میں سے ایک قصیدہ کے چند شعر نقل کئے ہیں[1]

ابن بشرون صقلی، ابن بشرون صقلی علم ادب و انشاء میں کامل دستگاہ رکھتا تھا، اور شعر گوئی میں بھی خاص مناسبت تھی، یہ نارمنوں کے عہد میں دیوان الرسائل والانشاء کا افسر اعلیٰ تھا، اور اسی مناسبت سے نارمن عہد کے شعراء دربار میں بھی شمار کیا جاتا ہے،

یہ بثیری کا معاصر تھا، اور دونوں میں روابط قائم تھے، بثیری نے اپنے ایک قصیدہ کو جو راجر دوم کی مدح میں تھا، اسے طبع آزمائی کی دعوت دی، چنانچہ اس نے بھی چند شعر اسی وزن پر اسی ردیف و قافیہ میں لکھے[2]

قاضی عبد الرحمن بن رمضان، قاضی عبد الرحمان بن رمضان صقلیہ کے ذی علم شعراء میں تھے، راجر دوم ان کا بڑا قدردان تھا، اس کے باوجود وہ یہاں سے ہجرت کرنا چاہتے تھے لیکن راجر انھیں جانے دینے پر آمادہ نہ ہوتا، یہ بار بار قصائد لکھکر عرض دعا کرتے، مگر وہ یہ لطائف الحیل امید و بیم میں رکھتا شاید انھیں صقلیہ سے نکلنا نصیب نہیں ہوا، عمدوی صاحب تذکرہ نے ان کے ان قصائد کی تعریف کی ہے[3]

ابو الضوء سراج، ابو الضوء سراج بن احمد بن رجا صقلی نارمنی دور کے معززین میں شمار کیا جاتا تھا

---

[1] خریدۃ القصر درا ماری ص ۴۴۶ [2] ایضاً ص ۵۸۳ [3] خریدۃ القصر اصفہانی درا ماری ص ۵۸۴

تقیہ عیسیٰ بن عبد المنعم اور ابو الصلت امیہ بن عبد العزیز اندلسی کا معاصر تھا، اور ان لوگون سے اوس کے معاصرانہ روابط قائم تھے، اور کبھی کبھی منظوم مراسلت ہوتی تھی، ابو الصلت نے اسکو اپنا دیوان بھی ہدیۃً بھیجا تھا،

ابن بشرون نے المختار فی النظم والنثر لافاضل اہل العصر میں اس کی شاعرانہ استعداد قوت تصور اور صدق تخیل کی تعریف کی ہے، اور اوسکی شاعرانہ خوبیان گنائی ہیں، اصفہانی نے ابن بشرون کے حوالہ سے اس کی چند نظمیں درج کی ہین جن مین راجر دوم کے لڑکے کی موت پر اس کے ایک مرثیہ کے چند اشعار بھی ہیں[1]

احمد بن مفرج صقلی، احمد بن مفرج صقلی مہندس، ابن سابق صقلی کے تلامذہ میں تھا، یہ صقلیہ سے مصر چلا آیا تھا اور خلیفہ فاطمی الحافظ لدین اللہ (۵۲۴ھ تا ۵۴۴ھ) کے دامن دولت سے وابستہ ہوا الحافظ کے دربار میں شعراء کا جھرمٹ لگا رہتا تھا، اوس نے حکم دیا، کہ قصائد چھوٹے لکھے جائین، اس پر ابن مفرج نے لطیف انداز میں دو شعر پیش کئے، جن مین اس کے حکم کے واپس لینے کی استدعا کی، چنانچہ الحافظ نے انہی دو شعرون پر اپنا حکم واپس لے لیا،[2]

ابو الحسین بن صبان مہدوی، ابو الحسین بن صبان مہدوی نارمنوں کے عہد میں صقلیہ میں قیام پذیر تھا، شعر و شاعری کا اچھا مذاق تھا، صقلیہ کے کسی میکدہ کے فرنگی بچہ مے فروش پر ایک نظم لکھی تھی جس کے چند شعر یہ ہین:-

ومن نرعقد الصلیب بنحرہ　　واداروحول وشاحہا زنجیلا

ایک شخص جس نے صلیب کا ہار جنیو کی طرح اپنے سینہ پر لٹکایا تھا اور اس ہار کے گرد زنجبیل لٹکی ہوئی تھی

خمدت بجنح اللیل جمرۃ نارہ　　فاقام خمرۃ دنہ قندیلا

[1] خریدۃ القصر ورق ۱۰۰ ۱۱۰ [2] حسن المحاضرہ جلد ۱ ص

آدھی رات کے بعد انگیٹھی کی آگ کی چنگاری بجھ گئی تو اس نے اپنے سبو کی شراب کو اسکی جگہ قندیل بنا لیا

متطلع لذوی السری من کا نجم یکون الی الصباح دلیلا[1]

اوس کے پیالے سے رات کے مسافر کے لئے ایسا ستارہ طلوع ہوا جو صبح کی دلیل تھا

ادبائے متوطنین

ذکی صقلی | ابو عبداللہ محمد بن ابو الفرج کنانی صقلی معروف بہ ذکی متوفی سنہ ۵۱۰ھ کے مغرب سے مشرق آنے کا تذکرہ گذر چکا ہے، یہاں اونھوں نے علوم ادب میں کمال حاصل کیا، اگرچہ سیوطی کا یہ بیان ہے کہ وہ مغرب سے نکلنے سے پہلے فقہ و نحو میں امام ہو چکے تھے۔

مغرب میں انھوں نے علم لغت ابن یونس، اور علم نحو ابو علی حنونی جیسے یکتائے روزگار علما سے حاصل کیا تھا، اس کے بعد جب مشرق آئے تو ان علوم میں مزید وسعت نظر پیدا کی، قاضی عیاض لکھتے ہیں:۔

"اور مشرق میں علم نحو و لسان عرب میں سرداری حاصل کی"

انباری صاحب نزہۃ الالبا فی طبقات الادبا کہتا ہے،

"وہ لغت، نحو، اور علوم ادب کے عالم تھے"

سیوطی نے لکھا:۔

"علم نحو و لغت اور دوسرے تمام فنون ادب کے عالم تھے"

درس کے چند نکات | ابو نصر اسمٰعیل بن حسن طرابلسی نے ... کے درس کے چند نکات بیان کئے ہیں جن کو انباری ... نقل کیا ہے ...

[1] خریدۃ القصر عماد ص ۵۹۹۔

وہ کہتا ہے:-

مین ذکی مغربی سے ابو عبداللہ قضاعی کی کتاب انشہاب پڑھ رہا تھا انھوں نے آنحضرت صلعم کی اس حدیث مین کہ

من لعب بالنرد شیر فکانما غمس — جو نردشیر کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ سور کے

یدہ فی لحم الخنزیر ودمہ — گوشت وخون میں ڈبویا،

کہا کہ یہ اصل میں "نرد" ہے، اُسے "نردشیر" اسلئے کہا گیا، کہ اُسے پہلی مرتبہ اردشیر کھیلا تھا، اسی کی طرف اسکی نسبت دی گئی،

پھر ایک حدیث آئی جس مین علیك بذات ا ین کے بعد تربت یداك کا فقرہ ہے،

اس کے متعلق اونھون نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ "تو کسی خیر کو نہ پہنچے" اور یہ اگرچہ بددعا کا فقرہ ہے، لیکن جیسا کہ ابو عبید نے کہا ہے، آنحضرت صلعم کی مراد اس سے بددعا دینا نہ تھی بلکہ یہ کلمہ عرب کی زبان پر جاری تھا، وہ اگرچہ یہ زبان سے کہتے ہیں، مگر اس کے معنی مراد نہیں لیتے[1]

خلف بن عبداللہ صقلی، خلف بن عبداللہ صقلی چھٹی صدی میں گذرا ہے، پروفیسر حسن حسنی عبدالوہاب ٹیونسی نے شمالی افریقہ میں اسکے مقبرہ کا پتہ چلایا ہے،

پروفیسر موصوف کا خیال ہے، کہ یہ خلف بن عبداللہ صقلی دراصل "خلوف بن عبداللہ برقی نحوی" ہے، اس کا اصل وطن برقہ تھا، اور صقلیہ میں توطن اختیار کر لیا تھا، اور اسی مناسبت سے صقلی کہلایا، اسکو علم نحو میں شہرت حاصل تھی،

وفات ومقبرہ، مقبرہ پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے، جس سے سال وفات ۵۲۲ھ

معلوم ہوتا ہے،

---

[1] [illegible] الدیباج المذہب [illegible] ص ۹۵ و ترتیب المدارک دریا دگاری جلد ۲ ص ۱۰۴ و بغیۃ الوعاۃ ص ۹۰

بسم الله الرحمن الرحيم صلى الله	بسم اللہ الخ، یہ خلف ابن عبداللہ
على النبي محمد وآله وسلم هذا	بن .... صقلی
قبر خلف ابن عبد الله بن	کی قبر ہے، جس نے یوم سہ شنبہ
الصقلي توفي يوم الثلثاء في العشر الاول	عشرہ اول ماہ رمضان ۵۲۲ھ میں
من رمضان سنة اثنتين وعشرين وخمسمائة	وفات پائی،

ابن المعلم، ابوالحسن علی بن ابراہیم بن علی صقلی معروف بابن المعلم کو علم نحو ولغت میں دستگاہ حاصل تھی، اور تعبیر رویا میں بھی حظ وافر پایا تھا،

وفات، ۵۳۲ھ میں وفات پائی،[۲]

امام مازری، ابن خلکان نے امام مازری متوفی ۵۳۶ھ کی چند کتابوں کو علم ادب میں بتایا ہے، افسوس ہے کہ انکے نام معلوم نہ ہوسکے[۳]

نصرون بن فتوح، نصرون بن حسین خزری صقلی ابن القطاع کے تلامذہ میں تھا، علم لغت پر عبور تھا[۴]

یعقوب بن علی، یعقوب بن علی سیدی صقلی کو بھی علم لغت میں مناسبت حاصل تھی،[۵]

ابن ظفر صقلی، ابن ظفر صقلی متوفی ۵۶۵ھ علم ادب ونحو ولغت میں بلند پایہ رکھتے تھے، اور چھٹی صدی کے باکمال ادیبوں میں شمار کیے گئے ہیں، شاعری کا بھی مذاق تھا، صفدی نے کلام کا نمونہ دیا ہے مثلاً دو شعر یہ ہیں، ا۔

حملتك في قلبي فهل انت عالم ۔۔۔ بانك محمول وانت مقيم

میں نے تجھکو اپنے دل میں رکھ لیا، تو کیا تو یہ جانتا ہے، کہ تو میرے دل میں مقیم ہے،

---

۱ مقالہ حسن حسنی عبدالوہاب در یادگار اماری جلد ۲ ص ۴۹۹، ۲ مختصر انباہ الرواۃ قفطی در اماری ص ۶۴۵،

۳ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۰، ۴ مختصر انباہ الرواۃ در اماری ص ۶۴۵،

Marfat.com

الا ان شخصا فی فؤادی محلہ   واشتاقہ شخص علی کریم

تو جس شخص کا گھر میرے دل میں ہے، اور میں اس کا مشتاق ہوں وہ میرے نزدیک بڑا معزز ہے

نحو و لغت کے بعض مسائل میں مناظرہ | ایک مرتبہ شیخ تاج الدین کندی سے نحو و لغت کے بعض مسائل پر ان سے مناظرہ ہوا، شیخ کندی ان پر بازی لے گئے، اونھوں نے آخر میں کہا،

"شیخ تاج الدین مجھ سے نحو میں زیادہ عالم ہیں، اور میں ان سے علم لغت زیادہ جانتا ہوں"

مگر شیخ نے حریف کا یہ فیصلہ یہ کہہ کر رد کر دیا، کہ

"پہلی بات مسلم اور دوسری سنی سنائی ہے"[۱]

تصنیفات | ادب نحو و لغت میں انکی متعدد کتابیں شہرت رکھتی ہیں،

۱- سلوان المطاع فی عدوان الطباع، یہ ان کا مشہور ادبی شاہکار ہے جو ۵۵۴ھ میں ایک صقلی سلطان قائد ابو عبد اللہ محمد بن ابو القاسم بن علی بن علوی قرشی کے تعمیل حکم میں لکھا گیا، اور اسی کے نام سے معنون کیا گیا،

نسخے | اس کتاب کے نسخے پیرس اور آکسفورڈ میں موجود ہیں، لیکن دونوں میں کسی قدر فرق ہے، نسخوں کے اس فرق کا تذکرہ مقریزی نے بھی کتاب المقفی میں کیا ہے، کہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ قرطبی نے مکہ معظمہ میں اس کا ایک نسخہ دیکھا جو دوسرے نسخوں سے حجم میں دو چند تھا، اماری نے پیرس کے کتب خانہ سے کتاب کے اقتباسات درج کئے ہیں، اور دیباچہ کا کچھ حصہ آکسفورڈ کے نسخہ سے بھی نقل کیا ہے،

مقدمہ میں حمد کے بعد قائد ابو عبد اللہ محمد بن ابو القاسم کے اوصاف و محامد بیان کر کے اس کے نام سے کتاب معنون کی ہے، اس کے بعد کتاب کی خوبیاں گنائی ہیں، پھر کتاب کی ترتیب و تبویب

[۱] الوافی بالوفیات جلد ۲ ص ۱۱

وغیرہ کو بیان کیا ہے،

آکسفورڈ کے نسخہ میں پیشکش کی وہ عبارت موجود نہیں ہے، جو قائد ابو عبداللہ کو مخاطب کرکے لکھی گئی ہے، اس کے بجائے دوسرے الفاظ میں کتاب کا سبب تالیف بیان کیا گیا ہے، کہ کسی فرمانروا نے آداب و علم میں ایک کتاب تالیف کرنے کی خواہش کی اور اسی کی تعمیل میں یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے، نسخوں کے اس فرق سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابن ظفر نے بعد میں اس کے دیباچہ میں کچھ رد و بدل کیا، پیرس والا نسخہ اصل میں اوس نسخہ کی نقل ہے، جو صقلیہ میں اس کے ممدوح کے سامنے پیش کیا گیا تھا، اور آکسفورڈ کا نسخہ وہ ہے، جس میں ابن ظفر نے بعد میں رد و بدل کیا ہے، اور شاید ابو الحسن علی بن عبداللہ قرطبی نے مکہ میں اس کا جو نسخہ دیکھا، وہ آکسفورڈ کے نسخے کے مطابق ہو، اگر یہ صورت ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ابن ظفر نے پھر اصل کتاب میں بھی کچھ حصے بڑھائے ہیں،

سلوان المطاع کا طرز تحریر مقامات حریری کے طرز پر ہے، اور طرز بیان و واقعات کلیلہ دمنہ کے طرز پر ہیں، جسمیں چرند و پرند کی زبان سے بادشاہوں کے قصے دلکش انداز میں بیان کیے ہیں، اور اخلاق و حکمت کے نکتے سکھائے ہیں، ابن ظفر نے کلیلہ دمنہ کے طرز پر اپنے لکھنے کا تذکرہ دیباچہ میں بھی کیا ہے، مصنف نے اس کے آخر میں دو جزو زائد کیا ایک ضمیمہ بھی شامل کیا ہے جس میں اپنی کتابوں کی فہرست اور ان کا موضوع بیان کیا ہے،

کتاب کی مقبولیت اور مختلف زبانوں میں ترجمے

صقلیہ کا یہ علمی تحفہ عالم اسلامی میں مقبول ہوا، ابو تاج الدین ابو عبداللہ ابن سنجاری متوفی ۶۹۹ھ نے اسکو عربی نظم میں منتقل کیا، پھر ایک دوسرے اہل علم نے اس کی حکایتوں کو کسی قدر مقدم و موخر کرکے فارسی میں ریاض الملوک فی ریاضات السلوک کے نام سے موسوم کیا، نیز سلطان اویس جلایری کے بعض واقعات اضافہ کئے، پھر شیخ الاسلام محمد امین آفندی بن خلیل اسود معروف بہ بقرہ خلیل آفندی زادہ متوفی [illegible] نے ترکی میں ترجمہ کیا، پھر

Marfat.com

میکائیل اماری نے اطالوی ترجمہ ۱۸۵۱ء میں فلورنزا سے شائع کیا، اس کے بعد یہ دلچسپی سے سنا جائیگا کہ صقلی عالم کی یہ تصنیف ہندوستانی زبان (اردو) میں بھی منتقل ہوئی، جسے مولوی ذوالفقار احمد صاحب قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب نے تصنیف الاسماع بسلوان المطاع کے نام سے ہندوستانی میں ترجمہ کیا ہے، اصل کتاب کا پہلا اڈیشن ۱۲۷۸ھ میں مصر سے پھر ۱۲۷۹ھ میں ٹونس سے اور آخر میں بیروت سے شائع ہوا،

دیگر تصنیفات، | ابن ظفر کی چند اور ادبی و اخلاقی کتابیں ہیں، جن کے موضوع و مبحث کی تفصیل انھوں نے خود الگ الگ بیان کی ہے، وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:-

۲- ملح اللغۃ، اس میں بہ ترتیب حروف تہجی ان الفاظ کو جمع کیا گیا ہے جو باعتبار لفظ متحد باعتبار معنی مختلف ہیں،

۳- کتاب السفر یہ رسالہ نامانوس اور غریب الفاظ اور ضرب الامثال کی تشریح میں ہے،

۴- کتاب التنقیب یہ مقامات حریری کی شرح ہے، مصنف نے اس کی دو شرحیں لکھیں ایک چھوٹی اور ایک بڑی،

۵- کتاب اوہام الغواص فی اوہام الخواص یہ ابو محمد حریری کی تالیف درۃ الغواص فی اوہام الخواص کی شرح ہے جس میں مصنف کی غلطیاں بھی بتائی ہیں،

۶- کتاب الاشتراک اللغوی والاستنباط المعنوی، یہ لغت میں ہے،

۷- کتاب الاشارۃ الی علم العبارۃ، معانی و بیان میں ہے،

۸- کتاب القواعد والبیان، نحو میں ہے،

غالباً مواعظ و اخلاق میں انکے ذیل کے رسائل ہیں،

۹- کتاب نصائح الذکری،

۱۰۔ کتاب ریاض الذکری،

۱۱۔ کتاب الخُوذ الواقیہ والعوذ الراقیہ،

۱۲۔ کتاب الجود والعواقب،

۱۳۔ کتاب مالک الاذکار فی مسالک الافکار،

انشاپردازی، ابن ظفر ایک قادر الکلام انشاپرداز تھے، عربی لغت و ادب پر وسیع نگاہ تھی، اور اس دور میں عربی ادب میں جو مقفیٰ و مسجع عبارت آرائی تھی، اوس میں باکمال سمجھے جاتے تھے، اسلوب بیان، طرز تحریر اور طریق انشا وہی ہے، جو چھٹی صدی میں عام بلند پایہ عرب ادبا کے درمیان رائج تھا۔[۱]

شریف ادریسی، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن ادریس معروف بہ شریف ادریسی راجر دوم کے دربار سے وابستہ تھا، اگرچہ اسکی شہرت علم جغرافیہ میں ہے، مگر وہ مخصوص طرز انشا، کا مالک بھی سمجھا جاتا ہے، نزہتہ المشتاق طرز انشار کے لحاظ سے بھی بہترین کتاب ہے، شاعری کا بھی ذوق تھا، ابن بشرون نے اس کی انشار و شاعری پر تبصرہ کرکے ستایش کی ہے، اصفہانی نے چند شعر نقل کئے ہیں،[۲]

صلاح الدین صفدی نے بھی تذکرہ کیا ہے، اور اس کے ادبی و شعری ذوق کی ستایش کی ہے، اور کلام کا نمونہ دیا ہے، ذیل کے چند شعرون سے اس کی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے، کہتا ہے:۔

لیت شعری این قبری   ضاع فی الغربۃ عمری

---

[۱] الوافی بالوفیات جلد ۱ ص ۲۴۲، واقتباس سلوان المطاع در اماری ص ۶۸۲ تا ۶۹۱، کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۹۶، ۶۹۷، کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۳۱، الکتفا، الفنوع ص ۲۰۸، قفنا، الارب من ذکر علما النحو والادب ص ۲۳۵ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ مطبع مفید عام آگرہ، [۲] خریدۃ القصر در اماری ص ۶۱۱،

کاش میں جانتا کہ میری قبر کہاں ہوگی، سفر میں میری عمر ضائع ہوگئی،

لم ادع للعین ما تشتاق فی بر و بحر

آنکھ جس چیز کی مشتاق تھی، میں نے اس کو خشکی و تری میں نہیں چھوڑا (بلکہ سب کو دیکھ لیا)

وخبرت الناس والارض لدی خیر وشر

برائی بھلائی کے وقت لوگوں کو اور دنیا کو آزما لیا،

لم اجد جارا ولا دارا کما فی طی صدری

لیکن دل کی خواہش کے مطابق ہمسایہ اور گھر نہیں پایا،

فکانی لم اسر الا بمیت او بقفر

گویا میں نے بنجر اور بے آب و گیاہ زمین میں سفر کیا،

ولیل کصدر اخی غمہ قطعناہ حتی بدا الانصباح،

اور بہت سی راتیں جو ایک پریشان قلب شخص کے دل کی طرح تھیں، ہم نے سفر میں بسر کیں، تب مقصود کو پہنچے،

وبدر السماء بدا فی النجوم کما لاح فی الناس بدر السماح[1]

اور آسمان کا چاند ستاروں میں اس طرح نمایاں ہوا جس طرح انسانوں میں فیاضی

ابن قلاقس، ابوالفتوح نصر اللہ بن عبد اللہ بن مخلوف معروف بہ ابن قلاقس مصر کا باشندہ اور عربی علم ادب کا مشہور ماہر اور بلند پایہ شاعر تھا، شعبان ۵۶۳ھ میں صقلیہ پہنچا، اور یہاں ایک معزز مسلمان ... قائد ابوالقاسم بن الحجر کے دامن سے وابستہ ہوا، ابوالقاسم نے اس کی شایان شان قدردانی کی،

---

[1] وافی بالوفیات جلد ... ص ...

صقلیہ کے قیام کی یادگار صقلیہ میں اوس نے ایک کتاب الزہر الباسم فی اوصاف ابی القاسم تالیف کی، اور اوس کو اپنے ممدوح کی خدمت میں پیش کیا، ابن خلکان نے اس کتاب کی تعریف کی ہے، شاید یہ کتاب اس صقلی قائد کے اوصاف و محامد میں ہو،

ابن قلاقس نے صقلیہ کے مختلف شہروں کی سیاحت کی، اور اوس کے سفر کو یہ نمایاں امتیاز ہے کہ جس شہر میں گیا نظم میں اس کے حالات قلمبند کئے، چنانچہ صقلیہ کے اکثر شہروں، بلرم، [illegible]، مسینا، اطرابنش، اور طبرمین وغیرہ پر اسکی مستقل نظمیں ہیں جن کے چند چند شعر یاقوت نے معجم البلدان میں ان شہروں کے حالات کے ضمن میں درج کئے ہیں، اسکی کتاب اور یہ نظمیں اس کے صقلیہ کے قیام کی یادگار ہیں،

صقلیہ سے واپسی اور دوبارہ ورود، صقلیہ میں تقریباً دو سال کے قیام کے بعد مصر واپس جانے لگا، حکومت کا ایک سفیر بھی اس کا ہمسفر تھا، اتفاق سے سمندر کی ہوا مخالف ہوئی، اور اس کا جہاز دوبارہ صقلیہ لوٹ آیا، اور اسے ساحل پر اوتر جانا پڑا، صقلیہ لوٹ آنے پر اس نے ایک نظم لکھی اور اس سفیر کی معرفت اپنے ممدوح ابوالقاسم کے پاس بھیج دی،

صقلیہ سے روانگی اور وفات اس کے بعد دوبارہ روانہ ہوا، ۵۶۷ھ میں اپنے سابق ممدوح کی خدمت میں یمن پہنچا، اور ۳ شوال سنہ ۵۶۷ھ کو مقام عیذاب (زوجبہ و) میں وفات پائی اور وہین سپرد خاک کیا گیا[1]

دور ثالث

متاخرین شعرا و ادبا

قاضی رشید احمد بن قاضی صقلی قاضی رشید احمد بن [illegible] کے زمانہ میں مصر کے قاضی القضاۃ تھے

[1] ابن خلکان جلد ۲ ص ۶۹ میں اسکے مفصل حالات ہیں، اسکی کتاب کا نام کشف الظنون باب [illegible] میں [illegible] چھپ گیا ہے

شاعری | انہیں فی البدیہہ اشعار کہنے کا خاص ملکہ حاصل تھا، ایک دفعہ افضل کے دربار میں پہنچے، وہاں ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک دوات رکھی تھی جس پر مونگے جڑے ہوئے تھے، اسے دیکھتے ہی دو شعر کہے، اور افضل کو محظوظ کیا۔[1]

ابن الحجری صقلی | ابن الحجری صقلی جو ساتویں صدی میں بجایہ میں ذی علم فقیہ تھے، علم نحو و لغت میں کامل تجربہ رکھتے تھے،

بجایہ میں شاہی فرامین و دستاویزات اور قضاۃ کے فیصلے انشاء و ادب کی نظر ثانی کیلئے ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے۔[2]

ابو مسعود سلیمان بن محمود | ابو مسعود سلیمان بن محمود بن ابو الحسن بن محفوظ قرشی محدث متوفی ۶۲۲ھ کو شاعری کا بھی مذاق تھا، صلاح الدین صفدی نے ان کے تذکرہ میں نمونۂ کلام درج کیا ہے۔[3]

ابو القاسم صقلی | ابو القاسم صقلی ساتویں صدی میں گذرا ہے، مصر میں قیام پذیر تھا، سیوطی نے اسکے تین شعر نقل کئے ہیں۔[4]

مجبر بن محمد صقلی | مجبر بن محمد بن مجبر صقلی کا خاندان مصر میں اقامت گزین ہو گیا تھا، اسلئے مصری بھی کہا گیا، وہ مصر کا پروردہ تھا، ابن ظافر نے اپنے مجموعہ میں اسکی شاعری کی مدح و توصیف کی ہے، اور اس کے منتخب اشعار نقل کئے ہیں، اصفہانی نے ادبی سے اس کے بعض اشعار اور قصیدے نقل کئے ہیں جن میں ایک قصیدہ وہ ابو عبد اللہ ملقب بہ مامون کی شان میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

لیس فراق بمستطاع ۔ فدعیہ من ذکر الوداع[5]

---

[1] خریدۃ القصر (اماری) ص ۴۰۰۔ [2] عنوان الدرایہ ص ۱۲۰، ۱۹۹۔ [3] کتاب الوافی بالوفیات (ذہبی) ص ۱۶۵۔ [4] حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۲۲۲۔ [5] خریدۃ القصر (اماری) ص ۴۰۰۔

Marfat.com

جدائی برداشت کے قابل نہیں اسلئے اوس کی رخصت کے ذکر کو چھوڑ دو

عبداللہ بن جبر صقلی، عبداللہ بن جبر صقلی ساتویں صدی میں گذرا ہے۔ اور دولتِ موحدیہ کے فرمانروا یوسف بن محمد کے عہد (سنہ ۶۱۰ھ سنہ ۶۲۰ھ) میں موجود تھا، ابن سعید نے کلام کا نمونہ درج کیا ہے، مثلاً چند شعر یہ ہیں:-

لو رام یحلف ان الشمس ما غربت ۔۔۔ فی فیہ کذبہ من خدہ الشفق

اگر وہ قسم کھانے کا قصد کرے کہ سورج اوس کے منہ میں نہیں ڈوبا تو اوس کے گال کی شفق (یعنی اسکی سرخی) اسکی تکذیب کرگئی،

شمع کی تعریف میں کہتا ہے،

وصعدۃ لبست سربال متشعر ۔۔۔ بالحب منغمس فی الدمع والحرق

اور ایک نیزہ جس نے ایک بدنام محبت کا جو آنسو اور سوز دل میں ڈوبا ہوا تھا، کرتہ پہن لیا

ما زال یطعن صدر اللیل لھذمہا ۔۔۔ حتی غدا سائلا منہ دم الشفق

اوس کا چھرا رات کے سینے کو کوچتا رہا، یہاں تک کہ اوس سے شفق کا خون بہ گیا

علوم عقلیات ریاضیات وطبیعیات،

علوم وفنون کے بیان کی ابتدا میں اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ مسلمانان صقلیہ علوم عقلیہ کی طرف پوری توجہ بھی نہ کرنے پائے تھے، کہ صقلیہ کی اسلامی سلطنت کی شمع حیات گل ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے عقلی علوم میں سے بجز علم طب کے اور کسی میں وہ رونق نظر نہیں آتی جو ابھی نقلی اور ادبی علوم وفنون میں دیکھ آئے ہیں، اور نہ فلاسفہ اور ریاضی دانوں کی وہ کثرت ہے جو ادبی شعرا اور شعراء کی صف میں نظر آئی ہے، تاہم ہمیں صقلیہ کے عقلی علوم کے نشانات بھی کچھ نہ کچھ مل گئے

لہ کتاب الاغانی المسلمیہ دریا دگاری، جلد اص ۳۰۰،

Marfat.com

ہیں، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"مسلمانان صقلیہ اور نارمن حکمرانوں نے سائنس جیسے لطیف اور معراج ترقی پر پہنچا دینے والے علم سے غفلت نہیں کی، جغرافیہ، ہیئت، کیمیا، اور طب کی نہایت شوق اور کامیابی کے ساتھ تحصیل کی۔"[١]

علم طب

مسلمانوں نے صدر اول کے خاتمہ یعنی اسلامی علوم کی تدوین کے بعد سب سے پہلے علم طب پر توجہ کی، شامی محقق علامہ کرد علی لکھتے ہیں:

"صدر اول میں مسلمانوں نے [illegible] علم طب پر توجہ کی۔"[٢]

یہی وجہ ہے کہ صقلیہ کے اسلامی [illegible] نے بھی علم طب کی کچھ خدمتیں انجام دی ہیں، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"صقلیہ کے عرب طبیب اپنے اندلسی بھائیوں کی طرح یورپ بھر میں سب سے بڑے حاذق سمجھے جاتے تھے، اور فی الحقیقت انھیں فن طب و جراحی میں دستگاہ کامل حاصل تھی"،

صقلیہ کے اسلامی عہد حکومت میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اطبا بھی اپنے فن میں شہرت رکھتے تھے، اور بلا تفریق مذہب و ملت مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ مقبول تھے، خصوصاً صقلیہ کے اسلامی دربار میں یہود و عرب دونوں قوموں کے اطبا کی قدردانی کی جاتی تھی، اور مسلمان فرمانروایان صقلیہ اپنی داد و دہش سے [illegible] تک پہنچاتے تھے،[٣] پھر نارمنوں نے بھی مسلمانوں اور یہودیوں دونوں کے علم کی قدردانی کی، مشہور سیاح ابن جبیر نارمن فرمانروا کے متعلق لکھتا ہے:-

---

١- اخبار الاندلس جلد ٢ ص ... ٢- خطط الشام جلد ٤ ص ٢٩ ٣- اخبار الاندلس جلد ٢ ص ...

"اور اس کے دربار میں اطباء اور ہئیت دان ہیں، اور ان کے ساتھ بہت زیادہ اعتنا کرتا ہے، اور ان کا بیحد مشتاق رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اوسے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی طبیب یا منجم اس کے ملک میں آیا ہوا ہے، تو اس کو روک لیتا ہے، اور اسکی معیشت کا ایسا سامان کر دیتا ہے، کہ وہ اپنے وطن سے بے نیاز ہو جاتا ہے"[1]

یورپ کے ایک عجائب خانہ میں ولیم ثانی کی ایک تصویر ہے جس میں ایک عرب طبیب ولیم کے بستر موت کے سامنے اپنے آلات کے عمل جراحی کر رہا ہے یہ تصویر [illegible] والمقتطف میں نظر آئی تھی،

صقلیہ کے اطباء نے طب کی جو خدمات انجام دیں ان میں عبد الرحمٰن الناصر (سنہ ۳۰۰ھ تا سنہ ۳۵۰ھ) کے عہد میں ابن جلجل ابو داؤد سلیمان کی نگرانی میں ایک [illegible] طبی خدمات انجام دینا میں اطباء کی ایک جماعت اس [illegible] یونانی کی اصطلاحوں اور دواؤں کے نام عربی میں منتقل کر رہی تھی، قیصر روم کی طرف سے یونانی زبان میں طبی کتابوں کے چند نادر نسخے الناصر کو ہدیۃً بھیجے گئے تھے، ان میں مشہور یونانی طبیب دیقوریدس کا ایک مشہور رسالہ اغریقی زبان میں بھی تھا، یہ سب کتابیں بھی ان طبیبوں کے سپرد کی گئیں، اور اس نے اہتمام سے ان پر کام کیا تھا،

اس ادارہ میں ایک صقلی طبیب ابو عبد اللہ بھی تھا جو عبد الرحمٰن الناصر کے وقت سے المستنصر کے زمانہ تک اس سے وابستہ رہا،

صقلیہ کے اطباء اور ان کی تصنیفات

صقلیہ کے چند نامی اطباء اور ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

[1] رحلہ ابن جبیر ص ۲۲۵ ، [2] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۲ ص ۴۶،

ابو سعید بن ابراہیم صقلی

ابو سعید بن ابراہیم طبیب صقلی کی ایک کتاب المنجح فی التداوی من صنوف الامراض والشکاوی ہے، دو نسخے بولڈین اور پیرس کے کتب خانوں میں ہیں، اماری نے اپنے مجموعہ میں کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں، مصنف کے زمانہ کا پتہ نہیں تاہم اس کی اس کتاب کے دیباچہ کی نوعیت سے اس کا زمانہ قدیم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مصنف کا بیان ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے کی جسقدر کتابیں طب میں ہیں، ان میں یا تو مفرد دواؤں کے خواص ہیں، یا ایسی کتابیں ہیں، جن میں مختلف امراض کا علاج مفردات سے بتایا گیا تھا، اور مصنف اپنے بیان کے مطابق وہ پہلا شخص ہے جس نے ان دونوں امور کو اس تالیف میں جمع کیا چنانچہ لکھتا ہے:-

"میں نے کسی مصنف کو نہیں پایا جس نے ان دونوں باتوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہو، بلکہ بعض لوگ ایسے ہیں، جنھوں نے صرف مفرد دواؤں اور ان کی قوتوں اور ان کے فائدوں کا ذکر کیا ہے اور بعضوں نے مفرد دواؤں سے امراض کے علاج کا طریقہ بتایا ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہیں، صرف ترتیب میں فرق ہے، کیونکہ پہلی صورت میں ایک دوا کا ذکر ہوتا ہے، جو بہت سے امراض کے لئے مفید ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں بہت سی دواؤں کا ذکر ہوتا ہے، جو ایک ہی مرض میں مفید ہوتی ہیں، اسلئے میں نے ایک مختصر اور جامع کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا، جو دونوں باتوں کو شامل ہو، اس سے میرا مقصد مشکلات و مطالب کو آسان کرنا ہے،

اس کے لئے میں نے کتاب میں جدولیں بنائی ہیں، اور ان میں سے طول میں ہر جدول کی چھ قسمیں کیں، پہلی جدول کی ہر سطر میں عنوان قائم کیا، اور بقیہ پانچ جدولوں میں حروف معجم کی ترتیب کے موافق پانچ دوائیں لکھیں، پھر عرض میں سولہ قسمیں کیں،

پہلی قسم میں ادویہ مفردہ کے نام بتائے، دوسری قسم میں ...... [1]"

امام مازری | صقلیہ کے مشہور محدث امام مازری علم طب میں بھی حاذق سمجھے جاتے تھے، جسے انھوں نے صقلیہ میں دینی علوم کی تکمیل اور دینی پیشوائی کے مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد حاصل کیا، انکے علم طب کی تحصیل کا واقعہ دلچسپ ہے۔

یہ ایک مرتبہ صقلیہ میں بیمار پڑے، اور وہاں کے کسی نامور یہودی طبیب کے زیر علاج آئے، وہ امام صاحب کی علمی فضیلت کا مقام شناس تھا اوس نے ان سے ایک دن مزاح سے کہا کہ "مولائی"! مجھ جیسا بے مایہ شخص آپ جیسے امام وقت کا اس وقت معالج ہے، اگر اس موقع کو مغتنم سمجھ کر میں مسلمانوں کو آپ کی بابرکت ہستی سے محروم کر دوں تو اپنے دین کی کتنی بڑی خدمت انجام دوں"

امام صاحب کے لئے یہودی طبیب کا یہ مزاح علم طب کی تحصیل کا محرک ثابت ہوا، اس کے بعد اونھوں نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، اور کمال پیدا کر کے بہت جلد صقلیہ کے مشاہیر اطبا کی صف میں داخل ہو گئے، ابن فرحون لکھتا ہے،

"جس طرح لوگ فقہ میں ان کی طرف رجوع کرتے، اوسی طرح یہ علم طب میں بھی خلائق کا مرجع تھے"[1]

شیخ ابوبکر صقلی | شیخ ابوبکر صقلی طبیب کیلئے یہ لائق فخر ہے کہ شیخ عز الدین بن [illegible] جو [illegible] نوری دمشق کے طبیب حاذق تھے، اور ابن ابی اصیبعہ جو عیون الانباء فی طبقات الاطبا کا فاضل مصنف ہے، یہ دونوں ان کے تلامذہ میں تھے، ابن ابی اصیبعہ عز الدین کے حال میں لکھتا ہے:-

---

[1] [illegible] الشیخ [illegible] صفحہ ۹۴، ۵۲، [1] دیباج المذہب ص ۲۸۰۔

"میں اور عزالدین دونوں شیخ ابوبکر صقلی رحمہ اللہ کے درس میں شریک تھے، اور اسی قدیم زمانہ سے ہم دونوں سے رشتہ محبت قائم تھا"[1]

اطبائے صقلیہ کا ایک خاندان افریقہ میں، اسی طرح اطباے صقلیہ کا ایک خاندان صقلیہ سے ہجرت کرکے افریقہ آیا، اور مراکش کے فرمانروا ابوالفارس عبدالعزیز بن ابوالحسن کے دربار سے وابستہ ہوگیا، اس خاندان میں حاذق اطبار گذرے ہیں، جو گویا خاندانی اطبار تھے، انہوں نے علم طب میں اپنی پائدار یادگاریں چھوڑی ہیں،

ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم صقلی،[4] ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم صقلی طبیب وہ پہلے طبیب ہیں، جو اس دربار سے وابستہ ہوئے،

تصنیف، طب میں ان کی ایک گران قدر تصنیف فن جراحت میں ہے، جس کا ایک نسخہ جامع زیتون ٹیونس میں موجود ہے،

وفات، انھوں نے مراکش میں ۵ جمادی الاولی سنہ ۸۲۲ھ کو وفات پائی، اور یہیں مدفون ہوئے، قبر پر نام اور تاریخ وفات کا کتبہ کندہ ہے، جو آجتک محفوظ ہی،

ابوالعباس احمد بن عبدالسلام شریف صقلی،[5] ابوالعباس احمد شریف صقلی کو افریقہ میں بڑی مقبولیت حاصل تھی، گر لیفینی کا بیان ہے، کہ ان کی حذاقت کی حکایتیں اس زمانہ میں بھی ٹیونس کے عوام میں مشہور ہیں،

تصنیفات، طب میں ان کی [illegible] مشہور ہیں،

ا۔ شرح ارجوزہ یہ ابن [illegible] ارجوزہ کی شرح ہے، اس کا ایک نسخہ مدرسہ صادقیہ ٹیونس کے طلباے قدیم کی ایسوی ایشن میں محفوظ ہے، کتابت کا [illegible] ہے، اسکے کچھ

---

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء، جلد ۲ ص ۲۶۶،

اقتباسات یادگاری مضامین میں پروفیسر عبدالوہاب نے شائع کئے ہین، انداز بیان کیلئے دیباچہ کی چند سطرین ملاحظہ ہون، کہتے ہین،

"طب کے دو مفہوم ہین، ایک لغوی اور دوسرے اصطلاحی لغت میں طب کا اطلاق علم، فہم، اور سحر وغیرہ پر ہوتا ہے، اور اصطلاح میں تو اس کی کثیر تعریف ہے .... ان میں ایک یہ بھی ہے، کہ طب کو تم علم صناعی کہہ سکتے ہو، کہ اس کا موضوع جسم انسانی اور اسکی قیمت کا برقرار رکھنا، اور امراض کا ازالہ کرنا ہے، اس تعریف میں جسم انسانی کی قید سے علم بیطرہ و بیزرہ نکل گئے، جو حیوان اور پرندون کے لئے ہین ...... انسان کی تین حالتیں ہیں، صحت، مرض، اور نہ صحت اور نہ مرض" [۵۱]

۲- کتاب الاطباء (فی) الامراض من الفرق الی القدم۔ اس میں سر سے پیر تک کے ایک ایک عضو کے امراض اور انکا علاج جدا جدا بیان کیا گیا ہے،

اسکے دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں، ایک لیڈن میں ہے، اور دوسرا ٹیونس میں لیڈن کے نسخے کے کچھ اقتباسات اماری نے درج کئے ہین،

دیباچہ مین کتاب کا موضوع اور ترتیب وغیرہ کا بہ تفصیل تذکرہ کیا ہے:-

"اس کتاب میں سر سے پیر تک کے امراض کا مفرد دواؤن سے علاج بتایا گیا ہے، کیونکہ ادویہ کی ترکیب دشوار ہوتی ہے ..... یہ کتاب بیس ابواب میں منقسم ہے" اس کے بعد ابواب کی فہرست درج کی ہے جس میں ہر عضو بدن کے امراض اور انکے علاج کا علیحدہ علیحدہ بیان ہے" [۵۲]

---

[۵۱] مقالہ پروفیسر عبدالوہاب در یادگاری مضامین جلد ۲ ص ۴۰۶، ۴۰۸، ومقالہ گریفینی ر جلد ۱ ص ۴۸۵

[۵۲] کتاب الاطباء فی الامراض من الفرق الی القدم مقتبس در اماری ص ۶۰۹

ابوعبداللہ محمد بن عثمان صقلی، | ابوعبداللہ محمد بن عثمان طبیب صقلی بھی اس دربار سے وابستہ تھے، ان کی فن طب میں دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

۱- المختصر الفارسی، یہ علم طب پر ایک مختصر اور جامع تالیف ہے، اس میں پہلے طب کو دو قسموں علمی و عملی یعنی علم بالکلیات اور عمل بالمعالجات میں تقسیم کیا ہے، پھر پہلی قسم علم بالکلیات کو تین مقالوں اور دوسری قسم عمل بالمعالجات کو سات مقالوں میں تقسیم کرکے کتاب ختم کی ہے، اس کا نام امام رازی کی المنصوری کے اتباع میں جو ابوجعفر منصور کے لئے لکھی تھی ابوالفارس کے نام پر المختصر الفارسی رکھا ہے، کتاب کی ترتیب کے متعلق دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

۱- "پہلا مقالہ ساتوں طبیعیات میں یعنی عناصر، مزاج، اخلاط، اعضا، قوی، ارواح اور افعال ہیں،

۲- "دوسرا مقالہ چھ ضروریات میں یعنی ہوا، کھانا، پینا، حرکت، سکون، نیند، بیداری، پاخانہ، پیشاب، اور نفسانی خیالات ہیں،

۳- تیسرا مقالہ ان چیزوں میں جو قدرتی مجری سے باہر ہوں یعنی مرض سبب، عرض

۴- چوتھا مقالہ حفظانِ صحت اور اوس کے متعلقات میں یعنی مسافر، بچے، اور بوڑھوں کی تدبیریں،

۵- پانچواں مقالہ اون مفرد دواؤں میں جن کا استعمال ہمارے ملک میں بہت ہے، اور انکے علاوہ مسہل دوائیں،

۶- چھٹا مقالہ تمام امراض اونکے اسباب اعراض اور انکے اقسام کے مطابق اون کے علاج کے بیان میں

۷- ساتواں مقالہ پھیپھڑے اور زہریلی ہواؤں کے علاج میں،

Marfat.com

۸۔ آٹھواں مقالہ بخاروں کے اقسام وانواع میں،

۹۔ نواں مقالہ ان امراض میں جن کا علاج ہاتھ سے کیا جاتا ہے،

۱۰۔ دسواں مقالہ مرکب دواؤں میں اور بعض خواص میں اور اوس کے علاوہ چارپایوں کے بعض امراض میں، اور بعض کیڑوں کے کاٹنے میں ہے[1]

اس کتاب کے چھ قلمی نسخے مختلف کتب خانوں جامع زیتون ٹیونس وغیرہ میں موجود ہیں،

۲۔ کتاب "منہاج الدکان" کے سرورق پر حسب ذیل عبارت ہے،

"یہ کتاب منہاج الدکان فقیہ ابوعبداللہ محمد بن عثمان شریف حسنی، باعتبار نسب تونسی، باعتبار مولد اور صقلی باعتبار شہرت، کی تصنیف ہے"

اغراض وترتیب کتاب کا بیان حسب ذیل ہے،

"امابعد میں نے ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا چاہا، جو میرے تمام اسباب کا جامع ہو اور ایک ایسے شخص کی ضروریات کے لئے کافی ہو، جو اپنے مقصود میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہو، گو اوسکو ایسے مرشد کی ضرورت نہ ہو، جو اُس کے جزئیات میں اس کی ہدایت کرے، اور میں نے منہاج الدکان اوس کا نام رکھا، پہلا باب اس چیز کے بیان میں ہے جس کی ضرورت اوس شخص کو ہوتی ہے، جو ان مرکبات کے بنانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے، تاکہ اس کو اعتماد، احتراز اور خوف پہلے خدا سے حاصل ہوا پھر انسانوں سے۔۔۔۔" [2]

اس کتاب کا ایک نسخہ جامع زیتون ٹیونس کے کتب خانہ میں ۱۹۲۱ء کا لکھا ہوا محفوظ ہے،

---

[1] اقتباس المختصر الفارسی دریادگاری ج ۲ ص ۴۹۱، [2] مقالہ پروفیسر عبدالوہاب التونسی دریادگاری جلد ۲ ص ۴۰۹،

Marfat.com

علم جغرافیہ

علم جغرافیہ سے صقلیہ کا خاص تعلق رہا، اس علم سے یہاں کے اہل علم کی دلچسپی کا اندازہ ان روایتوں سے ہوتا ہے، جو صقلی اہل علم جغرافیہ نویسوں سے صقلیہ کے متعلق جغرافی حالات بیان کرتے تھے، اور ان کے حوالے جغرافیہ کی بعض کتابوں میں درج ہیں، مثلاً صاحب کتاب تحفۃ الالباب نخبۃ الاعجاب ایک جگہ لکھتا ہے:۔

"مجھ سے شیخ امام عالم علامہ زاہد ابوالقاسم بن حاکم صقلی نے بغداد میں میرے سوال کے جواب میں (کوہ اٹنا کی) آگ کے متعلق بیان کیا، کہ......" [۱]

اسی طرح صاحب کتاب الاشارات فی معرفۃ الزیارات ایک جگہ صقلیہ کے بعض حالات کے سلسلہ میں یہاں کے ایک اہل علم کی ایک روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مجھ سے اس ملک کے علماء میں سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ..." [۲]

اسی طرح یہ بھی معلوم ہے، کہ اس وقت تک علم جغرافیہ میں جو کتابیں تالیف ہوئی تھیں وہ سب صقلیہ کے اہل علم میں متداول تھیں، ادریسی نے صقلیہ میں ان کے موجود ہونے کا تذکرہ نام بنام کیا ہے۔[۳]

صقلیہ کے بعض اہل علم نے اپنے سفرنامے بھی لکھے، مثلاً شیخ ابوبکر عتیق بن علی بن داؤد سمنطاری کا تذکرہ علم تصوف میں گذر چکا ہے، انھوں نے حجاز، یمن، شام، ایران، اور خراسان کا سفر کیا، اور اپنے مختلف علمی خدمات کے ساتھ اپنا ایک سفرنامہ بھی حروف تہجی پر مرتب کیا،

---

۱ تحفۃ الالباب درامارتی ص ۴، ۲ کتاب الاشارات، درامارتی ص ۵،

۳ نزہۃ المشتاق ص ۵۔

یاقوت لکھتا ہے:۔

"ان کی ایک کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ممالک کے سفرا اور اہل علم کی ملاقاتون کے حالات میں ہے[1]"

مشہور عرب سیاح صقلیہ میں، مشہور عرب سیاحوں میں سے ابن حوقل اور ابن جبیر صقلیہ آئے، اور یہان سے انھون نے اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا،

ابن حوقل، ابوالقاسم محمد بن علی معروف بہ ابن حوقل موصلی بغدادی چوتھی صدی کے مشہور سیاحون میں ہے، بغداد میں پیدا ہوا اور یہیں نشو و نما پائی، علوم کی تحصیل کے بعد تجارت کا مشغلہ اختیار کیا، اور دنیا کی سیاحت کے لئے چل کھڑا ہوا، اوس نے مسلسل اٹھارہ برس سیر و سیاحت میں گذارے، وہ یہان ۳۶۲ھ میں بلرم میں موجود تھا، سیاحت ختم کرنے کے بعد ۳۶۶ھ میں اُس نے اپنا مشہور سفرنامہ کتاب المسالک والممالک لکھا اوس نے صقلیہ کے حالات سے خاص طور پر اعتنا کیا، اولاً کتاب المسالک والممالک میں اسکے حالات لکھے، اس کے علاوہ اس نے بلرم کے حالات ایک علٰحدہ رسالہ میں لکھے، جو ۱۸۴۵ء میں پیرس سے طبع ہو چکا ہے[2] نیز اسکے ایک رسالہ کا تذکرہ "محاسن اہل صقلیہ" کے نام سے یاقوت نے معجم البلدان میں کیا ہے، اور اوس کی ذیل کی عبارت نقل کی ہے:۔

"مین نے ان لوگون کے اوصاف، حکایات اور صقلیہ کے اوصاف اور یہان کے باشندون کے فضائل ایک کتاب میں لکھکر انکا حق ادا کیا ہے، اور اوس کو "محاسن اہل صقلیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے، پھر ان کی بداخلاقیان بیان کی ہیں[3]۔"

شاید وہ مطبوعہ نسخہ یہی ہو، جو افسوس ہے، کہ میری نظر سے نہیں گذرا

[1] معجم البلدان جلد ۵ ص ۱۳۲ [2] اکتفاء القنوع بما ہو المطبوع۔ [3] معجم البلدان جلد ۵ ص ۳۷۶،

Marfat.com

ابن حوقل کی کتاب المسالک کا پہلا نسخہ ۱۸۰۰ء میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن سے چھپا، پھر ۱۸۷۳ء میں لیڈن سے شائع ہوا، پھر افریقہ سے متعلق اس کا ایک حصہ ۱۸۴۲ء میں پیرس سے اور عراق سے متعلق حصہ ۱۸۲۲ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا،

ابن حوقل کی کتاب المسالک میں صقلیہ کے متعلق جو مختصر حالات تھے، اور یاقوت نے اسکے حوالہ سے جو کچھ لکھا تھا، وہ پچھلے اوراق میں گذر چکا ہے،

ابن جبیر، ابوالحسن محمد بن احمد بن جبیر بن سعید کنانی بلنسی، اندلسی، چھٹی صدی کے مشہور مسلمان سیاحوں میں ہے، یہ ۵۴۰ھ میں بلنسیہ میں پیدا ہوا، یہیں تعلیم و تربیت پائی، اور اپنے زمانہ کا مشہور صاحب علم و فضل، محدث، فقیہ، ادیب اور شاعر سمجھا گیا،

یہ اپنے زمانہ کے مشہور سیاحوں میں تھا، اس نے تین سیاحتیں کیں، اور اپنا یادگار سفرنامہ لکھا، اس نے پہلا سفر شوال ۵۷۸ھ میں کیا، اور مشرق و مغرب کو چھان مارا، اور اسی سفر میں صقلیہ آیا، پھر دوسری مرتبہ صلاح الدین ایوبی کی فتح بیت المقدس کی خبر سن کر ۵۸۳ھ میں بیت المقدس گیا، پھر اس نے مختلف مقامات میں قیام اختیار کیا، پھر تیسری مرتبہ ساتویں صدی کے آغاز میں روانہ ہوا، اور یہی اس کا سفر آخرت ثابت ہوا، ۶۱۴ھ میں مصر میں وفات پائی،

ابن جبیر ۵۸۰ھ میں صقلیہ آیا تھا، اور دو مہینوں سے زیادہ یہاں ٹھہرا، اور صقلیہ کے مسلمانوں سے اسکے مراسم قائم ہوئے،

اس کے سفرنامہ کا سب سے پہلا حصہ صقلیہ ہی کے متعلق ۱۸۴۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا، پھر پورا سفرنامہ ۱۸۵۲ء، پھر ۱۸۹۶ء اور آخر میں ۱۹۰۷ء میں گب میموریل نے چھاپا، حافظ احمد علی خان شوق رامپوری نے ... میں بھی ترجمہ کیا ... میں شائع ہوا

ابن جبیر نے اپنے عہد کے صقلیہ کے متعلق جو کچھ مشاہدات و تاثرات لکھے ہیں انہیں اس سے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، ذیل میں صقلیہ میں اسکے ورود و قیام نقل و حرکت اور یہاں سے اسکی ذاتی کا ذکر اسی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے لکھتا ہے:-

بحری سفر کے عجائب میں یہ بھی ہے کہ ہم نے سمندر کی گود ہی میں تین مہینوں رجب، شعبان، اور رمضان (۵۸۰ھ) کے چاند دیکھے، اور جس شام کو رمضان کا چاند دیکھا اسکی صبح کو ہم نے جزیرہ صقلیہ کے مشہور کوہ آتش فشاں اور جبل البرکان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ ... یہاں تک کہ ہم آبنائے میں داخل ہوئے اس وقت شب کی تاریکی چھا چکی تھی ..... آبنائے کے ارض کبیرہ (جنوبی اٹلی) کا ساحل ہماری داہنی طرف اور صقلیہ کی سرزمین بائیں طرف تھی یہاں تک کہ جب یوم یکشنبہ ۹ رمضان کی نصف شب کو ہم جزیرہ کے شہر مسینا کے پاس پہنچے تو سمندر میں سخت طوفان آیا، جہاز کے رسے یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگے، رومی اور مسلمان مسافروں اور عورتوں اور بچوں کے شور و واویلا سے ایک قیامت برپا ہوگئی، ہر شخص کے سر پر موت کھڑی دکھائی دی، یہاں تک کہ ستارۂ صبح طلوع ہوا، اور ہم نے تعجب سے دیکھا کہ ہم شہر مسینا سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہیں، آخر خدا خدا کرکے اسی امید و بیم کی حالت میں ... ہم ساحل مسینا پہنچے ..... ہم یہاں کے ہوٹلوں میں سے ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے، یہاں ہم نو دن ٹھہرے اور شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان میں ۱۸ دسمبر کو کشتی پر سوار ہو کر المدینہ (پالرم) روانہ ہوگئے ..... یوم چہارشنبہ کو شہر شفلودی کے بندر پر پہنچے ..... یہاں سے نصف شب کو روانہ ہوئے اور یوم پنجشنبہ بوقت چاشت شہر ترمہ پہنچے ..... یہاں ہم یوم پنجشنبہ ۱۴ ماہ رمضان کو رہے ..... اور پھر یہاں سے بالرمہ ..... روانہ ہوئے ..... جو ۲۵ میل یہاں سے آباد ہے، سمندر کی [illegible] خبری کے سبب خشکی کا راستہ اختیار کیا ..... یہاں تک کہ ہم قصر سعد پہنچے، جو شہر بلرمہ سے ایک

فرسخ پر واقع ہے، رات ہم نے اسی قصر میں گذاری، ..... صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر (بلرم) روانہ ہوئے، ..... اور یہاں کے ایک ہوٹل میں یوم شنبہ ۱۶ ر رمضان مطابق ۲۲ ر دسمبر کو اوس میں اترے، ..... اس شہر میں ہمارا قیام سات دن رہا، ..... وہاں سے ہم یوم جمعہ ۲۲ ر رمضان مطابق ۲۸ ر دسمبر کو صبح کے وقت اطرابنش روانہ ہوئے، ..... کیونکہ یہاں سے دو جہاز چھوٹنے والے ہیں، ایک اندلس جانے والا ہے، اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا ہے، ..... راستہ میں ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بہ علقمہ میں گذاری، جو خالص اسلامی شہر ہے ..... علقمہ میں ہم یوم شنبہ ۲۳ ر رمضان ۲۹ دسمبر کے وقت سحر تک ٹھہرے، اور وہاں سے روانہ ہو کر اوسی کے قریب ایک قلعہ حصن حمہ میں اوترے، ..... اور وہاں سے اسی دن روانہ ہو کر عصر کے وقت اطرابنش پہنچے، ..... ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے، ..... کہ شاہ صقلیہ کا حکم پہنچا کہ تمام ساحلوں کے جہازوں کی روانگی شاہی بیڑے کی روانگی سے پہلے روک دیجائے ..... ماہ ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ ر فروری کو نکلا، اور ہم لوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش میں موجود ہیں، اور جاڑوں کے موسم اور جنوی جہاز کے لنگر اوٹھانے کا انتظار کر رہے ہیں، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہیں، ..... ماہ ذی الحجہ کا چاند مطلع کے غبار آلود ہونے کے باعث روپوش رہا، ہم نے ماہ ذی القعدہ کو شب چہارشنبہ ۶ ر مارچ پر ختم کر دیا، ابھی تک ہم اسی شہر اطرابنش میں قیام پذیر ہیں، ..... چوتھی کی شب کو چاند نظر آیا، جو بڑا تھا، اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ شب سہ شنبہ ہی کو نکلا تھا، چنانچہ اسی حساب سے تاریخ متعین کر لی، اور اس طرح یوم چہارشنبہ ۹ ر ذی الحجہ مطابق ۱۳ ر مارچ کو یوم عرفہ پڑا، اور اسی یوم عرفہ کو ہم جہاز پر سوار ہو گئے، اور یوم عید الضحیٰ کی صبح عرشہ جہاز پر طلوع ہوئی، ہم لوگ جہاز پر پچاس مسلمانوں سے زیادہ ہیں[1]

[1] رحلۃ ابن جبیر دیباچہ از ص ۳۲۰ تا ۳۴۴،

Marfat.com

شریف ادریسی | ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ معروف بہ شریف ادریسی کا نام اسلامی علم جغرافیہ کی تاریخ میں زریں حروف میں لکھا جائے گا، اس کے تمام جغرافی کارنامے سرزمین صقلیہ ہی میں انجام پائے،

وہ افریقہ کے سادات کے شاہی خاندان ادریسی کا چشم و چراغ تھا، اس کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن محمد بن عبداللہ ابن ادریس بن یحیی ابن علی بن حمود بن میمون بن احمد بن علی بن عبیداللہ ابن عمر بن ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہم

شریف ادریسی ۴۹۳ھ میں سبتہ میں پیدا ہوا، علوم کی تحصیل کے لئے قرطبہ گیا اور اعلی تعلیم و تربیت حاصل کی خصوصاً ادب اور علوم عقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کی، اسے سیاحت کا طبعی شوق تھا، پھر ان دنوں ادریسی شاہزادوں میں حصول سلطنت کے لئے رقابتیں تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے خائف رہتے تھے، اسلئے شریف ادریسی نے ہوش سنبھالتے ہی سیر و سیاحت شروع کی، اس اثنا میں اس کے علم و فضل کے چرچے پھیلے، تو راجر دوم نے اُسے صقلیہ آنے کی دعوت دی، اور اوس کے علم و فضل اور خاندانی اعزاز کے مطابق اس کا اعزاز و اکرام کیا، صفدی راجر دوم کے متعلق لکھتا ہے:۔

> "وہ فلسفیوں سے محبت رکھتا تھا، اور اوسی نے شریف ادریسی کو طلب کیا، اور جب وہ اوس کی خدمت میں پہنچا، تو نہایت عزت کے ساتھ اس کی مہمانداری اور تعظیم و توقیر کی[۱]"

دنیا کا نقرئی کرہ | راجر نے ادریسی کے علم و ہنر سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور پہلے اس سے ایک ایسا کرہ تیار کرنے کے لئے کہا جس سے زمین کی ہیئت و صورت کا صحیح اندازہ ہو سکے، اس

---

[۱] الوافی بالوفیات صفدی جلد ۱ ص ۱۶۳، ۱۸۳ھ درامار ی ص ۶۵۸،

اس کے لیے راجر نے ۴ لاکھ درہم کے وزن کی ایک نقرئی اینٹ اس کے حوالہ کر دی،

ادریسی نے چاندی کو پگھلا کر قدیم اصول ہیئت کے مطابق آسمان کی شکل کے لیے چند دائرے بنائے، اور انھیں طبق در طبق پیوست کر کے کرہ کی شکل میں تیار کرایا، جو گویا مختلف طبق افلاک تھے، پھر زمین کے لیے ایک دوسرا مدور کرہ تیار کیا گیا، اس کے بعد آسمان کے دوائر میں مختلف افلاک ستارے اور سیارے دکھائے گئے، اور زمین کے عظیم الشان سانچہ پر دنیا کے تمام شہروں پہاڑوں سمندروں دریاؤں وادیوں اور ان کے نشیب و فراز کی تصویر اتاری گئی، اسکے بنانے والے صقلی ادریسی کے دست راست تھے، اسکا قطر تقریباً چھ فٹ اور وزن تقریباً ساڑھے پانچ من تھا،

کرہ بنانے کا صلہ، جب یہ عظیم الشان کرہ تیاری کے بعد راجر کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو وہ ادریسی کی صناعانہ کمال دیکھکر محو حیرت ہو گیا، اور اس نے دل کھول کر اس کا صلہ دیا، چنانچہ اس کرہ کے بنانے کے بعد ایک تہائی سے زیادہ مقدار میں جو چاندی بچ گئی تھی، اور جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ درہم کے وزن کے برابر تھی، وہ بخش دی، اس کے بعد اس نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ درہم عطا کیا، پھر ان ہی دنوں برشلونہ سے انواع و اقسام کے رومی مصنوعات سے لدی ہوئی کشتی راجر کی خدمت میں آئی، جس کو حاکم برشلونہ نے نذر بھیجی، اور اس نے وہ کشتی مع تمام سامانوں کے ادریسی کے حوالہ کر دی،

صقلیہ میں مستقل توطن، اس کے بعد ادریسی نے وطن کی واپسی کا قصد کیا، لیکن راجر نے اسے معقول بہانوں سے صقلیہ میں مستقل قیام کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اس سے کہا کہ تم خاندان خلافت کے رکن ہو، اگر مسلمانوں کے درمیان رہے، تو معلوم نہیں کس وقت کس قسم کے سیاسی حالات میں گھر جاؤ اور تمھیں قتل و خونریزی کا سامنا کرنا پڑے، اس لیے تمھیں وطن میں سکون میسر نہ آئیگا، مناسب یہ ہے کہ فراغ بالی سے میری معیت میں زندگی بسر کرو، میں تمھاری ہر قسم کی حفاظت کرنے اور آرام

۵ نزہۃ المشتاق ص ۵، ۵ اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۵۰۰،

آسایش پہنچانے کا ذمہ دار ہوں" ادریسی کے دل میں یہ بات اتر گئی، اور اس نے یہاں مستقل توطن اختیار کر لیا،

شاہانہ طرز زندگی، اس کے بعد راجر نے اس کے مستقل بود و باش کا انتظام کیا، چنانچہ اس کے قیام کے لئے ایک آراستہ محل منتخب کیا، اور بیش قرار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا، کہ وہ شاہزادگی کے لوازم قائم رکھکر زندگی گذار سکے، اور اس کے لئے مختلف قسم کے شاہانہ اعزاز و مراتب قائم کئے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے دربار میں اس سے ملنے کے لئے جاتا، تو وہ خود شاہی تخت سے اتر کر اس کا استقبال کرتا، اور اپنے ساتھ لاکر اعزاز سے اپنے پہلو میں بٹھاتا،

علمی سفر، اس کے بعد راجر نے ادریسی سے اس ارضی کرہ کی تشریح کے لئے ایک ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی، جس کے سارے بیانات چشمدید حالات پر مبنی ہوں، چنانچہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے صاحب علم جغرافیہ دانوں اور باکمال مصوروں کی ایک جماعت ساتھ لیکر سیاحت کے لئے روانہ ہوا، اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی خاک چھان ماری، وہ جن جن مقامات سے گذرا، ان کے نام اپنے خریطے میں ثبت کرتا گیا اور اہم عمارات، مناظر اور اشیاء کی تصویریں اتروا تا گیا، یہاں تک کہ یہ علمی سفر کامل پندرہ برس میں ختم کر کے صقلیہ واپس آیا،[۱۵]

نزہتہ المشتاق، پھر واپسی کے بعد انہی معلومات کی بنیاد پر اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق لکھکر راجر کے نام معنون کر کے اس کے سامنے پیش کی،[۱۶] اور یہ ادریسی کا ایسا اہم علمی کارنامہ انجام پایا جو علم جغرافیہ میں ہمیشہ کے لئے یادگار باقی رہ گیا،

ذیل میں نزہتہ المشتاق کے دیباچہ کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ہے اس سے کتاب کی

---

[۱۵] کتاب الوافی بالوفیات صفدی، درالماری ص ۱۹۵، ۵ و خریدۃ القصر درالماری ص۱۲، [۱۶] نزہتہ المشتاق

تالیف اور اس کے مباحث کا اندازہ ہوگا لکھا ہے :-

شاہ راجر المعتز باللہ المقتدر، بقدرتہ شاہ صقلیہ و ایطالیہ وانکردہ وقلوریہ... (راجر کے مفصل القاب ومحامد) کی حکومت کو جب وسعت حاصل ہوئی تو اس نے اپنے ممالک کی کیفیت ان کے اشکال وحدود اور خشکی وتری کے مقامات کو معلوم کرنا چاہا، اس غرض سے اوس نے وہ کتابیں منگوائیں، جو جغرافیہ اور اقلیم پر لکھی گئی تھیں ......

(یہاں ان کتابوں کے نام گنائے ہیں، جو اس وقت تک علم جغرافیہ میں لکھی گئی تھیں،) لیکن ان میں اسکو یہ حالات تشریح وتفصیل کے ساتھ نہیں ملے، اس لئے اوس نے اس فن کے علماء کو طلب کیا، اور ان سے بحث کی لیکن جو کچھ کتابوں میں تھا، اس سے زیادہ علم ان کے پاس بھی نہ تھا، اب اوس نے تمام ملکوں کے علماء کو بلوایا، ان سے سوالات کئے، اور بحثیں کین، اور جس چیز پر ان سب نے اتفاق کیا، اور وہ اسکو صحیح معلوم ہوئے، اس کو قائم رکھا، اور جس چیز میں ان علماء نے اختلاف کیا، اوس کو ۱۵ سال تک زیر غور رکھا، جب ہر چیز پوری ہوگئی، تو یہ حکم دیا، کہ اوس کے لئے خالص چاندی کا ایک بڑا کرہ ڈھالا جائے، جس کا وزن چار سو رطل رومی ہو، اور اوس کے ہر رطل میں ۱۱۲ درہم ہون، پھر کاریگرون کو حکم دیا کہ اوس پر ہفت اقلیم کی شکل مع اون کے ملکوں، ان کے طولوں، قطروں، راستوں، کھیتوں، خلیجوں، سمندروں، نالوں، بڑے بڑے دریاؤں، بنجر اور آباد زمینوں کے بنائیں، اور ہر شہر کے درمیان جو مسافتیں میل اور مشہور بندرگاہیں ہوں، ان کو بھی نہ چھوڑیں، پھر حکم دیا، کہ ان اشکال وصور کے مطابق ایک کتاب تالیف کریں، جس کو اس دائرہ پر یہ مزیت حاصل ہو کہ اس میں ملکوں اور زمینوں کی پیدایش وتکوین اونکے

Marfat.com

مقامات، سمندرون، پہاڑوں، مسافتوں، اون کے پیشے، ان کے بیانات کے اقسام اوران حرفتون کا جو وہان لوگون مین رائج ہین ... [illegible] صنعتوں کا جو وہان خوبی کے ساتھ بنائی جاتی ہین، اوراون تجارتی سامانون کا جو وہان سے بھیجے جاتے ہیں، اوران عجائب کا جو وہان قابل ذکر ہیں، ذکر ہو، اسی کے ساتھ ان کے باشندوں، اون کے [illegible] طریقہ اون کے مذاہب، وضع و لباس اور [illegible] زبان کا بھی ذکر ہو [illegible] کا نام نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق رکھا جائے

یہ واقعہ دسمبر مطابق شوال ۵۴۸ھ کے پہلے عشرہ میں ہوا، میں نے ان احکام کی تعمیل کی اور نقشہ بنایا اور زمین کی صورت سے جس کا نام جغرافیہ [illegible] آگاہ کیا[1]

نزہۃ المشتاق ادریسی کے متعلق مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"ادریسی نے اپنی قابل قدر کتاب راجر ثانی کے زمانہ میں لکھی تھی ... یہ کتاب مصنف کے روشن دماغ مصنف کے تجربات مصنف کی محنت اور مصنف کی تنقید کی غیر فانی [illegible] کچھ لکھا اوس میں سے زیادہ حصہ خود دیکھکر اور جانچ کر لکھا [illegible] یہ امر کافی ضمانت ہے، کہ مصنف سائنس کا بہت بڑا ماہر تھا، اس کتاب نے اس بادشاہ کے نام کو بھی روشن کر دیا، جس کی درخواست پر یہ کتاب لکھنی شروع ہوئی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی .... قرون متوسط کے جغرافیہ دان ہزار شہرت پائے ہوں مگر کسی کا چراغ ادریسی کی شہرت کے آفتاب کے سامنے نہ جل سکا ... وضاحت بیان، صحت تفصیلات اور تنقیح و تحقیق سامنے کیا اس کتاب کو قرون وسطی کی تصانیف میں درجۂ اولیت حاصل ہے ..... ادریسی کی تصانیف نے دنیا ئے سائنس میں ایک جدید دور کی بنیاد ڈالی"[2]

---

[1] نزہۃ المشتاق ص ۳، [2] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۰۱ و ۱۰۲، او جلد ۳ ص ۵۰۸

Marfat.com

نزہۃ المشتاق سے استفادہ، نزہۃ المشتاق جغرافیہ کی ان کتابوں میں ہے، جو اس کے بعد کی تمام جغرافی کتابوں کا ماخذ بنی، ادریسی کے بعد کے مشہور مسلمان جغرافیہ نویس مثلاً ابن سعید صاحب کتاب المغرب، مقدسی صاحب احسن التقاسیم ابن فضل اللہ عمری صاحب کتاب المسالک و الممالک، اور ابو الفداء صاحب تقویم البلدان وغیرہ نے اپنی کتابوں کی تالیف میں اوس سے فائدہ اوٹھایا۔[1]

نزہۃ [illegible] سے [illegible] نزہۃ المشتاق یورپ کے مشہور جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں مختصر ارمنی [illegible] سے کا ماخذ مدت ہائے دراز تک رہی ہے، بلکہ اگر کہا جائے کہ یورپ نے جغرافیہ کا علم نزہۃ المشتاق ہی سے سیکھا، تو یہ کہنا بڑی حد تک صحیح ہوگا، اہل یورپ اس سے اس زمانہ سے فائدہ [illegible] جب [illegible] لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہ تھا، اس کا اندازہ اسی زمانہ کے ایک ارمنی عیسائی اہل علم کی تصنیف سے ہوگا، اس کے دوستوں نے علم جغرافیہ میں ایک مختصر کتاب لکھنے کی خواہش کی، تو اوس نے نزہۃ المشتاق ہی کا اختصار کرکے اپنی کتاب تیار کی، اور اوس کا نام "کتاب الجغرافیہ الکلیہ" رکھا، یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس کتاب کا دیباچہ گریفینی نے یادگاری مضامین میں شائع کیا ہے، کتاب کا سرنامہ یہ ہے:-

كتاب الجغرافية الكلية اى صورة	کتاب جغرافیہ کلیہ یعنی زمین اور اس
الارض وما فيها قد التقطها من كتاب	کے موجودات کی شکل و صورت فقیر
نزهة المشتاق الفقير سكرديج الحكيم	کردیج حکیم ارمنی نے اسے نزہۃ المشتاق
الارمني.	سے چن کر تیار کیا۔

اس کے بعد دیباچہ کا آغاز ان الفاظ میں دیکھئے:-

۱۔ ان [illegible] کے دیباچوں اور [illegible] میں مختلف مقامات پر ادریسی کے حوالے اور نزہۃ المشتاق [illegible]

بسم الاب والابن والروح القدس الالہ الواحد امین الحمد للہ الہم العلام الذی ابدع السموات والارض فی احسن نظام[۵۱]

علم جغرافیہ کی تاریخ میں ادریسی کا امتیاز

دنیا کے علم جغرافیہ کی تاریخ میں ادریسی کا جو امتیاز ہے، اسے مصر کے مشہور عیسائی اہل قلم ڈاکٹر صروف صاحب المقتطف کی زبان سے سنئے، اس میں ادریسی کا صحیح مقام دکھایا گیا ہے:-

"ادریسی کا امتیاز یہ ہے وہ جغرافیۂ اسلام اور جغرافیۂ یورپ کے درمیان نقطۂ اتصال کی حیثیت رکھتا ہے، اسکی کتاب پہلی مرتبہ لاطینی زبان میں سنہ ۱۶۹۴ء میں ترجمہ کی گئی، جسے دو اہل علم جبرئیل صیہونی متوفی سنہ ۱۶۴۸ء اور یوحنا حصرونی نے ترجمہ کیا تھا، یہ فن جغرافیہ کی پہلی کتاب تھی، جو اہل یورپ میں متداول ہوئی[۵۲]"

اسی طرح مشہور عیسائی مورخ سلیمان بستانی لکھتا ہے:-

"ادریسی پرتگالیوں کے جغرافی اکتشافات سے پہلے پندرہویں صدی کے قبل تک یورپ کے جغرافیہ نویسوں کا واحد ماخذ تھا[۵۳]"

نزہۃ المشتاق کے یورپی ترجمے

یورپی زبانوں میں نزہۃ المشتاق کا پہلا ترجمہ وہی لاطینی زبان میں سنہ ۱۶۹۴ء میں کیا گیا جس کا تذکرہ اوپر گذرا، اس کے بعد جوبر نے سنہ ۱۸۳۶ء میں فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا جو سنہ ۱۸۴۰ء میں شائع ہوا، اس کے بعد مختلف ملکوں اسپین، اٹلی، سسلی، مغرب، سوڈان، مصر، شام اور فلسطین سے متعلق اس کے مختلف حصوں کے ترجمے مختلف یورپی زبانوں، اسپینی، اطالوی، اور فرانسیسی میں شائع ہوئے، جن کا تذکرہ ...[۵۴]

---

[۵۱] مقدمہ گرنیفی جلد ا ص ۵۰۴، [۵۲] مقالہ جغرافیو الاسلام در الرواد مجموعہ مضامین المقتطف ... [۵۳] دائرۃ المعارف جلد ۲ ص ۴۷۶، [۵۴] آداب اللغۃ العربیہ جلد ۳ ص ۷۰، والرواد ص ۴۰

نزہتہ المشتاق کے نقشے، ادریسی نے مختلف قسم کے ۶۹ نقشے بھی اپنی کتاب میں منسلک کئے تھے جوانہی نقرئی دوائر اور اوس کے علمی سفر سے ماخوذ تھے۔ ان نقشوں سے بھی اہل یورپ نے پورا فائدہ اوٹھایا، اور وہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان لکھتا ہے:۔

"ادریسی کا جغرافیہ اہل یورپ کے لئے کئی صدیوں تک ممالک خصوصاً مشرق کے جغرافی حالات کے لئے مدار بنا رہا، ان لوگوں نے اس کے نقشے اپنی زبانوں میں ترجمہ کئے، اس کے ایک نقشہ سے جو فرانس کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے یہ پتہ چلتا ہے، کہ دریائے نیل کے منبع کا جو سُراغ پچھلی صدی میں اہل یورپ نے لگایا ہے ادریسی صدیوں پہلے اس سے واقف تھا اس نقشہ میں اوس نے نیل کا صحیح دہانہ دکھایا ہے[۱]"

اسی طرح مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:۔

"تین سو برس کامل تمام جغرافیہ دان ادریسی ہی کے نقشوں کو بلا تغیر و تبدل کے نقل کرتے رہے جن جھیلوں سے مل کر دریائے نیل بنا ہے، ان کی جائے وقوع جو ادریسی نے بتائی ہے، وہ بیکر اور اسٹانلی کے ثابت کردہ مقامات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، حالانکہ ان دونوں مصنفین کے درمیان سات صدیاں ہیں[۲]"

نزہتہ المشتاق کے نسخے اس وقت تک نزہتہ المشتاق کا کوئی مکمل نسخہ شائع نہیں ہوا ہے اس کے متعدد نسخے یورپ کے مختلف کتب خانوں، پیرس، آکسفورڈ، روم اور قسطنطنیہ وغیرہ میں محفوظ ہیں۔ اس کے شائع شدہ حصص میں اولاً ۱۵۹۲ء میں اس کا ایک عربی اختصار

[۱] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، جلد ۳ ص ۵۸۔ [۲] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۰۸۔

Marfat.com

روم سے نکلا یہ مختصر نزہتہ المشتاق کے مذکورۂ بالا لاطینی زبان کے سابق الذکر مترجمون جبریل سیونیٹا

(GABRIEL SIONITA) اور جانس ہسرونیٹا (JOONNES HESRONITA)

نے تیار کیا تھا، اس اصل کی اشاعت کے بعد ان کا لاطینی ترجمہ ۱۶۱۹ء میں شائع ہوا جو سی بولڈ کے

بیان کے مطابق اغلاط سے لبریز ہے، پھر مختلف مستشرقین کے اہتمام میں اس کے مختلف حصے مختلف

وقتوں میں شائع ہوئے، جو حسب ذیل ہیں،

۱۔ اندلس سے متعلق اس کا ترجمہ کوندی نے کیا تھا، جسے اوس نے شرح اصل کے میڈرڈ سے

۱۷۹۹ء میں چھاپا،

۲۔ شام و فلسطین سے متعلق اس کا حصہ ۱۸۲۸ء میں روزن ملر نے لائی بازخ سے شائع کیا،

۳۔ مغرب، سوڈان، مصر اور اندلس کے حصہ کو ڈوزی نے ۱۸۶۶ء میں بطبع بریل لیڈن

سے چھاپا، اس حصہ کا فرانسیسی ترجمہ بھی کتاب میں منسلک ہے،

۴۔ ایطالیہ و صقلیہ سے متعلق حصہ ۱۸۸۰ء میں ایطالوی ترجمہ کے ساتھ اماری نے روم

سے شائع کیا، اسی حصہ سے ان اوراق کی ترتیب میں مدد لیگئی ہے،

۵۔ اسی طرح جغرافیہ کے ان مختلف مجموعوں میں جو کسی ملک یا قوم پر مختلف مستشرقین

نے تیار کئے ہیں، ان میں نزہتہ المشتاق کے اقتباسات بھی شائع کئے ہیں، مثلاً اخبار الامم المجوس

من الارمان ورنک والروس کے نام سے ایک مجموعۂ اقتباسات الکزنڈر سانی یل نے ۱۸۹۳ء

میں شائع کیا ہے، اس میں نزہتہ المشتاق کے اقتباس اور اس کے بعض نقشے چھاپے گئے ہیں،

مذکورۂ بالا حصوں میں سے چند میری نظر سے گذرے ہین،

ادریسی ولیم دوم کے عہد میں،	شریف ادریسی راجر دوم کی وفات کے بعد بھی مقیم رہا، ولیم اول
(۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء - ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ء)	نے بھی اسکی قدر کی، اور اسکے نام پر بھی جغرافیہ میں ایک کتاب لکھی،

Marfat.com

روض الانس | ادریسی کی یہ دوسری کتاب روض الانس ونزہۃ النفس یا کتاب الممالک والمسالک ہے، جو اصفہانی کے بیان کے مطابق نزہۃ المشتاق سے زیادہ ضخیم تھی[۱]، ابوالفداء کے ماخذوں میں یہ بھی رہی ہے اور اس نے اسے کتاب الممالک کے نام سے موسوم کیا ہے[۲] چند سال پہلے تک اس کے وجود کا پتہ نہیں چلا تھا، ڈاکٹر صروت نے پیرس کے کتب خانہ میں موجود ہونے کا شبہہ ظاہر کیا ہے[۳] مگر کتب خانہ پیرس کی فہرست میں اس کا ذکر موجود نہیں، البتہ کچھ دن گذرے اس کے ایک مختصر حصہ کا پتہ جے ہرووٹز (J. HOROVITZ) نے قسطنطنیہ کے ایک کتب خانہ کے مخطوطات پر نظر ڈالتے ہوئے چلایا ہے، یہ حصہ حکیم اوغلو پاشا کے کتبخانہ قسطنطنیہ میں موجود ہے، سی بولڈ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس کا تذکرہ کیا ہے[۴]

سالِ وفات | شریف ادریسی کا سالِ وفات قدیم ماخذوں میں دستیاب نہیں ہوا، البتہ کتب خانہ خدیویہ مصر کے فہرست نگار نے نزہۃ المشتاق کے ذکر میں ادریسی کا سالِ وفات ۵۶۰ھ ۱۱۶۶ء لکھا ہے[۵] اور سی بولڈ نے یہ روایت قبول کر لی ہے[۶]

مدفن | قدیم ماخذوں میں سالِ وفات کا تذکرہ نہ ملنے سے اس کے مدفن کا پتہ بھی نہ چل سکا، اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید سسلی کی سرزمین ہی میں یہ آفتابِ کمال غروب ہوا ہو، بہرحال ولیم کے عہد ۵۴۸ھ سے ۵۶۱ھ کے اثنا میں یقینی طور پر وہ صقلیہ میں موجود تھا، اگر اس کے بعد اس نے صقلیہ سے ہجرت کی ہوتی اور کسی اسلامی ملک میں اس نے قیام کیا ہوتا، تو یہ ممکن نہ تھا کہ اس کی علمی شہرت اس کی موت کو چھپائے رکھتی، اور وہاں کے اہلِ علم کی روایتیں کتبِ تراجم میں درج نہ ہوتیں، اس لئے تعجب نہیں کہ اس نے ۵۶۰ھ ہی میں صقلیہ میں وفات

۱؎ خریدۃ القصر دراوری ص ۱۱۰ ۲؎ تقویم البلدان ابو الفداء ۳؎ الرواد ص ۲۰۴ ۴؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ترجمہ ادریسی ۵؎ فہرست کتبخانہ خدیویہ جلد ۵ ص ۱۶۶ ۶؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ترجمہ ادریسی

پائی ہو اور وہیں سپرد خاک کیا گیا ہو اور اسلامی ملکوں میں اس کا سال وفات اور مدفن شہرت نہ پا سکا ہو،

علم ہیئت و ریاضیات،

علم ہیئت عربوں کا محبوب فن رہا ہے، جہاں [illegible] میں بلرم اور مسینا میں رصد گاہیں قائم تھیں، اور ہیئت کے تجربے [illegible] علم محض کرون کے دائروں تک محدود نہ تھا، وہ اس سے [illegible] امور [illegible] تھے، نماز کے اوقات کی اس سے تعیین کرتے مسجدوں کے [illegible] یہاں تک کہ عوام میں ہیئت و نجوم سے ایسی دلچسپی بڑھی [illegible] لوگ ستاروں کی چال سے تقدیر کا نوشتہ معلوم کرتے [illegible] صقلیہ کے علم ہیئت پر دلچسپ انداز بیان میں لکھتے ہیں:

"جداول [illegible] ایجاد ہوئے تھے، عربی ہیئت دان مساجد بلرم کے [illegible] کسوف و خسوف کے اوقات فضائے آسمان میں ستاروں کی تقدیم [illegible] کے مقابلہ میں انکے مقامات کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اور اسی طرح مسلمان اپنی مقدس عبادتگاہوں کے میناروں تک کو سائنٹفک تحقیقات کے کاموں میں لاتے تھے [illegible] تھا جب یورپ کے کلیساؤں سے ایسے اصول و احکام اختراع ہوتے تھے جنکے مطابق وہ لوگ پادریوں کے بے انتہا مورد عتاب بنتے تھے......"

اسی طرح ریاضیات میں انکی ترقیوں کا تذکرہ کرتے ہیں:-

"ریاضیات میں صقلیہ کے عربوں نے وہ کمال حاصل کیا کہ سب سے اسکندریہ کے فلسفیوں

مذہب قائم ہوا ہے، اس وقت سے لیکر ان کے زمانہ تک کی کوئی قوم ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکی، سچ یون ہے کہ انھوں نے کتب خانہ اسکندریہ کے علوم کے بڑے حصے کو جو نسلہائے مابعد کو ورانۃً پہنچے، خود حاصل کیا، اور اسکو جذب کر کے بیٹھ رہے، صقلیہ کے عربی ہندسون نے تجربۂ ہندسے پانی کے آلات کو ترقی دی، آلاتِ جنگ کو بنایا، اور ان کو زیادہ قوت دی، علوم ہیئت کو ترقی دی جن سے محققین کو بحری سفر میں آسانیاں ہوگئین، اور اسکے علاوہ اور ہزارون اختراعین اور ایجادین ایسی کردین جن سے کاروبار زندگی میں آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہوگئین[۱]؛

ریاضیات کے عملی نتائج میں مختلف صنعتی و حرفتی کامون کے لئے آلات اور مشینوں کا بنانا بھی داخل ہے،

مسلمانانِ صقلیہ علم الآلات کی ترقیون میں اپنے عہد کے باکمالون میں شمار کئے گئے، انھون نے اپنی ذہنی و عملی کوششوں سے بعض قابل قدر چیزین ایجاد کین، اور اون سے اپنے نظام معاشرت میں مدد لی،

پانی کے آلات اور کارخانے | پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے اور بلندی پر چڑھانے کے طریقون کو بڑی خوبی سے استعمال کیا، اور اس کے لئے نئے نئے آلات تیار کئے، یہان جس کثرت سے دریا اور چشمے تھے، اوسی کثرت سے انھون نے پانی کے لئے کارخانے قائم کئے، اور ہر جگہ بڑی تعداد سے پنچکیان نصب کیں، چنانچہ ادریسی اکثر دریاؤن نہرون اور چشموں کے متعلق لکھتا ہے:-

اور اس میں بکثرت پنچکیان ہین،

بلکہ بعض چشمے جو کبھی کبھی کسی خاص موسم میں بہتے تھے، اس میں بھی پنچکیان قائم کی گئین،

[۱] سیار الاندلس جلد ۲ ص ۱۰۷، ۵۰،

جس زمانہ میں اس میں پانی آتا، وہ اپنی پنچکیوں کے ذریعہ سے اس کا پانی قریب کی وادیوں میں بھر لیتے تھے، چنانچہ ادریسی لکھتا ہے :-

"یہاں ایک نہر ہے، جس کا عجیب و غریب حال ہے، وہ کسی کسی سال میں بہتی ہے، اور جب بہتی ہے، تو دریا بنا دیتی ہے، اس وقت اس میں پنچکیاں قائم کر دی جاتی ہیں، اور ان سے وادیوں کو بھر لیا جاتا ہے۔"[۱]

عین الاوقات صقلیہ میں مسلمانوں نے پانی کی مدد سے ایک آبی گھڑی (CLEPSYDRA) تیار کی تھی، جو ایک چشمہ میں لگی ہوئی تھی، اور شہر کے مسلمانوں کو نماز کے اوقات سے مطلع کرتی تھی، وہ جس چشمہ میں تھی، اسے عین الاوقات کہتے تھے، ادریسی اور ابن فضل اللہ عمری نے اس کا تذکرہ کیا ہے، ادریسی کہتا ہے :-

"یہاں ایک چشمہ ہے، جسے عین الاوقات کہا جاتا ہے، اس کی عجیب بات یہ ہے کہ یہ نماز کے وقت جاری ہوتا ہے، اور دوسرے وقتوں میں خشک رہتا ہے۔"[۲]

صقلیہ کی بنی ہوئی آبی گھڑی آج تک موجود ہے، جو راجر دوم کے عہد میں تیار ہوئی تھی اور اس پر اس کا نام کندہ ہے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ وقت کا اندازہ لگانے اور ناپنے کے آلات میں بھی انھوں (مسلمانانِ صقلیہ) نے اختراعیں کی تھیں، اور اس خصوصیت میں سب سے آگے بڑھ گئے تھے، ایک پن گھڑی راجر ثانی کی یادگار باقی رہ گئی ہے، اس پر اس کا نام کندہ ہے، اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صنعت اور صحیح وقت بتانے میں وہ اس گھڑی کے برابر تھی، جو ہارون رشید نے

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۲۴، ۲۵، ۲۶ وغیرہ، [۲] نزہۃ المشتاق ادریسی ... مسالک الابصار ابن فضل اللہ عمری درامارى۔

شارلمین کو تحفۃً بھیجی تھی، اس میں کسی اندرونی طاقت کی حرکت سے خود بخود گھنٹے بجتے تھے، ترکیب یہ تھی کہ جتنے گھنٹے بجانے ہوتے تھے، اتنی ہی گولیاں ایک برتن میں تھوڑے وقفہ کے بعد گرتی تھیں، اور اس سے آواز نکلتی تھی، اگر اس گھڑی کو زمانہ حال کی گھڑیوں کا مورث اعلیٰ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔[1]

علم ہیئت کے آلات۔ ادریسی نے راجر کے لئے جو کرہ بنایا تھا، وہ بھی یہاں لائق ذکر ہے، نیز صقلیہ کے بنے ہوئے چند اصطرلاب آجتک یورپ کے عجائب خانہ میں موجود ہیں،

فن تعمیر کے آلات۔ فن تعمیر کے آلات بھی صقلیہ میں تیار کئے جاتے تھے، اور انہی کی مدد سے بہترین طرز تعمیر کی عمارتیں تیار ہوتی تھیں جنکا تذکرہ اس سے پہلے گذر چکا ہے،

فن پارچہ بافی کے آلات۔ فن پارچہ بافی کے تمام آلات بھی صقلیہ ہی میں تیار کئے جاتے تھے۔

فن جنگ کے آلات فن جنگ کے آلات کا تذکرہ بھی پہلے گذر چکا ہے، یہ سب بھی یہیں بنائے جاتے تھے،

ہیئت دان اور ریاضی دان صقلیہ کے ہیئت، نجوم اور ریاضی دانوں کے چند نام معلوم ہوتے ہیں وہ ابو حفص عمر بن حسن بن قوفی کاتب صقلی منجم، ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ صقلی منجم، احمد بن مفرج صقلی مہندس، ابو محمد عبد الکریم صقلی منجم، ابو محمد عبد الغنی بن محمد سرقوسی ہیں، اور اسی طرح وہ مہندسین بھی اس زمرہ میں داخل ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلے گذر چکا، مورخین نے ان میں سے بعض کے علوم عقلیہ میں ماہر ہونے کی ستائش کی ہے، مثلاً ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ کے متعلق قفطی لکھتا ہے:

"اصحاب علم میں تھے، علم ہندسہ و نجوم میں ماہر تھا، اور ان علوم میں لکھا، اس پر اعتماد کرتے تھے،"

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶۲،

Marfat.com

احمد بن مفرج مصر کے رصدخانہ کے بنانے والوں میں سے تھا، اس کے متعلق ابن میسر لکھتا ہے:۔

"وہ فاضل، ہوشمند، اور مختلف فنون میں دستگاہ رکھتا تھا"

عبد المعطی کے متعلق ابن القطاع کا بیان ہے:۔

"وہ ریاضیات میں ماہر تھا"[1]

فن کیمیا سازی (کیمسٹری)

اس زمانہ میں معمولی دھاتوں میں تغیر وتبدل اور آمیزش کرکے اسے سونے اور چاندی میں منتقل کرنے کا امکان تصور کیا جاتا تھا، اس کیمیاگری کا شوق صقلیہ کے بے فکروں میں بھی موجود تھا، ابن مؤدب شاعر کے متعلق اس سے پہلے گذر چکا ہے، کہ اسے بھی کیمیاگری کا خبط تھا، اور جب وہ جرم کی پاداش کے خوف سے روپوش ہوا، تو چند اپنے ہی ہم مشرب دوستوں کے یہاں پناہ لی، جو مخفی مکانوں میں بیٹھے، دھاتوں کو الٹ پھیر کرکے کیمیاگری کی دھن میں لگے رہتے تھے[2]

لیکن اسکے ماسوا مسلمانوں کی توجہ کیمیاسازی پر بھی مبذول تھی، اس موضوع پر ان کی دو کتابوں کا پتہ چلا ہے،

کتاب سر الکیمیا۔ یہ ابن بشرون صقلی کی ہے، اس کا نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے،

کتاب عمل الاصباغ والمداد والحبر۔ یہ کسی نامعلوم صقلی مصنف کی ہے، اس کا بھی ایک نسخہ ٹیونس میں محفوظ ہے، اس میں رنگسازی اور روشنائی بنانے کے طریقے درج ہیں، اماری نے کچھ اقتباس شائع کیا ہے جس میں فصول کی ترتیب کے بعد روشنائی کی مختلف قسمیں اور ان کے

---

[1] اخبار العلماء باخبار الحکماء ص ۹۰، خریدۃ القصر و اماری ص ۵۹۶، اخبار مصر ابن میسر جلد ۲ ص ۴۵۶، یادگاری مضامین جلد اص ۲۵، [2] ابن خلکان ترجمہ یحیٰی بن اکثم،

مختلف نسخے اور بنانے کی مختلف ترکیبیں بیان کی گئی ہیں،

فلسفہ ومنطق کا ذوق صقلیہ کے مسلمانوں کو عہد اسلامی کے اخیر میں پیدا ہوا، اور فلسفہ وطبعیات کی کتابیں علماء کے زیر مطالعہ آئیں، اور پھر پلرم وسینا کی درسگاہوں میں یہ کتابیں داخل کی گئیں اور طلبۂ فلسفہ کو سبقاً سبقاً پڑھنے لگے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"سلاطین مشرقیین کے زمانہ میں علمائے قدیم کی فلسفہ وطبیعات کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا، اسپانیا ان قرون وسطیٰ نے ارسطو کے اصول کی طرف قابل ذکر میلان دکھایا تھا، صقلیہ میں بھی یہ تصنیفات علماء کے زیر مطالعہ رہتی تھیں، اور ان سے ان کو بڑا شغف تھا..... علوم کے وہ عجیب وغریب خزانے جو اسکندریہ کے مذہب کے فلسفوں نے جمع کئے تھے، مصر کے یونانی الاصل بادشاہوں کے الطاف خسروی سے صقلیہ میں بھی پہنچ گئے تھے، یہاں کے کتبخانے اون سے مالامال تھے، اور علمائے صقلیہ کے دماغوں کو منور کر چکے تھے، ہیرو، ایراتاس، تھی نیس، اقلیدس، اور بطلیموس کی کتابیں ان طالب علموں میں متداول تھیں جو پلرموا سینا کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے تھے،....."[۵]

لیکن درحقیقت صقلیہ میں ان علوم کا رواج اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عیسوی عہد میں مسلمان اہل علم کے ہاتھوں ہوا، ورنہ صقلیہ کے عہد اسلامی میں ان فنون کے ماہرین میں بجز ایک دو ناموں سعید بن فتحون قرطبی اور ابو محمد عبد المعطی بن محمد سرقوسی کے دوسروں کے نام معلوم نہ ہو سکے،

سعید بن فتحون القرطبی، سعید بن فتحون القرطبی کے صقلیہ میں توطن پذیر ہونے کا تذکرہ گذر چکا ہے اندلس سے اس کی ہجرت کا سبب اس کے بعض فلسفیانہ میلان ہی تھے، المنصور بن ابی عامر

[۵] مقالۂ کریفینی دریادگاری جلد اص ۴۴۵ [۵۲] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳۰

(۳۲۶ھ تا ۳۹۷ھ) نے اسی جرم میں قید و بند میں ڈالا، اور رہائی پا کر اس نے صقلیہ کو اپنا مامن بنایا اور یہاں اپنے مشاغل میں مصروف رہا[۱]۔

تصنیفات | فلسفہ میں اسکی دو کتابیں معلوم ہیں، ایک شجرۃ الحکمۃ ہے جس میں علوم فلسفہ کے مبادی و مقدمات بیان کئے ہیں، اور دوسرا رسالہ تعدیل علوم پر ہے جس میں جوہر و عرض کے انقسام کے بعد علوم کے بتدریج وجود پذیر ہونے تک بحث کی ہے[۲]۔

ابو محمد عبد المعطی بن محمد السرقوسی | ابو محمد عبد المعطی بن محمد سرقوسی کا تذکرہ بھی اوپر گذر چکا ہے، وہ علم منطق میں دستگاہ رکھتا تھا[۳]۔

نارمن اور جرمن دوروں میں علوم فلسفہ | اگرچہ صقلیہ کے اسلامی دور حکومت میں ان علوم کی ترویج کا کچھ زیادہ نشان نہیں ملتا لیکن یہاں کے نارمن اور جرمن دوروں میں مسلمانان صقلیہ ہی یونانی فلسفہ کے علمبردار تھے، اور کلیسا کے پادری اسلام سے منجملہ دیگر مذہبی اختلافات کے مسلمانوں کے اس ذوق فلسفہ کے باعث بھی بیزار تھے،

کیونکہ مسلمانوں کے اثر سے عیسائیوں کے مختلف طبقوں خصوصاً فرمانروا خاندان میں ان علوم کو مقبولیت حاصل ہوئی، چنانچہ راجر دوم (۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء تا ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء) کو ادریسی ابن فضل اللہ دمشقی اور صفدی نے عقلی اور فلسفیانہ علوم کا دوست اور فلاسفہ اور ماہرین علوم عقلیہ کا قدردان بتایا ہے[۴]،

اسی طرح فریڈریک (۵۹۵ھ ۱۱۹۸ء تا ۶۴۸ھ ۱۲۵۰ء) فرمانروائے صقلیہ عربی زبان اور عربی علوم کا قدردان تھا، اس کے بچپن کے زمانہ میں پوپ اس کی سرپرستی کا نگران اور اس کا اتالیق تھا، اس کے باوجود اسے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم تمام و کمال مسلمان اساتذہ ہی نے دی، البتہ پوپ نے اسکے

---

[۱] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۰۱، [۲] ص ۵ طبقات الامم ص ۳، یادگاری مضامین جلد ا ص ۲۹، [۴] الوافی بالوفیات، نزہۃ المشتاق وغیرہ

اثنائے تعلیم میں ایک پادری کو اس کا نگراں مقرر کر دیا تھا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"فریڈریک ثانی..... کی صحبت ابتدائے عمر سے ایسے لوگوں سے رہی جو اس زمانہ کے تبحر عالم تھے،..... اسے مسلمان معلموں نے ایک پادری کی نگرانی میں تعلیم دی،... شدہ شدہ وہ ہر علم وفن میں ماہر ہوتا گیا، خاص کر ان میں جو اس قابل ذکر قوم کے تھے، جن کی قابلیت ومحنت سے حکمران قوم مرعوب تھی،[1]

اس نے خصوصاً علم منطق وفلسفہ صقلیہ میں مسلمان اہل علم سے سبقاً سبقاً حاصل کئے، یہانتک کہ جب وہ اسلامی ممالک پر چڑھائیوں میں جاتا، تو یہ اہل علم بھی اس کے ساتھ ہوتے، سبط ابن جوزی نے بیت المقدس کا واقعہ لکھا ہے، کہ

"جب ظہر کا وقت آیا، اور موذن نے اذان دی، تو سب کے سب فراش، خدام، اور استاذ اس کے پاس سے اٹھ گئے، یہ استاذ اس کے ساتھ صقلیہ سے آیا تھا، جو اس کو منطق وفلسفہ کا درس دیتا تھا،[2]

فریڈریک نے ان علوم کا اس کثرت سے مطالعہ کیا، کہ رفتہ رفتہ عیسائیت سے برگشتہ ہوکر لامذہب ہوگیا، صاحب جامع التواریخ کا بیان ہے کہ

اس کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ دہری ہے، چنانچہ وہ نصرانیت کا مذاق اڑایا کرتا ہے[3]"

اسلئے فریڈریک نے اگرچہ عالم عیسائیت میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی آواز اٹھا کر اسلامی ممالک پر مسلسل مذہبی حملے کئے، لیکن یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ وہ خود قطعاً لامذہب ہو چکا تھا، اور اسکی یہ تمام حرکتیں تمامتر سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھیں،

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۴۰۳، [2] مرآۃ الزمان ازاماری ص ۲۳۰، [3] جامع التواریخ ازاماری ص ۵۱۵ و ۵۱۶،

Marfat.com

ورنہ درحقیقت اس میں نہ کوئی مذہبی تعصب تھا اور نہ عیسائیت کیلئے وہ فوجکشی کرتا تھا اس
وقت وہ یورپ کی سب سے بڑی طاقت کا مالک تھا، یورپ جہل و جمود کی تاریکیوں میں پڑا
ہوا تھا، وہاں کوئی تحریک اس وقت تک قابل قبول نہ تھی [illegible] کے نام پر
پیش نہ کیجاتی، اسلئے اوس نے محض اپنے ذاتی اثر و اقتدار کے لیے یورپ میں مذہبی جذبات
برانگیختہ کئے اور یورپ کی ٹڈی دل فوج اسلامی ممالک کے خلاف میدان [illegible] آیا اور
اس کو وہ نجی گفتگوؤں میں مسلمانوں سے بیان بھی کر دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ [illegible] کے
سفیر امیر فخر الدین سے دوران گفتگو میں اوس نے کھلے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا[1]
مسٹر امکاٹ بھی اس کی ان تمام حرکتوں کے تذکرہ کے باوجود جو وہ مذہب سے اپنی
عقیدت کے اظہار کے لیے کیا کرتا ہے، یہ لکھتے ہیں:-

"اس کو فلسفہ نے مذہب کی طرف سے بالکل بے پروا کر دیا تھا..... [illegible]
اس نے کلیسا سے تعلق باقی رکھا، ورنہ اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ وہ لا مذہب تھا بلکہ
شاید ملحد ہی ہو تخلیہ میں وہ مذہب کا خوب مذاق اڑایا کرتا تھا"

چنانچہ پاپائے روما نے بھی یہ الزام رکھکر کہ وہ دین اسلام سے خارج ہوکر مسلمانوں کی طرف
مائل ہے، چار مرتبہ اسکے قتل کا فتوی صادر کیا[2]

فریڈریک نے علوم عقلیہ کی مزاولت سے کامل دستگاہ بہم پہنچائی اور اہل علم میں شمار کیا گیا،
مقریزی اور ابو الفداء وغیرہ نے اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے، مقریزی لکھتا ہے
"یہ بادشاہ اہل علم میں ہے، اور علوم ہندسہ، حساب، اور ریاضیات میں تبحر رکھتا ہے"
ابو الفداء نے شیخ جمال الدین کا جو سفیر بنکر فریڈرک کے پاس گئے تھے، یہ بیان نقل کیا ہے

[1] کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک در امار ی ص ۵۲۰ [2] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۹۲ [3] کتاب المغنی مقریزی از امار ی

"یہ شہنشاہ عیسائی بادشاہوں میں صاحب فضل ہے، علوم فلسفہ، منطق، اور طب کو دوست رکھتا ہے، مسلمانوں کی طرف مائل ہے، اس لئے کہ اس کی جائے نشوونما صقلیہ ہے، اور اسکے باشندوں میں غالب تعداد مسلمانوں کی ہے[۱]"

تاریخ بیرس میں ہے:-

"یہ شہنشاہ ممتاز بادشاہ ہے، اہل علم میں ہے، حکمت منطق اور طب کا قدرداں ہے[۲]"

فریڈریک کی علمی دلچسپیوں میں صلیبی لڑائیوں سے اور زیادہ اضافہ ہوا، وہاں سے واپس آکر اس نے صقلیہ میں فلسفۂ عرب اور اسلامی علوم وفنون کی علانیہ حمایت شروع کی، صقلیہ میں کتب خانہ قائم کیا، ارسطو اور بطلیموس وغیرہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں، نیپلز میں ایک درسگاہ قائم کی، اور اس میں مسلمان فضلا، کو جمع کیا، اور اسی طرح سلرنو کی طبی درسگاہ کی بھی سرپرستی قبول کی اور اس میں بھی اسلامی عنصر داخل کیا،

فریڈریک اپنے علمی شکوک وشبہات میں اپنے معصر مسلمان سلاطین الکامل وغیرہ سے استفسار کرتا، چنانچہ ایک مرتبہ علم ریاضی، حکمت اور ہندسہ کے مشکل مسائل قلمبند کرکے اسکے پاس استفسار کے طور پر بھیجے، الکامل کی طرف سے شیخ علم الدین معروف بہ تعاسیف نے تسلی بخش جوابات بھیج دئے، اسی طرح اہل علم مسلمان سفراء سے بھی رجوع کرتا، الکامل کے سفیر امیر فخر الدین اور فریڈریک میں دقیق علمی مباحث زیر بحث رہتے، ایک دوسرے سفیر شیخ جمال الدین متوفی ۶۹۷ھ سے بھی جو ملک الظاہر کے سفیر تھے، اس نے علمی شکوک رفع کئے، انھوں نے علم منطق میں ایک رسالہ اسی کے نام معنون کرکے "انبروریہ (انبرور یعنی امپرر) لکھکر اسے دیدیا تھا[۳]"

---

[۱] ابوالفداء، جلد ۳ ص ۱۴۱ [۲] تاریخ بیرس درامارنی، [۳] کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک درامارک ص ۲۲۵، ابوالفداء جلد ۴ ص ۳۸،

Marfat.com

کتاب مسائل صقلیہ | اسی سلسلہ مین فریڈریک کی ایک اہم یادگار ابن سبعین متوفی ۶۶۹ھ کی کتاب کتاب مسائل صقلیہ یا الفوائد الصقلیات ہے، جو فریڈریک کے چند اہم فلسفیانہ سوالات کے جواب مین ہے،

فریڈریک نے سوالات اسلامی دنیا کے ممتاز اہلِ علم کے پاس روانہ کئے تھے، چنانچہ مشرقی ممالک میں سے مصر، شام، عراق اور یمن سے اوسکے جوابات موصول ہوئے لیکن اسکو تسکین نہ ہوکی پھر افریقہ کی طرف اس نے رجوع کیا، اس کے بعد اندلس پر نگاہ گئی، اور اس عہد کے موحدی فرمانروا الرشید کے پاس سوالات بھیجے، جس نے ابن خلاص والی سبتہ کے ذریعہ سے ابن سبعین کے پاس بھیجا جو ان دنون علوم عقلیہ کے ماہرین میں سے تھے[1] ابن سبعین نے سوالون کے جوابات لکھے، جو کتاب مسائل صقلیہ کے نام سے موسوم ہوئے، فریڈریک نے سوالوں کے ساتھ جوابون کیلئے معقول معاوضہ بھی بھیجا تھا لیکن ابن سبعین نے معاوضہ قبول کرنے سے انکار کر دیا جو فریڈریک کو واپس کیا گیا اس کتاب کے دو نسخے کتبخانہ بوڈلین اور آکسفورڈ میں ہیں، اماری نے کچھ اقتباسات شائع کئے ہین کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہے :-

"بسم اللہ الخ قال الشیخ... فی جواب مسائل ملک الروم لامبراطور صاحب صقلیہ"[2]

فریڈریک کے سوالات قدامتِ عالم، علم الٰہی اور ماہیتِ روح کے متعلق تھے، اس کا بیان ہے کہ اس رسالہ سے ان مسائل مین اوسکی پوری تشفی ہوگئی، ڈریپر اس کے متعلق لکھتا ہے :-

"فریڈریک ثانی نے.... اپنی کتاب سیلین کوسینس (مسائل صقلیہ) میں ابدیت عالم [illegible] پر بحث کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان مسائل کے متعلق اس کے تمام شکوک ابن سبعین کے جوابات کو رفع ہوگئے"

[1] ابن سبعین کے حالات کے لئے دیکھو، عنوان الدرایہ ص ۱۳۹، نیل الابتہاج ص ۱۸۱ و یادگاری مضامین اماری وغیرہ ص ۵۸۳ [2] اماری کا

[3] معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۱۱،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب وتمدن

پر

ایک اجمالی نظر

ہمانان صقلیہ [illegible] تمدن کے تقریبًا تمام خط وخال آپ کی نگاہوں سے گذر چکے، انھوں نے تمدن کے ہر شعبہ کی داغ بیل ڈالی، اور اوسے ترقی کے کنگرے تک پہنچادیا، ان کی [illegible] تمام [illegible] معیشت [illegible] ہر وسائل [illegible] کرتے خوش باش زندگی گذاری زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، اور تجارت میں ایسے کارنامے انجام دیے، جو دنیا کے تمدن کی تاریخ میں کبھی فراموش نہ ہون گے، اور علوم وفنون کی خدمات بجا لانے میں وہ، وہ نقطۂ اتصال ہیں، جہاں علوم وفنون کے قدیم وجدید دورون کی سرحدیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں، مثلًا کہا جاسکتا ہے کہ اگر سسلی میں اسلامی تہذیب کی تاسیس نہ ہوتی، اور صرف ایک یورپین فرمانروا فریڈریک دوم سسلی میں بیٹھکر اسلامی علوم وفنون سے اپنا دماغ روشن نہ کرتا، اور پھر اس کے ہاتھون یورپ میں علوم وفنون کی روشنی نہ پھیلتی، تو یورپ کی موجودہ علمی ترقیان سیکڑون [illegible] فریڈریک [illegible] صرف صقلیہ کے اسلامی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون [illegible] خصوصًا اندلس کے اسلامی علوم وفنون بھی یورپ [illegible] کئے، اور وہ یورپ کے اس دور کا حقیقی بانی ہوا، جسے "نشأۃ ثانیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے،

اگرچہ سسلی کے اسلامی [illegible] کے محاسن اور یورپ پر اس کے اثرات کو ایک مدت تک چھپانے کی کوشش کی گئی لیکن جب جہل وتعصب کی تاریکیان چھٹ گئیں، تو منصف

Marfat.com

عیسائی مورخین و مستشرقین کی حقیقت بین نگاہوں نے ان کا نظارہ کیا، اور فراخ دلی سے بہتر الفاظ میں ان کا اعتراف کیا، موسیو لیبان صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے متعلق لکھتے ہیں:

"عربون کے زمانہ میں صقلیہ کی علمی حرفتی، اور اخلاقی حالت اس سے زیادہ عروج پر تھی، جو ان کے جانے کے بعد رہ گئی، تمدن کی عمدگی کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے، کہ اس سے غیر اقوام کو کیا فائدہ پہنچا، اور جب ہم صقلیہ کے عربی تمدن کو اس نظر سے دیکھیں، تو اسکی قدر معلوم ہوتی ہے، ..... جو امور عام معاشرت سے متعلق تھے، مثلاً معاملات جائداد و وراثت وغیرہ ان کو عربون نے رسم و رواج ملک کے مطابق ٹھہرا دیا تھا کہ نارمن بھی بالالتزام انہی قواعد کی پابندی کرتے رہتے۔ عربوں کی علمی اور صنعتی، اور حرفتی خوبیاں ایسی مسلم تھیں کہ نارمن بادشاہو نے انھیں ہر طرح کا امن اور چین دے رکھا تھا، خود راہب ان کے عقل و شعور کی قدر کرتے، اگرچہ وہ ان کی ایجادون اور کاریگریون کو شیطان کی طرف منسوب کرتے تھے،" منجملہ بہت سے عجیب بیانات کے جو عربون کے متعلق لاطینی تاریخوں میں لکھے گئے ہین، ہم مندرجہ ذیل واقعہ کو نقل کرتے ہین جس سے عیسائیوں کی رائے اپنے مذہبی دشمنوں کی بابت ظاہر ہوگی مورخ لکھتا ہے:

رابرٹ وسکارڈ کو اپنی فوجکشی کے زمانہ مین ایک مورت ملی، جو سنگ مرمر کے ستون پر نصب تھی، اور اس کے سر پر کانسی کا حلقہ تھا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے، (کیم مئی کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہوگا) کوئی شخص ان الفاظ کے معنی نہ سمجھ سکا، لیکن صقلیہ کے ایک مسلمان نے جو قید تھا، اور مثل کل اولاد حضرت ہاجرہ کے سحر و طلسمات کے علوم سے واقف تھا، رابرٹ سے کہا کہ میں ان الفاظ کے معنی سمجھ گیا ہون، اگر تو مجھے قید سے رہا کرے تو میں بتا دون، جب رابرٹ نے اسے صقلیہ پہنچ کر چھوڑ دینے کا وعدہ کیا، تو اس نے کہا کہ کیم مئی کو غروب آفتاب کے وقت اس مورت کا سایہ جہان تک پہنچے، اس مقام پر کھدوا ئیے

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور ایک بہت بڑا دفینہ رابرٹ کے ہاتھ لگا۔"[1]

اسی طرح مسٹر اسکاٹ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا ملخص درج ذیل ہے:۔

"یورپ کے تکلفات بہت ہی بڑھے ہوئے تھے...... جرمنی، اٹلی، فرانس اور انگلستان کی خانگی اور تمدنی حالت کا اندازہ مسلمانان صقلیہ سے کیا جائے، تو مقدم الذکر نہایت پست حالت میں تھے، انہی چیزوں سے کسی قوم کی ترقی، خوش حالی اور خوش دلی کا اندازہ لگ سکتا ہے،...... صقلیہ کی تہذیب کا نارمنوں پر جو اثر پڑا، وہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا کہ روم کا اثر دوسری نا تراشیدہ اور وحشی قوموں پر پڑا تھا...... نارمن اپنی مسلمان رعایا سے ہر طرح سبق لینے پر نہ صرف تیار ہی تھے، بلکہ سخت منتظر تھے، یہ لوگ تہذیب کے لطف و فوائد سے واقف ہو چکے تھے، اور ان کی قدر کرتے تھے، مگر اب تک خود ان سے مستفید نہیں ہوئے تھے،...... نارمن گو فاتح تھے تاہم مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو تفوق حاصل رہا،...... جو اصول حکمرانی مسلمان امراء نے قائم کیا تھا اسی کو نارمنوں نے قائم رکھا، وزراء، وحکام دیوانی و فوجداری سب مسلمان ہوتے تھے، یہی محکمہ مال و خزانہ کے منتظم تھے، اور یہی عدل و انصاف کے ناظر، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ تمام لوگوں کی زبان عربی رہے، اسی کو وہ بولیں اور اسی میں رسل و رسائل کریں، قانون و دستور العمل جتنے نکلتے تھے، وہ زبان عربی میں ہوتے تھے،...... اصطلاحات قانونی و زبان عدالت بھی عربی ہی تھی،...... لباس، رسوم، درباروں کے آداب، آپس کے میل جول کے اخلاق سب ایشیائی تھے...... شاہی خاندان کے تمام رسوم امرائے صقلیہ کے رسوم کے سانچے میں ڈھلے ہوتے تھے...... دلائل و براہین، کے زور سے یا کفار (مسلمانوں) کے عادات و اخلاق و تہذیب کے اثر سے عیسائی اکثر مسلمان ہوتے رہتے تھے،...... اس نا تمام خاکہ سے ناظرین

---

[1] تمدن عرب ص: ۴۲۸، ۴۲۹۔

Marfat.com

بہرحال ایک ایسی تہذیب کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جو اپنی ہمعصر تہذیبوں سے باستثناء صرف اندلس کی ایک تہذیب اسلامی کے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی، اس تہذیب نے ان خیالات وآراء کو بالکل بدل ڈالا، جن کو ایک زمانہ بعید سے صحیح الاعتقاد اور دیندار (عیسائی) صحیح تسلیم کرتے چلے آتے تھے۔"[۵۱]

رابرٹ برنالٹ اپنی کتاب "ارتقائے انسانی" میں لکھتا ہے:۔

"صقلیہ کا معاملہ ایسا ہی تھا، بارھویں صدی کے وسط تک یہ جزیرہ اسلامی تہذیب و دین و تمدن کا گہوارہ تھا، مسلمانوں کے عہد حکومت کے بعد یہاں عیسائی حکمران ایک عرصہ تک اسلامی طور وطریق اختیار کئے رہے، بڑے بڑے معزز اور بااختیار عہدوں پر مسلمانوں کو متعین کیا، صقلیہ کا طرز حکومت تمام یورپ کے لئے ایک نمونہ تھا، نارمن چونکہ بیک وقت صقلیہ اور انگلستان پر حکمران تھے، اور ان کا آپس میں میل جول بھی رہتا تھا، اسلئے تمدن اسلامی کے بہت سے اثرات براہ راست صقلیہ سے جزائر برطانیہ تک پہنچ گئے۔"[۵۲]

مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کا اثر تمدنی ترقیوں پر،

اسی کے ساتھ صقلیہ کے مسلمانوں کی تمدنی ترقی کے متعلق بعض یورپین اہل علم، اور مورخین نے بعض ایسے خیالات ظاہر کئے ہیں، جو حقیقت سے دور ہیں، مثلاً:۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار موسیو لیبان اور مسٹر اسکاٹ نے صقلیہ کے اسلامی دور حکومت پر یہ الزام لگایا ہے، کہ مسلمانوں کی خانہ جنگیاں ان کی تمدنی ترقی میں مانع ہوئیں[۵۳]، لیکن صقلیہ کی پوری اسلامی سیاسی تاریخ گذر چکی، اس میں دیکھا جا سکتا ہے، کہ صقلیہ میں جو کچھ سیاسی انتشارات ہوئے، وہ ایک

---

۵۱ اخبار اندلس جلد ۲ ص ۴۶ تا ۵۰، ۵۲ تلخیص از روزنامہ زمیندار مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء، ۵۳ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۵ ص ۳۰۳، تمدن عرب لیبان، اخبار الاندلس جلد ۲، اسکاٹ۔

مختصر زمانہ کو علیحدہ کر کے، ہاں کی عیسائی رعایا کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وہ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں کے اثرات تھے، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کو وہاں مزید سکون و اطمینان سے فرمانروائی کا موقع ملتا، تو مدنیت کو مزید ترقی حاصل ہوتی،

مسلمانوں کی قوت خود ان کے دورِ حکومت میں ایک حد تک ضرور امن و امان قائم کرنے میں صرف ہوتی رہی لیکن جب اسلامی حکومت کے زوال کے بعد ملک میں قیام امن کی ذمہ داری ان کے سر سے ٹل گئی، تو ان کو اپنی استعداد و صلاحیت کے دکھانے کا پورا موقع ملا، اور انھوں نے نارمن دورِ حکومت میں تہذیب اور تمدن کو انتہائی عروج پر پہنچایا، کہ گویا نارمن حکومت عیسائی قالب میں اسلامی روح کے مانند تھی،

کیا صقلیہ کا اسلامی تمدن نارمنوں کے ہاتھوں فروغ پایا؟

مگر انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار اس حقیقت کو ایک دوسرے لباس میں پیش کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ

"صقلیہ میں نارمنوں ہی نے اسلامی تمدن کو بام عروج پر پہنچایا انھوں نے علوم و فنون کو ترقی دی اور اسلامی تہذیب و تمدن کو معراج کمال پر پہنچایا"[1]

یہ صحیح نہیں کہ صقلیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کو نارمن عہد ہی میں فروغ حاصل ہوا ہے، ہم نظامِ حکومت معیشت اور علوم و فنون کے ابواب میں زمانہ کے اعتبار سے مختلف دور قائم کر کے ہر ایک کو دوسرے سے علیحدہ دکھا چکے ہیں، ان ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، کہ اسلامی اور نارمنی دوروں میں سے کس دور میں نظامِ حکومت، زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، تجارت، اور علوم و فنون وغیرہ کو ترقی حاصل رہی ہے، بلا شبہ نارمنی دور میں بھی اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ حاصل رہا، لیکن اس دور کا امتیازی وصف یہ تھا، کہ اس میں بیشتر مسلمانوں کا اخراج کیا گیا،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۵ ص ۲۰،

نہ یہ کہ یہ دور اپنی تمدنی ترقیوں میں اپنے پچھلے دور سے بھی بازی لے گیا،

نارمنی دور میں عقیدہ، زبان اور معاشرت کی آزادی

یورپین مورخین نارمنی دور میں اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ پانے کا سبب یہ بتاتے ہیں، کہ اس میں ہر قوم کو عقیدہ، معاشرت، اور زبان کی آزادی دیدی گئی تھی[1]، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کے مفتوح ہونے کے باوجود یہ آزادیاں دی گئیں تو خود فاتح قوم نارمنوں کی آزادی کیوں سلب کر لی گئی؟ انھیں بہرحال بدرجہ اولیٰ آزادی حاصل تھی لیکن اسکے باوجود انھوں نے اپنے عقیدہ و زبان کو ایک حد تک اور تہذیب و معاشرت کو تمام و کمال کیوں چھوڑ کر اسلامی عقیدہ، زبان، تہذیب اور معاشرت قبول کرلی، اس لئے یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ مفتوح قوم کے عقیدہ، زبان، معاشرت اور تہذیب ہی میں ایسی کشش موجود تھی، کہ فاتح قوم آپ سے آپ ادھر کھنچ گئی، ورنہ جہاں تک آزادی دینے کا تعلق ہے نارمنوں کو جب استیلا ہوا تھا، اسوقت انھوں نے مسلمانوں کے عقیدہ، زبان اور معاشرت کی آزادی سلب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، عرب مورخین کا یہ بیان جلد اول میں گذر چکا ہے، کہ "محافظ مذہب عیسوی راجر اول نے ابتدا ہی صقلیہ میں یورپین قوموں کو لاکر آباد کیا اور مسلمانوں کی زراعت، صنعت، حرفت اور تجارت پر پورا قبضہ کرلیا، اور انھیں اپنے مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی بھی قانوناً ممانعت کردی[2]" اس لئے امر واقعہ یہ ہے، کہ نارمنوں نے پہلے مسلمانوں کے عقیدہ و معاشرت اور تہذیب و تمدن پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کیں لیکن جب وہ اس میں عملاً کامیاب نہ ہوسکے، تو سپر ڈال کر خود اسلامی تہذیب و تمدن کو قبول کرنے پر مجبور ہوگئے،

قدیم نارمنی تمدن

اس مسئلہ پر مزید روشنی اس سے پڑتی ہے، کہ درصل نارمن خود کسی تہذیب کے حامل نہ تھے، صقلیہ میں آنے سے پیشتر ان میں تہذیب و تمدن کی جو کچھ خوبو بھی آئی تھی وہ بالواسطہ اسلامی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، تذکرہ نارمن، [2] نہایۃ الارب نویری و ابن اثیر و ابو الفداء،

Marfat.com

تہذیب ہی کی رہین منت تھی،

تاریخ میں حکومت نارمنڈی کی ابتدا ۱۰۱۲ء سے ہوتی ہے، اس کے چند سال کے بعد ہم دیکھتے ہیں، کہ برین کا ایک نارمن نائٹ ہرلوین دنیا سے کنارہ کش ہو کر ایک چھوٹی سی وادی میں چشمہ بک کے کنارے ایک کٹیا ڈال لیتا ہے، اور اسی سے مدرسۂ بک کی ابتدا ہوتی ہے، ہرلیون اور اس کے مشہور تلامذہ لینفرینک اور انسیلم اس مدرسہ کے ممتاز اساتذہ تھے، اور یہ تینوں اساتذہ نارمنڈی میں مسیحی و روحانی تعلیمات کے علمبردار تھے، جان رچرڈ گرین لکھتا ہے:-

"بک چند برسوں میں ممالک عیسوی کا مشہور مدرسہ بن گیا، درحقیقت دینی تحریک کی یہ پہلی رو تھی، جو اٹلی سے نکل کر مغرب کے جاہل ملکوں میں پھیلی...... مذہبی قانون اور زمانۂ وسطیٰ کے تمام علمی کارناموں اور فلسفیانہ تشکیک اور موشگافیوں کی آخری منزل بک کا مدرسہ ہی قرار پاتا ہے...... عیسائی مفکرین میں سے انسیلم نے پہلی مرتبہ خدا کے تصور کو عقل انسانی کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی[1]"

پھر دوسری طرف یورپین اہل علم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نارمنوں کے قدیم تہذیب و تمدن پر نارمنڈی کے یہود اہل علم کے گہرے اثرات پڑے تھے، اور یہ یہود اسلامی ممالک خصوصًا اندلس کے اسلامی مدارس کے تربیت یافتہ تھے، اور نارمنڈی میں آکر آباد ہو گئے تھے، پھر یہی لوگ ولیم فاتح کے اشارہ سے انگلستان پہنچے، اور ان سے وہاں علوم کی ترویج ہوئی، جان رچرڈ گرین ہی کا بیان ہے کہ

"لیکن اور سنٹ اڈمنزبری میں اب تک بہت سی عمارتیں یہود کی قیام گاہ کے نام سے مشہور ہیں یہی وہ پتھر کے مکان تھے، جو انگریزوں کے ذلیل مکانوں کے بجائے تعمیر ہوئے، یہود کا اثر نہ صرف تجارت ہی پر نہیں تھا بلکہ سپین اور مشرق کے یہودی مدارس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے

---

[1] تاریخ انگلستان، جلد اول ۹۵ تا ۱۰۰،

Marfat.com

انھون نے علم طبعیات کی اشاعت کا نیا راستہ کھول دیا، اور غالباً آکسفورڈ میں یہودیون کا طبی مدرسہ بھی موجود تھا“[1]

اسلئے نارمنون کا قدیم سے قدیم تمدن بھی اسلامی تمدن سے بالواسطہ اثر پذیر ہو چکا تھا، بلکہ اگر انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان بھی تسلیم کر لیا جائے کہ نارمن تمام تر فرانسیسی تہذیب کے تابع تھے، تو بھی یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ وہ اسلامی تہذیب ہی کے بالواسطہ اثرات تھے، کہ مفکرین یورپ فرانس کی تہذیب کو جنوبی فرانس کے راستہ سے اس زمانہ کی اسلامی تہذیب کا پرتو تسلیم کرتے ہیں،

نارمنی عہد میں اسلامی تمدن، | اسی لئے انھون نے صقلیہ میں اسلامی تہذیب کو بہت جلد قبول کر لیا جسے ہم جلد اول کے آخری باب میں تفصیل سے دکھا آئے ہیں، اس لئے یہان ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں، یہان پر صرف مسٹر اسکاٹ کے بیانات کا ایک اجمالی خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے؛ لکھتے ہیں:۔

”جو لوگ از روے نسل و عقائد مسلمانون کے جانی دشمن تھے، ان میں مسلمانون کے قوانین، مسلمانون کے مدارس و علوم اور مسلمانون کی راہ و رسوم صدیون تک باقی رہیں،.....
نارمن سلطنت کی جب صقلیہ میں باری آئی، تو وہ بھی ایک زمانہ مدید تک قائم رہ کر ختم ہو گئی، اس کے قیام میں مسلمان باجگذارون نے کچھ کم مدد نہیں دی تھی......ان مٹی اور اخلاقی انقلابون میں..... عربی عنصر نے صنعت و حرفت تجارت اور علم مختصر یہ کہ سوا فن حرب کے ہر چیز میں اپنا تفوق قائم رکھا، اور نیم وحشی فاتحین — نارمن — نے پہلی ہی نظر میں یہ تاڑ لیا تھا کہ ان کے مفتوحین - مسلمان - اگر قائم رہے ہیں، تو محض اپنے قواے عقلی کی وجہ سے اور انھون نے تجارت و سیاست میں سیحی اٹلی کے ارباب سیاست

[1] تاریخ اہل انگلستان جلد اص ۱۸۹،

اگر فروغ پایا ہے، تو بالکلیہ اپنی ذہانت کے سبب سے..... نارمنون کے جوہر دماغی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ہر نئی سوسائٹی اور ہر جدید سیاست کے قبول کرلینے کا مادہ تھا، ان کی صلاح و فلاح و عظمت و جلال کا اصل باعث یہی مادۂ قبولیت تھا، ان کی عظمت اس وقت تک ختم نہیں ہوئی، جبتک انھوں نے..... صقلیہ کا تخت نہ چھین لیا..... تین سو برس کی بنی بنائی قومی ترقی و تہذیب مفتوحین نے اپنے اجنبی فاتحین کو تفویض کر دی، اس بنی بنائی چیز کو فاتحین نے سر آنکھوں پر رکھا..... یہ بھی قدرت کا ایک عجیب تماشا ہے، کہ تہذیب و ترقی کی وہ قوم قدر کرتی ہے، جو زمانۂ قدیم سے سوائے لوٹ مار کے اور کچھ جانتی ہی نہ تھی..... نارمنی صقلیہ کی صورت یہ..... تھی کہ..... مسلمانوں کے حسن تدبیر ان کی قابلیت اور ان کی محنت و مشقت کا اثر ہر چیز سے ظاہر ہوتا تھا..... اس جزیرہ کے تمام بحری فوائد مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے، انہی کے ہاتھ میں اس جزیرہ کے مال و خزانہ کی کنجیاں تھیں، انہی کے ہاتھ میں عدالتیں تھیں، وہی حکام دیوانی و فوجداری تھے، وہی ممالک غیر سے معاہدے کرتے تھے، وہی نوجوانوں کو تعلیم دیتے تھے، ان کی دیانتداری کو ان کے حریف بھی تسلیم کرتے تھے..... نارمنون کے دربار کے متعلق ہمعصر مورخین لکھتے ہیں، کہ وہ شان و شوکت اور تہذیب کے لحاظ سے قاہرہ اور بغداد کے درباروں کے برابر تھا..... گو یہ انتہا درجہ کی تعریف ہے، مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس میں ایشیائی اثر بہت زیادہ تھا..... بایں ہمہ نارمن فاتحین کی وحشت بہت سی باتوں میں نمایاں تھی، جو ان کو اپنے اجداد کی وہمیات اور جہالت سے میراث میں پہنچی تھی..... شروع شروع میں تو انھوں نے اس کو بالکلیہ نہیں چھوڑا، مگر رفتہ رفتہ وہ اس طرح غائب ہوئی، کہ گویا کبھی تھی ہی نہیں..... نارمنون کی فتح سے مسلمانوں کی تہذیب کی روشنی ماند نہیں پڑی، بلکہ روشن تر ہوگئی تھی.....

Marfat.com

بندرگاہوں نے بہت جلد وسعت اور دولت وحشمت میں ترقی کی بہت سے محل اور پائیں باغ نہایت وسیع ویسے ہی خوبصورت بن گئے، جیسے مسلمانوں کے ہوتے تھے.....

.....جس طرح یونانی اور اسلامی سلطنت کے زمانہ میں پلرمو کی حالت تھی، اب پھر اس میں انتہا درجہ کی تہذیب و علم کی ترقی معلوم ہوتی تھی..... مشہور ہے کہ کاونٹ راجر کا ایک دارالعلوم تھا، مگر یہ کہانی ہی کہانی ہے..... عوام الناس کی ترقی تعلیم کے لئے کوئی خاص انتظام نہ تھا، بہرکیف یہود اور مسلمانوں کے مدارس تو موجود ہی تھے جنکو شاہی خزانہ سے مدد ملتی تھی، ان مدارس سے جو عیسائی چاہتے، فیضیاب ہوتے تھے.....

(الغرض) نارمنوں کی صلاح و فلاح اور تہذیب میں ان کی مفتوح قوم کا بہت بڑا اور اصلی حصہ تھا، بلکہ وہی اس کے بنانے والے تھے اس تہذیب میں عربوں کے اثرات بالکل غیر منفک رہے، اصل یہ ہے، کہ عرب کی تہذیب کی بنیاد سالہا سال کے فہم و فراست و تجربات پر مبنی تھی، نارمنی تہذیب پر اس کا اثر اگر نہ پڑتا، تو تعجب کی بات تھی..... عربی خصوصیات کے انوار..... حتی کہ مذہب پر منعکس ہوئے.....

(بلکہ) مسلمانوں کے نظام اور قانون کا اثر کچھ ایسا قوی تھا کہ اس کا غلبہ نارمنوں کی تمام سلطنت پر تھا، یہاں تک کہ اپولیا اور کلبریا میں بھی جو اس خاندان کے دارالسلطنت تھے یہی کیفیت تھی، پاپائی اختیارات اور دیگر سلطنتوں کے مرکز جو اس کے ... واقع تھے، مسلمانوں کے اثرات سے محفوظ رہے تھے..... بہرحال وہ اخلاقی اور ذہنی تجربات جنہوں نے یورپ پر ... نارمنوں کے ذریعہ سے تمام یورپ کے سیاسیات و مذہبی زندگی کو بہت آہستہ مسلسل غیر محسوس طور پر ... نہایت سخت اور ...

وان کیمپن [illegible]

نارمنون اور صقلیہ کے اسلامی تمدن میں جو رشتہ قائم تھا، اس کا اندازہ مسٹر اسکاٹ کے ان اعترافات بالا سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول صقلیہ میں اونکے ہاتھوں اسلامی تہذیب کو عروج حاصل نہیں ہوا، بلکہ صقلیہ میں اسلامی تہذیب کا پودا مسلمانون کے ہاتھون نصب ہوا، اور پھر انہی کے ہاتھوں پھل پھول کر اس قدر بارآور ہوا کہ ان کے جانشین نارمنون نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور پھر ان کے اور ان کے جانشین جرمنون کے توسط سے صقلیہ کی اسلامی تہذیب کی روشنی یورپ کے مختلف ممالک تک پہنچی،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات یورپ پر

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے لئے یہ امر باعثِ فخر ہے، کہ وہ یورپ کی جدید تمدنی ترقیون کا بنیادی پتھر تسلیم کیا جاتا ہے، اگر جدید یورپ کی تمدنی ترقیوں کا سراغ لگایا جائے، تو تمدن کے ہر شعبہ میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے بالواسطہ و بلاواسطہ اثرات موجود ملیں گے، یورپ کے عقائد، شرعی نظام، دستورِ حکومت، صنعت و حرفت، زراعت، تعمیر، تجارت، زبان، اور علوم و فنون، خصوصاً سائنس کے نئے علوم کی تخلیق اور ترقیون میں خود یورپین اور عیسائی اہل علم کے بیانوں کے مطابق کچھ نہ کچھ اثرات موجود ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

عربون کا اثر مغرب زمین پر بھی اتنا ہی ہوا، جتنا مشرق میں ہوا، اور ان ہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا، ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہ ہوا...... مغرب مین ...علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا..... جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے، یورپ میں عربون کے علوم جنگ صلیبی کے ذریعہ نہیں پھیلے، بلکہ اندلس اور جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے ذریعہ سے..... موسیو لی برتی لکھتے ہیں، کہ اگر عربوں کا نام تاریخ میں سے نکال دیا جاتا تو یورپ

Marfat.com

کی علمی نشاۃ ثانیہ کئی صدی تک پیچھے ہٹ جاتی ......" [1]

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر لکھتا ہے :-

"اسلام کے ان جنگی کارناموں پر ان واقعات کا اضافہ کرنا بھی ضروری ہے، کہ کیونکر بحر روم میں اپنے فتحمند بیڑوں کو لیکر انھوں نے اول کریٹ (قبرص) کو فتح کیا، پھر سسلی کو مسخر کیا اور اس کے بعد روما کو ذلیل و رسوا کیا، البتہ اس امر کا تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ جنوبی ایطالیہ اور سسلی مین ان کے موجود ہونے کی وجہ سے یورپ کی عقلی و دماغی ترقی کو ایک بہت بڑی تحریک پہنچی،" [2]

مسٹر اسکاٹ نارمنون کے ذریعہ یورپ مین اسلامی تہذیب و تمدن کے پھیلنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہین :-

"قوم عرب کی روایات نارمنون کو میراث مین ملیں اور ان سے جرمنون میں پہنچکر اس قوم کو فائز المرام کر دیا، فریڈریک ثانی کے جوہر ذاتی کا اثر ..... تمام ٹیوٹانک قوم پر پڑا، یہ امر فراموش نہ کرنا چاہئے، کہ وہ مقام جہاں سب سے پہلے یورپ کی علم و تمدن اور جدید شعور پر بنیاد ہوئی، وہ سکسنی تھا، جدید سلطنت جرمنی کی یورپ میں جو عظمت ہے، اور تہذیب میں اوس نے جو ترقی کی ہے، اس کے لئے اس سلطنت کو قرون وسطی کے اس سب سے بڑے بادشاہ کی ذہانت قوت اور غیر معمولی عقل کا شکرگذار رہنا چاہئے، اور موخر الذکر کو عربوں کا،" [3]

صقلیہ کے مسلمانون نے یورپ کی جدید تخلیق میں جو حصہ لیا، اور ان کے جو تمدنی اثرات ہوئے انھین اجمالاً علحدہ علحدہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے،

یورپ کے عقائد پر اثرات موسیو لیبان مشرق و مغرب پر اسلام کے اثرات کا فرق دکھاتے ہوئے لکھتے ہین، کہ

[1] تمدن عرب ص ۵۱۳، ۵۱۴، [2] معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۴۲، [3] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۲۵،

ان کا اثر یورپ پر مشرق سے کم نہیں ہوا لیکن البتہ اس اثر کی نوعیت میں فرق ہے مشرق میں یہ اثر زیادہ تر مذہب اور زبان اور فنون و حرفت پر پڑا، برخلاف اس کے مغرب میں مذہبی اثر بالکل نہیں ہوا، اور فنون و حرفت کا اثر بہت کم لیکن علوم و اداب کا اثر بے انتہا ہوا"[1]

لیکن اسے کلیتہً صحیح باور نہیں کیا جا سکتا، بلاشبہ یورپ میں اسلامی سلطنت کے اقتدار کے زمانہ میں وہاں کے باشندوں نے مشرق کی نسبت تھوڑی تعداد میں اسلامی عقیدہ قبول کر کے مذہب تبدیل کیا لیکن اس کے باوجود صقلیہ کے اسلامی عہد حکومت میں صرف ایک شہر بارزمیں بیس لاکھ مسلمان آباد تھے، یہ ظاہر ہے کہ اس قدر بڑی تعداد صرف باہر سے آنے والے مسلمانوں کی نہیں ہو سکتی، اس لئے کم سے کم صقلیہ و اندلس میں اسلامی تمدن کے اثر سے اسلام کا عقیدہ قبول کیا گیا، جلد اول کے باب میں گذر چکا ہے، کہ نارمنوں کے دور میں بھی جب کہ اسلامی عقیدہ کے ماننے میں کوئی مادی کشش باقی نہیں رہ گئی تھی، لوگ صرف تمدنی اثرات سے متاثر ہو کر اس عقیدہ کو قبول کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام لاتے تھے،

تبدیلِ مذہب سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے تو یورپ پر اسلامی عقیدہ کا اثر ایک دوسری حیثیت سے نہایت پائدار ثابت ہوا ہے یعنی اگرچہ یورپ کے باشندوں نے بڑی تعداد میں ... مذہب کو چھوڑ کر اسلام قبول نہیں کیا، تاہم ان کے دینی عقائد میں اسلام نے عظیم الشان انقلاب پیدا کیا، یورپ میں مذہبی مسائل پر عقلی دلائل سے غور و فکر اور بحث و مناظرہ کی ابتدا، اسلامی علوم و فنون کی اشاعت کے بعد ہوئی ہے، پھر توبہ و انابت، نجات، اور دینی پیشواؤں کے مذہبی اقتدار وغیرہ کے مسائل اسلامی تمدن ہی کے اثرات سے یورپ میں پیدا ہوئے،

علاوہ ازیں اسلامی عقائد کا اصل اصول عقیدۂ توحید ہے، اسلام کے ظہور کے وقت یورپ کے

[1] تمدن عرب ص ۵۱۲،

باشندے یہود اور تھوڑے سے بت پرستوں کو چھوڑ کر عیسائیت کے عقیدۂ تثلیث کے علمبردار تھے، البتہ ایک نسطوری فرقہ عام عیسائیوں سے کسی قدر اصطلاحی طور پر عقیدۃً علیحدہ تھا، اس کے بعد یورپ میں توحید کا عقیدہ پہلی مرتبہ مسلمان لیکر داخل ہوئے، اندلس کی راہ سے [illegible] پائی، اس سے قطع نظر کیجئے، دیکھنا یہ ہے کہ سسلی کے مسلمانوں کے عقیدۂ توحید نے [illegible] عقائد میں کیا تبدیلیاں کیں،

یورپ میں اصلاح مذہب کی تاریخ پر نظر رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ مذہب عیسائی میں اصلاح کی پہلی آواز اٹلی سے بلند ہوئی جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ صدیوں [illegible] مقام علم و فن کا مرکز بن گیا تھا اور یہ معلوم ہے کہ [illegible] میں مسلمان اساتذہ بھی تعلیم دیتے تھے[1] اور غالباً اسی وجہ سے ڈاکٹر [illegible] مذہب توحید کی جانب تحریک اصلاح سے تعبیر کیا ہے[2] [illegible] تخلیق ہوئی اور اس کے اثر سے پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر عالم وجود میں آیا، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"فریڈرک ثانی کے اثر و نفوذ سے جرمنی کے باشندوں میں تحقیقات کا اصلی مادہ صحیح علم اور اس فلسفیانہ وسیع الخیالی کی بنیاد پڑی جو صقلیہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں نمایاں تھی، اس روشن خیالی کا آخری نتیجہ اگرچہ ابتدا میں معلوم نہیں ہوا مگر صدیاں گزر جانے پر یہ ہوا کہ لوتھر جیسا صائب الرائے شخص [illegible] جس نے یہ ثابت کر کے کہ انجیل کا ترجمہ و تفسیر ہر شخص کر سکتا ہے پاپائے روما کا تخت الٹ دیا[3]"

---

[1] ابن رشد مطبوعہ معارف ص ۲۰۰ بحوالہ ولیم انفلیڈ صفحہ ۵۱۹، [2] معرکۂ مذہب و سائنس
[3] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۲،

Marfat.com

پوپ کا شرعی نظام

اسلام سے پہلے عیسائیت کا شرعی نظام سلطنت سے بالکل جداگانہ سمجھا جاتا تھا، دینی و دنیاوی پیشوائیوں کا کسی ذاتِ واحد میں جمع ہونا ممکن نہ تھا، پوپ اعظم کی ذات بڑے بڑے باجبروت عیسائی فرمانرواؤں سے برتر مانی جاتی تھی، لیکن یورپ نے مسلمان خلفا میں دینی و دنیاوی پیشوائیاں مجتمع دیکھ کر اس نظام کو ممکن العمل تصور کیا، اور سب سے پہلے فریڈریک دوم نے سسلی میں اپنے شہنشاہانہ حقوق کے ساتھ دینی پیشوائی کے امتیاز کو اپنی ذات میں مدغم کرنا چاہا، اور سسلی کی عیسائی رعایا مسلمانوں کے اثرات سے اس قدر ذہنی ترقی کر چکی تھی، کہ اس نے فریڈریک کے اس ادعا کو جائز تصور کر کے اس کی ہمنوائی کی،

اگرچہ فریڈریک اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا، لیکن عیسائی فرمانرواؤں کے دربار میں یہ تخیل مستقل طور پر قائم ہو گیا، چودھویں صدی میں فلپ دی بیل شاہ فرانس نے اس کی بڑی کوشش کی، اور بالآخر سولھویں صدی میں ہنری ہشتم شاہ انگلستان نے اسے عملاً کر دکھایا[1]، اور آج بھی شہنشاہ جارج پنجم سلطنت برطانیہ کا دینی و دنیاوی دونوں پیشوا مانا جاتا ہے،

یورپین عورتوں کے حقوق و مراتب میں اسلامی تہذیب کے اثرات

مسلمانوں کے تمدن کے اثر سے یورپ کی عورتوں کے حقوق و مراتب میں ترقی ہوئی، اگرچہ عورتوں کے متعلق رومانی و فرانسیسی قوانین کی اصلاح موسوی شریعت نے بہت کچھ کر دی تھی، اور عورتوں کو اپنی ملک میں تصرف کا اختیار بہرحال حاصل ہو گیا تھا[2]، تاہم اسلامی شریعت میں عورتوں کو جو حقوق و مراتب عطا کیے گئے تھے، ان کے لحاظ سے عیسائی عورتیں مسلمان عورتوں سے بہت پیچھے تھیں، یورپ نے عورتوں کے حقوق و مراتب مسلمانوں ہی سے سیکھے، موسیو دلیبان لکھتے ہیں:-

"تمدن اسلام میں عورتوں کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تھا جو انھیں بہت دنوں بعد

[1] اخبار الاندلس جلد ۱ ص ۵۷، [2] مرکز المرأة

Marfat.com

یورپ میں حاصل ہونے والا تھا...... وہ مذہب عیسائی نہ تھا، جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے بلکہ اسلام تھا، جس نے عورتوں کو ان کی اس وقت کی گری ہوئی حالت سے ترقی دی... قبل اس کے کہ عربوں نے عیسائیوں کو عورتوں کا لحاظ سکھایا، ہمارے زمانہ قدیم کے امرا و جنگجو ان سے بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے۔"[1]

یورپ میں عورتوں کے حقوق و مراتب کے قائم ہونے میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے اثرات ہیں یہیں پہلی مرتبہ نارمن اور جرمن فرمانرواؤں نے عورتوں کے وہ حقوق تسلیم کئے، جو صقلیہ کے مسلمان سلاطین و امرا کی حرمسراؤں میں مسلمان عورتوں کو حاصل تھے، یہاں تک کہ نارمنوں نے مسلمانوں کے قانون وراثت اور ترکہ کے اصول کو بھی دو صدیوں تک کسی قدر جزئی ترمیم کے ساتھ جاری رکھا،[2]

اسی طرح یورپ کی عورتوں کے لباس، زیورات، اور طرز زندگی پر مسلمان عورتوں کے اثرات پڑے، یہاں تک کہ یورپین عورتوں کے چہروں پر نقاب ڈالی گئی، اور شریف اور اونچے گھرانوں کی عورتیں پردہ دار سواریوں میں سفر کرنے لگیں،[3]

آج اہل یورپ عورتوں کو آزادی دینے میں اپنی حد سے گذر گئے ہیں، وہ صحیح حدود میں اسی وقت تک رہے، جب تک اونھوں نے اسلامی تمدن کے قائم کردہ حدود کا لحاظ رکھا، سٹرا سکاٹ اسلامی تہذیب کے اثر سے یورپ میں عورتوں کے حقوق و مراتب کے بڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں :-

"انہی مسلمانوں کے طفیل میں...... فرقہ نسوان کی وہ عزت ہونے لگی، جو گویا پرستش کی حد تک جا پہنچی، اسی سے ننگ و ناموس کی عزت بڑھی، اسی سے خودداری پیدا ہوئی، اور اسی سے طرز تمدن میں لطافت پیدا ہوئی،"

---

[1] تمدن عرب ص ۷۰۳، [2] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۹۰، [3] رحلۃ ابن جبیر ص ۳۳۳، [4] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۹

Marfat.com

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:-

"دسویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی تک تمام مسیحی یورپ میں عورتوں کو تعلیم نہیں دیجاتی تھی، اور ان کے ساتھ وہ عزت و ملاطفت روا رکھی جاتی تھی، جو مسلمانوں کا داعیہ تھا، اس کلیہ سے وہ ممالک مستثنیٰ تھے، جن پر مسلمانوں کی تہذیب و اخلاق کا اثر پڑ چکا تھا، جنوبی فرانس (جہاں اندلس کا اثر پہنچا) اور اٹلی (جہاں صقلیہ کے اثرات پہنچے) میں عورتوں سے رواداری کا سلوک کیا جاتا تھا..... باقی تمام ممالک میں ان کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی، ان پر ناقابل بیان سختیاں کی جاتی تھیں، وحشیوں کی صحبت اور وحشیانہ [illegible] ان کو ذلیل [illegible] تھا، اگر وہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، تو اپنے بزرگوں اور [illegible] کا کھلونا ہوتی تھیں، اگر کمتر درجہ کی ہوتی تھیں، تو تحقیر و تذلیل اور ہر قسم کی تکلیف و رنج اٹھانے والی کنیزوں کی حالت میں تھیں اور یہ سب باتیں دیندار عیسائی دنیا کی عورتوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھیں، یہ اخلاقی ذلت اور طبعی دنائت مدتوں تک قائم رہی، اس کلیہ سے وہ مقامات مستثنیٰ تھے، جہاں عربوں کی تہذیب کے تعلقات نے دماغی و اخلاقی [illegible] ... [illegible] کر دی تھی۔"[۵۲]

[illegible] [illegible] اسلامی تہذیب [illegible] اثرات یورپ والوں کی معاشرت و عادات پر [illegible] [illegible] [illegible] پاس [illegible] [illegible] بانی [illegible] [illegible] [illegible] یورپ میں مسلمان صقلیہ [illegible] [illegible] [illegible] سامانوں اور کھیلوں میں شطرنج [illegible] کا رواج [illegible] اور موسیقی کے قواعد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

۵۲؎ اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۰۵ و ۹۹ و ۳۰۰ و ۵۰۰، ۵۲؎ ص ۱۶، ۲۷، ۳۱، وغیرہ

نے عربون سے موسیقی کے قواعد سیکھے تھے،

صقلیہ کے اسلامی نظام حکومت کے اثر سے یورپ کے دستور حکومت میں تبدیلیاں

صقلیہ میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد نارمن اور جرمن دونوں دوروں میں اسلامی نظام حکومت برقرار رکھا گیا، چنانچہ عیسائی مورخین تقریباً بالاتفاق لکھتے ہیں، کہ صقلیہ کے یہ دونوں دور گویا اسلامی حکومت ہی کے دور تھے، خصوصاً فریڈریک کے تعلقات دوسرے مسلمان سلاطین سے بھی قائم ہوئے، اور اس سے صقلیہ میں مزید ترقی یافتہ اسلامی نظام حکومت کے مطابق اپنے دستور حکومت کو نافذ کرنے کا موقع ملا، اور پھر یورپ کے مختلف ممالک نے فریڈریک کے قائم کردہ دستور حکومت کے طرز پر اپنے نظام حکومت قائم کئے، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"وضع قوانین اور اقتصادی معاملات میں سلطنت صقلیہ اپنی ہمعصر سلطنتوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی، انگلستان کے تمام ملکی نظام خصوصاً ایوان عام کا تخیل صقلیہ ہی سے لیا گیا، اور پارلیمنٹ بھی صقلیہ ہی کی پارلیمنٹ کی نقل ہے، ان دونوں باتوں میں انگلستان کو اس (فریڈریک) کی سلطنت کا شکر گذار ہونا چاہئے،"[۱]

یورپ کی زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر اور تجارت پر اثرات

مسلمانان صقلیہ کی زراعت، صنعت، حرفت، تعمیر، اور تجارت سے یورپ کو جو فوائد پہنچے، ان کا تذکرہ معیشت کے بیان میں اجمالاً گذر چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس عہد تک اہل یورپ جہالت و جمود میں پڑے ہوئے تھے، اسلامی تہذیب و تمدن کے درخشاں اثرات سے وہ بیدار ہوئے، اور ان کے سارے نظام میں حرکت پیدا ہوئی جس سے ان کی زندگی و عمل کا کوئی شعبہ کسی نہ کسی حد تک متاثر ہوئے، بغیر نہ رہ سکا، جیسے کہ اس زمانہ میں یورپ کے جدید تمدن سے اپنے پچھلے تمدن پر ٹھہری ہوئی قومیں ارادی و غیر ارادی طور پر متاثر ہو رہی ہیں، چنانچہ

---

[۱] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۶، ۷، ۱۰، ۳۱، وغیرہ، [۲] ص ۲۴۳،

Marfat.com

معیشت کے مختلف شعبوں میں بھی یورپ نے اسلامی تمدن سے فائدہ اٹھایا، مثلاً :-

زراعت کو مسلمانان صقلیہ نے یہاں کے قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھا کر غیر معمولی ترقی دی تھی، سینکڑوں نئے پھل پھول سبزی اور جڑی بوٹیاں یہاں غیر ملکوں سے لاکر لگائیں زراعت کے بہترین وسائل اور طریقے اختیار کئے اور ان کے ذریعہ سے یہاں رواج پائے، اگرچہ یورپ کی زرعی ترقی میں اندلس کا نمایاں حصہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یورپ مسلمانان صقلیہ کی زرعی کوششوں کے احسان سے بھی سبکدوش نہیں ہو سکتا، بلکہ صقلیہ کی زرعی ترقیوں سے اندلس نے بھی فائدہ اٹھایا، اور اندلس سے سارے یورپ کو فائدہ پہنچا، مسٹر اسکاٹ اندلس کی زرعی ترقیوں کے سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں :-

"ابن العوام اشبیلی کی اس تصنیف سے معلوم ہوتا ہے، کہ انھوں نے اپنی اس کتاب کا مواد صقلیہ سے لیا تھا، کیونکہ وہاں زراعت اور اس کے متعلقات کو ویسی ہی ترقی ہو چکی تھی، جیسی کہ جزیرہ نمائے اندلس میں اس سرحاصل جزیرہ میں زعفران اور بہت سی بوٹیاں زمین کی پیداوار تھیں، اور وہاں سے دوسری ترکاریوں اور پھلوں کے ساتھ اندلس پہنچیں[1]"

اسی طرح مسلمانان صقلیہ کی **صنعت و حرفت** اور **تعمیر** کی ترقیوں سے بھی یورپ نے فائدہ اٹھایا، مسلمانان صقلیہ پارچہ بافی میں اندلس سے بھی سبقت لے گئے تھے، اندلس نے اس فن کو صقلیہ سے حاصل کیا تھا، اور پھر ان دونوں اسلامی ملکوں نے فرانس واٹلی کی راہ سے اسے سارے یورپ میں پھیلا دیا، مسٹر اسکاٹ مسلمانان اندلس کی پارچہ بافی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :-

"کپڑا بننے میں مسلمانان اندلس کو وہ کمال حاصل تھا، کہ ان کی کوئی ہمعصر قوم ان کی ہمسری نہ کر سکتی تھی، یورپ کے تمام ممالک میں ریشم کا استعمال صرف بادشاہ ہی کر سکتا تھا.....جہاں تک یہ حرفت صقلیہ سے اندلس تک پہنچی تھی.....ان دونوں ملکوں پر گیارھویں صدی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۲۰۰۔

کے بعد عام طور پر لوگ ریشمی کپڑا پہنتے تھے حالانکہ اس زمانہ تک یورپ کے دوسرے ملکوں میں یہ بیش قیمت ہی سمجھا جاتا تھا ...... نارمن نے اپنے پلرمو کے محافظ تن سپاہیوں کی وردیاں بھی ریشم ہی کی ہوتی تھیں، یہ ریشمی کپڑے وزن میں ہلکے اور استعمال میں مضبوط ہوتے تھے ...... زمانہ حال کی سائنس باوجود اس قدر ترقی کے ایسا مضبوط، نازک اور خوبصورت کپڑا نہیں بنا سکی ...... نہ معلوم وہ رنگ کیسے عمدہ ہوتے تھے جن سے ان کپڑوں کے سوت رنگے جاتے تھے ...... انقلاب دہر نے جو چند نمونے اب تک باقی رہنے دیئے ہیں ان کے رنگوں کی شوخی میں اب تک بہت ہی تھوڑی کمی آئی ہے صنعت و حرفت کے اس شعبہ میں بھی ایشیائی اثر بزنطین اور صقلیہ کے راستے (یورپ) پہنچا"[1]

اسی طرح صقلیہ کی تعمیری ترقیوں کے نشانات یورپین طرز تعمیر میں آج بھی موجود ہیں،

مسلمانان صقلیہ کے **تجارتی تعلقات** مختلف ممالک سے جس قدر وسیع تھے، اس کا اندازہ صفحات بالا سے ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے تجارتی جہاز یورپ کے بندرگاہوں پر نظر آتے تھے اور صقلیہ کی منڈیاں ہر قسم کے قیمتی مال تجارت سے لبریز رہتی تھیں،[2]

یورپ کو ان تجارتی تعلقات سے بھی بیش بہا فوائد پہنچے، فرانسیسی مستشرق سیدیو کے بقول یورپ نے عربوں ہی سے بہت سے باہمی معاملات کے اصول اور بحری تجارت کے قوانین سیکھے، اور اس کے ساتھ یورپ نے جہاز رانی اور بحری سفر کے لئے قطب نما کے استعمال کا طریقہ بھی مسلمانوں سے سیکھا،[3]

پھر طریقہ مبادلہ میں مسلمانوں کے زر ناپ تول اور پیمائش کے طریقوں سے بھی یورپ نے فائدہ اٹھایا، دنیا میں سکوں کا رواج زمانہ قدیم سے ہے لیکن جیسا کہ گذر چکا صقلیہ کے مسلمانوں

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۴ و ۲۹۳، [2] ایضاً جلد ۳ ص ۲۹۵، [3] ایضاً ص ۲۹۶،

Marfat.com

کے جانشین نارمنوں نے اپنے سکے صقلیہ کے اسلامی سکوں کے نمونہ پر ڈھالے، یہاں تک کہ کلمۂ توحید و رسالت تک ان میں عربی حروف میں برقرار رکھے گئے، پھر نارمنوں کے سکوں کو دیکھکر یورپ کے دوسرے ملکوں کی بعض حکومتوں نے بھی انہی نمونوں پر اپنے سکے ڈھالے جن میں عربی حروف کندہ تھے[۱] ابھی حال میں ہندوستان کے بعض مسلمان اکابر نے سیلون کے عجائب خانہ میں انگلستان کے کسی فرمانروا کا سکہ دیکھا ہے، جس میں ایک طرف اس فرمانروا کا نام اور دوسری طرف عربی حروف میں کلمۂ توحید منقوش ہے،[۲]

علوم و فنون کے اثرات، موسیو لیبان کا بیان اوپر گذر چکا ہے، کہ مغرب میں عربوں کے علوم و ادب کا اثر بے انتہا ہوا، اور یورپ کی نئی ترقیوں میں صقلیہ کے اسلامی علوم و فنون کا بھی حصہ ہے[۳]،، سسلی کی راہ سے عربی ادب و فلسفہ یورپ میں خاص طور پر پھیلا جس میں اٹلی کے ان مختلف دار العلوموں سے بڑی مدد ملی جو فریڈریک دوم کی سرپرستی میں قائم تھے، فریڈریک نے اسلامی علوم و فلسفہ کو یورپ میں رائج کرنے کی بڑی خدمت انجام دی ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

"اس کا دربار جو پلرمو میں تھا، وہ یورپ کے شاندار ترین درباروں میں تھا اور اس وقت کی تمام معلوم دنیا کے علما اس میں آتے تھے، اس کا کسی قدر "نشرکاء فلسفہ بعد کو جدید عقلیت (رشنلزم) کی ابتدا خیال کیا جانے لگا، اوس نے مدرسے اور یونیورسٹیاں قائم کیں اور خود بھی سسلین زبان میں شاعری کرتا تھا[۴]،،

[۱] اخبار الاندلس جلد ۳ ص۲۷۔ [۲] موصوف نے اس سکہ کی بنیاد پر انگلستان کے اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کا نظریہ قائم کیا ہے اور اس پر اسلامی اخباروں میں تائیدی تحریریں نکلی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ محض اس سکہ پر عربی حروف میں کلمۂ طیبہ کا منقوش ہونا اس فرمانروا کے مسلمان ہونے کے ثبوت کیلئے کافی نہیں، اسے صرف یورپ میں اسلامی تمدن کی مقبولیت کے اثرات ہی کو تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ [۳] تمدن عرب ص۵۱۳، ۵۱۴، [۴] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (سسلی) جلد ۹ ص۱۲۳۔

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں :-

"فریڈریک نے جو اصلاحیں کی تھیں، وہ واقعی نہایت وسیع اور اہم تھیں، اس کے ہمہ گیر الطاف خسروانہ سے علم و سائنس بھی محروم نہ رہ سکا آیندہ نسل انسانی پر اس کا یہ دوامی احسان ہے اور رہے گا، اور اس کے مسلمان اتالیقوں نے جو اثر اس کے قلب پر ڈال دیا، اور جو مذاق اس میں پیدا کیا، وہ کبھی اس سے الگ نہیں ہوا اس کے دربار میں عرب اہل علم اکثر حاضر رہتے تھے، نوجوانوں کی تعلیم انہی دونوں کے متعلق تھی ... اس نے اپنے ملک میں مختلف زبانوں کے سکھانے کا بہت شوق دلایا، علم کے تمام شائقین عربی، عبرانی اور یونانی زبانوں میں بے تکلف گفتگو کر سکتے تھے، اس زمانہ میں نیپلس اور سلرنو علم کے نہایت مشہور مرکز تھے"[1]

رابرٹ برنالٹ لکھتا ہے :-

"تمدن اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈریک دوم کے زمانہ میں پڑا، حقیقت میں از منۂ متوسط کا سب سے بڑا عیسائی حکمران تھا، اگر یورپ کے برا عظم کو وحشت اور جہالت کی گہرائیوں سے نکال کر شاہراہ ترقی دتمدن پر لانے کا سہرا کسی کے سر ہے، تو وہ فریڈریک ہے جس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا، اور پھر اسکو پھیلانے کی انتھک کوشش کی،

فریڈریک کے دربار میں مسلمان ماہرین علوم کا اجتماع رہتا تھا، وہ لوگ ریاضی اور علم نباتات کے متعلق ضروری معلومات پر بحث کرتے تھے یہ دربار یورپ کے حکمرانوں کے درباروں سے بالکل مختلف تھا، ان کے یہاں جہالت اور توہمات کا دار دورہ تھا، فریڈریک نے میسینا، اور بیڈوا میں یونیورسٹیاں قائم کیں، اور سلرنو میں ایک طبی مدرسہ قائم کیا جس میں مسلمانوں

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۴۳۲، ۴۴۴،

کے طریق علاج کی تعلیم دی جاتی تھی، اس نے یورپ میں ریاضی کے معلمین کی ہمت افزائی کی، یہود اور مسلمان علما کو جمع کر کے ہر دستیاب ہونے والی عربی کتاب کا ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا، اپنے ایک دوست میکائیل کو قرطبہ بھیج کر ابن رشد کی کتابیں منگائیں اور پھر ان کی نقلیں کرا کر انہیں اپنی سلطنت کے ہر مدرسے میں درس و تدریس کیلئے بھیج دیا۔

فریڈریک کے خلاف عیسائی قوموں کی طرف سے بڑے بڑے خوفناک الزامات لگائے گئے ہیں، ان میں ایک بڑا الزام یہ تھا کہ وہ روزانہ غسل کرتا ہے حتی کہ اتوار کے روز بھی۔ اسلامی تمدن کو اختیار کر لینے کی بنا پر اس وسیع النظر بادشاہ کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔[سلہ]

اٹلی کے دارالعلوم اور علوم عقلیات صقلیہ کے اسلامی علوم و فنون کے اثر سے اٹلی میں مختلف وقتوں میں تعلیم کے متعدد اہم مرکز قائم کیے گئے جن سے علوم عقلیات کی ترقی کے ساتھ یورپ میں آزادی خیال کی تحریک پیدا ہوئی اور لوگ غور و فکر کے عادی بنے، اسلئے یورپ کے بیدار کرنے میں اٹلی کے ان دارالعلوموں کا بڑا حصہ ہے، وہ دارالعلوم اور ان کے مختصر خدمات حسب ذیل ہیں،

سلرنو کا طبیہ کالج ان میں سے سلرنو (اٹلی) کے طبیہ کالج کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی، اس کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی تھی، یہ یورپ میں سب سے پہلا طبی مدرسہ تھا، جسے مسلمانوں نے سلرنو میں قائم کیا اور اس کے ذریعہ یورپ علم طب سے روشناس ہوا، اور طبی تحقیقاتوں کا عظیم الشان دروازہ کھل گیا، جن کے مظاہر آج دنیا کے ہر حصہ میں نمایاں ہیں، گبن کہتا ہے،:-

"فن طب میں عربوں کی تعریف کی گئی ہے .... سلرنو کے مدرسے نے جسے انہوں نے قائم کیا تھا، اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں کو زندہ کیا"[سلہ]

سلہ: تاریخ تمدن انسانی ... روزنامہ ... مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۶ء سلہ: ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر جلد دس ص ۴۰، ایوری مینز ایڈیشن)

ڈریپر لکھتا ہے :۔

"یورپ کا پہلا طبی مدرسہ وہ تھا، جسے عربوں نے اٹلی کے شہر سلرنو میں قائم کیا۔"[۵]

یہ طبی مدرسہ آٹھویں صدی عیسوی سے قائم تھا، فریڈریک دوم نے اس پر بڑی توجہ کی مسلمان ماہرین فن اور مسلمانوں کے دامن فیض کے تربیت یافتہ ہوا طبا اس میں اساتذہ تھے، اس میں طب اور جراحی دونوں کی تعلیم دی جاتی تھی، نصاب درس خالص اسلامی علم طب کی کتابوں پر مشتمل تھا، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں ہے :۔

"اس کے نصاب تعلیم میں تمامتر وہی کتابیں تھیں، جو مسلمانوں نے یونانی زبان سے ترجمہ اور پھر تالیف کی تھیں۔"[۶]

اس مدرسہ میں تین زبانیں عربی عبرانی اور یونانی پڑھائی جاتی تھیں، نصاب کی بیشتر کتابیں عربی زبان میں تھیں اسلئے عربی زبان کو عیسوی عہد میں بھی تفوق حاصل رہا، اس زمانہ میں عربی زبان کی تحصیل اسی طرح ضروری تھی، جیسے موجودہ زمانہ میں جدید علم طب کے حاصل کرنے کیلئے کسی یورپین زبان کا جاننا ضروری ہے، مارگولیتھ لکھتا ہے :۔

"علمی حیثیت سے یورپ پر عربوں کا اثر سب سے زیادہ دنوں تک قائم رہا اور اس علم کیلئے عربی زبان کی تحصیل سترہویں صدی تک نہایت اہم سمجھی جاتی تھی۔"[۷]

مدرسہ میں بلا تفریق مذہب و ملت مختلف مذاہب کے ماننے والے طلبہ داخل ہوتے تھے، مدرسہ کے اساتذہ طبی و علمی تحقیقاتوں میں مصروف رہتے تھے، عیسائی مورخین کو اعتراف ہے کہ

"بہت سے اصول و نظریات ایسے ہیں جو اسی کالج کی تحقیقاتوں سے عالم وجود میں آئے اور آجتک اسی طرح صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔"

چنانچہ مورخین نے طب میں ان کی ان ایجادوں اور اکتشافوں کی فہرست درج کی ہے، جو

[۵] معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۶۱۔ [۶] انسائیکلوپیڈیا جلد ۲۰ ص ۴۹۰۔ [۷] تمدن عرب ص ۴۶۳

Marfat.com

جدید علم طب میں اس زمانہ میں بھی مقبول اور رائج ہیں، اسی طرح حفظ صحت، دوا سازی تشخیص امراض وغیرہ میں سلرنو کے اساتذہ کے مقرر کئے ہوئے اصول اس زمانہ میں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں، موسیو لیبان لکھتے ہیں،

سلرنو کے مدرسۂ طبیہ کے ملفوظات میں نہایت عمدہ اصول حفظ صحت بیان کئے گئے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ اس مدرسہ کی شہرت جو یورپ میں اوّل سمجھا جاتا تھا، عربوں ہی کے سبب سے تھی، نویں صدی عیسوی کے وسط میں جب تک نارمنون نے جزیرہ صقلیہ اور اطالیہ کے اس حصہ کو جو عربون کے قبضہ میں تھا لے لیا، تو انھون نے ان کے مدرسۂ طبیہ کی بھی ویسی ہی حمایت کی جیسی کل دوسرے اسلامی نظامات کی، ایک نہایت عالم عرب قرطاجنہ کا رہنے والا جس کا نام قسطنطین افریقی تھا، اس مدرسہ کا منتظم ہوا، اس نے عربی تصانیف طبیہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا اور اسی کی کتابون سے وہ ملفوظات لئے گئے، جن کی وجہ سے سلرنو کے مدرسہ کی اس قدر شہرت ہوئی،...[1]

اس مدرسہ میں زمانۂ تعلیم آٹھ سال تھا، ابتدائی تین سال ادب و فلسفہ کی تعلیم کے لئے، پھر طبی تعلیم کی میعاد پانچ سال مقرر تھی، پھر سال بھر تک کسی لائق طبیب کی نگرانی میں تجربہ کرایا جاتا تھا، اسکے بعد فضیلت کی سند دیجاتی تھی، یورپ کے موجودہ علم طب کے نظام تعلیم کا ابتدائی خاکہ سلرنو کے مدرسۂ طبیہ ہی سے حاصل کیا گیا،[2]

سلرنو یونیورسٹی | اس کے بعد سلرنو کا یہی طبی مدرسہ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی کی شکل میں منتقل ہو گیا، انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا میں ہے :-

"اسی طبی مدرسہ نے ۱۲۳۱ء میں ایک یونیورسٹی کی شکل اختیار کی، جو سرزمین یورپ میں سب سے پہلی یونیورسٹی تھی"[3]

[1] تمدن عرب ص ۴۸۰ [2] غبار الاندلس جلد ۲ ص ۳۴۴ [3] انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا جلد ۲۴ ص ۱۰۹

سالرنو کے مدرسہ طبیہ سے ان خدمات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو مسلمانانِ صقلیہ کے ہاتھوں فنِ طب کی انجام پائی تھیں مسلمانانِ صقلیہ و اندلس کے ذریعہ یورپ کے جدید علم طب میں جو اضافے ہوئے ہیں مسٹر اسکاٹ نے انھیں ایک جگہ بیان کیا ہے لکھتے ہیں:- فن طب میں ترقی

"تمام یورپ مسلمانانِ اندلس وصقلیہ کا شکر گذار ہے کہ انھوں نے مفردات میں کپور، املتاس، حب الملوک، رائی، مر، صندل، کباب چینی، جدوار، ریوند چینی اور کافور، اور مرکبات میں رُب، لعاب، اکسیر، شربت اور معجون، خوشبودار مصالحوں میں قرنفل، جوز بویا، زنجبیل اور الائچی سے آشنا کیا، یہ چیزیں یورپ کے بازاروں میں اب بھی اپنے عربی ناموں ہی سے موسوم ہو کر آتی ہیں۔

...صقلیہ کے قوانین اس معاملہ (دواخانوں کی دیکھ بھال اور دواسازی میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں) اور بھی سخت تھے، ہر دواساز کو اپنی دواسازی کی قابلیت کا سخت امتحان دینا پڑتا تھا، اطبا کے سامنے حاضر ہو کر اس کو قسمیں کھا کر یہ اقرار کرنا پڑتا تھا، اگر کوئی دوا فروش مقررہ درجہ سے کمتر درجہ کی دوائیں فروخت کریگا، تو وہ اسکی اطلاع اطبا اور حکومت کو دیگا، بددیانتی اور فریب کے روک تھام کے لئے تو یہ تدابیر اختیار کی جاتی تھیں، اور عوام کے فائدہ کے لئے دواؤں کا نرخنامہ ہر دکان پر رکھا رہتا تھا کہ دوکاندار زیادہ قیمت نہ لے سکیں، ان قواعد کی جو کوئی خلاف ورزی کرتا تھا، اس کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، انہی قواعد کو شہنشاہ فریڈریک دوم نے اپنے ملک میں نافذ رکھا، اور انہی (قوانین) کی وجہ سے سالرنو اور نیپلز کے مدارس طبیہ کو کامیابی ہوئی، اور صقلیہ نے تمام دنیا میں فنِ طب میں شہرت تامہ حاصل کی"[1]

اسی طرح موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"عربوں کی طبی ترقیاں زیادہ تر فنِ جراحی، علاماتِ امراض، قرابادین اور ادویات میں ہیں

[1] اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۴۵۔

Marfat.com

انھوں نے بہت سے طریقے علاج کے ایجاد کئے ہیں۔۔۔۔قرابادین میں انھوں نے بہت سی دوائیں بڑھائی ہیں۔۔۔۔ دواؤں کے استعمال کے وہ طریقے بھی انہی نے نکالے ہیں جو اب تک زمانہ کے بعد نئی ایجادوں کے نام سے مشہور کئے جاتے ہیں۔۔۔۔ فن جراحی کی بھی ابتدائی ترقی عربوں ہی سے ہوئی اور زمانہ حال تک ان ہی کی تصنیفات پر یورپ کے مدارس طبیہ کا دار و مدار رہا ہے۔[۱]

یورپ میں مختلف علوم و فنون فلسفہ، سائنس، ریاضیات اور ادب کی ترقی میں اٹلی کے چند

دو مدرسے دارالعلوم نیپلس اور پیڈوا نے بھی نمایاں حصہ لیا، ان میں بھی اسلامی اثرات موجود تھے،

نیپلس یونیورسٹی | فریڈرک نے نیپلس میں علوم عقلیات کی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، جس میں مختلف اسلامی ممالک کے ممتاز اہل علم اساتذہ مقرر کئے گئے تھے، اور ایک عظیم الشان کتب خانہ فراہم کیا گیا تھا، اس میں اسلامی مدارس کے طرز پر طلبہ کے لئے وظائف مقرر تھے، اور یورپ کے گوشہ گوشہ کے طلبہ یہاں تحصیل علم کیلئے آتے تھے، نیپلس یونیورسٹی نے یورپ کی جہالت کے دور کرنے کی غیر معمولی خدمت انجام دی۔[۲]

پیڈوا یونیورسٹی | اسی طرح اس عہد میں شمالی اٹلی کا شہر پیڈوا علوم کا مرکز بنا، یہاں بھی مسلمان اساتذہ کی نگرانی میں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی، جس میں مسلمان، یہود اور عیسائی اساتذہ تعلیم دیتے تھے، اس میں مختلف علوم و فنون، ادب، طب، فلسفہ، سائنس اور ریاضیات وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی، اور مسلمان حکماء و فلاسفہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، خصوصاً ابن رشد کے فلسفہ کو [illegible] اس یونیورسٹی میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس کی کتابوں کے ترجمے [illegible] اور دوسرے فلسفوں کے مقابلہ میں اس کے فلسفہ کی پرزور حمایت کا فرض یہاں کے یورپین اساتذہ نے انجام دیا۔[۳] اہل یورپ نے

[۱] تمدن عرب ص ۴۹۸ و ۴۹۹۔ [۲] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۳۴۴۔ [۳] ابن رشد رینان ص ۱۱۱ و معرکہ مذہب و سائنس [illegible]

Marfat.com

اس یونیورسٹی کی طرف خاص توجہ کی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا میں ہے:-

"پیڈوا اپنی یونیورسٹی کے لئے مدت سے مشہور چلا آتا ہے، جسے فریڈریک دوم نے ۱۲۲۳ء میں قائم کیا تھا، وینس کے زمانہ حکومت میں یونیورسٹی تین اکابر کی ایک مجلس کے زیر اقتدار تھی، وہ مجلس "دی ریفارمیٹری ڈیلا اسٹوڈیو ڈی پیڈوا" کے نام سے مشہور تھی، اس کے اساتذہ و طلبہ کی فہرست طویل اور شاندار ہے"[1]

موسیو لیبان لکھتے ہیں:-

"اطالیہ کے دارالعلوموں میں تصانیف عرب کی وقعت وہی تھی جو نشاۃ ثانیہ کے بعد یونان و روم کی تصنیفات کی ہو گئی، پٹرارک کی پرجوش شکایتوں سے ہمیں علوم عرب کے تسلط کا اندازہ ہو سکتا ہے، وہ کہتا ہے:-

"ڈیماس تھینیز کے بعد سسرو فصیح بلیغ ہوا، ہومر کے بعد ورجل پیدا ہوا، لیکن کہا جاتا ہے کہ عربوں کا کوئی مقابلہ تحریر میں نہیں کر سکتا، ہم اکثر یونانیوں کے برابر رہے ہیں اور بعض چیزوں میں ان سے بڑھ گئے ہیں، یعنی ہم تمام اقوام عالم پر فوقیت لے گئے ہیں، لیکن تم کہتے ہو کہ باستثنائے عرب، واہ ہماری حماقت، واہ ہمارا جنون، او فطرت اطالیہ کیا تو سو گئی یا مر گئی"[2]

نارمنڈی اور باری کے مدارس

اسی طرح خود سسلی، نارمنڈی اور باری وغیرہ میں اس عہد میں مشہور مدارس قائم تھے جہاں اسلامی فلسفہ و حکمت کی تعلیم دی جاتی تھی،[3]

یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمے

یورپ میں عربی کتابوں کے ترجمہ کا دور یہود کے قرطبہ یا فسطاط از کے اسپین سے ترک وطن کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، جس وقت تک وہ اسپین میں رہے، ان کی علمی زبان عربی رہی، لیکن فرانس اور کبھی اسپین میں پہنچ کر انہیں ان علوم کو یورپ کی زبان میں لانا پڑا

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا (پیڈوا) جلد ۲۰ ص ۴۴۵۔ [2] تمدن عرب ص ۵۱۶ و ص ۵۱۷۔ [3] معرکۂ مذہب و سائنس (ڈریپر)

Marfat.com

منتقل کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور اب ان کی تصنیف و تالیف کی زبان یورپین ہو گئی، اسلئے ان ملکوں میں پہلا انھوں نے عربی کتابوں کے ترجمے سے اپنے علمی کاموں کی ابتدا کی، اور عبرانی ولاطینی زبانوں میں عربی کتابیں منتقل کیں،

دوسری طرف سسلی میں نارمنوں اور فریڈریک دوم نے مختلف عربی علوم و فنون فلسفہ، منطق، سائنس، اور طب کی بکثرت کتابیں لاطینی زبان میں ترجمہ کرائیں، اور بعد میں وہ کتابیں بھی اُن کے عہد میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے لگیں، پھر یہ دلچسپ اتفاق ہے کہ یورپ میں اندلس کے اسلامی علوم و فنون کی اشاعت بھی فریڈریک کے توسط سے سسلی والوں ہی کی راہ سے بہت زیادہ ہوئی، اور اندلسی حکماء و فلاسفہ کی کتابیں یہاں ترجمہ کیگئیں، فلسفہ وطب کے علاوہ ریاضیات ہیئت و مساحت اور الجبرا وغیرہ کی کتابیں بھی لاطینی زبانوں میں ترجمہ کی گئیں ان کتابوں کی فہرست مع مصنفوں اور مترجموں کے مرتب کی جائے، تو بہت طویل ہوگی، ترجمہ کی یہ خدمت زیادہ تر اٹلی کے اونہی دارالعلوموں میں انجام پذیر ہوئی[1]

اسلامی فلسفہ رسا لفرض یورپ میں اٹلی کے دارالعلوموں اور عربی کتابوں کے ترجموں سے یورپ میں ذہنی ترقی اور آزاد خیالی کی بنیاد پڑی، اور ایک زمانہ دراز تک یورپ میں اسلامی فلسفہ مقبول رہا مسٹر الفرڈ ویبر تاریخ فلسفہ میں لکھتے ہیں، کہ

"راجر ثانی شاہ سسلی اور شہنشاہ فریڈریک ثانی دو علم دوست بادشاہوں نے بہت سے عرب علماء اپنے گرد جمع کرلئے اور ان کے زیر ہدایت ارسطو کے فلسفے اور اسکی شرحوں کا لاطینی زبان میں ترجمہ کرایا، یہ ترجمے بولون، پیرس اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں پیش کئے گئے، اس سے پیشتر ارسطو کا مطالعہ صرف بحیثیت ایک منطقی کے کیا گیا تھا، اور وہ بھی نہایت سطحی

[1] ابن رشد و فلسفہ عربی ۲۱۱ و معرکۂ مذہب و سائنس ڈریپر ص ۱۰۹ و تاریخ الاندلس جلد ۲ ص ۲۳ تمدن عرب وغیرہ

طریقے سے، مگر اس کے بعد اخلاقیات، طبیعیات اور الہیات [illegible] کی حیثیت سے اس پر نظر ڈالی گئی۔[1]

ڈاکٹر [illegible] لکھتے ہیں:

"اسلامی اور عربی علوم [illegible] پر ایک [illegible] کیا گیا، جنوبی اٹلی اور ہسپانیہ میں پلرمو میں شہنشاہ فریڈرک دوم کے دربار میں عربی علوم بڑے شوق سے پھیلائے گئے اور لاطینی قوم اس سے بہرہ مند ہوئی، شہنشاہ موصوف اور اس کے بیٹے منفریڈ نے بولونیا اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں فلسفہ ارسطو کے ترجمے عنایت کیے، ان میں بعض ترجمے عربی سے ہوئے تھے، اور بعض براہ راست یونانی اصل کتب سے۔"[2]

مسٹر اسکاٹ فریڈریک دوم کے متعلق لکھتے ہیں:

"اسی نے مسلمانوں کے علم و فضل کو تمام یورپ میں پھیلایا جو ممالک اس کے زیر نگین نہ تھے ان میں بھی تعلیمی تحریک پیدا ہوگئی، خوش عقیدہ لوگ اس کی آزاد خیالی سے بہت گھبرا گئے تھے..... عرب فلسفی اور عرب سیاست دان پر جتنا فریڈریک کو اعتبار تھا، اور اس کے جتنے گہرے تعلقات ان لوگوں سے تھے، اور کسی سے نہ تھے..... دانتے، پیٹرارک اور سلرنو کے مدارس ایک دوسرے کے معاصر تھے [illegible] کی بدولت وہ یورپ جس پر ظلمت چھائی ہوئی تھی..... ابن رشد کے علم فلسفہ، ابن بیطار کے علم نباتات، ابوالقاسم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم فلاحت، اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے دوچار ہوا..... وہ اصول جو [illegible] ابنڈ اور فریڈریک کے فلسفیوں نے اختراع کیے تھے، وہی لارڈ ہربرٹ گوناسٹ اور [illegible] مذاہب کے بیخ و بنیاد قرار پائے، دینی و دنیاوی آزادی کی وہ برکات جن سے آج

---

[1] تاریخ فلسفہ صفحہ ۲۰۱، [2] تاریخ فلسفہ اسلام صفحہ ۱۴۳۔

مہذب اور روشن خیال دنیا کے باشندے مستفیض ہو رہے ہیں، وہ عجیب و غریب کلیں جو انسانی محنت و مشقت کو ہلکا، تکلیف کو کم، رسل و رسائل میں آسانی، تجارت میں تشویق، مصنوعات میں ترقی، بالجملہ نسل انسانی کی راحت کے تمام سامان مہیا کرتی ہیں، بالواسطہ نتیجہ ہیں ان فلسفیانہ تحقیقات اور سائنٹفک ترقیوں کا جن کے محرک صقلیہ کے نارمن بادشاہ شاہ فرڈریک دوم اور والیان پرودنیس ہوئے حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ اگر یہ بادشاہ باشندگان عرب کی قابلیت اور تہذیب کو نہ دیکھتے، تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ باتیں پیدا نہ ہوتیں، اس لحاظ سے یہ تمام برکات جو دنیا وما فیہا میں نظر آتی ہیں، عربوں ہی کے طفیل میں ہیں[1]۔

ڈریپر لکھتا ہے:-

عربوں کے ادب کی طرح جس نے مسیحی دنیا پر جنوبی فرانس اور سسلی کی راہ سے پیش قدمی کی تھی، ان کا سائنس بھی انہی دونوں راستوں سے یورپ میں داخل ہوا،۔۔۔۔۔۔ اسلامی سائنس کے قدم شمالی اٹلی میں مضبوطی سے جم گئے، فلسفہ مشائیہ نے اس خلعت سے آراستہ ہو کر جو ابن رشد نے اس کے لئے تیار کیا تھا، بہت سے خفیہ اور علانیہ پیرو پیدا کر لئے، ایسے لوگوں کی تعداد کم نہ تھی جو اس فلسفہ کا خیر مقدم نہایت تپاک سے کرتے اور اس کے مسائل کو نظر استحسان سے دیکھنے کے لئے تیار رہتے تھے، لیونارڈ ڈاونسی کا شمار اسی جماعت میں ہے، وہ اس اصول موضوعہ کا بانی ہے کہ سائنس میں استدلال بجز تجربہ اور مشاہدہ کے معتبر اور مفید یقین نہیں ہو سکتا[2]۔ حقائق قدرت پر صحیح روشنی صرف تجربہ ہی

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۹، ۵۰ و ۵۰۵ تا ۵۱۰۔ [2] ڈاونسی کو اس اصول کا بانی کہنا صحیح نہیں، مسلمان فلاسفہ و حکماء کے یہاں کا یہ مسلمہ اصول ہے۔

ڈال سکتا ہے، اور قوانین قدرت کی دریافت کے لئے تجربہ کا ہونا لازمی ہے۔ ڈاونسی نے ثابت کیا کہ ایک نقطہ پر دو عمودی قوتوں کا عمل کسی مستطیل کے خط الزاویہ کے عمل کے مشابہ ہوتا ہے جس کے اضلاع ان قوتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اس اصول کے بعد غیر مستقیم قوتوں کے مسئلہ کا حل ہونا بہت آسان ہوگیا اس مسئلہ پر ایک صدی بعد اسٹیونیس نے از سر نو روشنی ڈالی، اور قوت جر ثقیل کی تشریح کے متعلق اس سے کام لیا...... رگڑ کے قوانین جن کا عملی ثبوت آگے چل کر امانٹس نے دیا، اسی (ڈاونسی) کے دریافت کئے ہوئے ہیں اصول حقیقت سرعت رفتار کی ماہیت سے وہ بخوبی واقف تھا سطوح مائل اور قوس ہائے مدور پر اجسام کے نزول کی شرائط پر اس نے مفصل بحث کی ہے، عکسی تصویر کھینچنے کا کیمرا اسی کی ایجاد ہے، علم ترکیب اجسام حیوانات و نباتات کے متعدد مسائل کی نسبت اس نے صحیح خیالات ظاہر کئے، طبقات الارض کے جدید علم کے لحاظ سے نہایت مسائل آثار متحجرات کی نوعیت اور بر ہائے اعظم کے ارتفاع کی نسبت جو امور اس نے بیان کئے ہیں ان کے تجربہ نے آج تصدیق کر دی ہے، اس نے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے، کہ چاند کی روشنی زمین کے نور کا عکس ہے۔[1]

یورپ میں اسلامی سائنس کے اثرات سے جو انقلاب ہوئے، مورخین نے انھیں تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کا عقلی اثر سب سے پہلے یہ ظاہر ہوا کہ یورپ کی مطلق العنان ذہنی حکمرانی کا خاتمہ ہوگیا اس کے ساتھ ہر بات کے قبول کرنے کے لئے محض فرسودہ روایات ساقط الاعتبار کر دی گئیں کا معیار روایت کے بجائے [illegible] گیا کہ جو کچھ علم و تجربہ کے معیار پر صحیح اترے وہی [illegible] باور کیا جائے، اسکی وجہ سے یورپ میں نظریات [illegible] دلائل قائم کرنے کا رواج ہوا، اور خصوصیت فن ریاضی پر توجہ مبذول ہوگئی، کہ اسکی بنیاد عقل و تجربہ پر ہے، اڈریپر لکھتا ہے:۔

۱؎ معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۲۰۳۔

"اس طور پر فن ریاضی تحقیقات علمی کا بہت بڑا آلہ بن گیا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ فن علمی استدلال کا آلہ بن گیا، ایک اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے دماغ کے عمل کو حرکت اضطراری کی شکل میں بدل دیا، اس لئے کہ اس کی عادات اکثر و بیشتر تفکر و غور کی قائم مقام ہو گئیں، تحکیم و تدقیق استدلال کی عادت جس نے اس کے فیض سے نشو و نما پایا، دوسرے علوم و فنون میں بھی داخل ہو گئی، جس کی وجہ سے دنیا میں ایک عقلی انقلاب پیدا ہو گیا"[۱]

اسی طرح فن الجبرا کے یورپ میں پہنچنے کی سرگذشت میں ڈریپر لکھتا ہے :۔

"مبادی فن الجبرا کی معلومات کے لئے ہم عربوں کے رہین منت ہیں، ریاضی کی اس شاخ کا نام تک انہیں کا رکھا ہوا ہے، دار العلوم اسکندریہ سے اس فن کے جو بچے کھچے اجزا ان تک پہنچے تھے، ان میں انھوں نے ان معلومات کا اضافہ کیا، جو ہندوستان سے حاصل کئے گئے تھے، اور تنقیح و ترتیب کے بعد اس اصلاح یافتہ مجموعہ کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون کیا، عربوں سے یہ فن تیرہویں صدی کے شروع میں اٹلی پہنچا، لیکن اس پر اسقدر کم توجہ کی گئی، کہ تین سو سال تک یورپ میں کوئی کتاب اس فن پر نہ لکھی گئی،[۲] ۱۴۹۴ء میں پشیولی نے پہلی مرتبہ ایک کتاب بنام "فن الجبرا" شائع کی، ۱۵۴۵ء میں کارڈن ساکن میلان (اٹلی) نے مساوات مکعبہ یعنی تیسرے درجہ کی مساوات کے حل کرنے کا طریقہ دریافت کیا، ۱۵۷۷ء میں سیپو فیر یو اور اس کے بعد ٹارٹیلیا اور وٹیا نے مزید اضافے کئے، اب علماء جرمنی نے اس فن پر اپنی توجہ مبذول کرنی شروع کی ہے"[۳]

اسلامی اثر سے علمی مجلسوں کا قیام | مسلمانوں کی بدولت اٹلی میں اسلامی سائنس کے قدم مضبوطی سے جمنے کا

[۱] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۴ [۲] یعنی گویا الجبرا کی اسلامی کتابیں جو کچھ یورپین زبانوں میں منتقل ہوئی تھیں یورپ میں تین سو برس تک ان ہی پر مدار رہا۔ [۳] معرکۂ مذہب و سائنس ص ۲۱۴،

نمایاں اثر یہ ہوا کہ یورپ میں اس فن کی ترقی کے لئے علمی ادارے قائم ہونے لگے جن سے یورپ کی موجودہ سائنٹفک ترقیاں عالم وجود میں آئیں، ڈریپر لکھتا ہے:-

"شمالی اٹلی میں جب ایک دفعہ سائنس کے قدم مضبوطی سے جم گئے، تو بہت جلد کل جزیرنما میں اس کا اثر پھیل گیا، اس کے پرستش کرنے والوں کی روزافزوں تعداد کا پتہ ان علمی مجلسوں سے چلتا ہے، جو بکثرت قائم ہوتی جاتی ہیں، اور جلد جلد ترقی کر رہی ہیں، یہ مجلسیں ان اسلامی مجالس کا چربہ تھیں، جو زمانہ سابق میں غرناطہ و قرطبہ میں موجود رہ چکی تھیں اسلامی تمدن نے جس راستہ پر اپنے نقش قدم چھوڑے تھے، اس پر گویا مسافر کی یادگار قائم کرنے کی غرض سے ۱۳۴۵ء میں ٹولوز کی اکاڈمی کی بنا ڈالی گئی، جو آج کے دن تک قائم ہے..... علم طبعیات کو ترقی دینے کی غرض سے پہلی علمی مجلس کی بنا نیپلز میں بپٹسا پورٹا نے ڈالی، ترابوشی کا بیان ہے، کہ حکام کلیسا نے اس مجلس کو بند کر دیا، اس کے بعد پرنس فریڈرک سیسی نے روما میں ایک مجلس بنام لنسئن قائم کی..... فلارنس کی اکاڈمی ۱۶۵۷ء میں قائم ہوئی.....[1]"

ان علمی مجالس اور ان کے ارکان اور ان مجلسوں کی قائم مقام مجلسوں نے سائنس کی نئی ترقیوں، ایجادوں اور اکتشافوں سے دنیا بدل دی،

عربی ادب کے اثرات عربی ادب و شعر بھی جنوبی فرانس اور سسلی ہی کی راہ سے مسیحی دنیا میں پہنچا، اور وہاں اپنے نمایاں اثرات قائم کئے، صقلیہ کے نارمنی اور جرمن دوروں میں عربی زبان، ادب اور شعر و شاعری کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی، اس کا تذکرہ پچھلے صفحوں میں گذر چکا ہے، ان عیسائی فرمانروؤں کی توجہ سے عربی زبان نہ صرف یورپ کی تعلیمی و علمی زبان کی حیثیت سے تسلیم کی گئی، بلکہ عربی ادب و شعر سے ان کی معاشرتی زندگی میں بھی خوشگواری پیدا کی گئی، یہاں تک کہ عربی قصیدوں اور نظموں کے طرز پر

[1] معرکہ مذہب و سائنس ص ۴۰۰ و ۴۰۰ ملخصاً۔

Marfat.com

اٹلی اور جرمنی کے شعرا اپنی نظمیں کہنے لگے، جن میں ردیف و قوافی کی بھی رعایت ہوتی تھی، مسٹر اسکاٹ لکھتے ہیں:-

"ایک صدی کامل دربار پرمو، جو کہ ادبی قابلیت کی وجہ سے بہت ہی مشہور رہا ہے، جو وہاں کی شہرت اور وہاں کے لطف صحبت کی وجہ سے کھنچے چلے آئے اور وہیں کے ہو رہے ...... عرب جاہلیت کے قصائد اور نظمیں نہ صرف پلرمو بلکہ ہمسایہ شہر روم میں اسی قدیم شان ولب و لہجہ میں پڑھی جاتی تھیں، اور مسلمان اور غیر مسلمان دونوں تحسین و آفرین کرتے اور داد دیتے تھے۔"[1]

پھر ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:-

"جو شان کہ مسلمان بادشاہان صقلیہ نے قائم کی تھی، اسی کو دیکھ کر اٹلی کے ان لوگوں میں دماغی ترقی کا خیال پیدا ہوا جنھوں نے اس ملک میں قرون وسطیٰ کے علم ادب کی بنیاد رکھی، مسلمان سلاطین جو اس زرخیز جزیرہ پر حکمران تھے، سب کے سب علم کے نہایت با ذل قدر دان تھے، نارمنوں نے ..... اہل عرب کے تمدن ہی پر خاص طور سے توجہ اور تشویق کی نظر ڈالی ...... یورپ میں مطرب سوتی مارے مارے پھرتے ہیں، ان گیتوں کی عربی گیتوں سے مماثلت یہ پتہ دیتی ہے کہ ان کا ذریعہ انتقال کیا ہے، اور صورتیں جو قومی رواج پر مبنی ہیں، اس کی تائید کرتی ہیں، کہ **یورپ کے علم ادب کا سرچشمہ عربی ہے** ..... اٹلی کے سب سے بڑے علمائے ادب نے بے خیالی میں عرب شعراء کا اس طرح اعتراف کیا ہے، کہ انھوں نے یورپ کے مطربان سوتی کی نظموں کے اوزان و بحور اور اسلوب کی تقلید کی ہے، ڈانٹی نے بھی جو اپنے زمانہ میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا، انکے تتبع میں تامل نہیں کیا، بلکہ ان کی حمایت

---

[1] غبار الاندلس جلد ۲ صفحہ ۲۰۳۔

کی ہے، پٹرارک کی کینزونی میں بے شمار ایسی باتیں پائی ہیں جن کو مسلمانان صقلیہ کے طرز عمل سے بہت مماثلت ہے ...... شاہ فریڈریک ثانی کے قدر دانی کی اتباع سے علم کا چرچا کوہ الپس تک پہنچا، اور اسی کے ساتھ مسلمانان صقلیہ کی تہذیب، علم ادب کے اس نقل مکانی کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی کے "غزل سرا" شعراء کا ایک جدا فرقہ پیدا ہو گیا ... سو برس سے زیادہ جرمن سوسائٹی میں یہ کتابیں متداول رہیں، اور اگر گیٹے اور شلر پیدا نہ ہو جاتے تو وہ کتابیں اب تک بے مثال ہی رہتیں"[1]

عربی زبان کے اثرات: یورپ میں عربی علوم و فنون کے داخل ہونے سے عربی زبان کو بھی قدرۃً مقبولیت حاصل ہوئی، وہ مدتوں ان میں سے بعض ملکوں میں اس حیثیت سے سمجھی اور بولی جاتی رہی، کہ گویا وہ وہاں کی ملکی زبان تھی، اور ابتداً یورپ میں عربی زبان کے بغیر کسی علم و فن کا پڑھنا پڑھانا بعید سمجھا جاتا تھا، خصوصاً کالجوں میں تعلیم پانے کے لئے ہر طالب علم کو عربی زبان کا پڑھنا اسی طرح ضروری تھا، جیسے موجودہ زمانہ میں ہندوستان میں کالجوں میں تعلیم پانے کے لئے انگریزی زبان کا جاننا ضروری ہے، یورپ میں تحصیل علم کے لئے عربی زبان کی اہمیت مارگولیتھ کے بقول سترہویں صدی عیسوی تک قائم رہی۔[2]

عربی زبان کو جزیرہ صقلیہ سے اگر بن بوجھ [illegible] مٹایا نہ جاتا تو شاید آج بھی اس کے گہرے اثرات اسی طرح وہاں موجود ہوتے، جیسے مالٹا کی موجودہ [illegible] زبان میں ہیں، اور جن کا تذکرہ صفحات بالا میں گزر چکا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یہ تسلیم [illegible] کیا گیا ہے کہ صقلیہ میں عربی زبان نے مسلمانوں کے بعد نارمنوں کے زمانہ میں [illegible] اس کے اثرات

---

[1] [illegible] ص ۵۰۲، گیٹے کے کلام میں عرب تہذیب کے جو [illegible] ہیں وہ بھی اس موقع پر [illegible] [2] [illegible] ص ۲۴۳

مٹانے کے لئے فرانسیسی اور اطالوی زبانوں کو وہاں رائج کیا گیا، اور قریب تھا کہ جزیرہ سے اس زبان کا نام و نشان مٹ جائے لیکن فریڈریک دوم نے تخت نشین ہو کر پھر اس زبان کی سرپرستی قبول کر لی، اور اس میں ایسی نئی جان ڈال دی، کہ اوس کے آثار یورپ سے مدتوں محو نہ ہو سکے،

عربی زبان کے اثرات یورپ کی مختلف زبانوں تک پہنچے، اور اس کی مدد سے اون زبانوں کی تکوین میں بڑی مدد پہنچی، چنانچہ آج بھی یورپ کی مختلف زبانوں میں عربی خیالات، طرز ادا، عربی قواعد صرف و نحو کے علاوہ عربی الفاظ کا بڑا ذخیرہ یادگار کے طور پر باقی رہ گیا ہے، ہوبون لیبان لکھتے ہیں:-

یورپ کی لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے، جہاں عربی زبان نے قدیم السنہ کی جگہ نہیں لے لی لیکن یہاں بھی اس نے اپنے تسلط کے بین آثار چھوڑے ہیں ...... فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا، موسیو سدیو نہایت درست لکھتے ہیں کہ ...... یہ امر نہایت قرین قیاس ہے، کہ عربوں ہی کی زبان سے جو آٹھویں صدی عیسوی سے بحر روم پر قابض تھے فرانسیسی اور اطالی زبانوں میں اکثر وہ الفاظ اخذ کئے گئے، جو جہاز رانی اور بحری انتظام سے متعلق ہیں ...... یہ بھی قرین قیاس ہے، کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں یورپ میں قائم ہونے لگیں، تو افسروں کے نام اور لڑائی میں نعرے کے الفاظ بھی عربوں ہی سے لئے گئے اور انتظام مملکت کے متعلق اصطلاحیں بھی بغداد و قرطبہ سے اخذ کی گئیں، فرانس کے طبقہ شرفا کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے، اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں ...... ہمارا علم ہیئت ان اصطلاحوں سے معمور ہے، اکثر ستاروں کے نام بھی عربی ہیں، اور ریاضی کی اصطلاحات، کیمیا کی اصطلاحات، اور علم حیوانات اور علم طب

سلہ تمدن عرب ہاپ لیبان ہے جلد ۵ ص ۳۴۳ و ۳۴۴

کی بہت سی اصطلاحات اور ادویہ کے نام عربی سے اخذ کئے گئے ہیں"[1]

یورپین زبانوں میں سے جو زبانیں براہ راست صقلیہ کے اثر سے متاثر ہوئیں، وہ اطالوی جرمن اور پھر بالواسطہ فرانسیسی اور انگریزی زبانیں ہیں۔ اطالوی زبان پر براہ راست خود عربوں نے اثر ڈالا، جرمن زبان فریڈریک کی علمی تحریک سے متاثر ہوئی، اور فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کو اولاً نارمنوں اور پھر عربی زبان کا اثر قبول کی ہوئی اطالوی اور جرمن زبانوں نے متاثر کیا،

ان میں سے خصوصاً اطالوی زبان پر براہ راست اثر پہنچنے کے بعد جب فریڈریک کی علمی تحریک سے اس پر عربی کے نئے اثرات پہنچے تو ایک ایسی نئی زبان کی تکوین ہوئی جو عربی اور لاطینی زبانوں سے اسی طرح مل کر بنی ہے، جیسے ہندوستان میں قدیم سنسکرت اور عربی و فارسی زبانوں کے میل جول سے نئی ہندوستانی زبان اردو عالم وجود میں آئی، یہ زبان فریڈریک دوم کے دربار میں پیدا ہوئی، اور نئی اطالوی زبان کے نام سے موسوم کی گئی

مسٹر اسکاٹ یورپ میں عربی زبان کے اثرات دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ زبان اب بھی دریائے سائین اور دریائے ڈینیوب کے کناروں پر کہیں کہیں بولی جاتی ہے اس میں عربی اشتقاق اور عربی الفاظ اب بھی موجود ہیں، دور کیوں جائیے، خود انگریزی زبان اور اس کے ذریعہ سے دنیا کا وہ سب سے بڑا حصہ جہاں انگریزی بولی جاتی ہے، عربی زبان کی شرمندۂ احسان ہے، بہ نسبت اور ممالک کے اٹلی میں اس زبان نے دفعۃً شمال کی طرف سے فرانس سے اور جنوب کی طرف سے سسلی سے حملہ کیا، اور جزیرہ نمائے اطالیہ کی انگلیوں پر تفوق حاصل کر کے اس کو کمال پر پہنچایا اس کی داد دیگر یہیں ختم نہیں ہوئی

---

[1] تمدن عرب ص ۳۰۲، ۳۰۴، ۴۰۲

[illegible] کو اپنے قبضہ میں لاکر وہ یونانی ریاست تھیسا لونیکا تک پہنچ گئی۔[1]

پھر ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:

"اس زبان نے یورپ کے محاورات بلکہ تمام ادب پر گہرا اور مستقل اثر ڈالا ہے۔ انگریزی زبان کے سب سے زیادہ روزمرہ کے محاورات بغیر تبدیلی کے اسی زبان سے لئے ہوئے اب تک ہماری زبان میں موجود ہیں۔ فرنچ زبان کے اکثر الفاظ اور محاورات زبان عربی سے ماخوذ ہیں، اپنی زبان کو تو بگڑی ہوئی عربی کہا جاتا ہے۔ ... زبان ایطالیہ پر جو اثر صقلیہ کے مسلمانوں نے ڈالا ہے وہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے ... قصص و حکایات بیشتر عربی یا عبرانی میں لکھے جاتے تھے۔"

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۱۶۰۰، و جلد ۲ ص ۱۰۳ و ۹۰۳۔

خاتمہ

یورپ سے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کا استیصال

یورپ میں عربی زبان اور صقلیہ کا پھیلایا ہوا اسلامی تمدن عرب و اسلام کے اقتدار کے ساتھ تقریباً پندرہویں صدی عیسوی تک باقی رہا، اس اثنا میں ایک طرف تو یورپ میں بیداری پیدا ہوئی دوسری طرف صلیبی لڑائیوں سے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض عناد اور تعصب کے جذبات پہلے سے زیادہ ابھر گئے اور یورپ کے مذہبی پیشواؤں اور سیاسی مدبروں نے نہ صرف اسلامی تہذیب و تمدن کے نشانات مٹانے چاہے، بلکہ مسلمانوں کی علمی اور ادبی ترقیوں کو سرے سے فراموش کر دینا چاہا۔

گاڈفری ہگنس کہتا ہے:-

"میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی مسلمانوں، ان کے مذہب اور ہر اس چیز کو جو ان سے تعلق رکھتی ہے سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہیں، مگر تحقیق کرنے سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب کی بنیاد پڑتے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشن ضمیر قوم بن گئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدما کے مفید علوم کی اشاعت کیلئے ان کے بہت ممنون ہیں۔"

امریکن مصنف ڈریپر یورپ کی احسان فراموشی کے متعلق لکھتا ہے:-

"یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر عنوان پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اس کا موضوع تاریخ ہو

Marfat.com

یا مذہب، یا سائنس، جب اپنے فتحمند مخالفین (مسلمانوں) کا ذکر کیا ہے، تو اسی طرح زہر اگلا ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے، کہ جس چیز میں وہ کوئی ذم کا پہلو نہ نکال سکیں، اسے چھپائیں، اور جس چیز کو چھپا نہ سکیں اسکی تنقیص کریں،

جس طریقہ سے یورپ کے لٹریچر نے مسلمانوں کے سائنٹفک علمی وادبی احسانات کو پس پشت ڈال دینے کی کوشش کی ہے، اس پر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے، مگر یقیناً وہ بہت دیر تک چھپ نہیں سکتا، وہ ناانصافی جو مذہبی بغض وعناد اور قومی افتخار پر مبنی ہو اُسے ثبات حاصل نہیں ہوتا[۱]

یورپین یونیورسٹیوں سے اسلامی علوم وفنون کا اخراج

انہی کوششوں کا نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ عربی زبان جو وہاں کی تقریباً مادری زبان بن چکی تھی، چودہویں صدی میں ناپید ہوگئی، صرف اہل علم کے ایک مختصر حلقہ میں علمی زبان کی حیثیت سے کچھ دنوں کے لئے باقی رہی، اسی طرح اٹلی کی وہ یونیورسٹیاں جو مسلمانوں اور ان کے علوم وفنون کے ذریعہ عالم وجود میں آئی تھیں پٹرارک متوفی ۱۳۷۴ء جیسے متعصب عیسائی فلاسفہ کے ہاتھوں میں آگئیں جنھوں نے ان یونیورسٹیوں سے عربی زبان واسلامی علوم وفنون کے خارج کرنے کی پرزور تحریک اوٹھائی، اور ان کے بجائے یونانی زبان اور اس کے علوم وفنون کو داخل کرنا چاہا، یورپ کے اہل علم نے اس تحریک کا خیرمقدم کیا، اور یونانی ولاطینی زبانوں کے احیا کی کوششیں شروع ہوئیں اور پھر یورپین یونیورسٹیوں سے عربی لٹریچر رفتہ رفتہ خارج کیا جانے لگا، اور اس کی جگہ یونانی زبان اور لٹریچر کو ملنے لگی، یہاں تک کہ ۴ نومبر ۱۴۵۷ء کو لینیس نے یورپ کی مشہورترین یونیورسٹی پیڈوا میں اصل یونانی زبان میں ارسطو کے فلسفہ پر لکچر دیا، اور اس موقع پر یونیورسٹی کی طرف سے جشن مسرت کی عظیم الشان تقریب منائی گئی جس میں شعرائے یورپ نے مسرت آمیز نظمیں سنائیں[۲]

---

[۱] ... بحوالہ ایا لوجی فار دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد ... لندن ۱۹۲۹ء وکانفلکٹ آف ریلیجن ... سائنس ... ص ۳۲۳

[۲] ... انسائکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۵ ... ابن رشد ... ۳۰۳، ۳۰۴ ... وہسٹری آف دی ... ۵۲۲ ... ۱۹۲۰ء

اس دن گویا یورپ سے اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان کے اخراج پر مہر ثبت کر دی گئی،

صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کی بربادی

اس کے بعد یورپ میں صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے جو کچھ تھوڑے بہت آثار باقی رہ گئے تھے، رفتہ رفتہ وہ بھی محو کر دیے گئے، مسٹر امکاری صقلیہ کے اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار کے برباد ہونے کے متعلق لکھتے ہیں :-

"دنیا بھر کی کسی قوم کے آثار ایسے کامل طور پر اور ایسے باقاعدہ طریقہ سے کہیں نہیں مٹائے گئے، جیسے کہ مسلمانان صقلیہ کے آثار برباد کیے گئے"[1]

اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

"صقلیہ کی جائے رتوع بہت مشہور ہے، جس کی وجہ سے یہ سرزمین ہر غارت گر کی تختۂ مشق رہ چکی ہے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی ہر چیز کے جانی دشمن رہے ہیں، اس لیے وہ عمارات بالکل غارت ہو گئیں، جن کا ذکر تاریخوں میں ہے، کہ مسلمانوں کے زمانہ میں بکثرت موجود تھیں، یہی حال علمی اور حرفتی چیزوں کا ہوا جن کو کوئی خاص اہمیت تھی یا فی الحقیقت وہ مستند طور پر مسلمانوں کے زمانہ کی یادگاریں ہیں، ان میں سے کوئی چیز کسی قومی عجائب خانہ یا ذاتی جمع کردہ چیزوں میں موجود نہیں رہی ہے، غرض مسلمانان صقلیہ کی تہذیب کی کوئی یادگار جس کا تذکرہ وہاں کے مورخین نے کیا ہے، اس وقت صفحہ ہستی پر باقی نہیں ہے، جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں صقلیہ کی صنعت و حرفت و تجارت بہت بڑھی ہوئی تھی، اور بہت سے ایسے طبقوں سے ان کے تعلقات وابستہ تھے، تو ان کے آثار قدیمہ و اشیائے صنعتی و حرفتی کا دنیا سے بالکل ناپید ہو جانا نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے"[2]

غیر فانی نقوش

بلاشبہ صقلیہ کے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کی مادی یادگاریں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں

له اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۱۶۲ سے ایضاً ص ۱۶۳

لیکن امریکن مصنف کی پیشینگوئی کے مطابق جب مذہبی بغض وعناد اور تعصب کا پردہ چاک ہوا تو غیر متعصب عیسائی مورخین نے اعتراف کیا کہ

"جن ممالک پر مسلمانوں کے علوم کا اثر پڑا تھا، اور جنھوں نے مسلمانوں کی تہذیب کی تقلید کی تھی، انہی میں احیائے علوم ہوا، باقی تمام مسیحی دنیا جہالت کی سخت ترین و بدترین ظلمت میں گرفتار رہی، یہ اہم واقعات ہیں، اور ان سے ان اسباب کا پتہ لگتا ہے، جو یورپ کی ذہنی ترقی کے سبب ہوئے ہیں، اور جن کا نتیجہ آج کل کے سائنس کا اوج کمال ہے.....

یہ تھی وہ تہذیب جس کو مسلمانانِ صقلیہ واندلس نے یورپ کے واسطے بطور وریث چھوڑا، ان کے فتوحات واثرات، ان کی وہ ترقیاں جو زمانہ امن وامان میں ہوا کرتی ہیں، ان کی وہ صنعتی، حرفتی اختراعات، ان کے اقتصادی ایجادات، ان کا تہذیب وتمدن پر دوامی اثر، یہ وہ باتیں ہیں، کہ جن کا اگر اعتبار نہ آئے، تو محلِ تعجب نہیں، وہ جو کچھ کر گئے، اس کی مثال دنیا کی کوئی قوم نہیں دکھا سکتی"[۱]

ابو العرب مصعب صقلی اپنے وطن کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے یہ سچ کہتا ہے:-

ویا وطنی ان بت عنی فاننی ۔ سأوطن اکوار العتاق النجائب

اے وطن (صقلیہ) اگر تو میرے موافق نہیں ہے، تو میں عمدہ اونٹنیوں کے کجاوے کو اپنا وطن بناؤنگا"

اذا کان اصلی من تراب فکلها ۔ بلادی وکل العالمین اقارب

جب کہ میری اصل خاک ہے، تو میری زمین میرا ملک اور تمام دنیا میری اقربا ہے"

کہ دراصل اسلامی تہذیب وتمدن یورپ کی ترقیوں کے خمیر میں داخل ہے اسلئے جبتک دنیا میں تہذیب وتمدن کا وجود باقی ہے اسکے خمیر میں صقلیہ کے اسلامی تمدن کے نام ونشان کو بھی ثبات ودوام حاصل ہے۔

[۱] خبار الاندلس جلد ۳ ص ۵۰۲، ۴۴، ۷۲

Marfat.com

مراثی

صقلیہ کی یاد میں بعض صقلی مسلمانوں نے چند قطرات اشک گرائے ہیں جن کے داغ صفحہ قرطاس پر آجتک باقی ہیں :-

عبد الحلیم بن عبد الواحد صقلی :-

عشقت صقلیۃ یافعا، وکانت کبعض جنان الخلود
میں شباب ہی میں صقلیہ کا جو جنت خلد کے مثل تھا، عاشق ہوا،
فما قدر الوصل حتی اکتھلت وصارت جھنم ذات الوقود[1]
وصل میسر نہ آسکا یہانتک کہ میں ادھیڑ ہوگیا اور اب صقلیہ جہنم ہوگیا جس میں آگ بھڑک رہی ہے

ابو الحسن علی بن عبد الجبار ابن وردانی صقلی :-

صقلیۃ کانت وکنا بھا فی ظل عیش ناعم رطب
صقلیہ اور صقلیہ کے انشا پرداز تر و تازہ عیش کے سایہ میں تھے،
مد علیھا الامن استارہ فسار ذکرھا مع الرکب[2]
امن نے اس پر اپنے پردے پھیلا دیئے، اور مسافروں کے ذریعہ سے اسکا عام چرچا ہوا
لم یشکروا نعمۃ ما خولوا فبدلوا الملح من العذب
جب تک انھیں نعمتیں عطا کی گئیں انھوں نے انکا شکر ادا نہیں کیا اور شہد کو نمک سے بدل لیا

ابو حفص عمر بن رحیق صقلی :-

نفسی تحن الی اھلی واوطانی وھل رایتم محبا غیر حنان
میرا دل اہل و عیال اور وطن کا مشتاق ہے[3] کیا تم نے کوئی ایسا عاشق بھی دیکھا ہے جو ...

[1] خریدۃ القصر ورق ۵۰ [2] ایضاً ... یادگاری جلد ... ۱۳۲

كانوا بعلمي احياء وفي كبدي — نار تأجج من شجوي واحزاني

میرے دل میں آگ یا زیادہ ہوا اور میرے سینے میں میرے رنج وغم کی آگ بھڑک رہی ہے

كان منادي البعث قام مناديا — لحشر فجمعت الخلق طرا كما كانوا

کوچ کے منادی نے عام اجتماع کے لیے منادی کی، اور لوگ اسی حالت میں جو تھی اسی حالت میں جمع ہو گئے

وقد ضاق رحب الارض بالخلق — جموعهم ما بين رجال ونسوان

زمین کی فضا لوگوں کی بھیڑ سے تنگ ہوگئی — اور مرد اور عورت جمع ہو کر اکٹھا ہو گئے

وشقت جيوب لا جيوب ثيابهم — بلى بل قلوب فيهن واذهان

دل پھٹے نہ کہ گریبان اور اضطراب قلب کی دھڑکن کی صدا سے ... دل اور دماغ دہل گئے

وقد كانوا لبس البيض حينا — فعادوا وهم في لبس الحزن حزنا

خوشی کے لباس میں وہ لوگ سفید کپڑوں میں تھے، اور اب غم کے لباس میں کود گئے

دعاء

دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مسلمانان سقلیہ کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے، کہ انہوں نے اسی کی مدد سے اور اسی کے لیے اس کوشش کیا تھا، ... کا پہلا قدم اسی کے نام سے اٹھا تھا اور شاید اسی لیے انکے کاموں کو برکت نصیب ہوئی، اور انہوں نے چند دنوں میں بنی نوع انسان کی وہ خدمت انجام دی جو دوسری قوموں سے صدیوں میں بھی انجام نہ پائی لیکن افسوس کہ آج ان کی تربتیں بھی معلوم نہیں کہ عقیدت کے دو پھول ان پر چڑھائے جائیں رحمہم اللہ جمیعا رحمۃ واسعۃ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سید ریاست علی ندوی
دارالمصنفین اعظم گڈھ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۴ ہجری
۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء

۱؎ خریدۃ القصر در المارئی ص ۱۰۰

تصحیح واستدراک

کتاب کے طبع ہونے کے بعد ذیل کی چند چیزیں لائق تصحیح واستدراک نظر آئیں:-

ابن ظفر صقلی کی جائے پیدائش اور مقام نشو ونما میں مورخین کے جو مختلف بیانات صفحہ ۲۰۱ میں درج کئے گئے ہیں، اور صفحہ ۲۰۲ میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے صلاح الدین صفدی کی الوافی بالوفیات سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے:-

ابن ظفر صقلیہ میں پیدا ہوا مکہ میں نشو ونما پائی حماۃ کو وطن بنایا اور وہاں ۵۶۵ھ میں وفات پائی

ابن ظفر کی جو کتابیں علوم قرآن میں ہیں ان کا ذکر صفحہ ۲۰۳ میں کیا گیا ہے ان میں کتاب التفسیر الکبیر اور کتاب ینبوع الحیاۃ کے متعلق شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ دونوں ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں، صفدی نے تفسیر کبیر کا ذکر تفسیر القرآن کے نام سے کیا ہے اور اس کے ۱۲ اجزاء بتائے ہیں اور ینبوع الحیاۃ دو بڑی جلدوں میں بتائی ہے۔

علم کلام میں ابن ظفر کی ایک کتاب التفسیر کا ذکر آیا ہے جو الوافی میں التفسیر کے نام سے مذکور ہے، الوافی میں التحیین فی اصول الدین کے نام سے ملا، اور ایک کتاب کا نام الحجۃ فی اثبات اہل السنۃ کا نام الجنۃ من فرق اہل السنۃ لکھا ہے، علم کلام میں ابن ظفر کی دو اور کتابوں کا نام ملتا ہے (۱) کتاب کشف الکشف (۲) الاکتفاء فی الکتب المسمی بالاحیاء،

نیز ان کا ایک رسالہ علم فقہ میں نظر انداز ہو گیا وہ ارجوزۃ فی الفاظ ... کا نام سلوان اور مقوقف ہے بھی آیا ہے،

ابو الحسن طاہر بن احمد ... کا ... بیان ...

لے جلد ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ ۱۸۳۱ء ... حسن ... ص ۲۰۰

صفحہ ۴۰۸ کی پہلی سطر پر کیمیا سازی کا بیان ختم ہو جاتا ہے، دوسری سطر سے ایک نئی فصل "فلسفہ اور منطق" شروع ہوتی ہے جسکی سرخی چھپنے سے رہ گئی ہے،

ابن القطاع صقلی نے ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر پائی[۱]

صفحہ ۳۱۱ میں کتاب صقلیہ کی فہرست میں ابو الصواب الیانی کا نام نظر انداز ہو گیا ہے، وہ "یانی" سے نصریانہ کی طرف منسوب ہیں[۲]

علمائے صقلیہ میں سے چند مزید اسما دستیاب ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

ابو الحسن احمد بن عمر بن عطیہ صقلی ۴۳۳ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے تھے، تعلیم و تربیت پائی، علم قرآن میں دستگاہ رکھتے تھے لیکن فن حدیث میں پایہ بلند نہ تھا، دمشق کی مسجد رحبۃ البصل میں ان کا حلقہ درس قائم تھا، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور مقری و مؤدب کا لقب دیا ہے، وہ ان سے دمشق میں ملا تھا اور ان کو حدیث کی روایت کی اجازت حاصل کی تھی، اور انکے سلسلہ سند سے ایک حدیث بھی اپنی تاریخ میں درج کی ہے، انھوں نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی، اور مقبرہ باب الصغیر میں دفن کئے گئے[۳]

ابو احمد عبد المنعم بن حسین جرشی صقلی، کو ابن ابار نے جلیل القدر مالکی فقہا میں شمار کیا ہے، ابو مروان عبی اندلسی ان سے صقلیہ میں ملا تھا، اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی ہے، آخر عمر میں صقلیہ سے اندلس چلے گئے تھے، ان کے لڑکے ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبد المنعم کا ذکر کتاب میں ص ۳۲۷ میں آیا ہے،

ابو زکریا عبد الرحیم بن احمد بخاری بھی ممتاز علمائے صقلیہ میں تھے، ابو مروان ان کو بھی صقلیہ میں ملا تھا اور ان کے علم و فضل کی بھی تعریف کی ہے، یہ بھی صقلیہ سے اندلس چلے گئے تھے[۴]

صقلیہ کی عیدین کے تہوار عالم اسلامی میں مشہور تھے، مقدسی لکھتا ہے:-

واضح ہو کہ اسلام کی پانچ چیزیں پانچ مقامات پر ہیں، رمضان کی خوبصورتی مکہ میں، ختم قرآن کی رات مسجد اقصیٰ میں، عیدین کے تہوار صقلیہ میں، عرفہ کا دن شیراز میں اور جمعہ کا دن بغداد میں[۵]

Marfat.com

ضمیمہ

فہرست ماخذ

یعنی

ان کتابوں کی فہرست جن سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی

کتب عربی

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(الف)	
۱	ابن رشد وفلسفتہ	فرح انطون	ادارۂ جامعۂ اسکندریہ بمصر ۱۹۰۳ء
۲	آثار البلاد واخبار العباد	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی (سنہ ۶۷۴ھ)	مطبعہ سنہ ۱۸۴۸ء
۳	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ھ)	بریل لیڈن سنہ ۱۹۰۶ء
۴	اخبار الدول المنقطعۃ	علی بن ظافر ازدی متوفی سنہ ۶۲۳ھ	مقتبس در یادگاری مضامین از نسخۂ قلمی برٹش میوزیم پیرس
۵	الاخبار السنیۃ فی الحروب الصلیبیہ	سید علی حریری	مطبع عمومیہ مصر سنہ ۱۳۱۷ھ
۶	اخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داود دینوری متوفی سنہ ۲۸۲ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۸۸ء
۷	اخبار العلماء باخبار الحکماء	وزیر جمال الدین ابو الحسن علی بن قاضی اشرف یوسف قفطی متوفی سنہ ۶۴۶ھ	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۶ھ
۸	اخبار مصر	محمد بن علی بن یوسف بن جلب معروف بابن میسر	مطبع معہد علمی قاہرہ سنہ ۱۹۱۵ء

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۹	اخبار الملوک ونزہۃ الممالک والمملوک فی طبقات الشعراء	المنصور محمد بن عمر شاہ حماۃ متوفی سنہ ۶۱۷ھ	مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ لیڈن،
۱۰	آداب اللغۃ العربیہ (دیکھو تاریخ آداب اللغۃ العربیہ)		
۱۱	ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب (معروف بہ معجم الادباء)	شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی سنہ ۶۲۶ھ،	مطبع ہندیہ مصر، سنہ ۱۹۰۷ء
۱۲	ازہار الریاض فی اخبار عیاض	شہاب الدین احمد بن محمد مقری صاحب نفح الطیب متوفی سنہ ۱۰۴۱ھ	در یادگاری از نسخہ قلمی پیرس
۱۳	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ	ابو الحسن علی بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری متوفی سنہ ۶۳۰ھ	مطبع وہبیہ مصر سنہ ۱۲۸۰ھ،
۱۴	الاشارات فی معرفۃ الزیارات	علی بن ابوبکر ہراوی، متوفی سنہ ۶۳۰ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۵	اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام	لسان الدین محمد بن خطیب وزیر اندلسی متوفی سنہ ۷۷۶ھ،	مقتبس در یادگاری مضامین
۱۶	کتاب الاقالیم	ابو اسحاق علی الفارسی معروف بہ اصطخری،	مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ گوتھا جرمنی،
۱۷	اکتفاء القنوع بما ہو المطبوع،	اڈورڈ فندیک،	مطبع الاعدال مصر سنہ ۱۳۱۲ھ
۱۸	الالحان المسلیہ فی حلی جزیرۃ صقلیۃ	ابن سعید صاحب کتاب المغرب متوفی سنہ ۶۷۳ھ	یہ کتاب المغرب ہی کا ٹکڑا ہے جو ابن القطاع کی الدرۃ الخطیرہ کو ماخوذ ہے مقتبس در یادگاری مضامین،
۱۹	الامامۃ والسیاسۃ،	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی سنہ ۲۷۰ھ	مطبع فتوح ادبیہ مصر، عکسی سنہ ۱۹۱۲ء
۲۰	کتاب الانساب،	قاضی ابو سعید عبد الکریم بن ابوبکر محمد تمیمی سمعانی، متوفی سنہ ۵۶۲ھ	
		(ب)	
۲۱	البدی (دیکھو کتاب البدی)		
۲۲	بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ	جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۶ھ

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۲۳	البیان المغرب فی اخبار ملوک الاندلس والمغرب	ابو العباس ابن عذاری مراکشی،	مقتبس در ادارہ و ترجمہ ہندوستانی موسوم بہ تاریخ مغرب مترجمہ مولوی جمیل الرحمن
		(ت)	
۲۴	تاریخ آداب اللغۃ العربیہ	جرجی زیدان،	مطبع الہلال مصر سنہ ۱۹۱۱ء
۲۵	تاریخ ابن اثیر، (دیکھو الکامل فی التاریخ)	•	•
۲۶	تاریخ ابن خلدون، (دیکھو العبر و دیوان المبتداء والخبر)	•	•
۲۷	تاریخ ابن خلکان، (دیکھو وفیات الاعیان)	•	•
۲۸	تاریخ ابن عساکر، (دیکھو التاریخ الکبیر)	•	•
۲۹	تاریخ ابو الفداء (دیکھو المختصر فی اخبار البشر)	•	•
۳۰	تاریخ ابویعلی ابن قلانسی،	ابویعلی حمزہ بن اسد معروف بہ ابن قلانسی متوفی سنہ ۵۵۵ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۹۰۸ء
۳۱	تاریخ اولیۃ لبعض الدولۃ الحفصیۃ الموحدیۃ وینبوع الدلالۃ (موسومہ تاریخ الدولتین الموحدیۃ والحفصیۃ)	ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم اللولوی الزرکشی سنہ ۹۳۲ھ،	مطبع الدولۃ التونسیہ سنہ ۱۲۸۹ھ مقتبس در ادارہ از نسخہ قلمی پیرس
۳۲	تاریخ بغداد،	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ	مطبع سعادۃ مصر سنہ ۱۳۴۹ھ
۳۳	تاریخ التمدن الاسلامی	جرجی زیدان،	مطبع الہلال مصر سنہ ۱۹۰۲ء
۳۴	تاریخ تونس.	حسین بن محمد بن داوران،	مقتبس در ادارہ از نسخہ
۳۵	تاریخ الحکماء،	محمد بن علی بن محمد زوزنی،	قلمی بوڈلین لائبریری آکسفورڈ مقتبس در ادارہ از نسخہ قلمی [illegible]

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۳۶	تاریخ دول الاسلام	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۳۷ھ
۳۷	تاریخ الدولتین الموحدیہ والحفصیہ	ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم زرکشی متوفی سنہ ۸۸۲ھ	مطبع الدولۃ التونسیہ سنہ ۱۲۸۹ھ
۳۸	تاریخ الرسل والملوک،	ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۷۹-۱۹۰۱ء
۳۹	تاریخ جزیرۃ صقلیۃ من حین دخلہا المسلمون و اخبار ما جری فیہا من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذلک،		ایک کتاب لاطینی زبان میں سنہ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی ہے اس نام کا رسالہ ضمیمہ کے طور پر ملک ہوا اور اس کا عربی نقل کیا ہے ایک تاریخ [illegible] ابو زید [illegible] کی طرف منسوب ہے،
۴۰	تاریخ طبری، (دیکھو تاریخ الرسل)		
۴۱	تاریخ قضاعی،	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابوبکر قضاعی معروف بہ ابن آبار متوفی سنہ ۶۵۸ھ	مقتبس در امارتی،
۴۲	تاریخ الاسلام،	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	مقتبس در امارتی از نسخہ قلمی [illegible]
۴۳	التاریخ الکبیر،	ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن حسین بن عساکر متوفی سنہ ۵۷۱ھ	مطبع روضۃ الشام سنہ ۱۳۳۰ھ
۴۴	تحفۃ الالباب و نخبۃ الاعجاب	ابو حامد و ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم بن [illegible] غرناطی متوفی بعد سنہ ۵۶۰ھ،	مقتبس در امارتی از نسخہ قلمی پیرس،
۴۵	تذکرۃ الحفاظ،	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،
۴۶	ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالک،	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ متوفی سنہ ۵۴۴ھ	مقتبس در یادگاری [illegible] از نسخہ قلمی مملوکہ محمد بن ابی [illegible]
۴۷	تزیین الممالک بمناقب سیدنا الامام مالک،	جلال الدین عبدالرحمن سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	مطبع خیریہ مصر سنہ ۱۳۲۵ھ
۴۸	التعلیق الممجد علی موطا امام محمد،	مولانا عبدالحی فرنگی محلی،	[illegible]

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۴۹	تقویم البلدان،	عماد الدین اسمٰعیل بن ملک افضل نور الدین معروف بہ ابو الفداء صاحب حماۃ متوفی سنہ ۷۳۲ھ	دار الطباعۃ سلطانیہ پیرس سنہ ۱۸۴۰ء
۵۰	التکملۃ لکتاب الصلۃ،	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابوبکر قضاعی معروف بابن آبار متوفی سنہ ۶۵۸ھ	مطبع روخس مجریط سنہ ۱۸۸۶ء
۵۱	التنبیہ والاشراف	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی سنہ ۳۴۶ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۹۴ء
۵۲	تہذیب الاسماء واللغات،	ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی سنہ ۶۷۶ھ	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر
۵۳	تہذیب التہذیب،	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد معروف بہ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۲۵ھ
۵۴	تاج العروس من جواہر القاموس	محب الدین ابو الفیض سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی سنہ ۱۲۰۵ھ	مطبع خیریہ مصر سنہ ۱۳۰۶ھ
		(ج)	
۵۵	جامع التواریخ،	منسوب بہ حسین یافعی	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس
۵۶	جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس	ابو عبد اللہ محمد بن ابو نصر حمیدی متوفی سنہ ۴۸۸ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی بوڈلین،
۵۷	الاندلس فی اسماء رواۃ الحدیث جغرافیہ زہری (دیکھو کتاب الجغرافیہ،)		
۵۸	الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ۔	محی الدین ابو محمد عبد القادر بن ابو الوفا محمد قرشی حنفی متوفی سنہ ۷۷۵ھ،	دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۳۲ھ
		(ح)	
۵۹	حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ	مطبع شرفیہ مصر سنہ ۱۳۲۷ھ
۶۰	الحلۃ السیراء	ابوبکر بن الآبار قضاعی بلنسی متوفی سنہ ۶۵۸ھ	مقتبس در اماری از نسخہ پیرس منقولہ از نسخہ قلمی اسکوریال

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(خ)	
٦١	خریدۃ العجائب و فریدۃ الغرائب	زین الدین ابو حفص عمر بن مظفر بن الوردی متوفی ٧٤٩ھ	مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ اوپسالا سویڈن ١٨٣٥ء
٦٢	خریدۃ القصر و جریدۃ اہل العصر	عماد الدین ابو عبد اللہ محمد بن حامد الکاتب اصفہانی متوفی ٥٩٧ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس و برٹش میوزیم،
٦٣	خطط الشام،	سید کرد علی،	مطبع الحدیثیہ دمشق ١٣٤٣ھ
٦٤	خطط مصر،	تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد معروف بہ مقریزی متوفی ٨٤٥ھ	مطبع نیل مصر ١٣٢٤ھ
		(د)	
٦٥	دائرۃ المعارف،	سلیمان بستانی	مصر
٦٦	دیوان حلۃ السمط،	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن ابو الحسن علی مصری معروف بہ ابن شباط،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی موسیو الفانس و سو گوزر یونن
٦٧	دیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب،	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون یعمری مدنی مالکی متوفی ٧٩٩ھ	مطبع سعادہ مصر ١٣٢٩ھ
		(ذ)	
٦٨	الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ،	ابو الحسن علی معروف بہ ابن بسام سنتمری متوفی ٥٤٢ھ،	مقتبس در مجموعہ انتخاب تاریخ خونیا دوزی مطبوعہ بریل لیڈن ١٨٤٦ء
٦٩	ذیل تاریخ دمشق، (دیکھو تاریخ ابو یعلی بن قلانسی،)		

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ر)	
۷۰	رحلۃ ابن جبیر،	محمد بن احمد بن جبیر کنانی متوفی سنہ ۶۱۴ھ	مطبوعہ بریل لیڈن سنہ ۱۹۰۷ء
۷۱	رحلۃ التیجانی،	ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم تیجانی،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس و نسخہ مملوکہ موسیو الفانس روسو گورنر ٹونس
۷۲	رفع الاصر عن قضاۃ مصر،	شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ،	مقتبس در یادگاری مفتیان
۷۳	الرواد، (کتاب اعلام المقتطف)		ادارہ المقتطف مصر سنہ ۱۹۲۶ء
۷۴	الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ والصلاحیہ،	شہاب الدین ابو محمد عبد الرحمن بن اسمعیل بن ابراہیم مقدسی،	مطبوعہ وادی نیل مصر سنہ ۱۲۸۷ھ
۷۵	ریاض النفوس فی طبقات علماء قیروان وافریقیہ و ما یلیہا من بلدانہا ومراسیہا وحصونہا وسواحلہا زہادہم وعبادہم ونساکہم وشیٔ من اخبارہم وفضائلہم وتاریخ وفیاتہم،	ابو بکر عبداللہ بن ابو عبد محمد معروف بالمالکی،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس،
		(ز)	
۷۶	مجلہ الزراع،		مصر،
		(س)	
۷۷	السلوک لمعرفۃ دول الملوک	تقی الدین احمد بن علی مقریزی متوفی سنہ ۸۴۶ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ش)	
۷۸	شرح المختار من شعر بشار اختیار الخالدین	ابوطاہر اسمٰعیل بن احمد بن زیادۃ اللہ تجیبی (بعد ۴۳۱ھ)	مصححہ مولوی سید بدر الدین علوی مطبوعہ مطبعۃ اعتماد مصر ۱۹۳۴ء
۷۹	شرح مواقف لعضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد ایجی	سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ و مولی حسن چلپی بن محمد شاہ فناری متوفی ۸۸۶ھ و عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ)	مطبوعہ مطبع سعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ
		(ص)	
۸۰	کتاب الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس	ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود بن بشکوال قرطبی متوفی ۵۷۸ھ	مقتبس در ماثر ہمارا نوشتۂ اسکوریال منقولہ در کتبخانۂ زیری
		(ط)	
۸۱	طبقات الامم	قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی متوفی ۴۶۲ھ	مطبع کاتھولیکہ بیروت ۱۹۱۲ء
۸۲	طبقات ابی العرب	ابوالعرب محمد بن تمیم	مقتبس در یادگاری عثمانی از نسخۂ قلمی مولکہ موسیو فنیان
۸۳	طبقات الحنفیہ (موسوم تاج التراجم)	قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۷۹ھ)	مطبع لپزگ ۱۸۶۲ء
۸۴	طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ	مطبع حسینیہ مصر
۸۵	الطبقات الکبیر	محمد بن سعد کاتب واقدی متوفی ۲۳۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۳۲۲ھ
		(ع)	
۸۶	العبر و دیوان المبتدا والخبر	ولی الدین ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن	دار الطباعۃ عامرہ

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
	فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوی السلطان الاکبر معروف به تاریخ ابن خلدون،	خلدون حضرمی مغربی متوفی سنہ ۸۰۸ھ	مصر سنہ ۱۲۸۴ھ
۸۷	العبر فی خبر من عبر	شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ	مقتبس [illegible] از نسخہ قلمی [illegible]
۸۸	عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات،	زکریا بن محمد بن محمود قزوینی متوفی سنہ ۶۸۲ھ	مطبع التقدم مصر
۸۹	العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین،	تقی الدین محمد بن احمد حسینی فاسی مکی، متوفی سنہ [illegible]ھ	مقتبس [illegible]
۹۰	عقد الجمان فی تاریخ اهل الزمان،	بدر الدین محمود بن احمد متوفی سنہ ۸۵۵ھ،	مقتبس [illegible]
۹۱	عنوان الدرایه فیمن عرف من العلماء فی المائة السابعة ببجایه	ابو العباس احمد بن احمد بن عبد اللہ غبرینی متوفی سنہ ۷۱۴ھ،	مطبع ثعالبیہ [illegible] سنہ ۱۳۲۸ھ
۹۲	عیون الانباء فی طبقات الاطباء،	موفق الدین ابو العباس احمد بن قاسم معروف به ابن ابی اصیبعه متوفی سنہ ۶۶۸ھ	مطبع وہبیہ [illegible]
		(ف)	
۹۳	کتاب الفارسیة فی مبادی الدولة الحفصیه،	ابو العباس احمد بن حسن بن علی بن خطیب بن قنفذ،	مقتبس [illegible] از نسخہ مطبوعہ [illegible]
۹۴	الفتح القسی فی الفتح القدسی	ابو عبد اللہ محمد بن محمد معروف به عماد الدین کاتب اصفهانی متوفی سنہ ۵۹۷ھ،	[illegible]
۹۵	فتوح البلدان،	ابو العباس احمد بن یحیی بن جابر بلاذری متوفی سنہ ۲۷۹ھ	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۶۶ء
۹۶	فتوح الشام ومصر،	منسوب به ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی، متوفی سنہ ۲۰۷ھ	مقتبس [illegible] از نسخہ [illegible]

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ،
۹۷	فتوح مصر واخبارها،	ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم بن امین قرشی متوفی ۲۵۷ھ،	مقتبس درالماری ازنسخہ قلمی پیرس،
۹۸	کتاب الفلاحۃ،	ابوزکریا محمد بن محمد بن احمد بن العوام، اشبیلی،	مقتبس درالماری ازنسخہ قلمی بوڈلین وترجمہ ہندستانی موسوم بہ کتاب الفلاحۃ مترجمہ مولوی سید ہاشم ندوی،
		(ک)	
۹۹	الکامل فی التاریخ،	عزالدین ابوالحسین علی بن ابوالکریم محمد شیبانی معروف بہ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ	مطبع بریل لیڈن ۱۸۶۲ء
۱۰۰	کتاب البدی،	نورالدین علی بن موسیٰ بن سعید مغربی غرناطی متوفی ۶۷۳ھ	مقتبس درالماری ازنسخہ قلمی بوڈلین واکسفورڈ،
۱۰۱	کتاب فی تحقیق ماللهند معروف بہ کتاب الهند بیرونی،	ابوالریحان محمد بن محمد خوارزمی بیرونی متوفی ۴۴۰ھ،	لندن ۱۸۸۷ء
۱۰۲	کتاب الجغرافیہ،	ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر زہری متوفی ۵۳۲ھ،	مقتبس درالماری ازنسخہ قلمی پیرس،
۱۰۳	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،	مصطفیٰ بن عبداللہ ملا کاتب چلپی معروف بہ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ	مطبع عالم ۱۳۱۱ھ
۱۰۴	کتب الکنیٰ والاسماء	ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد دولابی متوفی ۳۱۰ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ء
۱۰۵	کتاب مختصر جغرافیہ	نورالدین علی بن موسیٰ بن سعید غرناطی ۶۷۳ھ	مقتبس درالماری ازنسخہ قلمی پیرس و بوڈلین،
۱۰۶	لمحۃ البہجۃ العلمیۃ فی بعض النسبۃ الصقلیۃ،	محمد بن طیب قادری حسنی،	دریادگاری مضامین کرد علی مقالہ اد حمس،
۱۰۷	مجلۃ المجمع العلمی العربی		دمشق

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۰۸	المختصر فی اخبار البشر	عماد الدین اسمٰعیل ابو الفدا صاحب حماۃ متوفی ۷۳۲ھ	مطبع حسینیہ مصر
۱۰۹	مختصر کتاب ابناء الرواۃ علی ابناء الرواۃ للقفطی	شمس الدین ابو عبداللہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی لیڈن،
۱۱۰	مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان	ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ	مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۷ھ
۱۱۱	مراۃ الزمان،	شمس الدین ابو المظفر یوسف سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۱۲	مروج الذہب ومعادن الجوہر،	ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ	امپیریل پریس پیرس،
۱۱۳	مسالک الابصار فی ممالک الامصار	شہاب الدین ابو العباس احمد بن یحییٰ کرمانی عمرانی معروف بابن فضل اللہ کاتب دمشقی متوفی ۷۴۹ھ	مقتبس در اماری از نسخہ پیرس، بوڈلین و آکسفورڈ
۱۱۴	المسالک والممالک،	ابو القاسم محمد بن حوقل (۳۶۶ھ)	طبع آخر و مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ آکسفورڈ،
۱۱۵	مسالک الممالک،	ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد فارسی اصطخری کرخی	مطبع بریل لیڈن ۱۹۲۷ء
۱۱۶	المسالک والممالک،	ابو عبید عبداللہ بن عبدالعزیز بکری اندلسی متوفی ۴۸۷ھ،	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس
۱۱۷	مسند ابن حنبل،	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ
۱۱۸	کتاب المشترک وضعاً والمفترق صقعاً،	شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ	مقتبس در اماری از نسخہ مطبوعہ گوٹنگن جرمنی۔
۱۱۹	معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان	عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ انصاری دباغ متوفی ۶۹۶ھ و ابن ناجی تنوخی متوفی ۸۳۹ھ	مطبع عربیہ تونسیہ ۱۳۲۰ھ
۱۲۰	المعجب فی تلخیص اخبار مغرب	محی الدین ابو محمد عبدالواحد بن علی مراکشی ۶۴۷ھ	مطبع لیڈن [illegible]

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۲۱	معجم الادباء یاقوت۔ (دیکھو ارشاد الاریب)		
۱۲۲	معجم البلدان،	شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی سنہ ۶۲۶ھ،	مطبع سعادہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ
۱۲۳	المغرب فی حلی المغرب۔	ابو الحسن نور الدین علی بن موسیٰ بن سعید غرناطی متوفی سنہ ۶۷۳ھ،	مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۹۹ء
۱۲۴	المغرب فی ذکر بلاد افریقیہ والمغرب،	ابو عبید اللہ عبد اللہ بن عبد العزیز بکری متوفی سنہ ۴۸۷ھ،	الجزائر سنہ ۱۹۱۱ء
۱۲۵	کتاب المقفیٰ،	مقریزی متوفی سنہ ۸۴۵ھ	مقتبس در امار ی از نسخہ قلمی پیرس بخط مصنف،
۱۲۶	المونس فی اخبار افریقیہ وتونس،	ابو عبد اللہ محمد بن ابو القاسم رعینی قیروانی معروف بابن ابی دینار متوفی سنہ ۱۱۱۰ھ	مطبع دولۃ تونس سنہ ۱۲۸۶ھ
	(ن)		
۱۲۷	الناسخ والمنسوخ،	ابو جعفر نحاس متوفی سنہ ۳۳۸ھ	مطبع السعادہ مصر سنہ ۱۳۲۳ھ
۱۲۸	نبذۃ المحتاجہ فی اخبار ملوک صنہاجہ،	قاضی ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حماد	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی موکہ موسیو شربونو،
۱۲۹	النجوم الظاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ،	جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن تغری بردی ظاہری متوفی سنہ ۸۷۴ھ،	مقتبس در اماری، مضافین،
۱۳۰	نخبۃ الدہر وعجائب البر والبحر،	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو طالب انصاری صوفی دمشقی متوفی سنہ ۷۲۷ھ	مقتبس در اماری از نسخہ قلمی پیرس،
۱۳۱	نزھۃ الالبا فی طبقات الادبا	ابو البرکات عبد الرحمٰن بن محمد انباری متوفی سنہ ۵۷۷ھ	مصر سنہ ۱۲۹۴ھ
۱۳۲	نزھۃ المشتاق فی اختراق الآفاق،	ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ ادریسی متوفی سنہ ۵۶۰ھ	رومہ سنہ ۱۵۹۲ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۳۳	نشق الازهار فی عجائب الاقطار	ابوالبرکات محمد بن احمد بن ایاس متوفی ۹۳۰ھ	مقتبس در امارئ از نسخہ قلمی پیرس،
۱۳۴	نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب،	ابوالعباس احمد بن محمد مقری اندلسی متوفی ۱۰۴۱ھ	مطبع ازهریہ مصر ۱۳۰۲ھ
۱۳۵	نهایة الارب فی فنون الادب	شهاب الدین ابو عبد الله احمد بن عبد الوهاب بکری نویری متوفی ۷۳۲ھ،	مقتبس در امارئ از نسخہ قلمی لیڈن
۱۳۶	نیل الابتهاج بتطریز الدیباج	ابوالعباس احمد بن احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیت معروف بہ بابا تنبکی متوفی ۱۰۳۶ھ	بهامش دیباج المذهب مطبوعہ ۱۳۲۹ھ،
		(و)	
۱۳۷	الوافی بالوفیات،	صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی متوفی ۷۶۴ھ	مطبع دولت استانبول ۱۹۳۱ء و مقتبس در امارئ از نسخہ قلمی پیرس
۱۳۸	وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان،	قاضی احمد معروف بہ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ	مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ
		(ھ)	
۱۳۹	مجلة الهلال،	.	قاهره مصر
۱۴۰	کتاب الهند بیرونی، (دیکھو کتاب فی تحقیق ماللهند)	.	
۱۴۱	کتاب هیئة اشکال الارض و مقادیرها فی الطول والعرض معروف بہ جغرافیہ	.	مقتبس در امارئ از نسخہ قلمی پیرس

کتب بزبان انگریزی و ہندوستانی وغیرہ

(بہ ترتیب حروف تہجی)

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(الف)	
۱	ابن رشد،	مولوی محمد یونس انصاری،	مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ سنہ ۱۳۴۲ھ
۲	اخبار الاندلس،	اس پی اسکاٹ،	ترجمہ ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ ترجمہ جناب منشی محمد خلیل الرحمن صاحب مطبوعہ سنہ ۱۳۴۴ھ
۳	ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی،	مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ،
۴	اسٹوری آف دی نیشنز سیریز، (دیکھو سی، بزنطائن امپائر، پیل مارکی اسٹوری آف دی نارمن)		
۵	اسٹوری آف دی نارمن (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز جلد ۲۹)	سارا اورون جیوٹ،	فشر انون. لندن،
۶	اماری (دیکھو ببلیوتھیکا)		
۷	انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا،		طبع یازدہم کیمبرج یونیورسٹی پریس سنہ ۱۹۱۱ء
۸	انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،		طبع اول لندن سنہ ۱۹۱۳ء،
۹	مجلہ اورینٹل کالج میگزین،		لاہور ترجمہ مقالہ شرق کا اثر مغرب پر از جاج جعفر
		(ب)	
۱۰	ببلیوتھیکا ارابیکو سیکولا (مجموعہ اماری)	میکائیل اماری،	مطبوعہ لیپزگ سنہ ۱۸۵۵ء تا سنہ ۱۸۵۷ء اس مجموعہ کا ذکر جلد اول کے دیباچہ میں آیا ہے قلمی کتابوں کے اقتباسات اسی میں شائع ہوئے ہیں،
۱۱	بزنطائن امپائر، (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز جلد ۳)	سی ڈبلیو سی اومن،	فشر انون لندن،

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۱۲	پیپل ہارکی، (اسٹوری آف دی نیشنس سیریز جلد ۵۰)	ولیم بادی۔	فشر انیون لانڈن ۱۹۰۲ء
		(رسنٹ)	
۱۳	تاریخ ارتقائے انسانی،	رابرٹ برفالٹ۔	ترجمہ دی میکنگ آف ہیومنیٹی مخص حصہ اسلامی تہذیب در روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء و مجلہ اورنٹیل کالج میگزین، جلد ۲، ۱۹۳۰ء
۱۴	تاریخ اہل انگلستان،	جان رچرڈ گرین،	ترجمہ اے شارٹ ہسٹری آف دی انگلش پیپل، مترجمہ قاضی تلمذ حسین ایم اے، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۲۱ء،
۱۵	تاریخ تمدن عرب (دیکھو تمدن عرب)		
۱۶	تاریخ جمہوریت روما،	ڈبلیو۔ ای۔ ہیٹ لینڈ ایم اے	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دارالطبع عثمانیہ ۱۹۲۶ء،
۱۷	تاریخ روما،	ایچ ایف ہیلیم ایم اے،	مترجمہ جناب حمید احمد انصاری دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۲ء،
۱۸	تاریخ عرب،	موسیو سدیو	مترجمہ مولوی عبد الغفور و مولوی محمد حلیم انصاری مطبوعہ الناظر لکھنؤ
۱۹	تاریخ فلسفہ۔	الفرڈ ویبر	مترجمہ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ایم اے۔ دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۲۸ء
۲۰	تاریخ فلسفہ اسلام،	ڈاکٹر ٹی جے دی بوائر،	مترجمہ مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی اے دارالترجمہ حیدرآباد مطبوعہ ۱۹۲۶ء
۲۱	تاریخ گبن (دیکھو ہسٹری آف دیکلائن اینڈ فال)		

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
۲۲	تاریخ مغرب،	ابن عذاری مراکشی،	ترجمہ البیان المغرب (جلد اول) مترجمہ پروفیسر محمد جمیل الرحمٰن ایم اے، مطبوعہ لاہور ۱۹۱۶ء
۲۳	تاریخ یورپ	ایلوز تھپر، پی ایچ، ڈی، ورفرڈینڈ شیول، پی ایچ ڈی،	مترجمہ مولانا عبد الماجد دریابادی بی اے، نواب حیدر یار جنگ و قاضی تلمذ حسین صاحب دائرۃ الطبع عثمانیہ ۱۹۲۲ء
۲۴	تاریخ یونان،	پروفیسر بیوری،	ترجمہ ہسٹری آف گریس مترجمہ مولوی سید ہاشمی فریدآبادی، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۱۹ء
۲۵	تاریخ یونان قدیم،	پروفیسر اڈولف ہولم،	مترجمہ پروفیسر محمد ہارون خان شروانی ایم اے، دارالطبع عثمانیہ ۱۹۲۰ء
۲۶	تمدن عرب،	ڈاکٹر گستاوی بان،	مترجمہ شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی بی اے طبع اول مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۸ء
		(ڈ)	
۲۷	ڈکشنری آف جغرافیہ،	جارج اے ایمبرس	طبع یورپ،
		(س)	
۲۸	سسلی (اسٹوری آف دی نیشنز سیریز، جلد ۳۱)	ایڈورڈ فریمین،	فشر انون لندن،
۲۹	سفرنامہ [illegible]		مقتبس در "صقلیہ میں اسلام" مولفہ مولینا عبد الحلیم شرر مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ ۱۹۱۵ء
۳۰	سینٹناریو دی مشیل اماری (مجموعۂ مضامین بہ یادگار مرحوم میکائل اماری)		مطبوعہ لیدن ۱۹۱۰ء اس مجموعۂ مضامین کا ذکر جلد ۲ کے دیباچہ میں کیا گیا ہے اس میں مختلف مستشرقین نے انگریزی، فرنچ، جرمن، اسپینی، لاطینی اور اطالین زبانوں میں مضامین لکھے ہیں اور عربی زبان کی قلمی کتابوں کے اقتباسات لکھے ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ف)	
۲۱	کتاب الفلاحت ،	ابوزکریا یحیی بن محمد بن العوام اشبیلی	اس کا ترجمہ [illegible] دارالمصنفین [illegible]
۳۲	فہرست کتب خانہ بانکی پور جلد ۱۰	مولوی رفیق معین الدین ندوی، پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ ،	مطبوعہ پٹنہ [illegible] ،
۳۳	" خدیویہ مصر	ڈاکٹر [illegible] محمد [illegible]	مطبوعہ ۱۳۰۸ھ
۳۴	" " رام پور		مطبوعہ رام پور [illegible]
		(ق)	
۳۵	[illegible] الادب من ذکر علماء النحو و الادب ،	محمد بن علی معروف بہ ذوالفقار علی نقوی بھوپالی ۔	طبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۶ھ ۔
۳۶	[illegible]	ڈی ایس مارگولیتھ	ہوم یونیورسٹی لائبریری اڈیشن لندن
۳۷	مجلہ معارف نمبر [illegible]		دارالمصنفین [illegible] مقالات [illegible] اسلام کا اثر یورپ پر [illegible] جزیرہ صقلیہ [illegible]
۳۸	معرکہ مذہب و سائنس	ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر	ترجمہ کانفلکٹ بٹوین ریلیجن اینڈ سائنس مترجمہ مولوی ظفر علی خان بی اے علیگ لاہور مطبوعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور
۳۹	مفتاح الکنوز الخفیہ ،	مولوی عبدالحمید لائبریرین خدابخش خان لائبریری پٹنہ ،	مطبوعہ پٹنہ ۱۹۱۸ء ،

Marfat.com

شمار	نام کتاب	مصنف	تفصیل نسخہ
		(ن)	
۴۰	نزہتہ المشتاق	ادریسی،	ترجمہ ایف لوسی، مترجمہ ایم اماری و سی سیپارلی، مطبوعہ روم ۱۸۸۳ء
		(ھ)	
۴۱	ہسٹاریکل جیوگرفی آف ایشیا،		اسپوٹس وڈس، لندن،
۴۲	ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر	ایڈورڈ گبن	ایوری مینس اڈیشن لندن
۴۳	ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ،		لنڈن ٹائمس پریس ۱۹۰۰ء
		(ی)	
۴۴	یادگاری مضامین، (دیکھو سینٹے ناریو		

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ صقلیہ

(جلد اوّل)

(مرتبہ مولانا سید ریاست علی ندوی)

مسلمانون نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا اور تقریباً پانچسو برس تک اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی کوئی تاریخ اردو، انگریزی مین کیا عربی مین بھی موجود نہ تھی، نو دس برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدون مین اس کے رزم و بزم کی تاریخ مرتب کی گئی ہے، پہلی جلد گویا اس کی رزمیہ تاریخ ہے، جس مین صقلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملون کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، بعد بعد کے دورون کا عروج، اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون کے مصائب و جلا وطنی کا تفصیلی مرقع دکھایا گیا ہے،

ضخامت مجموعی، ۶۴۵ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ،

قیمت :- ۱۸ روپیے

منیجر

دار المصنفین اعظم گڈھ

سید اقبال احمد

Marfat.com